مُطالعہ بریلویت

۲

ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب

ایک ضروری گزارش

اس کتاب کو ای بُک بنانے میں ہماری غرض صرف اتنی ہے کہ کوئی اللہ کا مخلص بندہ اس کو پڑھ کر ہدایت پا جائے اور ہمارے لئے مغفرت کا ذریعہ بن جائے۔

جن پبلشرز حضرات کی کتاب کو بغیر اُنکی اجازت کے ہم نے یہ کیا ہے ان سے عاجزانہ گزارش ہے کہ اللہ کے لئے ہم کو معاف کر دیں، اللہ سے قوی امید ہے کہ انشاءاللہ قیامت میں آپ کو اس کا بدلہ آپ کی توقع سے زیادہ دیکر آپ کو خوش کر دے گا

ایک تاریخی، فکری اور تحقیقی جائزہ

مطالعۂ بریلویت

جلد چہارم

مصنف

ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی

ڈائرکٹر اسلامک اکیڈیمی مانچسٹر

تقریظ

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب

مہتمم دار العلوم وقف دیوبند

حافظی

ناشران و تاجرانِ کتب

بکڈپو دیوبند ۲۴۷۵۵۴ یوپی
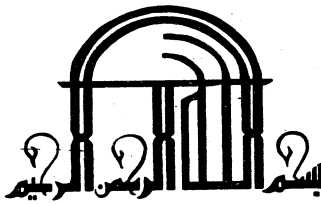
کتاب

مطالعہ بریلویت جلد چہارم

مؤلف

ڈاکٹر علامہ خالد محمود

اشاعت

۱۹۹۷ء

ناشر

حافظی بکڈپو دیوبند ۲۴۷۵۵۴ یوپی

HAFZI BOOK DEPOT
DEOBAND-247554 (U.P.)
Tele-fax (01336) 222311 Mobile 9412556171

فہرست

مقدمہ ——— شہر بریلی

بریلی کے دینی مدارس

تکفیرِ امت کی واردات میں علماء ہند نے مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ نہیں دیا

نچلی کلاس کے لوگوں پر پیروں کی واردات
بریلوی مریضوں پر وہمات کے جھٹکے

بریلویوں کا طریق واردات

قومی سطح پر ضرورت اتحاد اور بریلی کی قیامت خیز گرمی

اتحاد پر بریلی کی قیامت خیزی

مسئلہ اکثریت

بریلویت اور مسلم لیگ

اعلیٰ حضرت کے باغی

بریلویوں کی مذہبی خودکشی

(باقی فہرست آخر میں)

مقدمہ

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد :-

لفظ بریلوی سامنے آتے ہی ذہن ہندوستان کے شہر بریلی کی طرف چلا جاتا ہے. وہاں کے باشندے کو عام اس سے کہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم بریلوی کہتے ہیں. لیکن کبھی اس سے ایک مذہبی فرقہ بھی مراد لیا جاتا ہے جس کے بانی مولانا احمد رضا خاں بریلوی تھے. برصغیر پاک و ہند میں اس لفظ کی شہرت اب اس دوسرے معنوں میں ہے. مولانا احمد رضا خاں نے پچاس سال اس محاذ پر محنت کی اور ہندوستان کے اہل السنۃ والجماعۃ کو مستقل طور پر دو حصوں میں تقسیم فرمایا اور اہل سنّت جو کبھی شیعوں کے بالمقابل ایک تھے. اب آپس میں تقسیم ہو کر رہ گئے. بریلوی فرقے کے اس تعارف سے پہلے علمی دُنیا میں بریلی کس اہمیت کا حامل تھا اور وہاں کس مسلک اور کس علمی عبقریت کے لوگ تھے اسے سامنے رکھے بغیر ہم مطالعہ بریلویت کی مہم کو سر نہ کر سکیں گے —— بریلی روہیلکھنڈ کا صدر مقام ہے. روہیلوں کی حکومت میں بھی ان کا دارالحکومت تھا

انگریزوں نے برصغیر پاک و ہند میں قدم جمانے کے ساتھ اہل مشرق پر ذہنی غلبہ پانے کی سکیم بھی تیار کر لی. وہ یہاں علوم و فنون مغربی کی اشاعت پر بہت زور دے رہے تھے. ان حالات میں پرنٹنگ پریس ان کی ایک بڑی ضرورت تھی اور انہوں نے دیکھتے دیکھتے پورے ملک میں پریسوں کا ایک جال بچھا دیا. بریلی کی اس دور کی اہمیت اس سے واضح ہوتی ہے کہ یہاں پہلا مطبع ۱۸۴۷ء میں قائم ہوا. یہ پریس بریلی کالج سے متعلق تھا اور اس جہت سے یہ گویا ایک گورنمنٹ پریس تھا اس سے ایک اردو اخبار (عمدۃ الاخبار نامی) بھی نکلتا تھا جس کے پہلے ایڈیٹر مولوی عبدالرحمٰن تھے جو محدثین دہلی کے بڑے معتقد تھے. اس کے ۴۸ سال بعد مولانا محمد حسن نانوتویؒ نے ۱۸۹۵ء میں یہاں مطبع صدیقی بریلی قائم کیا —— مولانا محمد احسن صدیقی نانوتویؒ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کے ہم جد تھے. آپ نے حضرت مولانا محمد قاسمؒ کی کتاب تحذیر الناس اس مطبع سے

۲/۴

شائع کی۔ اس میں بطور مستفتی مولانا محمد احسن کا نام درج ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بریلی کے اس علمی ماحول میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کس قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور کس طرح بریلی پر مسلکِ دیوبند کی چھاپ لگی ہوئی تھی۔ شہر کی مرکزی عید گاہ کے امام یہی مولانا محمد احسن صدیقی نانوتویؒ تھے۔ جس طرح ہندوستان کے تمام دوسرے بڑے شہروں میں اسلام کی علمی قیادت علمائے دیوبند کے ہمخیال ہاتھوں میں تھی۔ بریلی میں بھی مسلمانوں میں یہی نظریات غالب تھے ـــ یہ بات مولانا احمد رضا خاں سے بہت پہلے کی ہے۔ ابھی آپ نے کوئی واردات نہ کی تھی۔

یہاں (بریلی میں) سررشتہ تعلیم میں بھی یہی حضرات چھائے ہوئے تھے۔ ۱۸۵۰ء میں بریلی کالج قائم ہوا اور مولانا محمد احسن نانوتویؒ اس کے شعبہ فارسی کے صدر مقرر ہوئے اور جب عربی شعبہ قائم ہوا تو اس کے صدر بھی آپ ہی بنائے گئے ـــ دیوبند کے حضرت مولانا ذوالفقار علیؒ (۱۹۰۴ء) بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے۔ ۱۸۵۱ء میں آپ یہیں تھے۔ ۱۸۵۷ء میں آپ میرٹھ کے ڈپٹی انسپکٹر مدارس ہو کر چلے گئے اور حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ جو بعد میں دیوبند کے صدر مدرس بنے۔ ۱۸۵۵ء میں بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدہ پہ فائز رہے۔ ۱۸۵۷ء میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ (۱۸۹۱ء) جو شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے والد تھے بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔

ان حالات سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں بریلی میں علمی شہرت صرف علمائے دیوبند کی ہی تھی گو ابھی وہاں یہ امتیاز قائم نہ تھا۔ نہ ابھی مولانا احمد رضا خاں نے یہاں فرقہ وارایت کے کانٹے بوئے تھے۔ اسلامی علوم و فنون کی قیادت انہی حضرات کے سپرد تھی اور ہنوز بریلوی فرقے کا یہاں کسی قسم کا کوئی تعارف تھا نہ ابھی مولانا احمد رضا خاں پیدا ہوئے تھے۔

بریلی میں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن ۱۸۵۱ء میں یہیں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے مولد و منشاء ہونے کا شرف بھی اسی سرزمین کو حاصل ہے۔ آپ بریلی میں ۱۲۸۴ھ میں پیدا ہوئے۔

ان سب اکابر کے استاد حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ (۱۲۶۷ھ) تھے جو ۱۸۵۱ء میں فوت ہوئے۔ آپ دہلی کالج کے شعبہ عربی کے صدر تھے۔ جس سال آپ فوت ہوئے وہی سال حضرت

شیخ الہندؒ کا سالِ ولادت ہے۔[1]

مولوی الٰہی بخش رنگین بھی جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ردِ عیسائیت میں قوتِ بازو تھے بریلی کے رہنے والے تھے۔ جناب محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:-

مولوی الٰہی بخش عرف مولوی رنگین بریلوی کو ردِ عیسائیت میں بڑی شہرت حاصل تھی۔ شاہجہانپور میں ۱۸۷۶ء میں جو مشہور مذہبی مباحثہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

---

[1] یہ عجیب آسمانی حکمت ہے کہ جس سال مرکزی حیثیت کا کوئی نادرہ روزگار رختِ سفر باندھتا ہے وہی سال کسی اور ایسے نادرہ روزگار کا سال ولادت ہوتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی تو اسی سال ۱۵۰ھ میں حضرت امام شافعیؒ پیدا ہوئے۔ آپ ۲۰۴ھ میں فوت ہوئے تو اسی سال حضرت امام مسلمؒ (صاحب الصحیح) پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء میں رختِ سفر باندھا تو یہی سال حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا سنِ ولادت ہے۔

سلطان عالمگیر اورنگ زیبؒ اپنی زندگی کے آخری ایام میں تھے کہ حضرت امام شاہ ولی اللہؒ پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اگر ایک طرف مسلمانوں کی عظیم سیاسی قوت رو بہ زوال ہے تو ساتھ ہی اسلام کی عظیم علمی قوت بحال کر دی جائے۔

وفیات میں بھی کچھ ایسے ہی عجیب آثار نظر آتے ہیں۔ فہم ظاہر اسرار باطن کے ادراک سے عاجز ہے۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ ۵۰۵ھ میں فوت ہوئے تو اُن کے پُورے سو سال بعد حضرت امام فخر الدین رازیؒ ۶۰۶ھ کا سال وفات آیا۔ حضرت امام شاہ عبد العزیز دہلویؒ ۱۲۳۹ھ میں فوت ہوئے تو اس کے پُورے سو سال بعد شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ ۱۳۳۹ھ کا سانحہ وفات پیش آیا اور ان حضرات میں بھی ایک سو سال کا فاصلہ ہے۔

یہ سب حضرات ایک دوسرے کے علمی جانشین تھے اور یہ سب رب العزت کی حکمت ہے کہ کس کو کس کا جانشین بنایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تریسٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اسی عمر میں راہی ملک بقا ہوئے۔ حضرت عثمانؓ ان میں واسطۃ العقد ہیں (درمیان کا بڑا موتی) جن کے دو اس طرف اور دوسری طرف ایک ہی عمر میں (اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تھی) عالم برزخ میں ہم زن ہوئے

سے ہوا تھا اس میں مولانا محمد احسن اور مولوی محمد منیر کی ترغیب پر ہی مولوی رنگین نے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو مباحثہ شاہجہاں پور میں بلایا تھا۔[1]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ بریلی ان دنوں علمائے دیوبند کا بڑا علمی مرکز تھا اور یہاں کی دینی آواز یہی حضرات سمجھے جاتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ ہندوستان کے ہر بڑے شہر کی اسلامی دنیا انہی بزرگوں کے دم سے آباد تھی ——— یہ تصور کہیں نہ تھا کہ یہ حضرات علمائے کرام کوئی نیا فرقہ ہیں یا دارالعلوم دیوبند کسی نئے عقیدے کا مرکز ہے۔ ابھی یہاں مولانا احمد رضا کو جاننے والا کوئی نہ تھا۔

ان حالات میں مولانا احمد رضا خاں یہاں پیدا ہوئے۔ آپ کہاں پڑھیں اور کس مدرسہ میں داخل ہوں، یہ بہت کٹھن مرحلہ تھا۔ سارے بریلی پر دیوبندی چھائے ہوئے تھے۔ سو آپ مجبوراً گھر میں ہی پڑھتے رہے اور آپ کے والد مولانا نقی علی کو امید رہی کہ آپ روحانی طور پر کچھ نہ کچھ ضرور پڑھ جائیں گے۔ آپ ایک جگہ لکھتے ہیں:-

> میرا کوئی استاد نہیں۔ میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار قاعدے جمع و تفریق، ضرب و تقسیم محض اس لیے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں اُن کی ضرورت پڑتی تھی۔ شرح چغمینی شروع کی ہی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا، کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو۔ یہ علوم مصطفیٰ پیارے کی سرکار سے تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔[2]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مدرسوں کی لائن کے آدمی نہ تھے۔ نہ ان کا بریلی کے کسی مدرسہ پر اعتماد تھا۔ ہندوستان کی علمی قیادت علمائے دیوبند کے ہاتھ میں تھی اور بریلی میں بھی یہی صورتحال تھی۔

اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی نسبت سے ہندوستان کا ایک بڑا دینی اور روحانی مرکز تھا۔ وہاں کی بڑی علمی شخصیت کون تھی؟ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ جو پہلے بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے تھے اور بعد میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس بنے۔ آپ یہاں اجمیر کالج میں صدر مدرس تھے اور اجمیر میں انہی کا فتوے چلتا تھا۔ آپ کے ایک نامور شاگرد مولانا

---

[1] مولانا محمد احسن نانوتویؒ صـ۶۱ [2] المیزان بمبئی احمد رضا نمبر صـ۳۳۲

معین الدین اجمیریؒ ہیں جو سیال شریف کے گدی نشین خواجہ قمرالدین سیالویؒ کے استاد تھے۔ حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ کا ذکر المیزان بمبئی کے احمد رضا نمبر میں اس طرح ہے:۔

شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ ــــ مولانا مرحوم کا جو عزم جہاد انگریزوں کے خلاف تھا وہ آپ کی گرانقدر کتاب ہنگامۂ اجمیر سے ظاہر ہے یہ کتاب بھی انگریزوں نے ضبط کر لی تھی۔[1]

حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ نے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف ایک مستقل کتاب تجلیات انوار المعین لکھی۔ اس میں آپ نے مولانا احمد رضا خاں کے شوقِ تکفیر کا بڑے دلسوز انداز میں ذکر کیا ہے۔ خواجہ قمرالدین صاحبؒ کی سندِ حدیث میں جو حضرت نانوتویؒ کا ذکر ملتا ہے وہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کا ہے۔ خواجہ قمرالدین انہیں مولانا محمد قاسمؒ سمجھتے رہے۔

کیا دہلی اور کیا لکھنؤ، کیا بریلی اور کیا اجمیر، کیا تونسہ اور کیا سیال، کیا علی گڑھ اور کیا بنارس ــــ ہندوستان میں اسلامی علوم و فنون کے سرچشمے یہی حضرات علمائے دیوبند تھے۔ بنارس میں ان دنوں میں کن لوگوں کے باعث اسلام کا چرچا تھا؟ یہ حضرت مولانا محمد احسن نانوتویؒ کا اسلامی حلقہ علماء تھا اور آپ خود ۱۸۴۷ء میں یہاں مقیم رہے تھے بریلی آپ اس کے بعد گئے تھے۔

یہ دوسرے بڑے شہروں کا ذکر یہاں ضمناً آگیا ہے۔ اصل موضوع بریلی کا علمی تعارف ہے اور یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ بریلی ان دنوں اکابر دیوبند کی بدولت رشکِ دہلی بنا ہوا تھا۔ مگر افسوس کہ ہندوستان کا یہ علمی ریلہ بدایوں آکر رک گیا اور بدایوں میں فضلِ رسول ایک نئی راہ پر چل نکلے۔ اسی راہ نے آئندہ جاکر بریلوی عقیدے کا نام پایا۔

مولانا فضل رسول بدایونی کی اس کروٹ سے بریلی میں مولانا نقی علی خاں (والد مولانا احمد رضا خاں) نے اختلاف کی انگڑائی لی۔ یہ بریلی میں بریلویت کا آغاز تھا۔ یہاں مرکزی علمی شخصیت مولانا محمد احسن نانوتویؒ کی تھی۔ آپ ہی یہاں عید گاہ کے امام تھے۔ آپ کے مقابل مولانا نقی علی خاں یہاں کے علمی اور عوامی حلقوں میں کچھ اثر نہ رکھتے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں اپنے وقت میں کچھ ابھرے تو انہیں بھی ایک عام احساس کے تحت محض جاہلوں کا پیشوا سمجھا گیا۔ مولانا مظہر اللہ دہلوی (صاحبِ فتاویٰ مظہری) کے صاحبزادے مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

---

[1] المیزان بمبئی احمد رضا نمبر ص ۲۹۶

علمی حلقوں میں اب تک (مولانا احمد رضا خاں کا) صحیح تعارف نہ کرایا جا سکا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک بالکل نابلد ہے۔ چنانچہ ایک مجلس میں جہاں یہ راقم بھی موجود تھا ایک فاضل نے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خاں کے پیرو تو زیادہ تر جاہل ہیں گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے۔[1]

المیزان بمبئی کے احمد رضا نمبر میں بھی ہے :-

یہ تلخ حقیقت تسلیم کیجئے کہ امام احمد رضا کا علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف کرایا نہ جا سکا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو احمد رضا کو جانتا بھی نہیں۔[2]

ان حالات سے پتہ چلتا ہے کہ بریلی میں مولانا نقی علی خاں کا کوئی خاص علمی تعارف نہ تھا۔ ورنہ مولانا احمد رضا خاں کو علمی حلقوں سے اس طرح بے دخل نہ کیا جاتا۔ مولانا نقی علی خاں نے اپنے سے شیعہ ہونے کی تہمت دور کرنے کے لیے ایک چھوٹا سا مکتب مدرسہ اہل سنت کے نام سے قائم کر رکھا تھا اور مولانا احمد رضا خاں اپنے والد سے گھر میں ہی پڑھتے تھے اور آپ کا خاندان زیادہ تر اس اُمید سے جیتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو علمِ لدنی دے کر اعلیحضرت بنا دیں گے۔

مولانا احمد رضا خاں سے پہلے بریلی کی علمی فضا کا نقشہ آپ کے سامنے ہے۔ آیئے وہاں کے دینی مدارس پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں اور پھر اس مدرسے کا کچھ تذکرہ کریں جو مولانا احمد رضا خاں نے قائم کیا تھا۔ آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ مولانا احمد رضا خان نے اپنی پُرجوش اور پُرزور شخصیت سے بریلی کی علمی تاریخ اور اس کی عزت میں کچھ اضافہ نہیں کیا۔ اگر آپ نے کچھ اثرات چھوڑے ہیں تو وہ تکفیر کے سیاہ چھینٹوں سے سوا کسی علمی ترازو میں کوئی وزن نہیں رکھتے۔

بریلی کے دینی مدارس

پہلے دور میں مدرسہ یہی تھا کہ جہاں کوئی صاحبِ علم بیٹھا، وہاں اس کے گرد تشنگانِ علوم اپنی پیاس بجھانے کے لیے جمع ہو گئے اور یہی ماحول ایک مدرسہ بن گیا۔ وہ کسی مسجد میں پڑھانے بیٹھ جائے یا اپنے مکان پر پڑھائے یا کسی درخت کے سائے میں بیٹھ جائے وہی مدرسہ ہوتا تھا اور اس کے لیے کسی

---

[1] فاضلِ بریلوی اور ترکِ موالات صہ شائع کردہ مرکزی مجلس رضا [2] ماہنامہ المیزان امام احمد رضا نمبر صہ ۲۸

لمبی چوڑی عمارت کا کوئی تصور نہ ہوتا تھا۔ یہ تمدن کی ترقی ہے جو مدارس کو موجودہ شکلوں میں لے آئی ہے۔ بریلی میں بھی قدیم دینی مدارس موجود تھے اور یہ ان علماء کے دینی حلقے تھے۔

(۱)—— مولانا فضل حق خیرآبادی کے شاگرد مولوی ہدایت علی فاروقی (۱۳۲۲ھ) کا مدرسہ[1] معقولات میں ممتاز تھا۔

(۲)—— مولوی لائق علی بن مولوی قائم علی کا مدرسہ۔ مولوی لائق علی (۱۳۱۲ھ) طلبہ کو اپنے خرچ پر رکھتے تھے۔

(۳)—— پرانے بریلی کے رئیس مولوی یعقوب علی کا مدرسہ۔ آپ یہاں فتوے نویسی کی خدمت بھی سرانجام دیتے تھے۔

یہ دینی مدارس قدیم طرز پر اپنا کام کر رہے تھے کہ حضرت مولانا محمد احسن نانوتویؒ نے بریلی میں ایک مرکزی مدرسہ قائم کیا اور اس کا نام مصباح التہذیب رکھا۔ آپ نے یہ مدرسہ ۱۸۷۲ء میں قائم کیا۔ اس سے پانچ سال پہلے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مدرسہ دیوبند قائم کر چکے تھے۔

یہ اس دور کی بات ہے جب علماء ۱۸۵۷ء کی سیاسی شکست کھانے کے بعد نئے حالات میں مسلمانوں کے دین و مذہب کو بچانے کے لیے علمی سطح پر اتر آئے تھے اور پورے ملک میں مدارس کا جال بچھایا جا رہا تھا۔ مولانا محمد احسن صاحبؒ نے حالات کے زبردست دباؤ کے تحت مسلمانوں کو سیاسی حیثیت سے اٹھانے کی بجائے تعلیمی حیثیت سے اٹھانے کی پالیسی اختیار کر لی تھی۔ حکومت سے تعلق مدارات کا تھا—— بعد میں آپ نے اپنے اس مدرسہ کا نام مصباح العلوم کر دیا۔ علوم مشرقی کی یہ درسگاہ آج بھی مداری دروازہ بریلی میں قائم ہے۔

اس کے تقریباً بیس سال بعد علمائے دیوبند نے یہاں ایک اور بڑا دینی مدرسہ اشاعت العلوم

---

[1] مولانا فضل حق کے صاحبزادے علامہ عبدالحق خیرآبادی کے پاس مولانا احمد رضا خاں منطق پڑھنے کیلیے تشریف لے گئے تھے۔ شیخ نے پوچھا کیا کام کرتے ہو؟ شاگرد نے کہا۔ ردِّ وہابیہ۔ علامہ نے فرمایا۔ آپ بھی ردِّ وہابیہ کرتے ہیں۔ ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اس خبط میں مبتلا رہتا ہے۔ (دیکھئے المیزان احمد رضا نمبر ص۳۳۲) مولانا احمد رضا خاں اس جواب سے آزردہ ہوئے اور واپس آگئے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خیرآبادی حضرات ہرگز مولانا احمد رضا خاں کے ہمخیال نہ تھے وہ بریلویوں اور بدایونیوں کو خبطی سمجھتے تھے مولانا احمد رضا خاں علم منطق میں اسی لیے کمزور رہے

قائم کیا۔ یہ حضرت شیخ الہندؒ کے ایک نامور شاگرد مولانا یٰسین صاحبؒ نے قائم کیا۔ آپ ریاست پٹیالہ کے رہنے والے تھے۔ چند ہی دنوں میں یہ مدرسہ اشاعت العلوم پورے علاقے کا مرکزی مدرسہ بن گیا۔ اس کی بڑی ملکی شہرت تھی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یٰسینؒ کے شاگردوں میں جس عبقری شخصیت نے برصغیر پاک و ہند میں شہرت پائی۔ وہ جامع معقول و منقول حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ خلیفہ ارشد حکیم الامت تھانویؒ ہیں۔ آپ نے پہلے جالندھر میں پھر ملتان میں عظیم دینی درس گاہ قائم کی۔

بریلی کے اس عظیم علمی ماحول میں ہمیں مولانا احمد رضا خاں کہیں نظر نہیں آتے۔ آپ کے والد مولانا نقی علی خاں نے مدرسہ مصباح العلوم والوں سے کچھ چھیڑ چھاڑ شروع کر رکھی تھی۔ لیکن وہاں ان کی کوئی علمی حیثیت نہ تھی۔ انہوں نے ایک چھوٹا سا مکتب مدرسہ اہل سنت[1] کے نام سے قائم کر رکھا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں کا بھی ابتداءً یہیں (مدرسہ اشاعت العلوم میں) آنا جانا تھا۔ آپ نماز بھی یہیں پڑھتے اور مصباح العلوم کی بجائے اسے ترجیح دیتے تھے۔ لیکن جب دار العلوم کا پہلا بڑا جلسہ دستار بندی ہوا، اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یٰسینؒ وہاں دستار بندی کے لیے گئے تو مولانا احمد رضا خاں نے یہاں بھی نماز پڑھنا چھوڑ دی پھر آپ پہ وہ دور بھی آیا کہ بریلی میں آپ کو جمعہ پڑھنے کے لیے کوئی لائق اعتماد جگہ نہ ملتی تھی۔ بریلی میں ہر طرف علمائے دیوبند کا زور تھا۔ اس پریشانی میں آپ نے ایک دفعہ نماز جمعہ ایک دکان میں پڑھی تھی۔

یہ وہ حالات تھے جن کے پیش نظر مولانا احمد رضا خاں نے بریلی میں ایک اپنا مدرسہ قائم کیا۔

---

[1] یہ نام اس لیے رکھا گیا تھا کہ جناب نقی علی کے بارے میں یہاں عام تاثر یہ تھا کہ آپ شیعہ ہیں۔ والد کا نام رضا علی۔ دادا کا نام کاظم علی تھا۔ آپ نے اس اثر کو زائل کرنے کے لیے اپنے مکتب کا نام مدرسہ اہلسنت رکھا نہ مولانا نقی علی وقت کے کسی معروف عالم کے شاگرد تھے نہ مرید کہ اپنے ماحول میں انہیں سنی سمجھا جائے آپ مارہرہ شریف بیعت کے لیے اس وقت گئے جب آپ کے بیٹے احمد رضا خاں بھی وہاں بیعت کے لیے آپ کے ساتھ تھے اور باپ بیٹے نے وہاں اکٹھے بیعت کی تھی۔ باپ بیٹے کا اچانک اہل سنت کی صفوں میں آنا ادھر مکتب اس نام سے قائم کرنا، ادھر ایک سنی پیر خانہ میں جا بیعت کرنا معنی خیز ہے اور کسی آئندہ کے پروگرام پر دلالت کرتا ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ آپ سوادِ اعظم اہل سنت کو مستقل طور پر دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اب حال یہ ہے کہ اہل سنت مجموعی طور پر ملک کی کوئی ایک بڑی قوت نہیں دو گروہوں میں منقسم ہیں۔

اس مدرسہ کا پہلا سالانہ جلسہ ۱۳۲۹ھ میں ہوا جس میں قاضی خلیل الدین (تخلص حافظ) نے اس مدرسہ کے اہل سنت ہونے پر ان الفاظ میں دلیل پیش کی. یہ آپ کی ایک اپیل تھی کہ مولانا احمد رضا خاں کے خاندان کو سنی العقیدہ سمجھا جائے.

ہیں ارکان اسلام اصحاب چاروں — کہ چاروں نے ترتیب سے کی خلافت
وصدیقؓ و فاروقؓ و عثمانؓ و حیدرؓ — جو پیرو ہو سب کا وہ ہے اہلسنت[1]

مولانا احمد رضا خاں کا بریلی میں یہ مدرسہ کس درجے کی اسلامی یونیورسٹی تھی؟ اسے اُن کے اپنے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں :-

افسوس کہ ادھر نہ مدرس ہے نہ واعظ نہ ہمت والے مالدار. ایک ظفر الدین کدھر جائیں اور ایک لال خاں کیا کیا بنائیں وحسبنا اللہ ونعم الوکیل.[2]

یہ لال خاں کون تھا ؟ کیا کرتا تھا ؟ مولانا احمد رضا خاں نے اس کی بھاری ذمہ داریوں کا ذکر تو کیا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ ان کے ہاں کیا کرتا تھا. اتنی بات ضرور ہے کہ مولانا اس کا وزن ضرور محسوس کرتے تھے.

قارئین اندازہ کریں یہ مولانا احمد رضا خاں کے مدرسے کا اندرونی حال ہے اور علمار دیوبند کے خود بریلی کے مدارس مصباح العلوم اور اشاعت العلوم عظیم علمی درسگاہیں تھے اور بریلی میں بس علمائے دیوبند کا ہی نام چلتا تھا.

بریلویت میں بریلی کا نام آنے سے باہر کے لوگوں کو گمان ہوتا ہے کہ شاید بریلی بریلویوں کی علمی اور جماعتی قوت کا مرکز ہو ـــــ ہرگز ایسا نہیں ـــــ بریلی میں اس مکتب فکر کی کوئی مرکزیت نہیں ہے اور نہ یہ پہلے رہی ہے ـــــ بریلوی فرقہ اس نام سے محض اس لیے موسوم ہو گیا کہ مولانا احمد رضا خاں یہاں کے رہنے والے تھے. ورنہ علمائے دیوبند کے مدارس اگر کالج تھے تو مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ بریلی کی حیثیت مڈل سکول سے کچھ آگے نہ تھی.

مدرسہ کی کچھ حیثیت ہو یا نہ ہو، ڈیڑھ اینٹ کی مسجد اس لحاظ سے تو بہت شہرت حاصل کر جاتی ہے کہ یہ ڈیڑھ اینٹ کی ہے. اس وقت اس کی اندرونی حالت سے بحث نہیں ہوتی. اس کے اختلاف سے ایک نیا مکتب فکر سامنے ضرور آجاتا ہے اور اسی میں اس کی شہرت کا راز چھپا ہوتا ہے.

---

[1] آئینہ پیغمبر ص ۱۸۹ [2] المیزان احمد رضا نمبر ص ۵۷

ے بدنام جو ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

بریلی کا یہ مدرسہ گو کوئی علمی خدمت سرانجام نہ دے سکا لیکن یہ بات بھی کچھ کم اہم نہیں کہ ایک نئے فکر کے اعتبار سے اس مدرسہ نے بھی ایک نام پالیا

انگریز گورنر ماسٹن Meston نے ۱۹۱۵ء میں مسلمانوں کے دینی مدارس پر ایک رپورٹ لکھی تھی جو اس نے Harding کو پیش کی۔ اسے کے الفاظ میں پڑھیئے —— یہاں مدرسہ سے مراد مدرسہ نہیں، بلکہ ایک مکتبِ فکر مراد ہے :۔

In the U. P. there were three schools of primary importance; Maulana Ahmad Raza Khan's school of Bariely, Firangi Mahal tucked away in an alley of the chowk at Lucknow and the Darul-ul-Uloom at Deoband which Meston described in 1915 as a most impressive place, very like what immagines some of the great universities of the middle ages to have been.

Hardinge papers p. 87.

ترجمہ۔ یو۔پی میں اوّلین توجہ میں تین مدرسے سامنے آتے ہیں :۔

۱. مولانا احمد رضا خاں کا مدرسہ بریلی۔ ۲. مدرسہ فرنگی محل لکھنو۔ ۳. دارالعلوم دیوبند۔ جسے ماسٹن Meston نے ۱۹۱۵ء میں سب سے زیادہ مؤثر ادارہ بیان کیا ہے۔ جو اس کے خیال میں بہت حد تک ان عظیم یونیورسٹیوں کی یاد دلاتا تھا۔ جو قرون وسطیٰ میں (مسلمانوں کی) رہی ہیں۔

دیکھئے یہ مؤرخ یہاں مدرسہ بریلی کو صرف سکول کہہ کر ذکر کرتا ہے اور دارالعلوم دیوبند کو قرطبہ جیسی یونیورسٹیوں کی یاد بتلاتا ہے۔ الفضل ما شهدت به الاعداء

یہاں ایک طالب علم یہ سوال کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ اگر بریلی میں بھی بریلویوں کی کوئی علمی یا جماعتی قوت نہ تھی اور نہ ان میں کوئی زیادہ علمی اور عبقری شخصیتیں اُبھریں تو آخر ان کی جماعتی قوت کہاں اور کن لوگوں کے پاس تھی —— دہلی ہو یا لکھنو —— بریلی ہو یا دیوبند —— ہر جگہ علمائے دیوبند کے نقارے گونجتے تھے۔ تو اس مختصر فرقے (بریلویوں) کی طاقت آخر کون لوگ تھے اور وہ طاقت کہاں تھی اس راز سے پردہ اُٹھاتا ہے ملاحظہ کیجئے :۔

It is not clear where the Bariely, had its strongholds but the Mashriq of Gorekhpur and Al-Bashir took note of the pro-government fatwas of Ahmad Raza Khan and it seems that the school's permissive thinking on Islamic practice appealed especially to certain low groups in Muslim society.

The Muslims of British India, p. 268.

ترجمہ۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ بریلوی مکتبِ فکر کی اصل طاقت کہاں سے تھی لیکن گورکھپور سے شائع ہونے والے اخبار مشرق اور البشیر سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے فتوے پرو گورنمنٹ (تاجِ برطانیہ کی حمایت کے) ہوتے تھے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اعمالِ اسلام پر بریلوی مکتبِ فکر کا نرم گوشہ ہونا مسلمانوں کے نچلے طبقے کے لوگوں کو (جاہل لوگوں کو) خاص طور پہ اپیل کرتا تھا۔

یہ درست ہے کہ بریلویت اپنے مخصوص اضلاع و اطوار میں زیادہ نچلے طبقے میں ہی چلی ہے اور پڑھے لکھے لوگوں اور تعلیم یافتہ لوگوں میں اس کی پذیرائی نہیں ہوتی۔ ختموں اور عرسوں میں اور قبروں کے میلوں میں آپ کو زیادہ تر یہی لوگ ملیں گے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی نادانی میں سودیشی حکومتوں کا لقمہ تر بنتے رہے ہیں۔ برصغیر میں آزادی کی جتنی تحریکیں اٹھیں ہیں ان میں انگریزی مفادات کے محافظ آپ کو اسی طبقہ میں ملیں گے۔ بڑے بڑے زمیندار جو یہاں انگریزوں کے آلہ کار رہے وہ تعلیمی لحاظ سے اسی طبقے کے تھے اور اس کردار کے لوگ اس نچلے طبقے میں ہی تلاش کئے جا سکتے تھے۔

بریلوی جماعت کے مولانا احمد رضا خاں جن کے فتوے پرو گورنمنٹ سمجھے جاتے تھے گو کسی درجہ میں صاحب علم تھے مگر قوم کی طرف سے انہیں جاہلوں کا پیشوا ہی سمجھا جاتا تھا۔ پڑھے لکھے لوگ وہ ڈاکٹر ہوں یا انجینئر، پروفیسر ہوں یا اکاؤنٹنٹ، سکولوں کے اساتذہ ہوں یا افسرانِ انتظامیہ، حکماء ہوں یا فلاسفہ، وکلاء ہوں یا علماء، ان میں بریلوی آپ کو بہت کم ملیں گے۔ پروفیسروں میں شاید آپ کے ذہن میں مسعود احمد صاحب کا نام آئے جو مفتی مظہر اللہ صاحب

دہلوی کے صاحبزادے تھے اور بریلویوں کے صاحب قلم۔ مگر ان کی اپنی شہادت بھی تو مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں یہ ہے:۔

علمی حلقوں میں اب تک آپ کا تعارف نہ کرایا جاسکا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک بالکل نابلد ہے۔ چنانچہ ایک مجلس میں جہاں یہ راقم بھی موجود تھا ایک فاضل نے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خاں کے پیرو تو زیادہ تر جاہل ہیں گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے۔[1]

ہم P. Hardi کی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کی پذیرائی زیادہ نچلے طبقے میں ہی ہوئی اور اچھے تعلیم یافتہ لوگ اپنے آپ کو بریلوی کہنے میں ہمیشہ عار محسوس کرتے رہے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے فتوے ابتدا ہی سے پر و گورنمنٹ فتوے سمجھے جاتے تھے۔

اپنے گرد و پیش کے حالات کا جائزہ لیں

ہم اپنے قارئین سے گذارش کرتے ہیں کہ ہمارے اس تجزیہ کی روشنی میں اپنے اپنے ماحول کا جائزہ لیں۔ آپ کو اچھے تعلیم یافتہ لوگ ان ختموں عرسوں۔ قبروں کے میلوں اور قوالیوں کی مجالس میں بہت کم ملیں گے اور بریلویت جس طرح بریلی میں کس مپرسی کی حالت میں رہی ہے پورے برصغیر پاک و ہند میں آپ کو کہیں بھی یہ لوگ تعلیمی شہرت اور علمی توانائی میں نہ ملیں گے۔

اور تعلیم یافتہ طبقوں کو ایک طرف رہنے دیجئے صرف علماء ہی کو لیجئے۔ زیادہ علماء زیادہ طلباً اور زیادہ مدارس آپ کو حلقہ دیوبند کے ہی ملیں گے۔ ملتان بریلویوں کی جان سمجھا جاتا ہے۔ ان کے غزالی دوراں احمد سعید کاظمی یہیں ہوئے ہیں۔ جو شخص ان کے مدرسہ انوار العلوم ملتان اور حلقہ دیوبند کے خیر المدارس ملتان کو خود جا کر دیکھئے وہ ہمارے اس بیان کی تائید زبان سے نہیں آنکھوں سے

---

[1] فاضل بریلی اور ترکِ موالات ص۵ شائع کردہ مرکزی مجلس رضا

کرے گا. بریلویوں کا جو حال بریلی میں ہے اس سے بڑھ کر یہ ملتان میں اپنی بے کسی کی ایک تصویر ہیں. ان کے حق میں اگر کوئی بات کہی جا سکتی ہے تو صرف یہ ہے کہ مولانا احمد سعید کاظمی کا مزار بہت شاندار بنا ہے اور حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ایک عام قبرستان میں خیمہ زن ہیں. وہاں دن رات چڑھاوے چڑھتے ہیں اور یہاں کوئی مجاور تک موجود نہیں.

بر مزارِ ما غریباں نے چراغے نے گلے
نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

علماء قوم کی جان ہوتے ہیں اور عوام اپنے دینی کاموں میں انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں. ان کی نظر ان کے مزاروں پر نہیں، ان کے کاموں پر ہوتی ہے اور اسی جہت سے وہ آخرت سے تعلق رکھنے والے امور میں اُن پر اعتماد کرتے ہیں. ابتداء سے ہر شہر کی بڑی جامع مسجد فتویٰ کا مرکز رہی ہیں اور لوگ اپنے نکاح و طلاق اور وقف و وراثت کے مسائل میں انہی پر اعتماد کرتے آئے ہیں.

اب آئیے پہلے پنجاب کو لیں. اس کے بڑے بڑے شہروں میں بڑی مساجد میں آپ کو زیادہ تر علماء دیوبند ہی ملیں گے. اس سے پتہ چلتا ہے کہ علمی دُنیا میں بریلوی ہمیشہ دوسرے درجہ کے شہری سمجھے گئے ہیں. اور جاہلوں کے پیشوا ملک میں کبھی کسی بنیادی حیثیت میں نہیں اُبھرے نہ انہوں نے کبھی کوئی ممتاز علمی کام کیا ہے.

ملک میں شاہی مسجدوں کی مرکزی حیثیت

بادشاہوں اور ان کے نمائندوں کی بنائی مسجدیں کسی ایک فرقے کی نہیں مرکزی مسجدیں ہوتی ہیں. عام مسلمان ان پر بلا جھجک اعتماد کرتے ہیں اور شاہی مسجد کے خطیب کی آواز ملک کے عمومی دینی آواز سمجھی جاتی ہے.

ہم اپنے گرد و پیش کی شاہی مسجدوں پر نظر کرتے ہیں تو ان میں زیادہ تر علمائے دیوبند

ہی خطیب اور مسند نشین نظر آتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے دور میں علماء دیوبند کبھی کسی فرقہ وارانہ امتیاز کے حامل نہ تھے۔ یہ بریلویت ہے جس نے اپنے خواہ مخواہ کے اختلاف اور جھوٹے الزامات سے انہیں ایک فرقہ بنا رکھا ہے۔

لاہور کی شاہی مسجد سلطان اورنگ زیب عالمگیر کی تاریخی اور پورے پنجاب کی مرکزی مسجد ہے۔ جب ہم نے ہوش سنبھالا تو یہاں کا خطیب حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد مولانا غلام مرشدؒ کو پایا۔ آج کل اس کے خطیب مولانا عبدالقادر آزاد ہیں۔ اس مرکزی مسجد کا شروع سے علماء دیوبند کے پاس ہونا اس کا پتہ دیتا ہے کہ یہ حضرات کبھی کسی فرقہ وارانہ فضا میں ملوث نہیں سمجھے گئے۔

چنیوٹ کی شاہی مسجد نواب سعد اللہ مرحوم کی بنا کردہ ہے اور ایک بڑی تاریخی مسجد ہے۔ آج کل اس کے خطیب حضرت مولانا صالح محمد فاضل دیوبند ہیں۔ اور الحمدللہ یہاں بھی کوئی فرقہ وارانہ فضا نہیں دیکھی گئی۔ نہ علماء دیوبند بریلویوں کی طرح کبھی شوقِ تکفیر کے رسیا رہے ہیں۔ مولانا ظفر علی خان قومی سطح پر ایک لیڈر اور صحافی تھے۔ انہوں برملا بریلویوں کی اس عادت کی نشاندہی کردی تھی۔

مشغلہ ان کا ہے تکفیر مسلمانانِ ہند
ہے وہ کافر جس کو ان سے ہو ذرا بھی اختلاف

لاہور اور چنیوٹ کی شاہی مسجدوں کو دیکھنے کے بعد ہمیں شاہی مسجد سرائے عالمگیر کو دیکھنے کا شوق چرایا۔ وہاں پہنچے تو حضرت مولانا عبداللطیف بالاکوٹی فاضل دیوبند سے ملاقات ہوئی۔ یہ مسجد بھی بحمداللہ دارالامن ہے۔ جہاں شوق تکفیر کا رسیا کوئی مؤذن تک آپ کو نظر نہ آئے گا۔

سرائے عالمگیر کی شاہی مسجد کے بعد ہمیں دیپال پور ضلع اوکاڑہ کی شاہی مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کو خطیب پایا۔ ہم سوچتے رہے کیا وجہ ہے کہ جہاں کوئی شاہی مسجد ہے اس کی خطابت علماء دیوبند کے پاس ہی کیوں ہے؟ اس کی وجہ ہمیں یہی سمجھ آئی کہ یہی حضرات ہیں جو اصل اسلام کے وارث چلے آرہے ہیں اور انہی حضرات

کی نظر و فکر ہے جو کسی مذہبی ادارے کو فرقہ وارانہ فکر و عمل سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔

اس کے بعد ہمیں سیت پور ضلع بہاولپور کی شاہی مسجد میں جانے کا موقع ملا۔ وہاں سے واپسی پر شاہی مسجد شجاع آباد کو دیکھا۔ تاریخ آزادی ہند کے نامور سپاہی خطیب الاسلام حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اسی کے خطیب اور متولی رہے ہیں۔ آج کل تنظیم اہل سنت پاکستان کے مبلغ مولانا قاضی عبداللطیف فاضل خیر المدارس اس کے خطیب ہیں۔ الغرض شاہی مسجدوں کو جہاں بھی دیکھا ان کا دینی انصرام علمائے دیوبند کے ہاتھ میں پایا اور یہ حقیقت ہے کہ بریلویت کی پذیرائی مسلمانوں کے نچلے طبقے کے سوا اور کہیں کسی امتیازی صورت میں نہیں دیکھی گئی اور نہ اس میں اتنی سکت ہے کہ کسی علمی حلقے میں یہ کسی امتیاز سے کچھ اُبھر سکے۔ یہی حال ہم نے پسرور کی شاہی مسجد کا دیکھا۔

بڑے شہروں کی بڑی جامع مسجدیں

سرگودھا کی بڑی جامع مسجد بلاک ۱۷ میں ہے۔ پاکستان کی مشہور دینی درسگاہ سراج العلوم اسی میں قائم ہے۔ اس کے بانی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد شفیع نقشبندی امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے تلمیذ رشید تھے۔ آج کل اس کے خطیب اور مدرسہ سراج العلوم کے شیخ الحدیث مولانا مفتی احمد سعید فاضل دیوبند ہیں اور سرگودھا میں بس انہی کا فتوے چلتا ہے۔ دوسرے درجے کے شہری یہاں بہت دیر بعد اُبھرے ہیں۔

فیصل آباد میں آج گو بڑی بڑی مسجدیں بن چکی ہیں لیکن شہر کی پہلی بڑی مسجد جو فیصل آباد کی قدیمی جامع مسجد ہے وہی ہے جو کچہری بازار میں ہے۔ اس کے پہلے خطیب حضرت مولانا محمد یونس فاضل دیوبند تھے۔ آج کل اس کے خطیب مفتی زین العابدین فاضل ڈابھیل ہیں۔

امرتسر کی سب سے بڑی جامع مسجد خیر الدین ہال بازار میں تھی۔ یہاں حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ صاحبؒ خلیفۂ ارشد حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا مدرسہ نعمانیہ تھا۔

راولپنڈی کی مرکزی جامع مسجد واقع   کے خطیب مولانا مولا بخش حضرت
شیخ الہندؒ کے شاگرد تھے۔ پھر کچھ عرصہ مولانا بہاء الحق قاسمی امرتسری اس کے خطیب رہے۔ آج
کل اس کے خطیب گو دوسرے مسلک کے ہیں لیکن پچھلا تاریخی تجزیہ بتلاتا ہے کہ ابتدا میں تمام
بڑے بڑے شہروں کی بڑی مسجدیں علماء دیوبند کے پاس ہی تھیں اور یہی لوگ تھے جو عامۃ المسلمین
میں دینی اعتبار سے قابل اعتماد سمجھے جاتے تھے۔ یہ حضرات ہرگز کسی فرقہ وارانہ نظر و عمل کے داعی
نہ تھے۔ یہ صرف بریلویوں کی چیرہ دستی ہے جس نے انہیں بھی فرقہ وارانہ نام دے دیا ہے۔

بطور نمونہ مشتے از خروارے یہ چند مرکزی مساجد کا تذکرہ ہے علم و فتوے کا۔ انتساب اور
اور اہل علم کا استناد ہمیشہ اوپر کے طبقہ سے ہوتا ہے۔ نچلے طبقے کے لوگ اصول و قواعد کی بجائے
رسم و رواج اور خاندانی اور علاقائی عادات کے پیرو ہوتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کو جاہلوں
کے پیشوا کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت خود جاہل تھے۔ پروفیسر مسعود صاحب کے کہنے کا
مطلب جو ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کی زیادہ پذیرائی اس نچلے طبقے میں
ہوئی ہے جو نہ مولانا احمد رضا خاں کو سمجھ سکے اور نہ کچھ علم و فن کے تقاضے ان کے سامنے
تھے اور صاحب علم اور سنجیدہ انسان ان کی طرف رجوع کرنے میں جھجکتا تھا۔

نادان دوستوں میں گھرے ہوئے حضرت

مولانا احمد رضا خاں کے نادان پیروؤں نے اپنے اعلیحضرت کو اٹھانے اور علمی دنیا میں
لانے کے لیے بہت محنت کی۔ انہیں گمان تھا کہ ان کے مخالفین نے مولانا کو علمی دنیا سے
بے دخل کرنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے۔ انہوں نے آپ کے تعارف کے لیے رسالوں پر رسالے
اور کتابوں پر کتابیں لکھیں۔ لیکن مقصد چونکہ ان لوگوں کا حضرت کو صرف علمی دنیا میں لانا تھا
حقیقت کی ترجمانی اور شخصیت کی عکاسی نہ تھی۔ اس لیے وہ اندھی عقیدت میں آپ کے
بارے میں وہ کچھ کہہ گئے جن سے آپ کی عزت میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا۔ بلکہ گراف اور گرتا

ہے۔ نادان دوستوں میں گھرے ہوئے یہ حضرت اس پہلو سے بہت لائق رحم ہیں
آپ کے علمی کمالات کو اُجاگر کرنے کے لیے آپ کے ایک نادان پیرو عبدالقدوس مصباحی
آپ کے ذوقِ طبع کا اس طرح ذکر کرتے ہیں:۔

فتاوے رضویہ جلد سوم مرد کی شرمگاہ کے اعضاء کو نو ثابت کرنا آپ کی فقہ دانی
پر ایسی شہادت ہے جو آفتاب نیمروز سے بھی زیادہ درخشاں اور تابندہ ہے
چنانچہ آپ نے پہلے چالیس مستند و معتبر کتب فقہیہ او رفتاوے کے حوالہ
سے آٹھ شرمگاہ کے اعضاء کو مدلل و محقق فرمایا۔ پھر تدقیق النظر سے ایک اور
عضو شرمگاہ پر دلائل ثبت فرما کر ثابت کیا کہ مرد کی شرمگاہ کے اعضاء نو ہیں[1]

سوچنے کی بات ہے مولانا احمد رضا خاں کے علم کو اُجاگر کرنے کے لیے کیا صرف
مرد کی شرمگاہ ہی رہ گئی تھی جسے انہوں نے اپنی تحقیقات کا محور بنایا۔ بریلوی علما کا اعلیحضرت
کو ایک بزرگ عالم کے روپ میں پیش کرنے کی بجائے ماہر جنسیات کے طور پر پیش کرنا یہ ان
کی آپ سے عقیدت ہے یا عقیدت کے پردے میں عداوت؟ خدارا انصاف کیجئے اور
ان بریلوی معتقدوں کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

ایک دوسرے عقیدت مند لکھتے ہیں کہ حضرت ساڑھے تین برس کی عمر میں طوائفوں
سے یوں ہمکلام ہوئے اور طوائفیں اس جواب کی لذت اٹھاتی رہیں:۔

جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر کا مزاج
بگڑتا ہے۔

مقام غور ہے کہ ساڑھے تین برس کا بچہ ستر کا مزاج بگڑنے سے کیسے واقف ہو گیا
افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں کا یہ سوانح نگار یہ نہ سمجھ سکا کہ وہ ایک ماہر جنسیات کا تعارف
نہیں کرا رہا ہے جس شخصیت کو ایسے سوانح نگار ملے ہوں اسے علمی دنیا سے بے دخل ہونے

---

[1] المیزان بمبئی احمد رضا نمبر ص۲۱۲

کی تلخی نہ چکھنی پڑے تو اور کیا ہو۔

ان لوگوں نے مولانا احمد رضا خاں کو جاہلوں کا پیشوا بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی آپ کے علم کے بعد آپ کے تقوے کا تعارف بھی ایک دوسرے نادان عبد المبین نعمانی سے سنئیے :۔

مولانا محمد حسین میرٹھی نے بیان کیا۔

ایک سال میں امام احمد رضا کی مسجد میں معتکف ہوا۔ جب چھبیس رمضان المبارک کی تاریخ آئی تو امام احمد رضا نے بھی اعتکاف فرمالیا — ایک دن عصر کے وقت حضور امام رضا تشریف لائے اور نماز پڑھا کر واپس تشریف لے گئے۔

— لوگوں نے جب آپ کو مقام اعتکاف میں پھر سے نماز پڑھتے پایا اور پوچھا کہ عصر کی نماز کے بعد یہ کون سی نماز ؟ تو آپ نے فرمایا :۔

قعدۂ اخیرہ میں بعد تشہد حرکت نفس سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا تھا چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں سے نہیں کہا اور گھر میں جا کر بند درست کرا کر اپنی نماز احتیاطاً پھر سے پڑھ لی ہے۔[1]

ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ اعتکاف کی حالت میں آپ گھر کیسے چلے گئے لیکن ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کے معتقدین آپ کے اس قسم کے واقعات سنا کر کسی پڑھے لکھے آدمی کو ہرگز متاثر نہیں کر سکتے۔ مولانا کے تعارف عام کے لیے بریلویوں کے پاس کیا صرف اسی قسم کے واقعات رہ گئے ہیں کہ حضرت کے نفس کی حرکت اس زور پر تھی کہ نماز میں انگرکھے کا بند ٹوٹتا تھا اور وہ بھی نماز میں اور حالت اعتکاف میں۔

اس قسم کے واقعات پڑھنے سے عام اثر یہی پیدا ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں جاہلوں کے ایسے غلط میں پھنسے ہوتے ہیں کہ پڑھے لکھے لوگ واقعی آپ کو جاہلوں کے پیشوا سمجھتے ہیں

---

[1] المیزان احمد رضا نمبر ص ۲۲۴

اور پڑھے لکھے باشعور لوگ بریلوی کہلانے میں خاص عار محسوس کرتے ہیں۔

بریلوی لٹریچر میں مولانا احمد رضا خاں کو کچھ اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ اب بریلوی علماء بھی اس کے منفی اثرات کی تلملاہٹ محسوس کرنے لگے ہیں اور سمجھنے لگے ہیں کہ اس لٹریچر کے ہوتے ہوئے وہ کبھی مولانا احمد رضا خاں کو کسی علمی حلقے میں پیش نہ لا سکیں گے۔

آپ پر سب سے پہلی زیادتی آپ کے بیٹے مولانا مصطفےٰ رضا خاں نے کی کہ آپ کے بے فکری میں کہے گئے ملفوظات کو قلمبند کیا اور شائع کر دیا اور یہ نہ سوچا کہ اس سے مولانا احمد رضا خاں کا عمومی تعارف کتنا بھیانک ہو گا۔

ان ملفوظات میں آپ کی جن تعلیمات کا پتہ چلتا ہے ان کی ایک جھلک ملاحظہ کیجئے اور ان ستمگروں کے ستم کی داد دیجئے۔

(۱) شیطان نماز پڑھتا ہے اور اس لیے پڑھتا ہے کہ شاید اس کی مغفرت ہو جائے (ص ۱/۱۲)

(۲) خدا کی بیوی کا مجذوبانہ تقصہ۔ ص ۱/۸۷

(۳) خلفائے راشدین کے وقت میں بھی وہابی تھے۔ ص ۱/۹۳

(۴) حضرت ایوبؑ پر سونے کی بارش ہوئی۔ ص ۱/۱۷

(۵) شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ تو یا اللہ کہہ۔ ص ۱/۱۰۸

(۶) کرشن کنہیا کئی سو جگہ حاضر و ناظر ہو گیا۔ ص ۱/۱۱۹

(۷) بغیر غوث آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ ص ۱/۱۲۰

(۸) شیخ مرید کی بیوی کے پاس سو سکتا ہے۔ ص ۲/۴۹

(۹) حقہ پیتے میں بسم اللہ نہیں پڑھتا۔ ص ۲/۱۰

(۱۰) کافر کا نکاح حیوان سے بھی نہیں ہو سکتا۔ ص ۲/۱۰۵

(۱۱) یہودیوں اور وہابیوں کی سلطنت کہیں نہ ہو سکے گی۔ ص ۲/۱۴

(۱۲) آریہ پادری اور وہابی سب ایک ہیں۔ ص ۲/۴

(۱۳) باہمن نکاح پڑھائے تو نکاح ہو جائے گا۔

(۱۴) لڑکیوں کا مزاروں پر چڑھاوا جائز ہے۔ ص ۲۹/۲

(۱۵) مزاروں کے پاس حجرے جنسی کارروائی کے لیے ہیں۔ ص ۲۹/۲

(۱۶) انبیاء اپنی قبروں میں بیویوں سے شب باشی کرتے ہیں۔ ص ۳۰/۲

(۱۷) شراب پینے کے بغیر مرا حرام موت مرا ص ۵۴/۲

(۱۸) اٹھارہ سال کی لڑکی کو ماں کا دودھ پیتے دیکھنا۔ ص ۲۳/۲

(۱۹) مصر کا ایک گدھا علم غیب بتلاتا تھا۔ ص ۱۱/۴

(۲۰) اکھاڑے کی کشتی سے روحانیت بڑھتی ہے۔ ص ۳۰/۴

(۲۱) نماز میں عبدہٗ ورسولہٗ کہنے سے ناگواری۔ ص ۳۷/۴

(۲۲) بندر اور سانپ بھی اپنا مسلک رکھتے ہیں۔ ص ۴۰/۴

(۲۳) اعلیحضرت کبھی نفل نہ پڑھتے تھے۔ ص ۵۰/۴

(۲۴) اُلّو کی روح کے عجیب وغریب کارنامے

(۲۵) نمرود کے درخت کا سایہ نہ تھا۔ ص ۱۲/۴

یہ اعلیحضرت کے ملفوظات کا حاصل ہے۔ اگر مولانا مصطفٰے رضا خاں آپ کے ملفوظات میں یہ باتیں نہ لکھتے تو کیا مولانا احمد رضا خاں کا علمی دنیا میں کوئی تعارف نہ ہو سکتا تھا۔ آپ اس قسم کی باتوں کے دھنی تھے تو کم از کم سعادت مند بیٹے کو بھی چاہیئے تھا کہ وہ اس طرح کی کہی باتوں کو قلمبند نہ کرتے اور اگر اس نے لکھ ہی لیا تھا تو بریلوی علماء انہیں آگے شائع نہ کرتے کسی کی خلاف شریعت وصیت پر عملدرآمد کوئی امر واجب نہیں جس کے لیے بریلوی علماء نے اپنے اعلیحضرت کی ہر ایسی بات لکھ دی ہے

مولانا مصطفٰے رضا خاں صاحب کے بعد آپ کے دوسرے نادان دوست مولانا ظفر الدین بہاری ہیں۔ وہ اعلیحضرت کے اخلاق کا نقشہ جن الفاظ میں کھینچتے ہیں ان کا حاصل یہ ہے

اعلیٰ حضرت نے مولانا عبد الحق خیر آبادی سے منطقی علوم سیکھنا چاہے لیکن وہ انہیں پڑھانے پر راضی نہ ہوتے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی کہ احمد رضا مخالفین کے خلاف نہایت سخت زبان استعمال کرتے ہیں۔[۱]

مولانا احمد رضا خاں کا رسالہ سبحان السبوح اس لائق نہ تھا کہ اسے مولانا کے نام سے شہرت عام دی جائے۔ کیونکہ اس میں اس قسم کی عبارات بھی تھیں۔ مگر افسوس کہ بریلوی علماء نے اس کی اشاعت میں بھی کوئی کمی نہ کی۔ مولانا احمد رضا خاں علمائے دیوبند کے اس عقیدہ پر کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے خدا کی قدرت کا یہ پہلو ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:۔

تمہارا خدا رنڈیوں کی طرح زنا کرواتے ورنہ دیوبند کی چھکلے والیاں[۲] اس پر ہنسیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر نہ ہو سکا۔[۳]

پھر آگے یہ بھی لکھتے ہیں:۔

پھر ضروری ہے کہ تمہارے خدا کی زبان بھی ہو اور ضروری ہے کہ خدا کا آلۂ تناسل بھی ہو اور یوں خدا کے مقابلے میں ایک خدائن ماننی پڑے گی۔[۴]

افسوس! مولانا احمد رضا خاں کو خدا کے مقابلہ میں خدائن کا لفظ وضع کرتے بھی کوئی شرم محسوس نہ ہوئی۔

بریلوی علماء کے حساس طبقے نے باقی علماء کو مشورہ دیا تھا کہ اس کتاب کو بالکل غائب کر دیا جائے۔ اعلیٰ حضرت کے نام سے اسے آگے شائع نہ کیا جائے۔ مگر ان نادان دوستوں نے ہر اس تحریر کو شائع کیا جو مولانا احمد رضا خاں کو کسی مہذب سوسائٹی میں آنے سے روکتی تھی۔ آپ کو پیشوا ماننے والے لوگ جب اس قماش کے نکلے تو ان کے پروفیسر مسعود احمد صاحب کو تسلیم کرنا پڑا کہ پڑھے لکھے طبقے کا عام احساس یہی ہے کہ ـــ آپ جاہلوں کے پیشوا تھے۔[۵]

---

[۱] خلاصہ حیات اعلیحضرت صہ۳۳ انوار رضا صہ۲۵۷ [۲] یہاں چھکلے والیاں علماء دیوبند کو کہا جارہا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے انداز گفتگو پر غور کیجئے [۳] سبحان السبوح صہ۱۴۲ [۴] ایضاً صہ۱۴۲ [۵] فاضل بریلوی اور ترک موالات صہ۵

برمنگھم (انگلینڈ) میں ۱۹۷۵ء میں دھماکہ کی اشاعت پر مولانا احمد رضا خاں کی اس قسم کی تحریرات منظر عام پر آئیں تو بریلویوں کو پہلی بار احساس ہوا کہ ہم نے مولانا احمد رضا خاں کی اس قسم کی کتابیں اور ان کی قابل اعتراض عبارات شائع کر کے لوگوں کو کچھ اپنے قریب نہیں کیا۔ پڑھے لکھے باشعور لوگ کچھ ہم سے دور ہی ہوتے ہیں اور یہ ہمارے لیے تاریخی حادثہ ہے کہ اب اعلیٰحضرت کے ترجمہ قرآن پر مرکز اسلام (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) میں پابندی بھی لگادی گئی ہے۔

اس نازک مرحلے پر بریلویوں کے مولانا سید ظہیرالدین خاں قادری برکاتی نوری رضوی نے مطبع قادریہ ٹیکاپور کانپور سے اس پر ایک رسالہ شائع کیا جس کا عکسی فوٹو آپ کے سامنے ہے۔ اس میں آپ نے مولانا احمد رضا خان کو نادان دوستوں میں گھرا بتلایا ہے اور ان سے اپیل کی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کی کتابوں سے ہر وہ بات نکال دیں جس سے بریلویوں کی جگ ہنسائی ہوتی ہو۔

جناب سید ظہیرالدین خاں کان پور محلہ پردہ پیرامن متصل نئی سڑک کے رہنے والے ہیں اور آپ کا پن کوڈ ۲۰۸۰۰۱ ہے۔ نامناسب نہ ہوگا کہ ہم ان کی وہ پوری تحریر آپ کے سامنے رکھ دیں جو انہوں نے روح اعلیٰحضرت کی فریاد کے نام سے لکھی ہے۔

بریلوی حضرات پر اس فریاد کا اثر

جناب سید ظہیر الدین خاں قادری نے اپنے بریلوی احباب سے جو دردمندانہ اپیل کی ہے وہ علمی دنیا میں گو ایک درجے کی خیانت ہوگی لیکن اس سے یہ بات کھل کر عوام کے سامنے آجاتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اپنے لٹریچر کے آئینہ میں کوئی ایسی شخصیت نہیں ہیں جنہیں علم وفضل تقوٰے و دیانت اور بزرگانہ اخلاق کے کسی پہلو میں جگہ دی جاسکے لیکن اگر ان سب باتوں کو مولانا احمد رضا خاں کی نہ سمجھا جائے اور برکاتی نوری رضوی صاحب کے اس مشورہ پر عمل کرلیا جائے تو بہت ممکن ہے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو علمی سوسائٹی میں قرار واقعی عزت دی جاسکے۔

بجائے اس کے کہ بریلوی علماء اپنے اس رفیقِ راہ کے مشورے پر عمل کرتے۔ انہوں نے اسے عقیدے کے پردے میں عداوت قرار دیا اور انہی باتوں پر ڈٹے رہے جن سے مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت کا گراف اور گرتا ہے۔ بریلی سے ایک پرچہ ماہنامہ اعلیحضرت کے نام سے نکلتا ہے اس میں بریلویوں کے مولانا محمد اعجاز انجم لطیفی کٹیہاری نے تسلیم کیا ہے کہ رسالہ روح اعلیحضرت کی فریاد کے مصنف قادری برکاتی رضوی ہیں اسے کسی دوسرے فرقے کی تالیف قرار نہیں دیا۔ موصوف لکھتے ہیں:۔

> ظہیر الدین خان نے جن باتوں کی نشاندہی کی ہے وہ بظاہر عقیدت کی رو میں ہے لیکن بہ باطن کھلی عداوت ہے اور یہ سب موصوف ہی کے ذہن کی پیداوار ہے۔[۱]

اس میں جناب محمد اعجاز انجم نے یہ تین حقیقتیں تسلیم کی ہیں:

① جناب ظہیر الدین خاں صاحب باعتبار مسلک برکاتی نوری رضوی ہیں کسی غیر فرقے کے فرد نہیں۔

---

[۱] ماہنامہ اعلیحضرت بریلی ماہ فروری ۱۹۹۲ء

(۲) جو کچھ انھوں نے لکھا ہے عقیدت کی رو میں لکھا ہے تاکہ اعلیٰحضرت پر کسی طرف سے کوئی اعتراض نہ آسکے۔

(۳) ان حقائق اور تحریرات کو قابلِ اعتراض تسلیم کرنے سے اعلیٰحضرت سے عقیدت نہیں رہتی عداوت ہو جاتی ہے۔

ہم ان کا پورا مضمون بھی دیئے دیتے ہیں جس میں بریلوی حضرات کی طرف سے اعلیٰحضرت کی پوری صفائی سامنے آسکے۔ موصوف لکھتے ہیں۔

آنجناب کتابچہ میں اعلیٰحضرت کے بچپن کے واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"امام احمد رضا کو ماہر دینیات کے بجائے ماہر جنسیات پوز Pose کرے"

سوانح نگار نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ایک مرتبہ اعلیٰحضرت کے سامنے سے طوائفیں گذر رہی تھیں تو آپ نے اپنی آنکھوں کو کرتے کے دامن میں چھپا لیا تھا یہ کیفیت دیکھ کر ان میں کی ایک طوائف بول اٹھی۔ واہ صاحب! منہ تو چھپا لیا اور ستر کھول دیا۔ آپ نے برجستہ اس کا جواب دیا:۔

جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے۔ اور جب دل بہکتا ہے تو ستر کا مزاج بگڑتا ہے۔

یہ جواب سن کر وہ سکتے کے عالم میں آگئیں۔

اسی واقعہ کا تبصرہ کرتے ہوئے موصوف نے لکھا ہے کہ :۔

ماہر دینیات کی بجائے ماہر جنسیات پوز Pose کرے۔

عقیدت کے پردے میں خان صاحب نے اعلیٰحضرت کو ماہر جنسیات کے لفظ سے یاد کیا ہے اور ماہر جنسیات کا لفظ لاکر اعلیٰحضرت کی شانِ اقدس میں بے جا گستاخی کی ہے۔

میرے خیال سے سوانح نگار نے اس واقعے کو صرف اس نظریے سے پیش کیا تھا کہ اعلیٰحضرت بچپن ہی سے حاضر جواب تھے۔ ساتھ ہی ساتھ فاحشہ عورتوں اور بدخصلت لوگوں سے نفرت کیا کرتے تھے۔ ان کا دیکھنا بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ جیسا کہ ان کے کرارا جواب

سے مترشح ہوتا ہے۔ لیکن خان صاحب کی عقیدت پر قربان کہ انہوں نے اس واقعہ کو خوبی پر محمول کرنے کی بجائے اس کا غلط رخ پیش کیا اور لوگوں کے ذہن کو قبیح صورت کی طرف مائل کرنے کی ناکام کوشش کی جس سے آنجناب کی عقیدت کا پول کھل جاتا ہے اور دل کی کھوٹ ظاہر ہو جاتی ہے۔

اسی طرح سے اعلیحضرت کے خاندان کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی جیسے نام سینیوں میں رائج نہیں ہیں۔ بلکہ عموماً شیعہ حضرات ہی کے یہاں اس طرح کے نام ہوتے ہیں ۔۔۔ موصوف نے کتنی بے باکی اور دلیری سے کہا ہے کہ نقی علی، رضا علی، کاظم علی جیسے نام شیعہ حضرات ہی رکھتے ہیں۔ یہ کہہ کر یہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ معاذ اللہ اعلیحضرت کے والد دادا وغیرہ شیعہ تھے۔ لہٰذا سوانح نگار کو اس طرح سے اعلیحضرت کا نسب نہیں بیان کرنا چاہیئے تھا۔

آنجناب ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتے ہیں۔ اول یہ کہ نقی علی، رضا علی وغیرہ نام شیعہ حضرات رکھتے ہیں تو اعلیحضرت کے والد وغیرہ شیعہ تھے۔ دوم نسب نہ ذکر کرنے کا مشورہ دینا اس بات کی طرف نشاندہی کرتا ہے کہ معاذ اللہ اعلیحضرت مجہول النسب تھے۔ اسی طرح سے خان صاحب نے اپنے پورے کتابچے میں ہمدردی و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے اعلیحضرت سے کھلی دشمنی اور عناد کا ثبوت پیش کیا ہے۔ حسن اتفاق کہیئے کہ مذکورہ کتابچہ صاحب سجادہ حضرت علامہ سبحانی میاں صاحب قبلہ کی نظر سے گذرا موصوف پڑھ کر بہت ہی کبیدہ خاطر ہوئے اور افسوس کا اظہار کرنے لگے۔ جب انہوں نے اس سلسلے میں لوگوں سے بات چیت کی تو سب نے اظہار افسوس کیا۔ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ یہ استقامت کے مدیر جناب ظہیر الدین صاحب کا کارنامہ ہے۔ لیکن کچھ لوگوں نے کہا کہ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ صاحب سجادہ نے بھی فرمایا کہ وہ کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ خانقاہ عالیہ رضویہ سے انہیں کافی عقیدت و محبت ہے اور

یہاں کے بزرگانِ دین کے بے پناہ گیت گاتے ہیں۔ (راوی) ہمیں بھی یقین ہے کہ ایک کامیاب صحافی ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ یقیناً یہ کسی اوچھے اور بدعقیدہ شخص ہی کی حرکت ہے۔ جسے سید ظہیر الدین خاں قادری برکاتی نوری رضوی کے نام سے منسوب کر دیا گیا ہے[۱]۔ اور ظہیر الدین کے نام سے ذہن مدیر استقامت کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسی لیے اس کا منہ توڑ جواب دینا صاحبِ سجادہ نے ضروری سمجھا۔ مگر مدرسہ و خانقاہ کے کارہائے بسیار کی وجہ سے آپ قلم نہیں اٹھا سکے بلکہ اس کے لیے صاحبِ سجادہ نے حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمان صاحب قبلہ کا انتخاب فرمایا۔ مفتی صاحب نے سید ظہیر الدین خاں کے فاسد خیالات اور بے بنیاد اعتراضات کا مدلل و مفصل جواب بشکل کتاب تحریر کیا ہے۔ جس سے خاں صاحب کی بے جا عقیدت طشت از بام ہو جائے گی[۲]۔

مولانا احمد رضا خاں کے عقیدتمند اگر ایسے ہی ہیں جیسے ظہیر الدین برکاتی نکلے کہ انہیں پتہ نہیں کہ وہ خانصاحب کی خیر خواہی کر رہے ہیں یا بدخواہی تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ خانصاحب کے عقیدت مند واقعی جاہل ہیں۔ انہیں عقیدت و عداوت کی کوئی تمیز نہیں —— اس پر دنیا انہیں جاہلوں کا پیشوا نہ کہے تو اور کیا کہے۔ یہ فیصلہ آپ دیں جہاں تک ہم سمجھ پائے ہیں وہ یہ ہے کہ جناب ظہیر الدین برکاتی نے بریلوی لٹریچر پر عوام کے نقطۂ نظر سے تبصرہ کیا ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ پڑھے لکھے طبقے میں مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں جو یہ تصور ہے کہ وہ جاہلوں کے پیشوا تھے اسے مٹنا چاہیے۔ اسی جذبۂ عقیدت میں انہوں نے اپنے علماء کے سامنے اپنے لٹریچر سے گستاخانہ عبارات کو نکالنے کی تجویز رکھی ہے اور یہ کوئی بدخواہی نہیں۔

---

[۱] معلوم ہوا کہ سید ظہیر الدین خاں برکاتی نوری رضوی واقعی کوئی غیر نہیں ہیں۔ یہ رسالہ ان کا نہیں ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سید ظہیر الدین قادری برکاتی خود اس کی تردید کیوں نہیں کر رہے ہے۔ ظہیر الدین مدیر استقامت نے اس کی تردید نہیں کی۔ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ [۲] اس میں مؤلف کی عقیدت کا کھلا اعتراف ہے۔ گو اسے بے جا عقیدت کہا گیا ہے۔ [۳] ماہنامہ اعلیحضرت بریلی ص۶ و ص۷ ماہ فروری ۱۹۹۲ء

علمائے اہلسنت
سے
روح اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ
کی
فریاد

نتیجۂ فکر

سید ظہیر الدین خان قادری برکاتی نوری رضوی

محلہ پوروہ میرامن متصل نئی سڑک، کانپور

پن کوڈ ۲۰۸۰۰۱

ھدیۂ کتاب

کم از کم سو بار بارگاہِ رسالت میں درود شریف

۲

رب تبارک و تعالیٰ نے سرزمینِ ہند کو ایک انتہائی جلیل القدر آفتابِ شریعت و ماہتابِ طریقت عطا فرمایا جن کا نام نامی اسم گرامی حضور پُر نور اعلیٰ حضرت مجددِ دین و ملت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ ہے۔ اِس عطائے مولیٰ پر ہم جس قدر شکر الٰہی بجا لائیں کم ہے، لیکن مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ بارگاہِ الٰہی میں بھی ناشکرا ٹھہرتا ہے۔ اس لئے ہماری یہ ذمّے داری ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ اور کمالاتِ علمیہ کا بھرپور تعارف نئی نسل میں کرائیں۔ کسی حد تک کوشش ضرور کی گئی ہے، لیکن حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا، اکثر شیدایانِ و فدایانِ مسلکِ احمد رضا خود ان کی پاکیزہ زندگی سے کما حقہٗ واقف نہیں ہیں، ان کی حیاتِ طیبہ کو جدید تعلیم یافتہ حضرات کے ذہن و فکر کو مدِّ نظر رکھ کر مرتب نہیں کیا جاسکا ہے، اِس رسالے کا مقصد اِس خلا کو پُر کرنے کی طرف توجہ دلانا ہے۔

ہمارے اِس محسنِ عظیم کی خدماتِ جلیلہ اور بے مثال علمی کمالات کا اعتراف اور ان کی پاکیزہ زندگی کے حالات اس طرح مرتب کرنا ضروری ہیں کہ مخالفین کو کسی پہلو سے اعتراض کا موقع نہ مل سکے۔

جدید تعلیم یافتہ نوجوان منطقی Logical ذہن رکھتے ہیں وہ ہر امر کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں۔ عقل سے بالاتر باتیں اُنھیں متاثر نہیں کرتی بلکہ الٹے متنفر ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا تعارف اِس زاویئے کو پیشِ نظر رکھ کر ہو۔ اعلیٰ حضرت کے تقریباً تمام سوانح نگاروں نے اِس کا لحاظ نہیں کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر جدید تعلیم یافتہ حضرات مسلکِ اعلیٰ حضرت کی پیروی سے محروم ہیں، لیکن ہمارا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ اُن کی ذہنیت اور ان کے رجحان کو خصوصاً مدّ نظر رکھیں تاکہ ہماری نئی نسل مسلکِ اعلیٰ حضرت سے قریب ہو۔

ممکن ہے آپ میری اس مبہم گزارش کی تفصیل جاننا چاہتے ہوں تو میں اپنی بات کی توضیح کے لئے چند مثالیں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

اکثر سوانح نگاروں نے ایک قصہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے بچپن کا نقل کیا ہے، ساڑھے تین سال کی عمر میں حضرت اپنے گھر کے چبوترے پر کھڑے ہوئے تھے، انھوں نے صرف ایک بڑا سا کرتا زیب تن کیا ہوا تھا، سامنے سے طوائفیں آرہی تھیں تو انھوں نے اپنا کرتا اٹھایا اور دامن سے آنکھیں چھپالیں، طوائفوں نے کہا واہ مُنّے میاں آنکھیں چھپالیں مگر ستر ننگا کر دیا۔

۳

اعلیٰ حضرت نے ساڑھے تین سال کی عمر میں جواب دیا۔

"جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے"۔

یہ قصہ کسی باشعور قاری کو ہرگز متاثر نہیں کر سکتا۔ پڑھا لکھا آدمی کیسے یقین کرے گا کہ ساڑھے تین سال کا بچہ طوائفوں کی زندگی کے بارے میں اتنی گہری واقفیت رکھتا ہوگا کہ نظر کے بہکنے اور ستر بہکنے جیسے الفاظ زبان سے نکالے، سوانح نگار حضرات یہ کیوں بھول گئے کہ انھیں کسی ماہر جنسیات کی زندگی کا تعارف نہیں کرانا ہے بلکہ ایک امام وقت بلکہ ایک مجدد دین کی زندگی عوام کے سامنے رکھنی ہے پھر کس قدر غلط ہے یہ انداز کہ "صرف ایک بڑا سا کرتا زیب تن کئے ہوا تھا" لکھ کر یہ تاثر دینا کہ اعلیٰ حضرت بچپن میں ستر چھپانے کے معاملے میں عام بچوں کے مقابلے میں کوئی امتیازی خصوصیت نہیں رکھتے تھے" پھر اسی لمحے اُن کی زبان سے ایسی بات کہلوانا جو امام احمد رضا کو ماہر دینیات کے بجائے ماہر جنسیات (نعوذ باللہ) ہوا کرے، کیا یہ اعلیٰ حضرت کی شان اقدس میں معصومانہ گستاخی نہیں ہے؟ انوار رضا کے مصنف اور سوانح اعلیٰ حضرت کے مصنف جناب بدر الدین صاحب اور دوسرے کئی گرامی قدر حضرات اس جرم کے مرتکب ہیں۔

ہماری عاجزانہ التماس ہے کہ خدارا اِس قسم کے واقعات آئندہ ہرگز شائع نہ کئے جائیں تاکہ پڑھا لکھا طبقہ ہم سے مانوس ہو سکے۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے خاندان شریف کا ذکر قلم بند کرتے ہوئے حیات اعلیٰ حضرت کے مصنف نے سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ انھوں نے شجرۂ نسب اس طرح لکھا ہے:۔

"احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی" (حیات اعلیٰ حضرت ۲)

چوں کہ حسنِ اتفاق یا سوئے اتفاق سے نقی علی، رضا علی اور کاظم علی جیسے نام سنیوں میں رائج نہیں ہیں بلکہ عموماً شیعہ حضرات ہی کے یہاں اس طرح کے نام ہوتے ہیں کوئی بھی شخص شک میں پڑ سکتا ہے کہ کیا معاذ اللہ! اعلیٰ حضرت شیعہ خاندان کے پروردہ تھے؟ لہٰذا بہتر یہ تھا کہ شجرۂ نسب نہ دیا جاتا، آئندہ ہر سوانح نگار اس امر کو ذہن میں رکھے اور والد، دادا اور پر دادا کے نام پیش ہی نہ کرے، یا پھر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم یا اولیائے کرام رحمہم اللہ میں سے چند حضرات کے ایسے ناموں کی نشاندہی کی جائے تاکہ شیعیت کا الزام نہ ڈالا جا سکے۔

سوانح نگاروں کا فرض ہے کہ وہ عوام کے ذوق اور رجحان کا خیال رکھتے ہوئے حالاتِ زندگی مرتب کریں، مثلاً عموماً عوام یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے امام کا چہرہ نورانی ہو، ان کے بشرے سے تقدس اور انوار ابل رہے ہوں، ہمارے سوانح نگاروں نے اس کے بالکل برخلاف لکھا ہے اور

۴

کسی پرائے نے نہیں خود اعلیٰ حضرت کے بھتیجے لکھتے ہیں ا

" ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ گہرا گندمی تھا لیکن مسلسل محنت ہائے شاقہ نے آپ کی رنگت کی آب وتاب ختم کردی تھی۔ (اعلیٰ حضرت از:۔ نسیم بستوی ص۳)

ہر شخص جانتا ہے کہ سانولے رنگ کو گندمی رنگ کہتے ہیں۔ پھر یہ لکھنا کہ گہرا گندمی رنگ تھا۔ اعلیٰ حضرت پر ایک قسم کا ظلم ہے، کیوں کہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف اعلیٰ حضرت کو کالے رنگ کا تسلیم کرتا ہے پھر ظلم عظیم یہ کیا گیا کہ " آپ کی رنگت کی آب وتاب ختم " ہونے کا اعلان کردیا۔ کاش! کہ یہ الفاظ لکھے ہی نہ جاتے۔ کیا ضرورت تھی کہ آپ کے چہرۂ اقدس کے رنگ کا ذکر کرکے یہ تاثر دیا جائے کہ اعلیٰ حضرت کا بشرہ روحانی کشش سے محروم تھا۔ چہرے کے رنگ اور آب وتاب کے ذکر کے بغیر بھی حیاتِ اعلیٰ حضرت مرتب کی جاسکتی ہے۔ آئندہ تمام سوانح نگار اس امر کا خاص خیال رکھیں۔

معاملہ صرف چہرے اور رنگ تک ہی محدود نہیں رکھا گیا بلکہ مزید ظلم کیا گیا ہے، الملفوظ ہی میں ذکر آگیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی داہنی آنکھ میں نقص تھا اس میں تکلیف رہتی تھی اور پانی اترنے سے بے نور ہوگئی تھی، طویل مدت تک اس کا علاج کراتے رہے مگر وہ ٹھیک نہ ہوسکی۔ (الملفوظ ص۱۴ تا ۱۷)

یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی شانِ اقدس کی تعریف ہے یا تنقیص؟ منقبت ہے یا توہین، ایک آنکھ کی بے نوری کا ذکر کرنا کیا ضروری تھا؟ اگر خدانخواستہ ایسی عبارتیں دیوبندی معترضین کے ہاتھ لگ جائیں تو معاذ اللہ پتہ نہیں وہ اس عیب کے تلنے بلنے کہاں سے کہاں ملادیں (العیاذ باللہ) معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا

اعلیٰ حضرت کے ایک معتقد نے انوار رضا میں ایک ظلم اور کیا ہے، ایک گھریلو واقعہ نقل کرکے آپ کی آنکھ کے اس نقص کا اعتراف کرلیا ہے بلکہ خانگی شہادت مہیا کردی ہے۔

" ایک مرتبہ ان کے سامنے کھانا رکھا گیا، انھوں نے سالن کھالیا مگر چپاتیوں کو ہاتھ بھی نہ لگایا، ان کی بیوی نے کہا کیا بات ہے؟ خالی سالن کے شوربے پر کیوں اکتفا کیا، چپاتیاں کیوں نہیں نوش کیں؟ انھوں نے جواب دیا مجھے نظر نہیں آئیں، حالاں کہ وہ سالن کے ساتھ ہی رکھی ہوئی تھیں۔ (انوار رضا ۳۷۰)

یہ واقعہ نقل نہ کیا جاتا تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑتی؟ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا کون

۵

سا فضل وکمال اس سے ظاہر ہوا؟ بلکہ اُلٹے آپ کی ولایت اور کرامت کا صاف انکار محسوس ہوتا ہے کیوں کہ ولی کا معیار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ :۔

"مرد وہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطے میں ہے آسمان وجنت ونار۔ یہ چیزیں محدود ومقید کرلیں، مرد وہ ہے جس کی نگاہ تمام عالم کے پار گزر جائے" یعنی مکمل غیب کے حصول کے بغیر کوئی شخص ولی نہیں ہو سکتا۔ (خالص الاعتقاد ۵۱)

اب جو شخص یہ پڑھے گا کہ اعلیٰ حضرت کو سامنے کی چپاتیاں نظر نہیں آئیں وہ کیسے آپ کی ولایت کا قائل ہوگا، اس واقعے کے نقل کردینے سے آپ کی بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت بھی مجروح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا آئندہ سوانح نگار حضرات عقیدت کے جوش میں اس طرح کی حماقتیں نہ کریں۔

حیات اعلیٰ حضرت کے مصنّف مولانا ظفر الدین صاحب نے جہاں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے عقیدت ومحبّت کا والہانہ اظہار فرمایا ہے وہیں وہ تعریف کے پہلو بہ پہلو ایک عیب کا بھی ذکر کرتے ہیں اور وہ بھی کیسا عیب جو صادق القول شخص کو بھی غیر معتبر قرار دے دے میری مراد اس سے "حافظے کی کوتاہی" کی طرف اشارہ ہے، شہادت ملاحظہ فرمائیے :۔

ایک دفعہ (اعلیٰ حضرت نے) عینک اونچی کرکے ماتھے پر رکھ لی گفتگو کے بعد تلاش کرنے لگے۔ عینک نہ ملی اور بھول گئے کہ عینک ماتھے پر ہے، کافی پریشان رہے، اچانک ان کا ہاتھ ماتھے پر لگا تو عینک ناک پر آکر رک گئی، تب پتہ چلا کہ عینک ماتھے پر تھی۔ (حیات اعلیٰ حضرت ۶۴)

اس قسم کے واقعات آئندہ ہرگز نقل نہ کئے جائیں، ممکن ہے اعلیٰ حضرت کی یادداشت واقعی کمزور ہو، لیکن ایسا برملا اعتراف ان کی شخصیت کو مجروح کر دیتا ہے، ہاں، البتہ یہ کیا جاسکتا ہے کہ اس فطری کمزوری کی وجہ سے اگر کوئی علمی کمزوری ظاہر ہوتی ہو تو اس کا تدارک! مثلاً الملفوظ صفحہ ۴۲، ۴۳ حصہ چہارم ملاحظہ فرمائیں۔

عرض، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ تو بعض انبیاء شہید کیوں ہوئے۔

(اعلیٰ حضرت کا) ارشاد : یَقْتُلُوْنَ النَّبِیِّیْنَ فرمایا گیا، نہ کہ یَقْتُلُوْنَ الرُّسُلَ۔

یعنی سائل نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا، اور میرے رسول تو بعض انبیاء (علیہم السلام) کی شہادت سے شبہہ پیدا ہوتا ہے

کہ وہ غالب نہیں آسکے تو اعلیٰ حضرت نے جو ابًا ارشاد فرمایا کہ انبیاء (علیہم السلام) شہید ہوئے رسول نہیں۔ ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت کے علم شریف میں یہ بات لازمًا تھی کہ سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرمایا ہے "تو کیا جب تمہارے پاس رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں تکبر کرتے ہو تو ان میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو۔" اسی طرح سورۂ مائدہ میں ہے۔ "جب کبھی ان کے پاس رسول وہ بات لے کر آیا جو اُن کے نفس کی خواہش نہ تھی ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہیں۔"

یہ دراصل حافظے کی کمزوری تھی، ورنہ اعلیٰ حضرت کا مقصد ہرگز ان قرآنی آیات کا انکار نہیں تھا کیوں کہ ایک آیت کا منکر بھی کافر ہے۔ اب کوئی ضروری نہیں کہ ہم آئندہ بھی ان غلطیوں کو دہراتے رہیں، جدید ایڈیشن الملفوظ کا جب بھی چھپے اسے حذف کر دینا چاہئے تاکہ اعلیٰ حضرت کے دامن پر آیات قرآنیہ کے انکار کا داغ نظر نہ آئے۔

انوار رضا کے مولف کاش! کہ ناقدین کے لئے ایک مزید شہادت مہیا نہ کرتے کہ اعلیٰ حضرت "بہت تیز مزاج تھے" (انوار رضا ۳۵۸) یہ عبارت گویا معترضین کو ایک اعلیٰ ہتھیار فراہم کر رہی ہے۔ پھر مقدمہ مقالات رضا میں اس سے بھی زیادہ ضربات لکھی گئی ہے۔

"آپ مخالفین کے حق میں سخت تند مزاج واقع ہوئے تھے اور اس سلسلے میں شرعی احتیاط ملحوظ نہیں رکھتے تھے۔ (مقدمہ مقالات رضا از کوکب ۳۱ مطبوعہ لاہور)

ایک عام قاری جانتا ہے کہ روحانی بزرگ، نرم مزاج، حلیم اور عفو و درگذر کرنے والے ہوتے ہیں، لیکن وہ جب اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے بارے میں معتقدین ہی کی ایسی عبارتیں پڑھتا ہے کہ آپ "سخت تند مزاج تھے" تو سخت مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے، اسے یوں بھی نہیں سمجھایا جا سکتا کہ وہ مخالفین حق کے لئے سخت تند مزاج تھے کیوں کہ "شرعی احتیاط ملحوظ نہ رکھنے" کے الفاظ نے اس تاویل کا موقع باقی نہیں رکھا۔ اس سلسلے میں مولانا ظفر الدین بہاری صاحب نے تو ظلم کی حد کر دی۔ یہ عبارت پڑھ کر تو خون کھول گیا

"یہی وجہ تھی کہ لوگ ان سے متنفر ہونا شروع ہو گئے۔ بہت سے ان کے مخلص دوست بھی اُن کی اس عادت کے باعث ان سے علٰحدہ ہوتے چلے گئے۔ اُن میں سے مولوی محمد یٰسین بھی ہیں جو مدرسہ اشاعۃ العلوم کے مدیر تھے اور جنھیں احمد رضا اپنے استاد کا درجہ دیتے تھے وہ بھی اُن سے علاحدہ ہو گئے" "مزید" اس پر مستزاد یہ کہ مدرسہ مصباح التہذیب جو ان کے والد نے بنوایا تھا

وہ بھی ان کی ترش روئی، سخت مزاجی، بذات لسانی اور مسلمانوں کی تکفیر کی وجہ سے ان کے ہاتھ سے جاتا رہا اور اُس کے منتظمین اُن سے کنارہ کشی کر کے وہابیوں سے جاملے اور حالت یہ ہو گئی تھی کہ بریلویت کے مرکز میں امام احمد رضا کی حمایت میں کوئی مدرسہ نہ رہا۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت ۲۱۱)

ایک اور عبارت بھی انتہائی خطرناک ہے۔

" اعلیٰ حضرت نے مولانا عبد الحق خیر آبادی سے منطقی علوم سیکھنا چاہا لیکن وہ انھیں پڑھانے پر راضی نہ ہوئے، اِس کی وجہ یہ بیان کی کہ احمد رضا مخالفین کے خلاف نہایت سخت زبان استعمال کرنے کے عادی ہیں۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت ۳۲ ، انوار رضا ۳۵۷)

کہتے ہیں کہ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے، یہاں مولوی ظفر الدین بہاری صاحب نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نادان دوست کا رول انجام دیا ہے، کاش! کہ وہ اس طرح کی باتیں پبلک میں لانے سے قبل اِس کا ردّ عمل سوچتے؟ ہمیں تو امام احمد رضا کو بحیثیت ایک عظیم مجدد اور ولئ کامل پیش کرنا ہے۔ ' بد مزاجی ' کے اِس مکروہ چہرے میں ولایت کا نور کیسے نظر آسکتا ہے؟ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے مخالفین نے اب تک اس پہلو سے کوئی اعتراض وارد نہیں کیا۔ ورنہ ہمارے علمائے اہل سنت کے لئے عوام کے سامنے جواب دہی مشکل ہو جاتی۔ خدارا فوری طور پر ان تحریروں کو ضائع کر دیجئے۔ جو اعلیٰ حضرت کو معاذ اللہ بد مزاج، ترش رو، سخت مزاج اور بدخو ثابت کرتی ہیں۔

' سبحان السبوح ' اعلیٰ حضرت کی مشہور و معروف تصنیف ہے، لیکن اس کی عبارتیں اعلیٰ حضرت کی شان کے مطابق نہیں ہیں۔ جدید نسل کو اگر ان کا معتقد بنانا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ' سبحان السبوح ' کتاب کو اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کرنا بند کر دیں، کیوں کہ اس کی عبارتیں وہی وہالوی اور سعادت حسن منٹو سے بھی زیادہ فحش ہیں، نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

" تمہارا خدا رنڈیوں کی طرح زنا کرائے ورنہ دیوبند کی چکلے والیاں اُس پر ہنسیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر نہ ہو سکا "

پھر ضروری ہے کہ تمہارے خدا کی زن بھی ہو، اور ضروری ہے کہ خدا کا آلۂ تناسل بھی ہو، یوں خدا کے مقابلے میں ایک خدائن ماننی پڑے گی۔ (سبحان السبوح ۱۴۲)

ممکن ہے اعلیٰ حضرت نے کسی خاص حکمت اور مصلحت کے تحت یہ عبارتیں رقم فرما دی ہوں لیکن اس سے مسلکِ اعلیٰ حضرت کی مقبولیت میں بڑا زبردست روڑا آجاتا ہے۔ نئی نسل ان عبارتوں

۴/۴

سے بدکتی ہے اور مخالف کیمپ میں چلی جاتی ہے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ 'سبحان السبوح' نامی کتاب کے بارے میں تمام علمائے کرام متفقہ طور پر یہ اعلان کردیں کہ یہ کتاب اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی نہیں ہے، اِس کتاب کی اشاعت موقوف کر دی جائے۔ ممکن ہے ہمارے اس مشورے پر آپ کے ذہن میں شبہہ پیدا ہو کہ فتاویٰ رضویہ میں بھی اس طرح کی تمام عبارتیں موجود ہیں جنھیں پڑھ کر سر شرم سے جھک جائے تو کیا اس کی اشاعت بھی موقوف کردی جائے؟ اس کا جواب یہ ہوگا کہ فتاویٰ رضویہ عام لوگ نہیں پڑھتے، اس لئے اُس میں اِن عبارتوں کی موجودگی باعثِ تشویش نہیں ہے تاہم اگر فتاویٰ رضویہ کا جدید ایڈیشن شائع کرنے کی نوبت آئے تو اس میں سے بھی اللہ رب العزت کی شانِ عالی میں لکھے ہوئے تمام نازیبا کلمات نکال دینا بہتر ہے۔

کانپور کے چند علمائے کرام سے جب اِس موضوع پر گفتگو ہوئی تو ان کو 'سبحان السبوح' سے پیچھا چھڑانے کی تجویز قابلِ عمل نہیں محسوس ہوئی۔ چوں کہ انھیں پتہ نہیں تھا کہ "حدائق بخشش" حصہ سوم کو کس طرح غائب کردیا گیا ہے۔ انھیں جب پوری تفصیل بتلائی گئی کہ حصہ سوم میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں ایسے اشعار آگئے ہیں جن کا مفہوم نازیبا نکلتا ہے تو اس کتاب کو خاموشی کے ساتھ نابود کردیا گیا۔ اسی طرح سبحان السبوح کتاب کو غائب کردینا عملاً بالکل ممکن ہے اور ضروری بھی۔ حدائق بخشش حصہ سوم کے صرف تین چار اشعار ہی پر اعتراض کیا گیا تھا اور ان اشعار کا اچھا مطلب بھی شاید نکالا جاسکتا ہے۔ اُس کے لئے پوری کتاب سے دنیائے سنیت کو محروم رکھنا ضروری نہیں تھا۔ ہمارا مشورہ یہ ہے کہ علمائے اہلِ سنت ان اشعار کی بہتر توجیہ و تاویل کرلیں تو زیادہ بہتر ہے کیوں کہ بیس پچیس سال قبل بمبئی شہر میں اِس سلسلے میں ایک شورش برپا ہوئی تھی اور لوگوں کے دباؤ سے مجبور ہو کر محبوب ملّت مولانا محبوب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اُس زمانے میں کسی بڑی مسجد میں امامت و خطابت کے منصب پر فائز تھے انھوں نے اپنی امامت بچانے کی خاطر اُن اشعار کے شائع کرنے کی ذمہ داری کی بنا پر معافی طلب کرلی۔ میرا خیال ہے کہ اِس طرح انھوں نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ پر عائد الزام کی تصدیق و توثیق کر کے ایک بھیانک جرم کا ارتکاب کیا ہے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کی بنا پر ساری دنیائے اسلام بدنامِ زمانہ رشدی ملعون پر برافروختہ ہوئی تھی، جرم اعلیٰ حضرت کے لئے قبول کرلینا مسلکِ اعلیٰ حضرت کے لئے زہرِ قاتل ہے، اس لئے ضروری ہے کہ علمائے اہلِ سنت حدائق بخشش کے اُن اشعار کی ایسی توجیہ و تاویل پیش کریں جس سے

توہین ام المومنین رضی اللہ عنہا کا الزام عائد ہی نہ ہو سکے۔ علمائے کرام چونکہ فی الحال حدائق بخشش حصہ سوم سے محروم ہیں اِس لئے ہم اعتراض کردہ اشعار کے پورے صفحے کا عکس شائع کر دیتے ہیں بد سے بدتر اشعار کی بھی اچھی تاویل کی جا سکتی ہے۔ ضرورت ہے کہ چند علمائے اہل سنت مل بیٹھیں اور متحدہ طور پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے سر پر سے توہین ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا الزام ہٹائیں۔

اعلیٰ حضرت کی خیر خواہی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شانِ اقدس میں ایک کتاب ٹھیک امام احمد رضا کے انداز میں مرتب کی جائے۔ مصنف کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت ہی کا نام رکھا جائے تاکہ حدائق بخشش کی وجہ سے جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی ہو جائے اور اعلیٰ حضرت شیعیت کے الزام سے بری ہو جائیں۔

اعلیٰ حضرت کے علمی کارناموں میں ایک خلاء رہ گیا ہے جسے پُر کرنا نہایت ضروری ہے ایک تو سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر ایک مبسوط کتاب ٹھیک اعلیٰ حضرت کے ذوق کو مد نظر رکھتے ہوئے مرتب کی جائے۔ تاکہ علمائے دیوبند کا یہ اعتراض دفع ہو جائے کہ عظمت رسول اکرم کے تمام تر دعوؤں کے باوجود اعلیٰ حضرت سیرتِ پاک پر ایک مستقل تصنیف لکھنے کے شرف سے محروم رہے۔ اسی طرح فضائلِ درود شریف کے موضوع پر غیروں کی بہت سی کتابیں ہمارے سنی عوام ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں کیوں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کو اس کا موقع میسر نہ آسکا کہ درود شریف کے موضوع پر ایک مستقل تصنیف مرتب کر سکیں اِس کمی کو علمائے اہل سنت فوری طور پر پورا کریں۔

نئی نسل کو مسلک اعلیٰ حضرت سے قریب لانے کے لئے ہمارے منظوم کلام پر بھی نظر ڈالنی ضروری ہے۔ کیونکہ بعض اشعار ہمارے یہاں ایسے ہیں جن سے محسوس ہوتا ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت پر درود بھیجتے ہیں یا اعلیٰ حضرت کو معاذ اللہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر سمجھتے ہیں یا معاذ اللہ امام احمد رضا کو خدا سمجھتے ہیں ایسے اشعار کو چھاپنا بند کر دینا چاہیے۔ مثلاً چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

شعر	تبصرہ
(۱) جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے جام کوثر کا پلا احمد رضا	اصل ساقی کوثر تو سرورِ انبیاء علیہ السلام ہیں۔ اعلیٰ حضرت کو یہ منصب دینا عموماً پسند نہیں کیا جاتا۔
(۲) کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود	سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات اقدس کروڑوں درود کی مستحق ہے اس لئے عوام اسے ناپسند کرتے ہیں۔

۱۰

(۳) نکیرین آکے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے
ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا

نکیرین یہ سوال ہرگز نہیں پوچھیں گے ۔ الا تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے اور اس شخصیت کے بارے میں تو کیا رائے رکھتا ہے۔ اللہ، اسلام اور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم بالترتیب جواب ہیں۔ ان تینوں میں سے کسی جگہ بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا نام باشعور لوگوں کو غلط محسوس ہوتا ہے۔

(۴) وارثِ مصطفیٰ نائبِ مصطفیٰ عاشقِ مصطفیٰ شاہ احمد رضا
وقتِ مشکل کہو المدد یا رضا وقت مشکل اسی وقت ٹل جائیگا
(انتخاب قدیری)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا طرۂ امتیاز ہے عظمتِ سرورِ انبیاء علیہ السلام۔ لیکن یہ اشعار عظمتِ اعلیٰ حضرت کے ترجمان ہیں۔

(۵) بھکاری آرہے ہیں بھیک لینے
رضا کے در سے باڑہ بٹ رہا ہے
(جمیل قدیری قبالہ بخشش)

(۶) کس کے آگے ہاتھ پھیلائیں گدا
گر مصیبت میں کوئی چاہے مدد
کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا
دین و دنیا میں میرے بس آپ ہیں

چھوڑ کر در آپ کا احمد رضا
دفع فرما دیں بلا احمد رضا
جو دیا تم نے دیا احمد رضا
میں ہوں کس کا آپکا احمد رضا
(مدائح اعلیٰ حضرت)

سرورِ انبیاء علیہ السلام کی عظمت کی جگہ اعلیٰ حضرت کی عظمت والے اشعار قابل نکیر بن سکتے ہیں

اس طرح کے بیسیوں اشعار ہیں جنھیں پڑھ کر ایک عام دینی ذہن کا شخص یہ تاثر لیتا ہے کہ معاذ اللہ ہم عقیدت مندانِ اعلیٰ حضرت ان کو سرکار علیہ السلام کے برابر عظمت دیتے ہیں، اس وجہ سے وہ مسلکِ احمد رضا سے متاثر نہیں ہوپاتے۔ لہٰذا ایسے تمام اشعار متروک قرار دے دیئے جائیں تاکہ نئی نسل مسلک اعلیٰ حضرت کے فیض سے محروم نہ رہے ہمیں امید ہے کہ علمائے اہل سنت ہماری اس تجویز سے متفق ہوں گے۔

اسی طرح الملفوظ میں درج دو واقعات کی جانب توجہ دلاؤں گا۔ صفحہ ۱۴۹-۱۵۰
" حافظ الحدیث سید احمد سجلماسی کہیں تشریف لے جارہے تھے راہ میں اتفاقاً آپ کی نظر ایک نہایت حسینہ عورت پر پڑ گئی، یہ نظر اول تھی، بلا قصد تھی، دوبارہ

۱۱

آپ کی نظر اٹھ گئی، اب دیکھا کہ پہلو میں حضرت سیدی غوث الوقت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ آپ کے پیر و مرشد تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں کہ قائم ہو کر ——— انھیں سیدی احمد سجلماسی کی دو بیویاں تھیں، سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے رات ایک بیوی کے جاگتے دوسری سے ہمبستری کی۔ یہ نہیں چاہیئے، عرض کیا حضور اس وقت وہ سوتی تھی، فرمایا سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا، فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا، فرمایا اس پر میں تھا تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے۔"

اسکول اور کالج کے تعلیم یافتہ نوجوان عموماً طریقت اور تصوف کی گہرائی نہیں جانتے اس لئے اُن کے ذہن میں سوالات ابھر آتے ہیں۔ (۱) سید احمد سجلماسی جیسے عالم، حافظ الحدیث، سید پر یہ الزام ہوتا ہے کہ غیر محرم پر دوسری بار نظر ڈال کر مرتکب زنا بالنظر ہوئے۔ ایسا الزام سراسر سید احمد سجلماسی کی توہین ہے (۲) حضرت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ وہ مرید اور اس کی بیگم کی ہم بستری کا منظر دیکھ رہے تھے۔ (۳) تمام شیوخ پر بھی یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ اُن کے ہر عمل کے وقت شیخ ساتھ ہوتے ہیں جس سیاق میں یہ بات کہی گئی ہے وہ نوجوانوں کے نزدیک غیر مناسب ہے، لہٰذا الملفوظ میں سے یہ واقعہ نکال دینا بے حد ضروری ہے

اسی طرح دوسرا ایک واقعہ بھی حذف کر دینے کے قابل ہے۔ الملفوظ صفحہ ۲۷۸،
اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں " میں نے خود دیکھا کہ گاؤں میں ایک لڑکی ۱۸ یا ۲۰ برس کی تھی ماں اس کی ضعیفہ تھی اُس وقت تک اس کا دودھ چھڑایا نہ تھا، ماں ہر چند منع کرتی وہ زور آور تھی پچھاڑتی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی۔"

اعلیٰ حضرت کا یہ فرمانا کہ میں نے "خود" دیکھا قاری کو اُن کی ذاتِ اقدس کے بارے میں شبہے میں مبتلا کر دیتا ہے کوئی بھی شخص اعتراض کر سکتا ہے کہ ۱۸، ۲۰ برس کی جوان لڑکی کو دیکھنے کس لئے تشریف لے جایا کرتے تھے؟ پھر ضعیفہ ماں کے سینے میں دودھ آنا بالکل غیر فطری امر ہے، پھر واقعہ ایک بار کا نہیں ورنہ عبارت یوں ہوئی کہ پچھاڑا اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگی بلکہ بارہا دیکھا ہے اسی لئے فرمایا پچھاڑتی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی، ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ عوام کے ذہنوں میں اس قسم کے وساوس اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے لئے پیدا ہوں، لہٰذا الملفوظ سے اِس واقعے کو نکال دینے کا ہمارا مشورہ ہے تاکہ کذب بیانی

اور زنا بالنظر کے الزامات آپ پر عائد نہ ہوں۔

الملفوظ صفحہ ۶ پر ہے۔" میرے استاد جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ"
مرزا غلام قادر بیگ کون ؟ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی۔ لہٰذا اس عبارت کو بھی آئندہ اشاعت
میں حذف کر دینا چاہیئے، کیوں کہ اس عبارت کی بنا پر مرزا غلام احمد قادیانی کے اہل خاندان سے
آپ کا گہرا تعلق ظاہر ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ترجمۂ قرآنِ مجید (کنزالایمان) کے شروع میں فہرستِ مضامینِ قرآنی ہے اس
کے ذیلی عنوانات ہیں اور ان کے نیچے قرآن کریم کی آیات درج ہیں گویا یہ آیات عنوان سے متعلق ہیں
لیکن اس سلسلے میں اکثر آیات غیر متعلق ہیں۔ مثلاً

صفحہ نمبر ۷ پر ایک عنوان ہے " محبوبانِ خدا دور سے سنتے دیکھتے اور مدد کرتے ہیں"
اس کے نیچے چند قرآنی آیات ہیں جو گویا یہ ثابت کرتی ہیں کہ محبوبانِ خدا دور سے سنتے دیکھتے
اور مدد کرتے ہیں۔

چوتھے نمبر کی آیت ملاحظہ فرمائیے۔

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (سورہ اعراف آیت نمبر ۲۷)

بے شک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم اُنہیں نہیں دیکھتے

یہ آیت شریفہ واضح طور پر شیطان کے بارے میں ہے اور عنوان محبوبانِ خدا کا ہے۔
لہٰذا اس آیت کو اس عنوان سے نکال دینا چاہیئے ورنہ شیطان کو محبوبانِ خدا کہنا واضح
کفر ہے، ممکن ہے فہرستِ مضامین کسی دوسرے بزرگ نے تیار فرمائی ہو، لیکن فہرست کا یہ حال
دیکھ کر باشعور پڑھا لکھا طبقہ ترجمۂ قرآن مجید پر اعتبار نہ کر سکے گا، لہٰذا اس کی اصلاح ضروری ہے۔
اسی فہرستِ مضامین کا صفحہ ۶ ملاحظہ فرمائیے۔ عنوان ہے " مردے سنتے ہیں" اسکے
نیچے انبیاء علیہم السلام کے متعلق آیات درج ہیں، مثلاً صالح علیہ السلام، شعیب علیہ السلام
انبیائے کرام کے لئے ' مُردے ' کا لفظ استعمال کرنا بلاشبہ توہین ہے اور توہینِ
انبیاء کفر ہے۔ ترجمۂ قرآن کی فہرست کا یہ حال دیکھ کر کوئی باشعور قاری کس طرح آگے پڑھنے
کی ہمت کر سکتا ہے ؟ لہٰذا اس عنوان کو بھی مناسب الفاظ سے بدلنا لازمی ہے، آئندہ
ایڈیشنوں میں ایسی غلطیاں دوبارہ شامل نہ ہوں اس کی کڑی نگرانی ہونی چاہیئے، تاکہ
تعلیم یافتہ طبقہ مسلکِ اعلیٰ حضرت سے مانوس ہو سکے۔

۱۳
کچھ وصایا شریف کے بارے میں

جن بزرگوں نے وصایا شریف مرتب کی ہے انھوں نے اس امر کی طرف توجہ نہیں کی کہ اِن وصایا کے بارے میں کیا تاثر قائم کریں گے۔ انھیں اگر ذرا بھی احساس ہوتا کہ اِس سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی طنز و طعن اور اعتراض کا ہدف بنے گی تو وہ ضرور نظرِ ثانی کرتے ہیں وہابیوں کے اعتراضات کی پرواہ نہیں ہے لیکن عوام الناس کے احساسات پر ہماری نظر ہے، عام لوگ یوں سوچتے ہیں کہ غربا کی امداد کے لئے عمومی تاکید کردی جاتی، کافی تھا لیکن وفات سے صرف دو گھنٹہ قبل انواع و اقسام کے کھانوں کی فرمائش برائے فاتحہ ہی سہی، جدید تعلیم یافتہ ذہنوں کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی عقیدت کے جذبے سے محروم رکھتی ہے وہ یہ سوچتے ہیں کہ وصیت کا یہ انداز تمام انبیائے کرام، صحابۂ کرام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ اجمعین سے بالکل مختلف ہے۔ اِن اعتراضات کا جواب مولانا یٰسین اختر مصباحی نے مفصل دیا ہے لیکن عموماً لوگ اُن کی تحریر سے ناواقف ہیں، ہمارے اپنے علمائے اہلِ سنت میں ایسے حضرات بھی جنھیں پتہ نہیں کہ وصیت کے الفاظ کیا تھے، اُن کے علم میں اضافے کے لئے ہم پیش کئے دیتے ہیں۔

"اعزّا سے اگر بطیبِ خاطر ممکن ہو تو فاتحے میں ہفتے میں دو تین بار ان اشیا سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ (۱) دودھ کا برف خانہ ساز (۲) مرغ کی بریانی (۳) مرغ پلاؤ۔
(۴) خواہ بکری کا شامی کباب (۵) پراٹھے اور بالائی (۶) فیرینی
(۷) اُرد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم (۸) گوشت بھری کچوریاں (۹) سیب کا پانی
(۱۰) انار کا پانی (۱۱) سوڈے کی بوتل (۱۲) دودھ کا برف خانہ ساز

اگر انواع و اقسام کے اِن کھانوں کی فہرست شائع نہ کی جائے تو بہتر ہے باشعور لوگ اسے دیکھ کر کبیدہ خاطر ہوتے ہیں۔ تاہم مصباحی صاحب کے مفصل جواب کے باوجود سوڈے کی بوتل کو سوڈے کی بوتلیں کردینا از حد ضروری ہے۔

وصیت پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے وصیت فرمائی کہ رضا حسین، حسنین اور تم سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباعِ شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اُس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے اس پر مخالفین کا اعتراض یہ ہے کہ اتباعِ شریعت حتی الامکان اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔

باوجودیکہ مصباحی صاحب نے بھرپور انداز میں ان جملوں کا دفاع کیا ہے، محض جدید نسل کو مسلکِ اعلیٰ حضرت سے قریب لانے کی خاطر ان الفاظ کو درست کر لیا جائے تو بہتر ہے۔

وصیت کے شروع ہی میں حضور پُرنور نے فرمایا تھا کہ۔ شروعِ نزع کے وقت کارڈ، لفافے، روپے پیسہ، کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے، جُنب یا حائض نہ آئے، کتا مکان میں نہ آئے۔

اس میں سے جنب یا حائض اور کتے والا حصہ نکال دینا بہتر ہے، کیوں کہ اعلیٰ حضرت کے مکان میں نہ جنبی بغیر غسل کے دوپہر تک گھومتے ہوں گے اور نہ ہی کتوں کی اس کثرت سے آمد ہو گی۔

اس عبارت کی اصلاح کر دینی چاہئے تاکہ جدید تعلیم یافتہ ذہن مسلکِ اعلیٰ حضرت سے قریب ہو۔

تیرھا نمبر کی وصیت جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ورثا ئے عالی مقام آپس میں جھگڑتے رہتے تھے، اُن سے حضرت نے فرمایا کہ "محبت سے رہو جو اس کے خلاف کرے گا اُس سے میری روح ناراض ہو گی"۔ اس حصے کو بھی حذف کر دینا بہتر ہے۔ یہ ظاہر کرنا کہ اعلیٰ حضرت کے ورثا ر جھگڑالو تھے خود ان کی توہین ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت کا یہ فرمانا کہ جو اس کے خلاف کرے گا اس سے میری روح ناراض ہو گی۔ اسے بھی عوام اعلیٰ حضرت کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں کیوں کہ تمام اولیائے کرام اور خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اِتقوا اللّٰہ ہی کی وصیت کی ہے، اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا اس پورے حصے کو حذف کر دینا ضروری ہے۔

ایک بہت ہی اہم امر ہے، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں وہابی حکمرانوں کے مقرر کردہ وہابی اماموں کی امامت کا مسئلہ۔ اس سلسلے میں حضور مفتیِ اعظم رضا خاں صاحب نے پچاس جید علمائے کرام جن میں مولانا حشمت علی قادری، حضور حامد رضا شہزادہ امام احمد رضا، مفسرِ قرآن مولانا نعیم الدین مرادآبادی وغیرہم شامل تھے، ایک فتویٰ مرتب فرمایا تھا جس کا ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے۔

"نجس ابن سعود اور اس کی جماعت تمام مسلمانوں کو کافر مشرک جانتی ہے اور اُن کے اموال کو شیرِ مادر سمجھتی ہے، ان کے اس عقیدے کی وجہ سے حج کی فرضیت ساقط اور عدم لازم ہے"۔ (تنویر الحجۃ لمن یجوز التوا الحجۃ ص ۱۰)

"اے مسلمانو! ان دنوں آپ پر حج فرض نہیں یا ادا لازم نہیں۔ تاخیر روا ہے۔ اور یہ ہر مسلمان جانتا ہے اور اپنے سچے دل سے مانتا ہے کہ اس نجدی علیہ ما علیہ کے اخراج

کی ہر ممکن سعی کرنا اس کا فرض ہے اور یہ بھی ہر ذی عقل پر واضح ہے کہ اگر حجاج نہ جائیں تو اسے تارے نظر آجائیں، نجدی سخت نقصان عظیم اٹھائیں، ان کے پاؤں اکھڑ جائیں، آپ کے ہاتھ میں اور کیا ہے، یہی ایک تدبیر ہے جو انشاء اللہ کارگر ہوگی۔ (اسی کتاب کا صفحہ ۲۴) پھر دردمندانہ اپیل بھی ہے۔

• اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ جب تم پر حج فرض نہ تھا تو تم نے وہاں جا کر ہمارے اور ہمارے محبوبوں کے دشمنوں کو کیوں مدد پہنچائی، جب تمہیں التواء و تاخیر کی اجازت تھی اور یہ حکم ہمارے ناچیز بندے اور تمہارے خادم مصطفٰے رضا نے تم تک پہنچا دیا تھا، پھر بھی تم نہ مانے اور تم نے ہمارے اور ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو اپنے مال لٹوا کر ہمارے مقدس شہروں پر ان کا نجس قبضہ بڑھا دیا۔" (تنویر الحجۃ لمن یجوز التواء الحج ص۲۵)

افسوس ہے کہ ملت نے اس فتوے کو اہمیت نہیں دی اور ہمارے تمام اہل سنت علماء نے اس کی خلاف ورزی کی ہے، ہر سال ہزاروں مسلمان کروڑوں روپے خرچ کر آتے ہیں اور اس فتوے کی رو سے گناہ مول لیتے ہیں، ہمارا فرض تھا کہ ہم 'حج' کے ملتوی ہونے کا یہ فتویٰ خود عملاً قبول کرتے اور عوام کو آمادہ کرتے کہ وہ حج ملتوی کریں۔ اب تو عمرے اور حج دونوں کی ریل پیل ہے۔

ہمارے علمائے کرام شاید عوام کی ناراضگی کے ڈر سے اس فتوے پر خود عمل پیرا ہیں اور نہ ہی عوام کو اس سے روشناس کراتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ حکمت اور مصلحت کا تقاضا بھی یہی ہے لیکن مصلحت ایک اور تقاضا بھی کرتی ہے۔ وہ یہ کہ

حرمین شریفین میں باجماعت نماز ادا کرنے پر روکنا بند کر دیا جائے۔ کیوں کہ ایک فی صد آدمی بھی ہمارے روکنے سے رکتے نہیں بلکہ اکثر بہک جاتے ہیں اور ان کے دل میں مسلک امام احمد رضا سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے، اس طرح وہ مخالفین کے کیمپ کی طرف راغب ہو جاتے ہیں اس لئے ہمارے تمام اہل سنت کو سوچ سمجھ کر ایسا فیصلہ کرنا چاہئے کہ عوام الناس ہم سے دور نہ بھاگیں۔

اسی طرح ہمارے کفر کے فتوے کے بارے میں بھی سوچنا چاہئے۔

ڈاکٹر اقبال کو ہم کافر کہتے ہیں لیکن اکثر مسلمان ان کو علامہ کہتے ہیں۔

مسٹر جناح کو ہمارے بزرگوں نے کافر قرار دیا، لیکن محمد علی جناح صاحب کا مقبرہ آج بیشتر

سلمانوں کی زیارت گاہ ہے۔

الطاف حسین حالی پر کفر کا فتویٰ ہے لیکن جدید تعلیم یافتہ حضرات ان کے مداح ہیں۔

سر سید احمد خاں پر بھی کفر کا فتویٰ ہے۔

ابو الکلام آزاد پر بھی کفر کا فتویٰ ہے۔

میمن کانفرنس پر کفر کا فتویٰ ہے حالاں کہ آج ہمارے مسلک کے لئے بچارے میمن حضرات ہی دل وجان سے اپنی کثیر رقم خرچ کر رہے ہیں۔

قریش کانفرنس، انصاریوں کی کانفرنس پر بھی کفر کا فتویٰ ہے۔

غرض اب ان تمام کفر کے فتووں کو بند کر دینا چاہیئے اور جانب اہل السنہ جس میں یہ تمام فتاوے ہیں منسوخ قرار دے دینی چاہیئے تاکہ معتدل ذہن کے لوگ مسلک امام احمد رضا کی طرف خوش دلی وخندہ جبینی کے ساتھ لپکیں۔

آج کل رضوی لٹریچر کی مانگ بڑھ رہی ہے، اس لئے اگر ہم نے اپنی تمام کتابوں سے ایسی تمام خامیوں کو دور کر دیا جن کی وجہ سے عوام ہمارے قریب نہیں آپاتے تو وہابیوں، دیوبندیو اور تبلیغیوں کے چنگل سے عوام آزاد ہو جائیں گے اور امام احمد رضا کے جھنڈے تلے متحدہ طور پر آجائیں گے، یہی ملت مسلمہ کے اتحاد کی واحد راہ ہے۔

امید ہے کہ علمائے کرام اس سعی کو خندہ جبینی کے ساتھ قبول فرمائیں گے۔

اللّٰهم وفقنا لما تحب وترضیٰ وانت الشهيد ولك الحمد۔ وصلى الله تعالیٰ وبارك وسلم على شفيع المذنبين وآله الطيبين، وصحبه المكرمين، وابنه وحزبه ابد الآبدين، آمين۔ والحمد لله رب العٰلمين۔

از

ناچیز سگِ بارگاہِ رضویت

سید ظہیر الدین خان

قادری، برکاتی، نوری، رضوی

مطبع قادریہ پٹکاپور کانپور۔ پن کوڈ ۲۰۸۰۰۱

اجماع علمأ ہند

برابطال موقف احمد رضا خاں دربارۂ علماء دیوبند

آسام اودھ برما بہار بڑودہ بمبئی بہاولپور بنگال بلوچستان
پنجاب پشاور رامپور لکھنؤ مدراس سندھ کرناٹک علی گڑھ
کے علماء جن کا فتویٰ ان دنوں چلتا تھا.

بالخصوص

مولانا عبدالحی لکھنوی مولانا نجم الدین پروفیسر اورنیٹل کالج لاہور مولانا اصغر علی روحی
مولانا غلام محمد گھوٹوی خلیفہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی مولانا معین الدین اجمیری
استاد خواجہ قمر الدین سیالوی مولانا انوار اللہ حیدرآبادی مولانا لطف اللہ علیگڑھی

بہ ترتیب

خالد محمود ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

برصغیر پاک و ہند اور عرب و عجم کے علماء
کا مولانا احمد رضا خاں کے خلاف تاریخی فیصلہ

علماء برما کی تاریخی دستاویز

مولانا احمد رضا خان کی تکفیرِ امّت کی واردات میں
ہندوستان کے علماء و مشائخ اور مفتیان کرام کیوں شریک نہ ہوئے؟

الحمد للہ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد:

مولانا احمد رضا خان نے مسلمانانِ ہند کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کے لیے جو واردات (؟) میں کی اور ہندوستان کے اہل السنۃ والجماعۃ کو دیوبندی اور بریلوی دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی اس تکفیری واردات میں جو ہتھیار استعمال کیے تو ان کا پردہ چاک کرنے کے لیے پہلے کون لوگ اٹھے اور آگے بڑھے؟ اس نازک موڑ پر ہندوستان کے علماء و مشائخ اور مفتیان کرام نے مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ دیا یا انہوں نے علم کی آبرو اور شرافت قائم رکھتے ہوئے علماء دیوبند کے صحیح اہل السنۃ والجماعۃ ہونے کی شہادت دی تاریخ بتاتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے نصیب میں مولانا حشمت علی لکھنوی اور مولانا سردار احمد لائلپوری اور مفتی احمد یار گجراتی جیسے لوگوں کے سوا اور کوئی نہ آیا اور ہندوستان کے جمہور اہل علم مشائخ کرام اور مفتیانِ عظام نے خان صاحب کی اس اندھا دھند واردات میں علماء دیوبند کی مظلومیت کی گواہی دی اور اس پر دستخط کیے اور خان صاحب کو اس طرح پیش کیا کہ گویا کفر ساز مشین پر ایک آپریٹر بیٹھا ہے اور جونہی اوپر سے تار ہلتا ہے اس کے ساتھ ہی اعلیٰحضرت کا قلم چلتا ہے ؎

دل کے ٹکڑے ہزار ہوئے　　　کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا

ہندوستان میں دیوبند اور بریلی ہی تو دو شہر نہ تھے کہ وہاں کے علماء آپس میں لڑیں اور ہندوستان کے دیگر شہروں اور ان کے اہل علم کا اس پر کوئی ردِ عمل نہ ہو۔ مدراس۔ بنگال۔ آسام بہار۔ اودھ۔ بڑودہ۔ بمبئی۔ بہاولپور۔ پشاور اور رامپور وغیرہ میں ہزارہا اہل علم تھے ہزاروں مدارس تھے اور سینکڑوں دار الافتاء تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنے سنگین معرکہ میں

جس میں ایک پوری کی پوری جماعت پر توہین رسالت کی تہمت ہو اور اسے بڑے مبتذل میں پورے ملک میں پھیلایا جا رہا ہو اور یہ ورثۃ الانبیاء سب کے سب چپ رہیں۔ ان حضرات نے یقیناً وقت کی اس پکار کو سنا اور عامۃ الناس کی دینی خیر خواہی کے لیے حق کی واشگاف گواہی دی اور علماء دیوبند کو عبارات کی کھینچا تانی میں مظلوم ٹھہرایا

واردات سے پردہ اُٹھانے کے لیے پہلے کون اُٹھے؟

تین بزرگ پہلے آگے بڑھے اور انہوں نے بڑی جرأت سے خان صاحب کی اس واردات کی ایف آئی آر لکھائی اور انہیں موقع کا مجرم قرار دیا۔ یہ تین بزرگ کون تھے؛

(۱) عمدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ؒ

(۲) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ صدر مدرس دیوبند

(۳) سلطان المناظرین حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن محدث چاند پوری

حضرت مولانا خلیل احمد نے المہند لکھ کر رضا خانی بال کی آخری کھال اُتار دی۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ نے الشہاب الثاقب میں خان صاحب کے جملہ اعتراضات کو تار تار کر دیا۔ اور مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب ؒ بریلی میں سیدھے مولانا احمد رضا خاں کے گھر پہنچ گئے۔ مولانا احمد رضا خاں کی بدنیتی ظاہر کرنے اور آپ کی پسپائی واضح کرنے کے لیے پچیس سے زائد رسائل لکھے۔ مولانا کے اس جرأت مندانہ اقدام سے پورا بریلی لرز اُٹھا۔ مولانا مرتضیٰ حسن ؒ انہیں بار بار مناظرہ کے لیے پکارتے رہے اور علمائے دیوبند پر لگائے ہوئے الزامات کو ثابت کرنے کے لیے بلاتے رہے۔ مگر خاں صاحب کو نہ اپنے گھر سے نکلنا تھا اور نہ نکلے۔ ان کے ساتھی کہتے رہے اعلیحضرت جو ہوئے وہ ہر کسی سے تھوڑا ملتے ہیں۔ فرشتے بھی اُتریں تو شاید اعلیحضرت ان سے بات نہ کریں۔ یہ مولوی مرتضیٰ حسن کون ہوتے ہیں جو ملنے آگئے ہیں

ہندوستان کے جن لوگوں نے اعلیحضرت کا ساتھ نہ دیا

ویسے تو لاتعداد علماء ومشائخ اور مفتیان کرام خان صاحب کی اس گھناؤنی واردات سے بیزار ہوئے لیکن حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ ویؒ. حضرت مولانا معین الدین اجمیری. حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف. حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ بہاولپور. حضرت خواجہ صاحب تونسوی اور برما. آسام بنگال. بہار. اودھ. بڑودہ مدراس بمبئی. بہاولپور. لاہور اور پشاور کے سینکڑوں علماء اور مفتیان کرام نے مولانا احمد رضا خاں کے گھناؤنے کردار پر اظہار نفرین کیا اور دنیا کو بتایا کہ خان صاحب کی اس تکفیری مہم میں علماء دیوبند سخت مظلوم ہیں اور یہ کوئی مسلکی اور عقیدے کا اختلاف نہیں. تفریق امت کی اس گھناؤنی سازش کے پیچھے خان صاحب کی بدنیتی کارفرما ہے. یہ نہیں کہ وہ کسی علمی مغالطے میں مبتلا ہوں یا عشق رسول میں جو اس کو کھ بیٹھے ہوں

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اُڑ جائے گا رنگ
یہ نہ کہیئے سُرخیٔ خونِ شہیداں کچھ نہیں

ہندوستان کے بڑے بڑے دارالافتاء اور دینی مراکز

ہندوستان میں تقسیم ملک سے پہلے کئی مقامات اور ریاستوں میں شرعی دارالافتاء قائم تھے اور عوام اپنی اپنی ضرورات کے لیے ان کی طرف رجوع کرتے تھے. سرکاری حیثیت کے باعث ان اہم شرعی کونسلوں کا پورے ملک میں وقار تھا اور ان کے فیصلوں میں عدالتی سطح کا وزن پایا جاتا تھا. ان میں ریاست حیدرآباد (دکن). ریاست ٹونک. ریاست بھوپال. ریاست بہاول پور. ریاست سوات. ریاست بڑودہ. ریاست رامپور کے دارالافتاء اور مفتیان کرام پورے ہندوستان میں اپنا علمی وقار رکھتے تھے اور لوگ ان کے علم پر اعتماد کرتے ہوئے بلاطلب دلیل ان فتووں پر

عمل کرتے تھے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند پر فتوے کفر کی واردات کی اور ان پر بد اعتقادی کے الزامات لگائے تو اس وقت ہندوستان کے ان دینی مراکز اور ملک کے علماء کبار اور مفتیان ذی وقار کا ردعمل کیا رہا؟۔ اور خان صاحب کے ان فتووں سے مسلمانان ہند پر کیا گزری؟ کیا یہ صحیح ہے کہ انہوں نے خان صاحب کا ساتھ نہ دیا اور نہ مولانا احمد رضا خاں اس دور میں ملک کی کوئی علمی شخصیت کے طور پر معروف تھے۔

ملک کی بڑی بڑی جامع مساجد خود اپنی جگہ دینی مراکز تھیں اور ان کے خطیب بلند پایہ علماء اور مفتیان حقیقت آشنا زیادہ معروف ہوتے تھے۔ پورے علاقے میں ان کا فتویٰ چلتا تھا۔ ان جامع مساجد میں جامع مسجد دہلی۔ جامع مسجد آگرہ۔ عظیم جامع مسجد بھوپال۔ شاہی مسجد لاہور، جامع مسجد بابری۔ جامع مسجد مانڈلے۔ جامع مسجد شملہ۔ جامع مسجد بھیرہ۔ جامع مسجد ریاست جھینہ اور جامع مسجد دیپالپور، شاہی مسجد چنیوٹ۔ شاہی مسجد شجاع آباد اور شاہی مسجد سرائے منیر زیادہ معروف ہیں۔

اونچی علمی شخصیتوں میں مولانا لطف اللہ علی گڑھی۔ حضرت مولانا انوار اللہ حیدر آبادی۔ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی۔ مولانا عین القضاۃ لکھنوی۔ مولانا نجم الدین پروفیسر اورینٹل کالج لاہور، مولانا سید عبدالحی لاجپوری۔ مولانا معین الدین اجمیری اور مولانا علی محمد تراجوی مفتی جامع مسجد رنگون جیسی بلند پایہ علمی شخصیتیں موجود تھیں۔

پھر یہ حضرات بھی اکیلے افراد نہ تھے۔ ہر ایک کے ساتھ ایک پورا حلقہ اعتقاد اور دائرہ اعتماد موجود رہا ہے۔ ان تمام علماء کبار نے مولانا احمد رضا خاں کے اس تکفیری معرکہ میں علماء دیوبند کو مظلوم جانا اور اس کی تحریری شہادتیں دیں اور ان شہادتوں پر اپنی مہریں ثبت کیں۔

ہندوستان کوئی ایک ریاست نہیں ایک وسیع ملک کا نام تھا۔ آج پاکستان، بنگلہ دیش، ہندوستان اور برما علیحدہ علیحدہ ممالک ہیں۔ لیکن کبھی یہ ایک برصغیر تھا۔ اس ایک ملک کے کئی صوبے تھے ہر صوبے کے متعدد اضلاع تھے اور ہر ضلع میں مرکزی جامع مساجد، عربی مدارس اور

مفتیانِ عظام کے دار الافتاء تھے۔

مشائخ عظام میں تونسہ شریف۔ سیال شریف۔ گولڑہ شریف اور شرقپور شریف کے حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ خانقاہ گنج مراد آباد۔ پیلی بھیت۔ آستانہ عالیہ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد۔ پھلواری شریف ضلع پٹنہ (بہار) کوئی کم اثر رکھنے والے دینی مراکز نہ تھے۔

عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد

۱۹۳۰ء کی بات ہے برما کے مسلمانوں نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو تبلیغی مقصد کے لیے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ یہ حضرات تاریخ مقررہ پر رنگون تشریف لے آئے۔ اور مختلف شہروں اور علاقوں میں وعظ کہے۔ ان کے جانے کے بعد ایک شخص اسماعیل نور اللہ احول نے مولانا احمد رضا خاں کے نفس ناطقہ مولانا حشمت علی خاں کو بلا کر پورے رنگون کی فضا مکدر کر دی۔ اس نے علماء دیوبند پر بدعقیدگی کا الزام لگایا اور کھلے طور پر مناظرے کا چیلنج بھی دیا۔

اس پر مولانا محمد عبد الرؤف خاں جگن پوری فیض آبادی نے ۹۔ دسمبر کو حضرت مولانا عبد الشکور لکھنویؒ اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کو رنگون بلا لیا۔ اور ۱۱۔ دسمبر ۱۹۳۰ء کو مولانا حشمت علی کی دعوت مناظرہ قبول کرنے کا اعلان کر دیا اور اسے قبول کرنے کی خبر دے دی ۱۲۔ دسمبر کو اس کا اشتہار بھی شائع ہو گیا۔

مولانا حشمت علی نے جونہی ان حضرات کی آمد کی خبر سنی مناظرے کی سب لن ترانیاں بھول گئے اور پھر چپکے سے دبے پاؤں اپنے وطن واپس لوٹ آئے۔ مناظرین اہل سنت کا سامنا کرنے کی انہیں ہمت نہ ہوئی۔

ہم اس وقت مولانا حشمت علی کے اس فرار کا گلہ نہیں کر رہے بتلانا صرف یہ ہے کہ

مولوی حشمت علی کی اس تخریب کاری سے مولانا عبدالرؤف کو موقع مل گیا اور انہوں نے وہ تمام الزامات جو مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیو بند پر لگائے پورے ملک کے چھ سو کے قریب علماء کو مع ان حضرات کی اصل عبارات کے خطوط بھیج دیئے۔ ان کے جو جوابات آئے انہوں نے انہیں ۱۹۲۴ء میں براۃ الابرار عن مکائد الاشرار کے نام سے شائع کر دیا یہ تاریخی دستاویز ۵۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ چار سو کے قریب جوابات ہیں جو ہم تک پہنچے۔ اسے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس معرکہ میں پورا ملک علماء دیو بند کے ساتھ رہا اور اس معرکہ آرائی میں مولانا احمد رضا خاں کے جانشین مولانا حشمت علی ایک کٹے ہوئے پتنگ سے زیادہ اہمیت کے حامل نظر نہیں آتے۔

مولانا حشمت علی نے جس وقت رنگون میں یہ فتنہ اُٹھایا ان کی اس حرکت سے وہاں کا ہر شخص نالاں تھا — تاہم یہ صحیح ہے کہ مولانا حشمت علی کے اس فرقہ وارانہ کردار اور پھر اس بزدلانہ فرار سے ایک اتنی بڑی تاریخی دستاویز تیار ہو گئی جو ہمیشہ رضا خانیت کے تابوت میں آخری میخ سمجھی جاتی رہے گی اور اہل دانش تاحشر رنگون کے اس سانحہ پر یہ گنگناتے سنائی دیں گے۔

عدو شرے برخیزد کہ خیرے ما دراں باشد

پیشتر اس کے کہ ہم یہاں برصغیر کے ان علماء حق کے اسماء گرامی لکھیں جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی تکفیرات کی اس واردات میں علماء دیو بند کا ساتھ دیا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وہ استفتاء ناظرین کے سامنے کر دیں جو مولانا عبدالرؤف صاحب نے رنگون سے لکھا اور ان اکابر علماء اسلام نے اس کا جواب تحریر کیا:-

نقل سوال جو علماء کرام اور مشائخ عظام کی خدمت میں روانہ کیے گئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں رنگوں میں

مولوی حشمت علی رضا خانی لکھنوی تشریف لائے اور ہر گلی کوچہ میں جلسہ عام کر کے مجمع عام میں اکابر علماء دیو بند کو خصوصاً اور ان سے تعلق رکھنے والوں کو عموماً کافر کہا اور یہ بھی کہا کہ علمائے دیو بندیہ وہابیہ خاص کر جناب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ؒ و جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ؒ و جناب مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی ؒ و جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ، اور دیو بندیوں کے پیشوا امام الوہابیہ جناب مولانا شاہ اسمٰعیل شہید صاحب ؒ دہلوی (نعوذ باللہ) سب کے سب کافر ہیں جو اُن کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ ان سے میل جول رکھنا۔ سلام و کلام کرنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی اور ان کے جنازے میں شریک ہونا اور مقابر مسلمین میں دفن ہونے دینا حرام قطعی اور کفر یقینی ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) کیا واقعی بقول حشمت علی رضا خانی کے حضرات اکابر علماء دیو بند (نعوذ باللہ) کافر ہیں؟

(۲) وہابی کی کیا تعریف ہے اور ان سے کون لوگ منسوب ہیں؟

(۳) سُنی حنفی کی کیا تعریف ہے اور بدعت کی کیا تعریف ہے اور اس پہ کیا وعید ہے؟

براہ کرم اس کا جواب مفصل و مدلل و عام فہم مع حوالہ کتب و مہر و دستخط کے تحریر فرما کر بندہ کو شکریہ کا موقع فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

السائل۔ احقر الزماں محمد عبدالرؤف خاں غفرلہٗ
ولوالدیہ مدرس مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ
۲۲۸ مغل اسٹریٹ رنگون

دوسرا اور تیسرا سوال براہ راست علماء دیو بند سے متعلق نہیں اس لیے ہم ان کے تفصیلی جوابات سے تعرض نہ کریں گے جسے ضرورت ہو وہ اصل کتاب براءۃ الابرار میں دیکھ لے —— دیو بندیوں اور بریلیوں کا اصل نزاع پہلے سوال سے متعلق ہے۔ واقعات کی روشنی میں جب اصل الزامات بے بنیاد ثابت ہوئے تو مولانا احمد رضا خان کی تکفیر امت کی یہ ساری محنت اس طرح ضائع گئی جس طرح ہوا غبارے سے نکل جاتی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کے فتوئ تکفیر کے شیدائی علماء (جیسے مولانا حشمت علی مولانا نعیم الدین مرادآبادی مفتی احمد یار گجراتی مولانا سردار احمد لائلپوری) نے اپنے اس گھناؤنے کردار سے نوجوانوں پر کیا اثر ڈالا یہ اس اشتہار سے معلوم ہو سکتا ہے جو مولانا حشمت علی کی تقریریں سُن کر رنگون کے نوجوانوں نے نکالا تھا جمعیت شبان المسلمین رنگون کا ۱۹۳۰ء کا یہ اشتہار شیر پریس اسپارک اسٹریٹ رنگون کا چھپا اب بھی ہمارے سامنے ہے اسے ملاحظہ کیجئے اور خود فیصلہ دیجئے کہ بریلویت کی گرتی ہوئی دیوار نے مسلمانوں کی نوجوان نسلوں پر کیا اثرات چھوڑے۔ اس اشتہار کا متن یہ ہے :۔

نوجوانانِ رنگون کا مولوی حشمت علی صاحب سے التماس

ہم نوجوانانِ رنگون ! آپ کی تقریروں اور لکچروں کے اعلانات کو سُن کر یہ سمجھے تھے کہ غالباً آپ بھی علماء اسلام کی طرح ملک برہما میں تبلیغ اسلام کا فرض انجام دینے اور مسلمانوں میں تنظیم و اتفاق و اتحاد پیدا کرنے آئے ہیں۔ اس لیے ہم بہت شوق سے آپ کے لکچروں میں شریک ہوئے مگر آپ کی تقریریں سُن کر ہم کو نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ آپ بجائے تنظیم اور اتفاق و اتحاد کے مسلمانانِ رنگون میں اختلاف و فساد اور لڑائی جھگڑا پیدا کر رہے ہیں۔ آپ کی تقریروں میں اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ آپ مسلمانوں کو کافر بناتے اور علماء اسلام کی ایک بہت بڑی جماعت کی توہین و تحقیر کرتے رہتے ہیں۔ ہم نے ان علماء کے مواعظ بہت سُنے ہیں جن کی طرف آپ نے بہت سی باتیں منسوب کر رکھی ہیں۔ مگر وہ اپنے وعظوں اور عام یا خاص جلسوں میں کبھی ان خرافات کو بیان نہیں کرتے۔ رنگون میں ان حضرات کے شاگرد بکثرت موجود ہیں اور زمانہ دراز سے مقیم ہیں ہم نے کبھی ان کی زبان سے یہ باتیں نہیں سُنیں جو آپ ان کے سر لگاتے ہیں۔ اگر ان حضرات کے یہ عقیدے ہوتے جو آپ بتلاتے ہیں تو کبھی ان کی زبان پر یہ باتیں آتیں کیونکہ جس شخص کا عقیدہ جو ہوتا ہے وہ اس کی زبان پر آتا ہے۔ اس لیے ہم ہرگز یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے کہ ان حضرات

کے عقیدے قرآن وحدیث یا فقہ حنفی کے کچھ بھی خلاف ہیں. ہم نے ان کی وہ کتابیں بھی دیکھی ہیں جن کا حوالہ آپ عوام کے سامنے دیا کرتے ہیں اور ان کا مطلب بھی علماء سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ان کا مطلب وہ نہیں ہے جو آپ غلط سلط اپنی طرف سے گھڑ کر عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں اس لیے ہم آپ کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہم سلمانوں کو اس وقت منظم اور متحد ومتفق ہونے کی ضرورت ہے ہم اس ناپاک نا اتفاقی کی وجہ ہی سے بہت کچھ کمزور اور دیگر اقوام کے سامنے ذلیل ہو چکے ہیں. ہم آپ کے اس طرز عمل کو جس نے ان مسلمانوں میں جو چار دن پہلے باہم شیر وشکر تھے فساد عظیم برپا کر دیا ہے زیادہ عرصہ تک نہیں دیکھ سکتے اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ خدا کے لیے مسلمانوں میں اختلاف وافتراق پیدا نہ کیجئے بلکہ ان کو متفق ومتحد بنانے کی کوشش کیجئے جیسا کہ اب تک تمام علماء کرتے آئے ہیں اور غیر مسلموں کے سامنے اسلام کی خوبیاں بیان کر کے ان کو اسلام کی طرف لا کر مسلمانوں کی قوت وطاقت کو بڑھائیے اور مسلمانوں کو کافر بنا کر کفار کی مردم شماری میں اضافہ نہ کیجئے. والسلام

المشتہر (نوجوانان) ارکان جمعیۃ شبان المسلمین رنگون

مطبوعہ شیر پریس ۲۵۷ اسپارک اسٹریٹ رنگون

۲۷ نومبر ۱۹۳۰ء یوم جمعرات تک اسی طرح علماء دیوبند پر کفر کی بارش ہوتی رہی. دوسرے روز ۲۸ نومبر ۱۹۳۰ء یوم جمعہ کو جب یہ اشتہار مذکورہ بالا انجمن شبان المسلمین کے ارکین کی جانب سے چھپ کر عام طور سے تقسیم کیا گیا اور حشمت علی زیر بادی مسجد میں وعظ بیان کر رہے تھے ان کو ایک پرچہ پہنچایا گیا تو فوراً انجمن شبان المسلمین کے اراکین وشیر پریس کے ایڈیٹر کو فوراً کفر کے گھاٹ اتار دیا اور کہا کہ یہ بھی وہابی کافر ہیں. انجمن شبان المسلمین کے اراکین اس جرم میں وہابی کافر ہوئے کہ ان کی جانب سے اشتہار مذکورہ بالا چھپا اور شیر پریس کے ایڈیٹر اس وجہ سے وہابی کافر ہوئے کہ انہوں نے اپنے پریس میں اشتہار مذکورہ بالا کو چھاپا.

اب ہم اکابر علماء اسلام کے اسماء گرامی ذکر کرتے ہیں جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی تکفیر امت کی اس کارروائی کی سخت مذمت کی اور علماء دیوبند کو دیوبندی بریلوی کی اس کشمکش میں مظلوم قرار دیا۔ اب ہم یہاں ان حضرات کے تفصیلی جوابات شاید عرض نہ کر سکیں۔ اولاً اس لیے کہ ان جوابات کا آپس میں بہت توارد ہے اور ہر ایک جواب میں بیشتر جواب مشترک ہے جسے پورا پورا نقل کرنے میں صفحات میں خاصا اضافہ کرنا پڑے گا اور ہمارے پاس اتنے صفحات نہیں ہیں۔

ہم یہاں باعتبار ریاست اور صوبہ ان اکابر اسلام کے نام لکھیں گے جو حق کی شہادت دے کر اپنے تئیں جنت میں لے گئے۔ کہیں کہیں مشہور شہروں کے نام سے وہاں کے علماء کا فیصلہ لکھیں گے — حق یہ ہے کہ ان متواتر شہادتوں نے علماء دیوبند کو اتنا ہی اونچا کیا ہے جتنا کہ مولانا حشمت علی خاں اور ان کے ساتھیوں کو مناظروں سے فرار کرنے کی تاریخ نے قومی سطح پر نیچا کر دیا ہے۔

علماء ہند کے حشمت علی کے خلاف فیصلہ دینے پر

— خود مولانا حشمت علی پر کیا گزری؟ —

حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نے پورے برما کا دورہ کیا تھا اور مولوی حشمت علی لکھنوی کی فریب کاریوں کا پردہ اچھی طرح چاک کر چکے تھے۔ لوگ حیران تھے کہ مولوی حشمت علی لکھنوی مناظرہ کا چیلنج دینے کے باوجود سامنے آنے سے کیوں گھبراتے رہے۔ جب انہیں بتایا گیا کہ یہ سب جھوٹے الزامات ہیں اور اس نے برما میں افتراق و انتشار کا بیج بونے کی سازش کی ہے تو ہر طرف سے اس پر اظہار نفریں کیا گیا۔ نتیجۃً مولوی حشمت علی کو پھر فرار ہونا پڑا — مولانا عبدالشکور لکھنوی اور مولانا محمد منظور نعمانی اپنے کامیاب دورے کے بعد جب واپس تشریف لے گئے تو مولوی حشمت علی یہ سوچ کر پھر رنگون آوارد ہوئے کہ شاید اب

میدان صاف ہوگیا ہو اور وہ پھر سے علماء دیوبند کی تکفیر کا شغل شروع کرسکیں۔

اب مولانا حشمت علی کا پالا کن سے پڑا

اب کی مرتبہ موصوف کا سامنا کسی عالم سے نہیں ہوا بلکہ رنگون کے شعرا سے ہوا اور انہوں نے اپنے اشعار کے ذریعہ مولوی حشمت علی کے تکفیری افسانوں کا پردہ کھولا۔ رنگون کے مشہور شاعر عالی جناب منشی عبدالرحیم صاحب کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔ آپ نے مسجد میں مولوی حشمت علی کی ان کارروائیوں پر کہا ؎

ہو کے عالم دل مسلم کو ستاتے کیوں ہو — گھر میں اللہ کے تم آگ لگاتے کیوں ہو [۱]

مرغ بسمل کی طرح وجد میں آتے کیوں ہو — عرس میں قبر پر رنڈی کو نچاتے کیوں ہو [۲]

یہ معمہ نہیں کھلتا ہے تمہارا ہم پر — چھیڑ لیتے ہو کیوں منہ کو چھپاتے کیوں ہو [۳]

لے کے تکفیر چلے چھوڑ کے کارِ تبلیغ — خاک میں عزتِ مسلم کو ملاتے کیوں ہو [۴]

مولانا حشمت علی نے اپنی ایک تقریر میں یہ دعوےٰ بھی کیا تھا کہ پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی بلی بھی غیب جانتی تھی۔ اس پر شاعر نے کہا ؎

غوثِ اعظم کی جو بلّی ہوئی عالم غیب — غیب داں خاص نبی ہی کو بتاتے کیوں ہو

تم نے بلی کو بنایا ہے نبی کا ہمسر — اپنے کرتوت کو باتوں میں چھپاتے کیوں ہو [۵]

آپ کو یہ پوری نظم براءۃ الابرار ص۴۹۴، ص۴۹۵، ص۴۹۶ پر ملے گی۔

مولوی حشمت علی کا قیام رنگون کی زیرباد ی مسجد میں تھا۔ انہوں نے اپنی سابقہ خفت مٹانے

---

[۱] یہ اس بیان کی طرف اشارہ ہے جو مولانا حشمت علی نے رنگون کی ایک مسجد میں کیا تھا۔ [۲] اس میں ایک عرس کے موقع پر فاحشہ عورتوں کے مجرا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ [۳] اس میں اشارہ اس بات کا کہ مولانا حشمت علی مناظرہ کا چیلنج دینے کے باوجود مولانا محمد منظور نعمانی کے سامنے نہ آسکے۔ [۴] موصوف کا دعویٰ تھا کہ میں برما میں دین کی تبلیغ کے لیے آیا ہوں لیکن یہاں انہوں نے سوائے تکفیر مسلم کے اور کچھ کام نہ کیا [۵] براءۃ الابرار ص۴۹۶

اعلان کیا کہ ۱۳ مئی ۱۹۳۲ء کو شہادت حسنین کے موضوع پر جلسہ عام ہوگا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ لیکن ہوا کیا اسے شاعر کی زبان سے سنیئے:

مساجد مرکز دین و ہدیٰ ایمان کے گہوارے — چمکتے تھے جہاں نور نبوت کے کبھی تارے
بجائے دولتِ ایماں یہاں تحقیر بٹتی ہے — مے وحدت کی اب یاں فقط تکفیر بٹتی ہے
یہیں مخلوق کی مثلِ خدا تعظیم ہوتی ہے — شریعت کے قواعد میں یہیں ترمیم ہوتی ہے
یہیں منبر پہ جلوہ ریز ہیں وہ حرص کے بندے — کہ جن کو کھینچ لائے ہیں فقط یاں پیٹ کے دھندے
اٹھو خواب گراں سے چونک اٹھو اے مسلمانو — نہیں تعظیم کے قابل تم ان کی پیروی چھوڑو

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا حشمت علی نے اب شہادت کے مبارک اور مقدس نام پر لوگوں کو جمع کر کے علماء حق کو کوسنے کی راہ نکالی تھی اور خانہ خدا میں پھر اسی مکروہ کام کو جاری رکھا تھا۔ علماء امت پر سب و شتم اور تکفیر کرنا ان کا ہمیشہ مشغلہ رہا ہے۔

مولانا حشمت علی پر بدامنی پیدا کرنے کا مقدمہ

مولانا حشمت علی کی یہاں کی اشتعال انگیز تقریر سے جلسہ میں کھلبلی مچ گئی اور ان پر زیر دفعہ ۱۵۳ تعزیرات ہند مقدمہ قائم ہو گیا جو ایک سال جاری رہا۔ ۱۴ جون ۱۹۳۳ء کو مقدمہ کا فیصلہ سنایا گیا۔ روزنامہ شیر رنگون کی رپورٹ کے مطابق وہ فیصلہ یہ ہے:-

مجسٹریٹ صاحب نے ملزم حشمت علی کو زیر دفعہ ۱۵۳ تعزیرات ہند اور زیر دفعہ (۲) ۵۲۲ لا) قانون ضابطہ فوجداری اس جرم کا قصور وار قرار دیا کہ انہوں نے دیدہ و دانستہ بلوہ فساد پیدا کرنے کی نیت سے اشتعال انگیزی کی ___ اور حکم سنایا ہے کہ ان سے سو سو روپیہ کے مچلکے لے کر رہا کر دیا جائے اور آئندہ ایک سال کے اندر جب طلب کیا جائے تو حاضر ہو کر حکم سزا سنیں اور اس عرصہ میں پُرامن اور نیک چلن رہیں۔[1]

---

[1] اخبار شیر رنگون ۱۶ جون ۱۹۳۳ء

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا حشمت علی کو فساد پیدا کرنے کا کس قدر شوق تھا. معلوم نہیں انہوں نے کتنی دفعہ سو سو روپیہ کے مچلکے عدالتوں میں داخل کرائے ہوں گے. مولانا حشمت علی خاں پر یہ فیصلہ بجلی بن گرا. ان کے اذناب واتباع وہاں منہ چھپاتے رہ گئے.

ع کاٹو تو بدن میں لہو نہیں

مولانا عبدالرؤف خاں کا کہنا ہے کہ مولانا حشمت علی نے المدد یا سیدی احمد رضا اور المدد یا غوث اعظم المدد کے بہت نعرے لگائے. لیکن پھر بھی ان پر یہ ذلت و رسوائی آکر ہی رہی انہوں نے اس داغ کو مٹانے کے لیے وکیل کو مختار کیا اور ۸. جولائی ۱۹۳۴ء کو رنگون سے فرار ہو گئے. آپ کے وکیل نے رنگون کے ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی. مگر دو تین پیشیوں کے بعد وہ بھی ۲۴. اگست ۱۹۳۴ء کو وہ بھی خارج ہو گئی

اخبار شیر رنگون نے ۱۵ ستمبر ۱۹۳۴ء کو اس عدالتی کارروائی کی رپورٹ شائع کی ہے. ہم اسے بھی یہاں من وعن درج کیے دیتے ہیں:-

حشمت علی رضاخانی کا مرافعہ خارج ہو گیا

عدالت عالیہ رنگون کے جج مسٹر داس نے مولانا حشمت علی کی اپیل کی سماعت کی. مولوی موصوف کی مشرقی سب ڈویژنل مجسٹریٹ رنگون کی عدالت سے زیر دفعہ (۱۵۳) تعزیرات ہند ایک سو روپیہ نقد اور دو شخصی نیک چلنی کی ضمانتیں زیر دفعہ ۵۶۲ (الف) ضابطہ فوجداری کے لیے ہدایت ہوئی تھی. مولوی موصوف نے ۱۳ مئی ۱۹۳۴ء کو زیر بادی مسجد میں اپنی تقریر کے دوران سورتی کمیٹی کے جذبات کو مجروح کیا تھا. مرافعہ گذار نے عشاء کی نماز کے بعد تقریباً نو بجے شب زیربادی مسجد مغل اسٹریٹ میں حضرت سیدنا امام حسنؓ و حسینؓ کی شہادت پر تقریر کی استغاثہ کی شہادتوں کا بیان ہے کہ اپیلانٹ نے اپنی تقریر کے دوران میں اصلی مضمون سے رخ پھیر کر دیوبندی سورتیوں کے جذبات کو مجروح کیا جس سے بلوے کا اندیشہ تھا فاضل جج نے فرمایا کہ پہلا جرم زیر دفعہ (۱۵۳)

یہ ہے کہ ملزم کی تقریر غیر قانونی تھی۔ پہلی عدالت اس امر کی تصدیق کرتی ہے کہ مرافعہ گذار نے سورتیوں کو وہابی کافر جیسے الفاظ سے موسوم کیا جس سے جرم عائد ہو سکتا ہے۔

دوسرا جرم پبلک کو اشتعال دلانے کا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مقدمہ ہذا میں اشتعال دلانے کا کام غیر قانونی تھا۔ اپیلانٹ نے اپنی تقریر میں صرف اشتعال ہی نہیں دلایا، بلکہ حاضرین جلسہ کو سورتی وہابی مسلمانوں کو دھمکانے پر آمادہ کیا۔ مرافعہ گذار اس امر سے بخوبی واقف تھا کہ اس کی اشتعال انگیز تقریروں سے بلوے کا خوف ہے۔ کیونکہ جلسے میں کھلبلی مچ جانا اس امر کا کافی ثبوت ہے۔ فاضل جج کے خیال میں اپیلانٹ نے توہین آمیز الفاظ اپنے مخالفین کے حق میں ضرور استعمال کیے ہیں۔ لہذا اپیل خارج کر دی گئی۔

(از اخبار شیر رنگون مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۲ء یوم جمعہ)

اب ہم ان علماء حق کا کہیں صوبہ وار، کہیں ضلع وار اور کہیں شہر وار ذکر کریں گے آپ گنتے رہیں کہ کس کثیر تعداد علمائے کرام نے مولانا احمد رضا خاں اور مولانا حشمت علی خاں کے الزامات کو غلط قرار دیا ہے۔ واللہ ھو الموفق لما یحبہ ویرضی بہ۔

① دہلی

دہلی ہندوستان کا قدیم علمی مرکز ہے۔ مدرسہ رحیمیہ یہیں تھا جہاں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور ان کے بعد حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ حدیث پڑھاتے رہے۔ مولانا مملوک علی مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ، مولانا شاہ عبدالغنیؒ اور مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ سب یہیں کے پڑھے ہوئے تھے۔ یہاں مدرسہ عبدالرب، مدرسہ حسین بخش، مدرسہ امینیہ پانی پتیاں جو کشمیری دروازہ دہلی کے پاس تھا۔ اور مدرسہ فتحپوری یہاں کے علمی مراکز تھے۔ جب مولانا عبدالرؤف صاحب جگن پوری نے رنگون سے ان علماء دہلی سے استفسار کیا تو یہاں کے تقریباً چالیس علماء نے علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا۔ (مولانا احمد رضا خان کی ... تکفیری واردات

کی سخت مذمت کی

ہم یہاں دہلی کے ان چالیس علماء کرام کے نام لکھے دیتے ہیں جنہوں نے اس نازک مرحلے پر علماء حق کا ساتھ دیا۔ ان کے مفصل جوابات آپ کو براءۃ الابرار کے ص ۱۰۴، ص ۲۱۶، ص ۲۶۴ تا ۲۶۷ اور ص ۴۳۱ پر ملیں گے

مدرسہ عبدالرب مرحوم دہلی کے ان سات علماء نے خان صاحب کو ان کی اس تکفیری مہم میں مجرم ٹھہرایا:۔

۱. مولانا عبدالوہاب صاحب ۲. مولانا محمد شفیع صاحب ۳. مولانا عزیز احمد صاحب
۴. مولانا محبوب علی صاحب ۵ مولانا محمد رفیع صاحب ۶. مولانا محمد رفیق احمد صاحب
۷. مولانا مظہر اللہ صاحب

پھر دہلی کے ان چار اور علماء نے بھی ان کی تصدیق کر دی:۔

۱. مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ۲. مولانا محمد اسماعیل صاحب ۳. مولانا دوست محمد صاحب
۴. مولانا شفاعت اللہ صاحب

پھر مدرسہ امینیہ دہلی کے چھبیس علماء کرام نے اس تکفیری واردات میں مولانا احمد رضا خاں کو قصوروار ٹھہرایا:۔

۱. مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب ۲. مولانا ضیاء الحق صاحب ۳. مولانا انظار حسین صاحب
۴. مولانا سکندر دین صاحب ۵. مولانا عبدالغفور صاحب ۶. مولانا خدا بخش صاحب
۷. مولانا عبدالقدوس صاحب ۸. مولانا غلام نبی صاحب ۹. مولانا رحیم شاہ صاحب
۱۰. مولانا غلام سرور صاحب ۱۱. مولانا نصر اللہ صاحب ۱۲. مولانا محمد واصل صاحب
۱۳. مولانا گل محمد صاحب ۱۴. مولانا علی محمد جامی صاحب ۱۵. مولانا محمد حسین شاہ صاحب
۱۶. مولانا عبدالغفار اعظمی صاحب ۱۷. مولانا محمد یوسف صاحب ۱۸. مولانا عبدالستار صاحب
۱۹. مولانا سلامت اللہ صاحب ۲۰. مولانا حفیظ الدین صاحب ۲۱. مولانا نذیر احمد صاحب

۲۲. مولانا عبدالودود صاحب ۲۳. مولانا محمد ایوب صاحب ۲۴. مولانا عبدالوہاب صاحب

۲۵. مولانا میاں جی صاحب ۲۶. مولانا نور محمد صاحب ۲۷. مولانا محمد شفیع صاحب

۲۸. مولانا عبدالوہاب صاحب

دہلی میں حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ کے حلقے نے بھی مولانا احمد رضا خاں کو قصور وار ٹھہرایا اور علماء دیوبند کے حق میں دستخط کر دیئے. جمعیت علماء ہند بھی اس وقت قائم ہو چکی تھی اور ان کا دفتر بھی دہلی میں تھا. انہوں نے بھی مولانا حشمت علی خاں کے رنگون کے فرار کی تصدیق کی اور اس پہ دستخط کیے.

② بنگال

مسلم آبادی کے لحاظ سے ہندوستان کا سب سے بڑا صوبہ بنگال تھا. وہاں بڑے بڑے دینی مراکز موجود تھے. ڈھاکہ سلہٹ اور چاٹگام کے سب علما نے بالاتفاق علماء دیوبند کا ساتھ دیا. اور مولانا احمد رضا خاں کی مسلمانوں کی اس تکفیر کی سخت مذمت کی. بنگال کے جن علما نے علماء دیوبند کو حق پہ بتلایا ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں. سلہٹ کے شاہ جلال کے مرکز میں اب تک علماء دیوبند ہی علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں.

۱. ڈھاکہ

ڈھاکہ کے مدرسہ عالیہ اسلامیہ عربیہ کالج سے کون واقف نہیں. اس کے مندرجہ ذیل علما نے مولانا احمد رضا خاں کے تکفیری معرکہ میں علماء دیوبند کو حق پر قرار دیا:۔

۱. مولانا محمد اسحاق صاحب ۲. محمد ارشاد اللہ صاحب ۳. مولانا سید عبدالباری صاحب

۴. مولانا شمس اللہ صاحب ۵. مولانا محمد حسن رضا سلہٹی

پھر مدرسہ اسلامیہ عربیہ کے ناظم مولانا ابوالفضل نے بھی اس کی تصدیق کی.

۲. چاٹگام

مدرسہ ناصر الاسلام فتحپور شہر کے ان علماء نے علماء دیوبند کو حق پر ٹھہرایا۔

۱. مولانا محمد اسماعیل صاحب ۲. مولانا عافی الدین صاحب ۳. مولانا عبد المجید صاحب
۴. مولانا عبد الجلیل صاحب ۵. مولانا محمد علی احمد صاحب ۶. مولانا عبد الغفور صاحب

شہر چاٹگام میں مدرسہ دار العلوم کے مولانا نور محمد صاحب نے اس کی تصدیق کی اور مندرجہ ذیل حضرات نے اس کی تصدیق مزید کی:۔

۱. مولانا محمد امین ۲. مولانا عبد الودود ۳. مولانا مظفر احمد ۴. مولانا امین الدین
۵. مولانا میر مسعود علی ۶. مولانا ابو الحسن محمد عبد الحق ۷. مولانا میر احمد ۸. مولانا محمد عبد الاول
۹. مولانا فیض الکریم ۱۰. مولانا فضل الرحمٰن ۱۱. مولانا محمد عبد المنان ۱۲. مولانا ابو الحسن
۱۳. مولانا افاض اللہ ۱۴. مولانا محمد نذیر احمد ۱۵. مولانا سفیر الرحمٰن ۱۶. مولانا محمد سلیمان
۱۷. مولانا عبد المعبود ۱۸. مولانا محمد خلیل الرحمٰن

چاٹگام کا مدرسہ معین الاسلام ہاٹھہزاری بنگال کا ایک بڑا مرکزی مدرسہ ہے اس کے دار الافتاء کی طرف سے مندرجہ ذیل علماء نے علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا:۔

۱. مولانا مفتی فیض اللہ ۲. مولانا حبیب اللہ ۳. مولانا خلیل الرحمٰن ۴. مولانا افاض الدین
۵. مولانا یعقوب علی ۶. مولانا ضمیر الدین ۷. مولانا صدیق احمد ۸. مولانا عبد الجبار

پھر مولانا محمد ذاکر صاحب مدرس مدرسہ معین الاسلام نے بھی اس فتوی کی توثیق کی چاٹگام کے قصبہ تالگاؤں ڈاک خانہ کا پخنہ کے مولانا فضل الرحمٰن نے بھی اس کی تصدیق فرمائی۔ فتحپور کے مولانا نذیر احمد نے بھی علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا۔ موضع مدارشہ مچھوا کے شیخ جلیل مولانا عبد المجید نے بھی مولانا احمد رضا خاں کے تمام الزامات کو جھوٹا ٹھہرایا اور علماء دیوبند کو مظلوم قرار دیا جن پر مولانا احمد رضا خاں نے طرح طرح کے الزام لگا رکھے ہیں۔

یہ چاٹگام کے ۳۷ علماء کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے جو الزامات علماء دیوبند

پر لگائے ہیں وہ قطعاً ان میں ثابت نہیں ہوتے اور مولانا احمد رضا خاں کی اس تکفیر امت کی واردات میں علماء دیوبند مظلوم ہیں۔

۴۔ سلہٹ

سلہٹ کے علماء ہیں۔ ۱۔ مولانا عبدالرحیم۔ ۲۔ مولانا فضل الرحمٰن۔ ۳۔ اور مولانا عبدالغنی نے اس پر دستخط کیے اور علماء دیوبند کو مظلوم قرار دیا۔

میمن سنگھ کے۔ ۱۔ مولوی عبدالرحیم۔ ۲۔ مولانا صدیق احمد۔ ۳۔ اور مولانا محمد نور نے اس تاریخی دستاویز پر دستخط کیے۔

بنگال کے یہ ۴۲ علماء کبار کی تصدیق ہے کہ علماء دیوبند پر وہ الزامات ہرگز ثابت نہیں ہوتے جو مولانا احمد رضا خاں اور ان کی جماعت کے لوگ ان علماء حق پہ لگاتے ہیں۔ اندال ضلع بردوان کے مدرسہ نوریہ کے مدرس مولانا عبدالقیوم نے علماء دیوبند پہ الزامات لگانے والوں کو گستاخ بدمذہب بددماغ اور طالب دنیا قرار دیا ہے[1]۔

بنگال کے ان علماء کی تصدیقات اور عبارات آپ کو براءت الابرار عن مکائد الاشرار کے صـ ۱۶۷/۱۶۸ صـ ۱۹۰/۱۹۴ صـ ۱۹۸/۲۰۴ صـ ۲۷۰/۲۷۵ صـ ۲۷۸/۳۱۹ صـ ۳۱۹/۳۲۸ اور صـ ۳۶۶ میں ملیں گی۔

علماء کلکتہ کا تاریخی فیصلہ

کلکتہ اور ڈھاکہ صوبہ بنگال کے مرکزی شہر تھے۔ علماء ڈھاکہ کا فیصلہ آپ کے سامنے آچکا۔ اب علماء کلکتہ کا فیصلہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ یہ فیصلہ مدرسہ عالیہ کی طرف سے مولانا عبدالرؤف صاحب قادری نے لکھا اور دیگر بیس علماء نے اس پر دستخط فرمائے۔ مولانا قادری صاحب علماء دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

یہ سب حضرات مسلمان، اہل السنۃ والجماعۃ اور حنفی المذہب تھے کافر نہ تھے

---

[1] براءت الابرار صـ ۱۳۶

جب تک زندہ رہے اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ فقہ حنفی اور احادیث نبوی کی اشاعت میں جو خدمات انہوں نے سرانجام دی ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ انتقال کے بعد بھی ان کا فیض جاری ہے۔ ان کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت دین کی خدمت کر رہی ہے اور دارالعلوم دیوبند اس وقت ہندوستان میں اسلامی تعلیم کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ بعض ہمعصر علماء کو ان کے ساتھ اختلافات تھے ان لوگوں نے محض لفظوں کی گرفت پر تکفیر کی وہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ [۱]

اس تحریر پر پھر مندرجہ ذیل علماء نے تصدیق فرمائی :-

مولانا ابرارالحق صاحب۔ مولانا ابوالمکارم محمد ابراہیم۔ مولانا ممتاز الدین احمد۔ مولانا محمد نوراللہ مدرس مدرسہ عالیہ۔ مولانا محمد اسمٰعیل سنبھلی۔ مولانا محمد حسین۔ مولانا ولایت حسین۔ مولانا محمد جمیل انصاری شمس العلماء۔ مولانا محمد یحییٰ۔ مولانا محمد فضل اللہ (پرگنہ) صدر مدرس مدرسہ قدسیہ۔ مولانا محمد یٰسین صاحب۔ مولانا ابوطاہر محمد یوسف الحنفی مولانا نعمت اللہ مولانا محمد عبدالقیوم۔ مولانا الطاف احمد ہیڈ مولوی اکرا مولانا سید عمیم الاحسان المجددی۔ مولانا عبدالستار مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ۔ مولانا محمد عزیزالرحمٰن امام مسجد جمال الدین مرحوم مولانا ابویحییٰ محمد عبدالرؤف جبدی برکاتی۔ [۲]

ہم پہلے بنگال کے ۴۲ علماء کرام کے نام دے آئے ہیں جنہوں نے ان اختلاف میں مولانا احمد رضا خاں کی کسی بات کو لائق توجہ نہیں سمجھا اور کھل کر علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا اب یہ کلکتہ کے بیس علماء کو شامل کریں تو یہ عدد باسٹھ ۶۲ کا ہوجاتا ہے۔

فرحمھم اللہ تعالیٰ

---

[۱] براءت الابرار صفحہ ۴۰ [۲] ایضاً صفحہ ۴۱

④ بہار

ہندوستان کا یہ بھی ایک بڑا صوبہ ہے۔ جہاں مسلمان کثیر تعداد میں آباد ہیں۔ خان صاحب نے اہل سنت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کے لیے جو عقائد علماء دیوبند کے ذمہ لگائے۔ بہار کے ان علماء کرام نے علماء دیوبند کو ان تمام الزامات سے بری قرار دیا اور بتلایا کہ صحیح اہل السنۃ والجماعت یہی لوگ ہیں جو اسلام میں شرک و بدعت کے کسی عمل کو راہ نہیں دیتے۔

بہار کے ضلع پٹنہ میں پھلواری شریف ایک معروف خانقاہ ہے وہاں کے دفتر امارت شرعیہ سے یہ فتویٰ صادر ہوا:-

علماء دیوبند اور ان کے متبعین مسلمان ہیں اور امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے پیرو ہیں۔ مذکور فی السوال علماء کا شمار متورع (پرہیزگار) علماء میں ہے ان کو کافر کہنا معصیت کبیرہ ہے۔[1]

مولانا محمد عثمان غنی نے دفتر امارت شرعیہ کی طرف سے اس بیان پر ۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ کو دستخط کیے اور حق کی شہادت دی۔

پھر صوبہ بہار کے شہر گیا کے نامور عالم مولانا ولایت حسین نے اس پر دستخط کیے مولانا ولایت حسینؒ کی کتاب کشف التلبیس تین حصوں میں ہے جسے بھیرہ کے مولانا ظہور احمد بگوی نے جامع مسجد بھیرہ سے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ بگوی خاندان کے مورث اعلیٰ مولانا احمد الدین بگویؒ نے بھی کھل کر حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے حق میں بیان دیا تھا۔

مولانا ولایت حسین رنگون میں خلفشار پیدا کرنے والے مولانا حشمت علی کے بارے میں لکھتے ہیں:-

ایسے کور باطن سیاہ بختوں کو جہاں تک ناقابل التفات سمجھا جائے وہی بہتر ہے اور عام مسلمانوں کو ان کی موانست اور مجالست سے بچنا اور بچانا لازم

[1] براءۃ الابرار صد

..... بریلوی دارالتکفیر کی خرافات کا تفصیلی جواب جس کو دیکھنا ہو وہ مولانا
مرتضیٰ حسن دیوبندی سلمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف کو دیکھے۔[۱]

پھر اس پہ مدرسہ اسلامیہ گیا کے صدر مدرس عمدۃ المحققین مولانا محمد خیر الدین نے بھی دستخط کیے۔ پھر مدرسہ امدادیہ دربھنگہ کے دارالافتاء کی طرف سے مندرجہ ذیل علماء کرام نے بھی اس پہ دستخط کیے:۔

۴۔ مولانا مفتی عبدالحفیظ صاحب ۵۔ مولانا محمد طیب ۶۔ مولانا محمد زکریا ۷۔ مولانا عبدالولی
۸ مولانا عبدالباری۔

صوبہ بہار میں مونگیر میں جامعہ رحمانی بھی ہندوستان کی مشہور درسگاہ ہے۔ اس کے مولانا نعیم الدین اور مولانا ابو السیف رحمانی نے بھی علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا:۔

جو شخص ان حضرات کی تکفیر کرتا ہے اور ایسے بہترین لوگوں کے متعلق
زبان درازی کرتا ہے وہ آسمان پر خاک ڈالتا ہے اور اپنی عاقبت
خراب کرتا ہے[۲]

پھر دربھنگہ کے ان سولہ علماء کبار نے دیوبند کے حق میں دستخط کیے اور
انہیں پکا اہل السنۃ والجماعۃ ٹھہرایا۔[۳]

۱۔ مولانا مفتی عبدالحفیظ ۲۔ مولانا سراج احمد ۳۔ مولانا عبدالواحد
۴۔ مولانا عبدالرحیم ۵۔ مولانا ابو حمید ۶۔ مولانا عبدالرحمٰن
۷۔ مولانا محمد مظفر حسین ۸۔ مولانا محمد سلیمان ۹۔ مولانا توحید الحسن
۱۰۔ مولانا عبداللہ ۱۱۔ مولانا محمد مفیض الدین ۱۲۔ مولانا عبدالغنی
۱۳۔ مولانا عبدالرشید ۱۴۔ مولانا محمد سلیمان ۱۵۔ مولانا عبدالوہاب
۱۶ مولانا محمد عبدالعزیز

---

[۱] براءت الابرار ص۱۴۸ [۲] ایضاً ص۲۱۱ [۳] ایضاً ص۲۹۹

بہار کے شہر سمستی پور کے مشہور عالم مولانا احمد حسین[۱۴] نے بھی اس پہ دستخط کیے اور لکھا:

جن اکابر علمار کو حشمت علی کافر کہتا ہے وہ سب کے سب ہمارے مقتدار عالم علم شریعت و طریقت اور ماہر رموز حقیقت و معرفت تھے...... ان بزرگوں کو جو کوئی کافر کہے وہ خود بے دین اور کافر ہے۔[له]

یہ بہار کے ستائیس علمار کبار کی تصدیق ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اپنی اس تکفیری واردات میں حق پر نہیں اور یہ کہ علمار دیوبند ان الزامات میں قطعًا مظلوم ہیں جو مولانا احمد رضا خاں اور مولانا حشمت علی نے ان کے ذمہ لگائے اور امتِ مسلمہ کو اپنی اس تیغ تکفیر سے گھائل کیا۔

⑤ لکھنؤ

لکھنؤ بھی ہندوستان کا ایک علمی مرکز رہا ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی کا فتویٰ پورے ہندوستان میں چلتا تھا علمار فرنگی محل کا مرکز بھی یہی رہا ہے۔ دارالعلوم ندوۃ العلما بھی یہیں ہے۔ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی کی درسگاہ بھی یہیں تھی۔ حضرت مولانا عین القضاۃ کا مدرسہ عالیہ فرقانیہ یہیں تھا جہاں پورے ہندوستان سے علمار کھنچے چلے آتے تھے مولانا احمد رضا خاں کے اس تکفیری معرکہ میں مندرجہ ذیل علمار نے علمار دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا۔ اور مولانا احمد رضا خاں کو قصوروار ٹھہرایا:

۱. مولانا عبدالمجید ندوی شبلی ہوسٹل لکھنؤ ۲. مولانا محمد عبدالوحید الندوی

۳. مولانا شبلی مدرس دارالعلوم ندوہ ۴. مولانا محمد سعید الندوی

علمار فرنگی محل کی طرف سے ان علمار نے علمار دیوبند کے حق میں دستخط کیے اور

له براءت الابرار ص۲۶۳

۱. مولانا حجۃ اللہ الانصاری محمد شفیع فرنگی محلی ۲. مولانا محمد ایوب فرنگی محلی

۳. مولانا عزیز الرحمن نقشبندی مجددی ۴. مولانا محمد ایوب فرنگی محلی ۵ مولانا انوار الحق فاروقی لکھنوی

اس کے ضلع بارہ بنکی میں زید پور کے مدرسہ امداد العلوم کے مولانا عبد الغنی[۱۰] ایک بڑے محقق عالم گزرے ہیں۔ انہوں نے بھی علماء دیوبند کے حق میں دستخط کیے۔ بارہ بنکی کے قصبہ رودولی کے مولانا الطاف[۱۱] الرحمن النعمانی نے بھی اس پہ دستخط کیے۔ مولانا سید مرتضیٰ حسین[۱۲] رضوی رودلوی نے بھی اس فیصلہ کی حمایت میں اس پہ دستخط کیے۔

بارہ بنکی کے ڈاک خانہ بھیلسر میں ان دنوں ایک مشہور فقیر صوفی[۱۳] محمد ابراہیم تھے جنہیں باطنی خدمت پہ مامور من اللہ کہا جاتا تھا انہوں نے بھی علماء دیوبند کو حق پہ ٹھہرایا۔

شہر بارہ بنکی کے مدرسہ عربیہ دار العلوم کی طرف سے مولانا محمد[۱۴] اسماعیل نے تمام علماء دیوبند اور ان کے دہلوی اکابر کے بارے میں لکھا۔

> یہ کل حضرات علماء حق اور العلماء ورثۃ الانبیاء کے درجہ میں داخل ہیں۔ ان علماء کی شان میں سوء ادبی کرنا سخت گناہ ہے اور فسق و فجور کا طوق گلے میں لٹکانا ہے۔ [۱]

پھر اس پہ مولانا عبد القیوم[۱۵] صاحب مدرس دار العلوم شہر بارہ بنکی نے بھی دستخط فرمائے۔

حضرت مولانا عبد الشکور[۱۶] لکھنوی نے بھی مولانا احمد رضا خاں کے اس معرکہ تکفیر میں نہ صرف علماء دیوبند کی تصدیق کی بلکہ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے پیرووں کے سامنے علماء دیوبند کی وکالت بھی کرتے رہے۔ لکھنو کی ان سولہ شہادتوں کے بعد اب آئیے ہم آپ کو اعظم گڑھ لے چلیں اودھ کے ضلع ہردوئی کی تصدیقات ہم آگے ایک مستقل عنوان سے ذکر کریں گے۔

---

[۱] براءت الابرار ص ۱۲۹

⑥ اعظم گڑھ

عیدگاہ سرائے میر میں بیت العلوم ایک مدرسہ ہے اس کے مولانا عبدالغنی نے علماء دیوبند کے بارے میں لکھا ہے:۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی و نیز علماء دیوبند متبع سنت سید المرسلین ہیں جماعت اہل حق کے سرتاج و پیشوا ہیں۔ ان کو کافر کہنے والا گمراہ اور بددین ہے [1]

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی بھی اعظم گڑھ سے تھے آپ مولانا شبلی نعمانی کے شاگرد تھے۔ آپ علماء دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

جن لوگوں کے نام اوپر لکھے ہیں وہ صلحائے امت میں سے ہیں۔ ان کی تکفیر و تفسیق درست نہیں وہ لوگ اہل السنۃ والجماعۃ اور حنفی ہیں۔

مولانا محمد عمر اعظم گڑھی نے بھی علماء دیوبند کے حق میں رائے دی ہے۔ مولانا عبدالرؤف نے ان کی خدمت میں بھی استفتاء بھیجا تھا جو ۱۰۲ کے تحت طبع ہے اور اس کا جواب براءۃ الابرار کے ص ۳۲۵ میں بڑی تفصیل سے مذکور ہے

آیئے اب آپ کو ان دور کی ریاستوں میں لے چلیں جو دیوبند اور بریلی دونوں سے بڑی مسافت پر ہیں اور پھر ان سے یہ فیصلہ کرائیں کہ احمد رضا خاں نے جو الزامات علماء دیوبند کے ذمہ لگائے کیا ان میں کچھ بھی واقعیت ہے یا یہ سارا دھندہ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے پیرووں کی ضد کے باعث وقوع میں آیا ہے۔

۱۔ ریاست ٹونک (عدالت شرع)

براءۃ الابرار کے ص ۹۳ پر ان پانچ علماء کی تصدیق ثبت ہے۔

---

[1] براءت الابرار ص ۱۱۱

مولانا ابوالحسن . مولانا محمد حسین . مولانا احمد مجتبیٰ . مولانا قاضی محمد عرفان . مولانا عبدالرحیم

۲. ریاست بھوپال

مولانا محمد عبدالہادیؒ اور مولانا محمد عبدالرحمٰنؒ دونوں مجلس علماء کے سرکاری رکن ہیں مولانا مفتی محمد حسنؒ ریاست بھوپال کے سرکاری دارالافتاء کے مفتی ہیں ، ریاست بھوپال کے ان تینوں کا فیصلہ یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان اپنے ان الزامات میں ہرگز حق پہ نہیں اور علماء دیوبند اہل السنۃ والجماعۃ عقیدے کے ہیں .

اصل عبارات کے لیے براءۃ الابرار ص۹۴ ص۹۵ ص۲۸۸ ملاحظہ فرمائیں . .

۳. ریاست رامپور

حضرت علامہ مفتی سعد اللہ مرحوم کے جانشین مولانا مفتی اسد اللہ مقیم بنگلہ آزاد خاں ریاست رام پور لکھتے ہیں :-

کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کی نسبت بھی کافر ہونے کا عقیدہ رکھنا موجب کفر ہے چہ جائیکہ ان علماء کو جن کی شان میں صریح حدیث وارد ہے کافر کہنا یقیناً قائل کو کافر بنا دے گا . اس پر توبہ اور تجدید اسلام و نکاح فرض ہے[1]

۴ - ریاست بہاول پور

ریاست کے سرکاری دارالافتاء کی طرف سے شیخ الجامعہ العباسیہ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی نے اکابر علماء دیوبند کے بارے میں لکھا آپ پیر مہر علی شاہ کے خلیفہ تھے

اکابر علماء دین ہرگز کافر نہیں ہیں بلکہ بڑے اولیاء اللہ ہیں .[2]

۵ . ریاستِ اسلامی حیدر آباد دکن

رنگون کے مولانا عبدالرؤف کے استفتاء کے جواب میں حضرت مولانا سید صبغۃ اللہ شاہ نے ریاست اسلامی حیدر آباد سے مندرجہ ذیل جواب لکھا :-

---

[1] براءۃ الابرار ص۲۶۲ [2] ایضاً ص۹۸

اگر ہمارے اکابر علماء دیوبند کی تصنیفات و تالیفات تحریریں و تقریریں بامعان نظر دیکھیں جائیں تو یہ امر بالکل واضح ہو جائے گا کہ یہ ارباب باطن تمام اصولی و فروعی جزوی و کلی امور دین میں خواہ وہ ازقبیل اعتقادیات ہوں یا از قسم عملیات ہوں کتاب و سنت کی اتباع — ائمہ اربعہ کی تقلید — سلاسل مشہورہ صوفیہ کی اقتداء — کو قابل اہتداء تسلیم فرما رہے ہیں — رہیں وہ بعض مزخرفات جو ان علماء امت کی ذاتِ گرامی کی طرف اہل ہویٰ نے شہرت طلبی و نفس پرستی کے جذبات و احساسات سے متأثر ہو کر منسوب کر دی ہیں۔ حاشا و کلا کہ ان کے قلوب صافیہ میں اس قسم کے ظلماتی وساوس — شیطانی خطرات بھی گزرے ہوں۔ انشاء اللہ المستعان کل کو یوم الفصل میں اس معرکہ حق و باطل کا آخری اور حتمی فیصلہ ہو کر رہے گا — ہم اہل بدعۃ کو صاف صاف بتلا دینا چاہتے ہیں کہ یہ اکابر ان اتہامات سے بالکل پاک اور مبرا ہیں اور مسئلہ تکفیر میں ویسی ہی احتیاط برتتے ہیں جو حنفیت صحیحہ کا مقتضیٰ ہے۔[1]

اس تحریر پر پھر ان چھ علماء اعلام کی تصدیق ثبت ہے:-

۱۔ مولانا سید محمد اکبر حیدرآبادی ۲۔ مولانا نورالحسن حیدرآبادی ۳۔ مولانا عبداللطیف حیدرآبادی

۴۔ مولانا محمد عثمان مالیگانوی ۵۔ مولانا محمد مصطفیٰ مدراسی ۶۔ مولانا محمد رحمۃ اللہ الفاروقی

علمائے فیض آباد

حضرت مولانا فخرالحسن ٹانڈوی نے علماء دیوبند کے بارے میں لکھا:-

ان کو کافر کہنے والا سخت گناہگار ہے اس کے ایمان کی خیر نہیں جس طرح

---

[1] براءۃ الابرار ص ۳۳۸

روافض حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ وغیرہم کو العیاذ باللہ بُرے لقب سے تبرا بکتے ہیں، ویسے ہی مبتدعین ان حضرات کو (علمائے دیوبند کو) بُرا کہتے ہیں۔[1]

پھر اس پر مولانا رحیم اللہ، مولانا بشیر احمد خاں، مولانا عبدالوہاب نے دستخط کیے۔ مدرسہ اسلامیہ درگاہ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد کے مولانا عبدالباقی لکھتے ہیں:۔

علماء دیوبند پکے راسخ العقیدہ مسلمان سنی حنفی اور صحیح معنوں میں وارث انبیاء ہیں اور ظاہری اسباب میں، انہی کے فیض سے ہندوستان میں شعائر اسلامیہ کا وجود ہے اور تمام عالم اس وقت ان کے انوار علم و قدس سے معمور ہو رہا ہے۔[2]

کچھوچھہ شریف کے جوار میں ایک قصبہ ہنسور ہے۔ وہاں کے مفتی حمید الدین نے علماء دیوبند کے حق میں ایک پورا مضمون لکھا ہے اور پھر اس کی مولانا عبدالرحمٰن، مولانا عبدالرؤف، مولانا عبدالحیٔ اور مولانا عبدالعزیز نے بھی تصدیق فرمائی۔ مولانا محمد ایوب صاحب صدیقی نے بھی اس پر ایک مفصل بحث لکھی اور مولانا عبدالکریم قادری نے اس پر دستخط فرمائے۔

پھر مدرسہ کنز العلوم ٹانڈہ کے مولانا محمد نعیم اللہ نے اس پر سات صفحے کا ایک مفصل فتویٰ لکھا اور اس پر مولانا وکیل الدین، مولانا نصرت علی اور مولانا علیم اللہ صاحب نے دستخط کیے۔

پھر موضع سلونی ضلع فیض آباد کے مولانا عبدالرب نے اپنا فیصلہ علماء دیوبند کے حق میں دیا۔

پھر مغلپورہ فیض آباد کے مدرسہ احمدیہ حنفیہ کے مفتی مولانا ضرغام الدین نے اس پر چار صفحے کا جواب لکھا اور اس پر مولانا احمد میاں انصاری مدرس مدرسہ رحمانیہ فیض آباد نے بھی دستخط فرمائے۔

ٹانڈہ کے مولانا بشیر احمد نے بھی تین صفحات میں علمائے دیوبند کی تائید کی اور اس پر

---

[1] برات الابرار ص۱۴
[2] ایضاً ص۱۳۷

حضرت مولانا بشیر احمد[۲۱] نے بھی دستخط فرمائے

پھر مولانا سید شاہ وجیہ الدین اشرف[۲۲] سجادہ نشین آستانہ عالیہ کچھوچھہ شریف نے بھی مولانا احمد رضا خاں کے فتویٰ کے خلاف یہ فیصلہ صادر فرمایا:۔

میرا عقیدہ ہے کہ علمائے دیوبند کافر نہیں۔ علماء سلف نے مسئلہ تکفیر میں نہایت احتیاط سے کام لینے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی اس مسئلہ میں بہت احتیاط برتتے تھے۔ مگر آج کل کے مولوی مسلمان کو کافر کہہ دینا ایک معمولی بات سمجھتے ہیں ——علماء رضاخانی اس کے دعویدار ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ اہانتِ رسول کا مجرم ہے۔ لہٰذا ایسے عقیدہ رکھنے والے کافر ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان کی روشنی ہوگی وہ ہرگز اہانتِ رسول کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ علمائے دیوبند[۱]

پھر اس فیصلے پر مولانا سید عبدالحی اشرف[۲۳] نے بھی دستخط کیے۔

چک داؤد پور (نزد ٹھنسور) کے مولانا محمد یوسف صاحب[۲۴] اور راجہ دھیا ضلع فیض آباد کے مولانا عبدالرشید[۲۵] صاحب خطیب جامع مسجد بابری نے بھی مولانا احمد رضا خاں کے خلاف اپنا فیصلہ علماء دیوبند کے حق میں دیا۔ فجزاھما اللہ احسن الجزاء۔

یہ پچیس علماء فیض آباد کی تصدیق ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے علماء دیوبند کی جن عبارات سے کفریہ مضامین اخذ کیے ہیں ان عبارات میں ہرگز کوئی کفر کی بات نہیں یہ خانصاحب کی محض ضد ہے جس کے باعث وہ اہل السنۃ والجماعۃ کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کی مہم اٹھائے ہیں۔ علماء حق ان کی اس تکفیری کارروائی میں کبھی ان کا ساتھ نہ دیں گے۔ ان علماء کے تفصیلی فتووں کے لیے کتاب براءۃ الابرار کا صفحہ ۱۱۴ صفحہ ۱۳۵/۱۳۹ صفحہ ۱۴۴/۲۲۰ صفحہ ۲۷۷/۲۸۸ صفحہ ۳۶۰/۳۶۲ اور صفحہ ۲۷۸ مطالعہ فرمادیں

---

[۱] براءۃ الابرار صفحہ ۳۶۱

علماء مراد آباد

(۱) مدرسہ رحمانیہ ٹانڈہ بادلی ضلع مراد آباد کے صدر مدرس حضرت مولانا سید محمد[۱] علی نے علماء دیوبند کے حق میں چار صفحات کا ایک مفصل فتویٰ تحریر فرمایا۔

(۲) شاہی مسجد مراد آباد کے مولانا محمد اسماعیل[۲] صاحب نے بھی علماء دیوبند کے حق میں اپنا فیصلہ صادر فرمایا۔

(۳) مدرسہ عربیہ عالیہ جلیہ امروہہ کے مولانا فضل[۳] احمد نے بھی علماء دیوبند کے حق میں اپنا فیصلہ دیا جس پر مولانا محمد[۴] انوار الحق صدر مدرس مدرسہ عربیہ عالیہ۔ مولانا قمر الدین[۵]۔ مولانا محمد یعقوب[۶]۔ مولانا رشید احمد[۷] ارکانی۔ مولانا سراج احمد[۸] امروہی۔ مولانا سید[۹] لائق علی۔ مولانا محمد زمان[۱۰] فیروزپوری۔ مولانا محمد اعجاز حسین[۱۱]۔ مولانا محمد[۱۲] رضا حسن۔ مولانا محمد[۱۳] صابر امروہی اور مولانا محمد حسین[۱۴] ارکانی نے دستخط کیے

(۴) پھر بچھرالیوں ضلع مراد آباد کے مولانا سعید[۱۵] احمد نے علماء دیوبند کے حق میں اپنا فیصلہ دیا۔ اور اس میں لکھا۔

> بریلوی جماعت بندگانِ شکم پرور کے بکنے سے علماء حقانی پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔[۱]

(۵) مدرسہ قادریہ حسن پور ضلع مراد آباد کے صدر مدرس مولانا ولی[۱۶] محمد نے بھی علماء دیوبند کے حق میں اپنا فیصلہ دیا اور اس پر مولانا عبد[۱۷] الغفور۔ مولانا محمود[۱۸] احمد۔ مولانا احمد[۱۹] شاہ اور مولانا میر نوازش حسین[۲۰] مدراسی نے دستخط فرمائے۔

(۶) جامع مسجد امروہہ (محلہ ملانا) کے مولانا انوار[۲۱] الحق عباسی نے بھی اس نزاع میں علماء دیوبند کو حق پر قرار دیا اور ان کے فیصلے کی مولانا عبد[۲۲] الرحیم۔ مولانا رضا حسن[۲۳]۔ مولانا اشتیاق احمد[۲۴] مولانا عبد[۲۵] القدوس

---

[۱] براءت الابرار صفحہ ۲۸

مولانا عبدالعزیز[26]، مولانا اعجاز حسین[27]، مولانا تجمل علی[28] اور مولانا محمد یوسف[29] نے توثیق فرمائی

⑤ مدرسہ امدادیہ مراد آباد کے دارالافتاء کی طرف سے مولانا مفتی خلیل احمد صاحب[30] نے اس افتاء پر جواب صادر فرمایا۔ اور حضرت مولانا مرتضیٰ حسن[31] اور مولانا میرک[32] شاہ صاحب اندرابی نے اس کی توثیق کی۔

مراد آباد کے ان بتیس[32] علماء کے مفصل فتاوے آپ کو براءۃ الابرار کے ص ۲۰۴/۲۵۵ ص ۲۸۸/۲۸۰ ص ۳۵۸/۳۷۹ ص ۴۳۰ اور صد میں ملیں گے۔

بمبئی اور سورت

آیئے اب آپ کو بمبئی اور سورت لے چلیں :-

① حضرت مولانا مفتی علی حسن سرہندی مقیم بمبئی

آپ نے دس صفحوں میں استفتاء کا جواب دیا ہے اور بریلویوں کو یوں مخاطب کیا ہے:-

فیا ایھا البریلویون الضالون المضلون الدجالون البطالون انکم لتقولون منکرًا من القول وزورًا ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا ..... ولا تقعدوا بکل صراط توعدون وتصدون عن سبیل اللہ تبغونھا عوجًا۔[1]

② حضرت مولانا مفتی محمد تقی الصدیقی مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤں ضلع ناسک (بمبئی)

آپ نے چودہ صفحوں میں اس استفتاء کا جواب دیا ہے۔

اکابر علماء دیوبند اور ان کے تمام متعلقین و معتقدین ہرگز کافر نہیں ہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان ہیں اور دینی و علمی خدمات جو علماء دیوبند سرانجام دے رہے ہیں ایسی خدمات کسی کو آج تک نصیب نہیں ہوئیں۔ تدریسی، تصنیفی، تبلیغی غرضیکہ ہر خدمت ان حضرات کو نصیب ہوئی اور سینکڑوں مدارس

---

[1] براءت الابرار ص ۱۷۷

ہندوستان میں بسر پرستی دارالعلوم دیوبند قائم ہیں اور لاکھوں آدمی ان مدارس کے فیوض سے بہرمند ہوئے اور ہورہے ہیں اور یہی علامت قبولیت کی ہے اور علماء دیوبند اعلیٰ درجہ کے اہلسنت وجماعت ہیں اور کوئی عقیدہ بال بھر بھی ان حضرات کا اہل السنۃ وجماعۃ کے خلاف نہیں ہے۔[1]

(۳) مدرسہ عربیہ محمدیہ وریاؤ ضلع سورت کے مولانا محمد بن اسماعیل کفلیتوی آپ نے چھ صفحوں میں اس استفتاء کا جواب دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں :-

اگر سنت نبوی اور مذہب حنفی کے سچے پیروکار ہند میں تھے یا ہیں تو یہی حضرات مذکورین فی السوال تھے اور آج ان کے متبعین ہیں۔[2]

(۴) حضرت مولانا مفتی مہدی حسن مفتی راندھیر ضلع سورت نے تفصیل سے جواب لکھا۔ آپ کے اس جواب پر مولانا احمد نور، مولانا سید شرف الدین، مولانا نورالدین اور مولانا محمود الحسن اجمیری کے دستخط موجود ہیں۔ پھر مولانا مفتی محمد صدیق مدرس مدرسہ اشرفیہ راندھیر لکھتے ہیں :-

ہندوستان میں ایک فرقہ مبتدعہ ضالہ جدید پیدا ہوا ہے جو اپنے عقائد و اعمال میں روافض و خوارج سے کم نہیں۔ ان کا مطمع نظر اور افضل اعمال اہل السنۃ والجماعۃ کے اکابر علماء و اولیاء کی تکفیر ہے جو عوام المسلمین کو طرح طرح کے دھوکہ اور دغابازی سے طریقہ حقہ اہل سنت اور اس کے اکابر سے بدظن کرکے فرقہ ضالہ رضائیہ میں آنے کی ترغیب دیتا ہے اس کے ایک فرد مولوی حشمت علی بھی ہیں۔[3]

پھر اس فتویٰ پر مولانا محمد حسین مدرس مدرسہ اشرفیہ راندھیر نے بھی دستخط کیے اور پھر اس پر ایک مستقل فتویٰ بھی دیا۔[4]

---

[1] براءت الابرار صفحہ ۱۴۶ [2] ایضاً صفحہ ۱۸۰ [3] ایضاً صفحہ ۲۱۵ [4] دیکھئے براءت الابرار صفحہ ۲۱۳

لاجپور ضلع سورت

① حضرت شاہ صوفی سلیمانؒ لاجپوری ہندوستان کے ایک مشہور ولی اللہ گذرے ہیں ان کے نواسے حضرت مولانا محمد یوسف لاجپوری ایک بلند پایہ عالم تھے۔ ان کے پاس بھی رنگون سے وہ استفتاء آیا۔ اس روحانی مرکز سے علماء دیوبند کے بارے میں یہ تأثر موصول ہوا۔

یہ حضرات اپنے زمانہ کے محدث۔ فقیہ۔ شیخ۔ ولی۔ کامل صوفی۔ پابند مذہب حنفی اور امام ابو حنیفہؒ کے مقلد تھے۔ چنانچہ ان کے فتاوے اور انکی تصنیفات اس پر شاہد عادل ہیں۔ حدیث و فقہ اور تفسیر وغیرہ علوم میں انکی تالیفات عربی۔ فارسی اور اردو زبان میں موجود ہیں۔ جو ان حضرات کو کافر کہتا ہے (جیسے حشمت علی) اس کو ابھی تک کفر و ایمان کی صحیح تعریف ہی نہیں معلوم نیز اس کے نزدیک پھر کوئی مسلمان ہی نہیں[1]

② مولانا مرغوبؒ احمد لاجپوری

حضرات علماء دیوبند اور ان کے تلامذہ کثر اللہ امثالہم سچے سنی اور پکے حنفی ہیں۔ اور حضرات علماء مسئولین فی السوال علمائے حقانی اور فضلاء ربانی تھے۔ ان حضرات نے دین اسلام اور علوم اسلامیہ تفسیر حدیث اور فقہ کی جو خدمت کی ہے اس کی مثال دوسرے علماء میں نہیں ملتی[2]۔

پھر حضرت مولانا ابراہیمؒ اسمٰعیل صاحب نے بھی اس فیصلے پر دستخط کیے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

③ مولانا سید عبدالحیؒ لاجپوری

حضرات علماء دیوبند کثر اللہ امثالہم احیاء سنت میں سعی کرنے والے اور

---

[1] براءت الابرار ص ۲۴۹ [2] ایضاً ص ۲۵۱

بدعت اور بدعت کی بیخ کنی میں مستعد رہتے ہیں۔ یہ مقدس حضرات اور ان کی پوری جماعت مسائل فرعیہ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں[1]۔ حضرت کے اس فیصلے پر پھر حضرت مولانا عبد الحفیظ نے بھی دستخط ثبت فرمائے

علماء جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سُورت

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن عثمانی نے مندرجہ ذیل فیصلہ لکھا اور پھر دیگر علماء کرام نے اس پر دستخط فرمائے :-

یہ حضرات سچے اور پکے مسلمان اور کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلکِ ائمہ ہدیٰ اور سلف صالح کے حقیقی پیرو اور طریقہ اہلسنت والجماعت کے چشم و چراغ اور مذہب اسلام کی صحیح تعلیم کے برگزیدہ ترین داعی ہیں۔ ان پیجران سنت ہدیٰ کو جس سیاہ باطن نے کافر کہا اس نے عاقبت کی دائمی روسیاہی مول لی ہے[2]

اس پر دستخط کرنے والے علماء میں مولانا محمد ادریس[2] صاحب۔ مولانا احمد[3] مہتمم مدرسہ۔ مولانا عبد[4] الجبار۔ مولانا عبد العزیز[5]۔ مولانا محمد اسماعیل[6] کالا کاچھوری۔ مولانا محمد ابراہیم[7] ڈابھیلی۔ مولانا سراج احمد[8] رشیدی۔ مولانا غلام[9] اللہ خان۔ مولانا محمد یامین[10]۔ مولانا محمد یحییٰ صدیقی[11]۔ مولانا حبیب[12] اللہ سلطان پوری۔ مولانا عبد[13] السلام لاجپوری۔ مولانا محمد[14] ابراہیم۔ مولانا مفتی محمد ریاست[15] خاں حیدر آبادی۔ علامہ غلام مصطفٰے[16] کشمیری۔ مولانا[17] عرفان علی سلچری۔ مولانا مظہر حسین[18] مرشد آبادی۔ مولانا محمد اسحق[19] ہزاروی۔ مولانا محمد خلیل شاہ[20] پوری۔ مولانا میاں گل پشاوری[21]۔ مولانا اکبر شاہ[22] پشاوری۔ مولانا عبد[23] الوارث پشاوری۔ مولانا عبد السلام[24] اکیابی۔ مولانا فضل حسین[25] گجراتی۔ مولانا امیر حسن[26] پشاوری۔ مولانا محمد نعمت[27] اللہ میمن سنگی۔ مولانا نور محمد[28] فیض آبادی۔ حافظ محمد حسن کیمبلپوری[29]۔ مولانا فیض اللہ منوری[30]۔ مولانا محمد حسن اعظمی[31]

---

۱ برارت الابرار صہ ۲ ایضاً ص ۲۸۲

مولانا ولی محمد[۳۲] پانہپوری. مولانا عبدالحق[۳۳] سندھی. مولانا عبداللہ[۳۴] گجراتی. مولانا امیرالدین[۳۵] میمن سنگی. نواکھلی کے مولانا علی[۳۶] اکبر. مولانا محمد موسیٰ[۳۷] نوشاروی. مولانا عبدالرحمٰن[۳۸] کمرلائی. مولانا عبدالحکیم شاہجہانپوری[۳۹]. مولانا محی الدین[۴۰] احمد میمن سنگی. مولانا ابوالہاشم[۴۱] چاٹگامی. مولانا محمد قامت اللہ[۴۲] کمرلائی. نواکھلی کے مولانا[۴۳] عبدالرزاق. بہار کے مولانا ابوسلمہ[۴۴] محمد شفیع. مولانا نذیر احمد[۴۵] چاٹگامی. مولانا عبدالرحیم[۴۶] برسالی. اور سرگودھا کے فاضل جلیل مولانا عبدالعزیز[۴۷] شاہ صاحب. ڈیرہ اسماعیل خان کے مولانا اسماعیل[۴۸] فرید. مولانا عبدالعزیز[۴۹] سندھی. مولانا بہاؤ الدین[۵۰] کابلی. مولانا محمد حنیف[۵۱] ہزاروی. اور حضرت مولانا عبداللہ[۵۲] شاہ پنجابی گجراتی کے دستخط ثبت ہیں.

ان باون[۵۲] سے زائد علماء نے بالاتفاق مولانا احمد رضا خاں اور مولانا حشمت علی لکھنوی کے موقف کو غلط قرار دیا اور علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا.

○ حضرت مولانا علی محمد صاحب تماجوی (ضلع سورت)

ان برگزیدہ حضرات کو کافر کہنا (نعوذ باللہ من ذلک) یا ان کے اسلام میں شک کرنا ایسا ہی ہے جیسا آفتاب کا انکار کرنا ہے. حشمت علی رضاخوانی اور ان جیسے لوگوں کے نزدیک جب ان بڑے بڑے علماء و اتقیاء کے اسلام کی کچھ حقیقت نہیں اور یہ حضرات اسلام سے خارج ہیں تو پھر خدا جانے یہ ان عام مسلمانوں کو کیا کہتے ہوں گے...... امت مرحومہ پر رضاخانیوں کا اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہوگا کہ علماء دیوبند کے پردہ میں ساری دنیا کے مسلمانوں کو کفر میں لپیٹ لیتے ہیں. کہتے ہیں کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے العیاذ باللہ. یہ انہی کا جگر اور کلیجہ ہے کہ اتنا بڑا کلمہ کہہ کر خوش ہوتے ہیں.... آج دنیا میں سینکڑوں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمان ہیں جو علماء دیوبند کو پکے مسلمان بلکہ بزرگانِ دین میں شمار کرتے ہیں تو کیا یہ سب کے سب اسلام سے خارج ہو گئے.[۱]

---

[۱] براءت الابرار صد ۲۵۳

اس پر مولانا نصر اللہ صاحب نے بھی دستخط ثبت فرمائے۔

○ مدرسہ عربیہ تعلیم الاسلام آنند کھیڑا (علاقہ گجرات)

علاقہ دیوبند سہارنپور تھانہ بھون اور ان کے متبعین خالص اہل السنۃ و الجماعۃ ہیں۔ محض سنی سنائی باتوں سے بدگمان ہو کر ایسے جلیل القدر اور حق پرست علماء کے فیض سے محروم رہنا انتہا درجہ کی بدقسمتی ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ان علماء سے عقیدت رکھتے ہیں اور ان کے اقوال و فتاویٰ پر عمل کر کے سعادت دارین حاصل کرتے ہیں۔

اس فیصلے پر ان حضرات کے دستخط ہیں:۔

۱۔ مولانا حمید الدین ہزاروی مدرس اوّل مدرسہ عربیہ تعلیم الاسلام آنند کھیڑا۔
۲۔ مولانا غلام نبی تارا پوری مہتمم مدرسہ۔ ۳۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحب
۴۔ اور حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب تارا پوری۔

○ مسجد شیر پور بندرا گجرات کاٹھیاواڑ کے امام مولانا محمد احسن کا فیصلہ بھی ملاحظہ کیجئے:

علماء دیوبند وغیرہ جملہ حضرات مذکورین اور ان کے متعلقین سب کے سب موحد ہیں اور امور شرعیہ فرائض اور واجبات حتیٰ کہ مستحبات و نوافل پر بھی التزام کرنے والے ہیں..... تو ان کی تکفیر یقیناً ناجائز اور حرام ہوگی۔ بلکہ مکفر کو خود ہی حسب تصریح سابق کافر بنا دے گی جب کہ ان علماء کے کفر کا اعتقاد بھی ہو۔ ایسے شخص پر تجدید اسلام و نکاح اور آئندہ اس قسم کے امور و اقوال سے احتراز ضروری ہے۔[1]

اس فیصلے پر پھر مولانا عبد الرحمٰن صاحب اور مولانا عبد اللطیف صاحب نے بھی تصدیقی دستخط فرمائے۔

---

[1] براءت الابرار صہ ۴۳

○ حضرت مولانا احمد علی مہتمم مدرسہ انوار الاسلام نگرواڑہ ریاست بڑودہ کا فیصلہ

"علماء دیوبند اور ان کے اکابر سب سنی حنفی اور دیندار مسلمان، تابع سنت و شریعت ہیں ان کے عقائد جو ان کی تالیفات و تصنیفات میں مذکور ہیں ان میں کوئی امر موجب کفر نہیں جس قسم کے باطل عقائد ان کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں اور ان کی تصنیفات سے بطور اشارات نکال کر ان پر الزام لگائے جاتے ہیں وہ حضرات نہایت تصریح و وضاحت سے ان عقائد باطلہ کا انکار کرتے ہیں. ایسی صورت میں ان کی طرف کفر منسوب کرنا خود تکفیر مسلم کی وعید شدید میں داخل ہونا ہے. کسی مسلمان کو کافر کہنے کے لیے فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شدید الفاظ میں منع فرمایا ہے اور حضرات فقہا رحمہم اللہ تعالیٰ نے انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے. [1]"

اب آیئے ذرا پشاور چلیں

① ان دنوں جمعیۃ العلماء سرحد کا دفتر نوشہرہ ضلع پشاور میں تھا اور مولانا محمد شاکر اللہ نوشہروی جمعیۃ کے ناظم تھے. انہوں نے علماء دیوبند کے بارے میں یہ فیصلہ دیا:-

علماء دیوبند صحیح الاعتقاد و حنفی المذہب مسلمان ہیں. عقائد میں اہل السنۃ و الجماعۃ ہیں. [2]

پھر اس پر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نائب ناظم جمعیت علماء ہند صوبہ سرحد نے حضرت مولانا لطف اللہ مرحوم. حضرت مولانا سید زکریا اور مولانا سید فضل صمدانی مہتمم مدرسہ رفیع الاسلام پشاور نے دستخط فرمائے.

ریاست سوات کے قصبہ تیندہ میں حضرت مولانا عبدالغنی ایک بڑے محقق عالم تھے

---

[1] مرآت الابرار ص ۲۶۲ [2] ایضاً ص ۱۰۷

ان کے سامنے بھی مولانا حشمت علی خاں کا یہ قضیہ پیش کیا گیا۔ انہوں نے علماء دیوبند کے حق میں یہ فیصلہ صادر فرمایا۔

حضرات علماء دیوبند پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث ہیں۔ آج کل جیسی ان حضرات نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی کما حقہ تدریساً و تصنیفاً خدمات کی ہیں دنیا بھر میں کسی نے ایسی خدمت ابھی تک نہ کی ہوگی...... جب یہ حضرات دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں تو دنیا میں کون سا مسلمان رہ سکتا ہے [۱]

۳ حضرت مولانا عبدالحکیم صدر خلافت کمیٹی و نائب صدر جمعیت علماء صوبہ سرحد جب آپ کے پاس رنگون سے استفتاء آیا تو آپ نے لکھا :۔

اگر واقعی مولوی حشمت علی رضاخانی نے یہ الفاظ مذکورہ علماء برگزیدہ زمانہ (علماء دیوبند) کے حق میں کہے ہیں تو یہ الفاظ خود اسی پہ عائد ہوئے یعنی وہ خود کافر ہو گیا علماء فضلاء جن کے حق میں اس دریدہ دہن نے ہرزہ گوئی کی ہے وہ پاک بندگان خدا تھے۔ [۲]

علماء ڈابھیل میں آپ مولانا اکبر شاہ پشاوری۔ مولانا میاں گل پشاوری۔ مولانا عبدالوارث پشاوری اور مولانا میر حسن پشاوری کے نام پڑھ آئے ہیں۔ ڈیرہ اسماعیل خاں کے مولانا غلام فرید کا نام بھی آپ نے اس فہرست میں دیکھا ہے۔ صوبہ سرحد کی یہ مجموعی صورت حال بتا رہی ہے کہ وہاں علماء دیوبند کس عزت کے ساتھ دیکھے جاتے تھے اور لوگ کس قدر ان کے گرویدہ تھے اور دوسری طرف حالت یہ تھی کہ وہاں کوئی شریف آدمی مولانا احمد رضا خاں یا مولوی حشمت علی خاں کا نام تک نہ جانتا تھا نہ طبقہ علماء میں ان کی کوئی خاص شہرت تھی۔

---

[۱] براءت الابرار ص ۲۷۵ [۲] الصنا ص ۳۴۲

مولانا منظہراللہ دہلوی کے صاحبزادہ مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں :۔

علمی حلقوں میں اب تک (۱۹۸۰ء تک) مولانا احمد رضا خاں کا صحیح تعارف نہ کرایا جا سکا۔ جدید طبقہ تو بڑی حد تک بالکل نابلد ہے۔[1]

المیزان بمبئی کے احمد رضا نمبر میں ہے :۔

جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو احمد رضا کو جانتا بھی نہیں۔[2]

چلیے اب آپ کو صوبہ یو۔پی میں لے چلیں۔ اس صوبے کے کئی شہروں کا ہم پہلے بھی ذکر کر آئے ہیں۔ یہ وہ صوبہ ہے جس کے دونوں کناروں پہ دیوبند اور بریلی آباد ہیں۔ موجودہ بریلویت تمام اہل بریلی کا مذہب نہیں ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کی بریلی میں بھی کوئی ایسی شہرت نہ تھی کہ آپ اس شہر کا دینی مرکز سمجھے جاتے ہوں۔

بریلی میں جو شہرہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب کا تھا وہ نہ مولانا احمد رضا خاں کے والد کا تھا نہ خود مولانا احمد رضا خاں کا۔ یہ مولانا محمد یٰسین صاحب شیخ الحدیث حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ بانی خیر المدارس ملتان کے اساتذہ حدیث میں سے ہیں۔

یُوپی صُوبہ جات متّحدہ ہند

① بریلی

بریلی میں اہل سنت کی مرکزی درسگاہ مدرسہ اشاعت العلوم محلہ سرائے خام بریلی میں واقع تھی۔ اس کے مہتمم اور صدر مدرس حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب کے پاس بھی رنگون سے یہ استفسار آیا۔ آپ نے بھی علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا۔ آپ کے ساتھ اور جن علماء بریلی نے دستخط کیے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں :۔

۱۔ مولانا محمد عبدالعزیز نائب مہتمم مدرسہ اشاعت العلوم بریلوی ۲۔ مولانا منظور احمد بہاری

---

[1] فاضل بریلوی اور ترک موالات ص۵ [2] المیزان ص۲۸

۴. مولانا قاضی محمد. ۵. مولانا محمد عبد الرحمٰن. ۶. مولانا آغا محمد ۷. مولانا عبد الباری بریلوی۔ یہ سات علماء مدرسہ اشاعت العلوم بریلی کے کبار اساتذہ تھے۔

ان کے ساتھ مدرسہ مصباح العلوم بریلی کے ان علماء کبار نے دستخط کیے ۱. مولانا عبد الحمید بجنوری. ۲. مولانا بدر الحسن صدیقی. ۳. مولانا ابو القاسم. ۴. مولانا محمد غلام. ۵. مولانا مجیب الرحمٰن میمن سنگی. ۶. مولانا محمد الطاف علی. ۷. مولانا عبد الباری میمن سنگی. ۸. مولانا عبد الجبار سوہاگ پوری یہ آٹھوں بریلی کے مقتدر علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ بریلی کے مولانا محمد عبد الصبور اور جامع معقولات و منقولات حضرت مولانا محمد رسول خاں اور حضرت مولانا نبیہ حسنؒ مولانا نعمت اللہ غازی پوری. اور مولانا حبیبؒ الدین شاہجہانپوری نے بھی حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب کے اس فیصلے کی تصدیق کی:-

> علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ و ایدہم و کثر سوادہم علماء ربانیین میں سے پکے مسلمان اور صحیح معنی میں اہل حق سُنی حنفی ہیں ان کے اسلام کا استفسار بھی اس چودھویں صدی کی بوالعجبی ہے۔ دُنیا واقف ہے کہ اگر اس دورِ فتن میں یہ بزرگ اور بابرکت ہستیاں نہ ہوتیں تو کم از کم ہندوستان میں اللہ اور اس کے رسول کے حقیقی نام لیوا اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور مسلک حنفیہ کا وجود تک نہ مل سکتا حشمت علی رضوی بریلوی اور ان کے اسلاف و اذناب کا یہ محض ناپاک اتہام اور صریح بہتان بلکہ کھلا ہوا دھوکہ ہے سبحانک ھٰذا بہتان عظیم[1]

بریلی کے ان تیرہ علماء کبار کا یہ فیصلہ کہ علماء دیوبند حق پر ہیں اور مولانا احمد رضا خان اور ان کے پیرو محض ضد پر ہیں حق پر نہیں. تاریخ کا وہ بے مثال فیصلہ ہے جس سے پورے ہندوستان میں بریلی کی علمی عظمت اب بھی قائم ہے. بریلی کے ان علما نے حق کا ساتھ دے کر خود اپنی بھی

---

[1] براءۃ الابرار صفحہ ۴۱

آبرو رکھ لی ہے۔

پاکستان کے ممتاز عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا خیر محمد جالندھری بانی خیرالمدارس ملتان اسی مدرسہ اشاعت العلوم بریلی کے پڑھے ہوئے تھے۔ آپ کی وہاں مولانا احمد رضا خاں سے ملاقات بھی رہی ہے مگر مولانا احمد رضا خاں انہیں قطعاً متاثر نہ کر سکے۔

② میرٹھ

شہر میرٹھ کے مدرسہ امداد الاسلام میں بھی رنگون کا یہ استفتاء پہنچا۔ وہاں کے جن علماء نے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

۱. مولانا طاہر حسین ۲. مولانا عبدالرحمٰن ۳. مولانا فیض الدین

۴. مولانا اختر شاہ امروہی مدرس مدرسہ امداد الاسلام۔

مولانا طاہر حسین کا پانچ صفحات پر مشتمل مفصل فتویٰ براءت الابرار ص۱۵۶ پر موجود ہے۔

③ بُلند شہر

ضلع بلند شہر کے قصبہ گلاؤٹھی میں مدرسہ منبع الاسلام ملکی شہرت کی بڑی درسگاہ تھی اس کی طرف سے مولانا سید حمید الدین مہتمم مدرسہ نے یہ جواب لکھا:۔

> علماء دیوبند اور بالخصوص جن کے اسماء گرامی سوال میں مذکور ہیں علماء حقانی ہیں اور ان کو کافر کہنا جہالت اور نادانی اور از راہ تعصب ہے۔ ان حضرات نے دینِ مصطفوی کی جو خدمات سرانجام دی ہیں ان کے لحاظ سے تو یُوں کہنا صحیح ہوگا کہ ان کے علاوہ دینِ الٰہی کا کوئی سچا خادم دوسرا کوئی گروہ ہندوستان میں نہیں لکھنوی (مولانا حشمت علی) یا بریلوی (مولانا احمد رضا خاں) جو شخص بھی ایسے علماء حقانی کو بُرا کہے وہ خود بُرا ہے۔[1]

---

[1] براءۃ الابرار ص۲۱۰

پھر اس تحریر پر حضرت مولانا بشیر احمدؒ مدرس مدرسہ عربیہ منبع العلوم نے بھی دستخط کیے۔

④ آگرہ

جامع مسجد آگرہ پورے ہندوستان کی مرکزی جامع مساجد کی شہرت رکھتی تھی۔ وہاں کا دارالافتا مغلیہ عہد سے بطور ایک اسلامی مرکز چلا آرہا تھا۔ علماء رنگون نے اس قضیہ میں اس کی طرف بھی رجوع کیا۔ ان دنوں جامع مسجد آگرہ کے صدر مفتی حضرت مولانا سید محمد اعظم شاہؒ تھے۔ جو مولانا احمد رضا خاں کے دوست تھے۔ مگر انہوں نے بھی ان کی موافقت نہ کی اور کھل کر علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا اور اس پر دارالافتاء جامع مسجد آگرہ کی مہر ثبت کی۔ اس میں حضرت شاہ صاحب نے لکھا :-

> فرقہ رضویہ بریلویہ کا اصول یہ ہے کہ علماء دیندار کی تکفیر کا اشتہار دے کر خود کو اشتہاری مشہور کریں۔ استفتاء میں جس مناظر اور مکفر کا نام لکھا ہے (مولانا حشمت علی خان) یہ ان لوگوں (علماء دیوبند) کے ادنیٰ خادم اور طالب علم کی لیاقت نہیں رکھتے زبان سے عوج بن عنق ہونے کا دعویٰ ہے —
> سارے ہندوستان کو ان ناپاک خیالات سے گندہ کر رکھا ہے نہ تو ان میں بزرگانہ روش ہے اور نہ بزرگوں کی طرح علم و کمال۔ ان کے نزدیک تمام دنیا کے علماء کافر ہیں اور قبر پرست، تعزیہ پرست، بدعت پرست لوگ مومن کامل ہیں..... الحمدللہ کہ ان میں ایک بھی عالم کامل نہیں۔ ایک مسئلہ کو بھی تحقیق سے بیان کرنے پر قادر نہیں۔
> مولوی احمد رضا خاں صاحب مرحوم جو اس فرقے کے قائد اعظم گزرے ہیں ان کی خاکسار سے بہت ملاقات تھی اور وہ بے شک عالمانہ شان رکھتے تھے۔ خود سب وشتم نہیں کرتے تھے مگر دوسروں کو اس کی تعلیم فرماتے

تھے اور تحریر میں نہایت سخت الفاظ استعمال کرتے تھے. مگر علم کی فضیلت نے
ان کے اس عیب کو چھپا رکھا تھا. مگر افسوس کہ امتِ احمدیہ رضویہ نے ان کے
عیب کو لے لیا اور ان کا ہنر چھوڑ دیا. ان سے وہی برتاؤ جو مولوی سید
مرتضیٰ حسن صاحب نے کیا تھا کیا جائے تو یہ فرقہ چند دن خاموش ہو جاتا ہے۔[1]

اب آیئے آپ کو کانپور لے چلیں، وہاں کے مدرسہ جامع العلوم میں حکیم الامت حضرت
مولانا محمد اشرف علی تھانوی کچھ عرصہ استاذ رہے تھے اور وہاں کے لوگ حضرات علماء دیوبند
کو بہت قریب سے جانتے تھے. مکن پور ضلع کانپور کے مفتی مولانا ابو العرفان نے علماء رنگون
کے اس استفتاء کا جواب لکھا.

⑤ ضلع کانپور

علماء دیوبند اور علماء مذکورہ کو نعوذ باللہ من ذلک کافر وہی کہے گا جس کی
آنکھوں اور قلوب پر من جانب اللہ پردہ پڑ گیا ہے اور باوجود آنکھیں
موجود ہونے کے وہ دیکھتا نہیں اور باوجود کان ہونے کے اُسے کچھ
سُنائی نہیں دیتا. یہ حضرات (علماء دیوبند) نمونہ صحابہؓ و تابعین تھے جب
انہیں کافر کہا جائے گا تو کیا مسلمان یہ آج کل کے رافضی اور پادری ہوں
گے؟ ایسا کہنے والوں کو اپنے سوءِ خاتمہ اور سلب ایمان سے ڈرنا چاہیئے۔[2]

⑥ شہر سہارنپور

علماء رنگون کا استفتاء مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم سہارنپور میں بھی پہنچا. یہ ہندوستان کی
ایک مرکزی درسگاہ ہے. اس کی طرف سے حضرت مولانا ضیاء احمد صاحب نے اس کا جواب

---

[1] براءۃ الابرار صـ۹۹ [2] ایضاً صـ۲۹٦

لکھا اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مہتمم مدرسہ نے اس کی تصدیق فرمائی ہمولانا ضیاء احمد لکھتے ہیں:

ان کو کافر کہنا اور کافر سمجھ لینا حسب تصریح عباراتِ سابقہ، کہنے والے کو کافر بناتا ہے، کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کی نسبت بھی کافر ہونے کا عقیدہ رکھنا موجب کفر ہے چہ جائیکہ علماء کو کافر کہنا — یہ یقیناً قائل کو کافر بنا دے گا۔ اس پر تجدید اسلام و نکاح ضروری ہے۔ حق تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔[1]

⑦ رائے پور ضلع — صوبہ سی پی

اکابر علماء دیوبند ہرگز کافر نہیں۔ ان کا ادنیٰ خادم بھی نہایت پکا اور سچا مسلمان ہے۔ علماء دیوبند نہایت پکے اور سچے سنی حنفی مسلمان ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے پیرو اور صحابہ کرامؓ کی روش کے نہایت پختگی سے پابند ہیں خلقِ خدا کو اسی کی ہدایت اور تلقین کرتے ہیں وہ نہایت دیندار اور متقی اور پرہیزگار ہیں ان کا گروہ جماعت ابرار میں شامل ہے۔
ان بزرگوں کے شاگرد اور مرید عرب و عجم میں پھیلے ہوئے بڑی بڑی دینی و عملی خدمات سرانجام دے رہے ہیں حشمت علی بالکل جھوٹا ہے اور علماء دیوبند کو کافر کہنے والا سخت گناہگار اور اس کا خاتمہ بے خیر ہونے کا سخت اندیشہ ہے اور وہ مولانا روم قدس سرہ کے اس شعر کا مصداق ہے ؎

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میلش اندر طعنہ پاکاں برد

یہ فیصلہ حضرت مولانا محمد یٰسین صدر مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ رائے پور نے تحریر فرمایا اور اس پر دستخط کیے۔ پھر اس پر مولانا محمد حسین صاحب مدرس دوم نے بھی تصدیقی دستخط فرمائے

---

[1] براءۃ الابرار ص

⑧ امروہہ ضلع

مولانا حافظ سید زاہد حسن صاحب امروہی کی معرفت علماء رنگون نے حضرت مولانا محمد شعیب صدر مدرس مدرسہ عربیہ سہسن پور سے رابطہ قائم کیا اور وہ استفتاء ان کے سامنے بھی رکھا۔ آپ نے بھی مولانا احمد رضا خاں کی تائید نہ کی اور کھلم کھلا علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا:۔

علماء دیوبند کی تکفیر کرنا بڑی گمراہی اور بد دینی ہے۔ کیونکہ ایسے اکابر علماء اور دیندار دیندار فضلاء کو نفسانی خواہش سے کافر کہنا بڑا ظلم ہے۔ ..... ہندوستان میں اگر جماعت علماء میں کوئی جماعت دیندار و متبع شریعت ہے تو وہ دیوبندی جماعت ہے اگر خدانخواستہ وہ کافر ہوگئے تو پھر کون مسلمان باقی رہے گا۔ دیوبندی علماء کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے ہندوستان میں کیا بلکہ ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی دین کی تعلیم و تبلیغ ہو رہی ہے اور انہی کا فیض کابل و قندھار اور بخارا سے متجاوز ہو کر روس و چین تک پہنچ رہا ہے۔ پھر ایسی جماعت کو کافر کہنا اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ [1]

⑨ رائے پور

اب آیئے ہندوستان کے مشہور روحانی مرکز رائے پور ضلع سہارنپور چلیں۔ اس جگہ کو حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری اور حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری (مقیم ساہیوال) کی نسبت کا شرف حاصل ہے۔ یہاں بھی رنگون کا یہ استفتاء پہنچا یہاں کے مدرسہ منصف ہدایت کے مولانا محمد اشفاق نے اس قضیے پر بطور منصف یہ فیصلہ لکھا:۔

---

[1] براءت الابرار صـ ۴۲۹

مولانا اسماعیل شہیدؒ اور دیوبندی جماعت کے عقائد جو ہم تک پہنچے ہیں اور ہم نے خود ان کی تصنیفات و تالیفات میں دیکھے وہ تمام اہلِ حق کے عقائد ہیں۔ صحابہ کرامؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور نصوص قرآنیہ کے مطابق ہیں۔ اس سے قبل بھی بعض حضرات نے (مولانا حشمت علی خاں سے پہلے مولانا احمد رضا خان) اس جماعت پر بہتان و افترا کیا تھا۔ اس وقت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنیؒ نے نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب مہند میں اپنے اور اپنے مشائخ کے عقائد کو صاف صاف لکھا اور نصوص شرعیہ سے مدلل فرمایا اور علماء حرمین شریفین سے اس کی تصدیق و تصویب کرائی اور فی الواقع وہ تمام عقائد اہل السنۃ والجماعت کے ہیں۔ ان عقائد کو جو شخص غلط کہتا ہے یا اس کے عقائد اس کے خلاف ہیں اور بلا دلیل و تاویل معتبر ان عقائد کے خلاف دعویٰ کرتا ہے وہ یقیناً اہل السنۃ سے نہیں حق سے بہت دور ہے۔[1]

آئیے اب ذرا صوبہ اودھ چلیں۔ ہندوستان میں اس کے مراکز کو بھی بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ اس کے تقریباً سولہ علماء کبار کا فیصلہ ہم پہلے دے آئے ہیں۔ اب مدرسہ عربیہ اسلامیہ گوپامئو ضلع ہردوئی مدرسہ عربیہ شہر ہردوئی اور قصبہ پہانی ضلع ہردوئی کے علمی محاکمہ سے بھی فیضیاب ہوں۔

ہردوئی صوبہ اودھ

(۱) مولانا محمد یعقوب صاحب قصبہ پہانی محلہ لوہانی ضلع ہردوئی رنگون کے اس استفتاء کے جواب میں مولانا حشمت علی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

---

[1] براءۃ الابرار صد ۱۵۰

خداوند عالم مسلمانوں کو ان بناوٹی مولویوں اور پیروں کے جال سے محفوظ رکھے اور علماء حقانی کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔[1]

(۲) مولانا انوار احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ ہردوئی مولانا حشمت علی خاں کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

مولوی حشمت علی جیسے ہر زمانہ میں ہوئے ہیں اور خادمان دین جیسے حضرت مجدد الف ثانی و شیخ اکبر و امام ابو حنیفہ وغیرہ حضرات کی بدگوئیاں کرتے رہے ہیں اور عوام کو ورغلانے کے لیے دین کے خادموں پر کفر کے فتوے لگاتے رہے ہیں۔ سچ جانئے اور یقین کیجیے کہ جماعت دیوبند میں جتنے اکابر دین کے خدمت گزار گزرے ہیں اس زمانہ میں ایسے لوگ کمیاب بلکہ نایاب حضرت نانوتوی۔ حضرت گنگوہی۔ حضرت تھانوی وغیرہم یہ حضرات اس زمانہ میں دین کے ستون ہیں۔ ان کی تصنیف کردہ کتابیں مسلمانوں کے لیے شاہراہ شریعت ہیں۔[2]

(۳) مدرسہ اسلامیہ گوپامئو ضلع ہردوئی کے مولانا تقی الدین نقشبندی صدر مدرس مدرسہ عربیہ گوپامئو نے چھ صفحات میں رنگون کے استفتاء کا مفصل جواب لکھا۔ اس میں آپ مولانا حشمت علی خاں کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

میرے خیال میں مولوی موصوف نے فتاویٰ عالمگیری کا مطالعہ نہیں کیا۔ بلکہ ان کو ایسے مسائل سے خبر نہ ہوگی ورنہ ایسے الفاظ زبان سے نہ نکالتے علماء اسلام کو بلاوجہ سب وشتم کرنا کہاں جائز ہے چہ جائیکہ کفر تک نسبت کرنا۔۔۔۔ علماء دیوبند کو کافر کہنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ علماء دیوبند کی طرف نسبت بھی کفر کی کرنا گناہ سے خالی نہیں اور

---

[1] براءۃ الابرار ص۱۵۴ [2] ایضاً

ایسے شخص کے لیے زوالِ ایمان کا خطرہ ہے العیاذ باللہ۔ اس کو ایسے فعل ناشائستہ سے توبہ کرنی چاہیئے۔[1]

(۴) ہردوئی کی مشہور خانقاہ کرسی شریف کے سجادہ نشین پیرِ طریقت زیب شریعت مولانا شاہ سراج الیقین قادری چشتی تھے۔ آپ ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کے رفیقِ سفر رہے تھے۔ آپ حضرت مولانا خلیل احمدؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

فقیر سراپا تقصیر کے قلم میں یہ قدرت نہیں کہ آپ کے کمالات برگزیدہ و اوصافِ حمیدہ کو احاطہ تحریر میں لا سکے۔[2]

پھر آپ اپنی دوسری کتاب شمس العارفین میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

آپ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ مدرس اعلیٰ مدرسہ عالیہ دیوبند کے ارشد تلامذہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے اجل اور اعظم خلفاء میں ہیں ...... آپ کی ذات بھی فیض و برکت کا سرچشمہ ہے۔ سفرِ حج میں فقیر کی اور آپ کی معیت رہی۔ آپ مکارم اخلاق کے جامع اور معدن ہیں۔ مدینہ منورہ کے سفر میں آپ قافلہ میں نماز پنجگانہ اول وقت جماعتِ کثیرہ کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ قافلہ میں کبھی ایک وقت کی جماعت آپ کی فوت نہیں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں فقیر نے دیکھا کہ اہل عرب بے حد آپ کا احترام اور اعزاز کرتے تھے اور اس قلیل زمانہ قیام میں طلبہ حدیث پڑھنے کے لیے آپ کی قیام گاہ پر حاضر ہوتے تھے۔ آپ تصنیفات عالی رکھتے ہیں۔[3]

اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ آج سے پوری صدی پہلے دنیائے علم علماء دیوبند کو ہی جانتی

---

[1] براءت الابرار صد ۱۲۰ [2] زیارت نامہ زیارت اولیاء کاملین صد ۲۳ مطبوعہ لکھنو ۱۹۱۴ء

[3] شمس العارفین صد ۸۳ مطبوعہ مقبول المطابع ہردوئی

تھی اور مولانا احمد رضا خاں اور ان کے اذناب مولانا حشمت علی خاں وغیرہ ان دنوں کسی شمار و قطار میں نہ تھے۔

آئیے اب آپ کو شاہجہانپور لے چلیں ۔

شاہجہان پور ہندوستان کا ایک بڑا علمی مرکز رہا ہے۔ یہاں کے مدرسہ عین العلم کی پورے ملک میں شہرت تھی۔ محقق جلیل محدث کبیر مولانا محمد عبدالغنی یہاں کے مرکزی عالم تھے۔ جامع مسجد کے مدرسہ سعیدیہ میں شیخ الحدیث وصدر مدرس حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ بھی کچھ عرصہ یہاں پڑھاتے رہے۔ مدرسہ قیومیہ شاہجہانپور کے مولانا ابوالوفا النعمانی جیسے عبقری علماء اس سرزمین سے نسبت رکھتے ہیں ان حضرات نے اس معرکہ میں کھل کر علماء دیوبند کا ساتھ دیا۔

شاہجہانپور کے ایک خطیب اور مفتی مولانا محمد سراج الدین تھے۔ اُن کے مولانا احمد رضا خاں سے بھی کچھ تعلقات تھے اور خان صاحب اپنی بعض کتابیں بھی انہیں بھیجتے رہے۔ جب رنگون کا استفتاء شاہجہانپور پہنچا تو وہ مولانا سراج کو بھی بھیج دیا گیا۔ آپ نے پورے محاکمہ کے بعد اپنا فیصلہ یہ دیا ۔

میں بتوفیق تعالیٰ عرصے سے حق پسندی اپنا شعار رکھتا ہوں بعض تصنیف فاضل بریلوی کی بھی غایت مرغوب ومحبوب ہیں بنا بر علیہ واضح کہ علمائے دیوبند کی تصنیفات تحذیر الناس و براہین قاطعہ وحفظ الایمان وغیرہ کی بعض عبارتوں سے ہرچند کہ مورد اعتراض وقابل رد وقدح تجویز وقابلِ قدح ہوئیں کہ ان کا نتیجہ اور ان کا حاصل ہی آیا چاہتا تھا کہ علماء دیوبند پر مکفر کا فتوی جاری رہے مگر علماء دیوبند نے ان عبارتوں کے رخ سے شہادت واقع ہونے کا ایسا پردہ اٹھایا کہ کسی معترض منصف کو بجز تسلیم کے کچھ بھی نہ بن پڑا۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ کے مفصل فتوے پر مولانا عبدالحمید، مولانا حمید پہالوی اور مولانا محمد رمضان الحق کے بھی دستخط ہیں۔ مولانا ابوالوفاء کے فتوی پر مولانا عبدالغفور، مولانا حبیب الدین، مولانا سلطان حسن، مولانا نعمت علی مولانا محمد امین نوراکھالوی اور مولانا سلطان احمد

کے بھی دستخط ہیں۔[1]

بجنور

یو پی کا ضلع بجنور بھی ہندوستان کا ایک علمی مرکز رہا ہے اس کو بھی اس تاریخی دستاویز میں لے آئیں تو نامناسب نہ ہوگا۔ یہاں کے مدرسہ عربیہ نہٹور کے مدرس مولوی حامد حسن علماء دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

(۱) یہ سب حضرات امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں اور چشتیہ، قادریہ اور نقشبندیہ خاندانوں میں خود مرید تھے اور اپنے خلفاء کو ان خاندانوں میں مرید کرنے کی اجازت دے گئے..... البتہ قبور کو سجدہ کرنے اور عرس میلے کرنے والے نہ تھے بس ان کو کافر کہنا اپنے اوپر کفر کو لینا ہے اور اپنے آپ کو کافر بنانا ہے۔[2]

مدرسہ قاسمیہ نگینہ (ضلع بجنور) کی طرف سے مولانا محمد حیاتؒ سنبھلی صدر مدرس نے چار صفحوں میں رنگون کے اس استفتاء کا جواب دیا۔ آپ لکھتے ہیں:۔

(۲) حضرات علماء دیوبند کثر اللہ متبعیہم پکے اور سچے مسلمان ہیں جن کے اندر بہت سے ولایت کے بلند مقامات پر بھی پہنچے ہوئے ہیں.... حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی نے صاف صاف نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ بلا کم و کاست اپنے اور تمام علماء دیوبند کے اعتقادات علماء عصر کے سامنے پیش کیئے ہیں جن کی تصدیق و تصویب نہ صرف علماء ہندوستان نے کی بلکہ اشرف البلاد مکہ معظمہ و مدینہ منورہ نیز افغانستان، دمشق، شام، مصر وغیرہ کے جید اور چیدہ علماء نے بھی ان کی تصدیق و تائید ایسے کلمات کے ساتھ کی جو کسی مضمون کی تصدیق کے لیے ہو سکتے ہیں۔ المہند کے نام سے وہ کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔[3]

---

[1] دیکھئے براءۃ الابرار صفحہ ۱۳۱ [2] ایضاً صفحہ ۱۰۵ [3] ایضاً صفحہ ۱۲۱

(٣) مدرسہ عربیہ سیوہارہ ضلع بجنور کے مولانا محمد شعیب مولانا احمد رضا خاں اور مولانا حشمت علی خاں کے ان الزامات کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

کذب گر جیسا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دشمن تھے اور ان کی تبلیغ میں مخل رہتے تھے۔ اسی طرح علماء چونکہ انبیاء کے وارث ہیں اور ان کے قائم مقام ہیں شیاطین جن وانس ان کے بھی دشمن ٹھہرتے ہیں جو خلل ڈالتے ہیں ان کی سعی اور کوششوں میں..... علماء دیوبند پکے مسلمان اور سچے سنی حنفی ہیں اور کفر و وہابیت کی جو اُن کی جانب نسبت کی جاتی ہے وہ محض افترا ہے۔[1]

(۴) ضلع بجنور میں قصبہ سیوہارہ ایک بڑا مردم خیز خطہ ہے۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی یہیں کے رہنے والے تھے۔ یہاں کے مدرسہ اسلامیہ کے ایک مدرس مولانا عبد الرشید ہوئے ہیں انہوں نے بھی علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا اور پھر اس پہ افضل گڑھ ضلع بجنور کے مدرسہ مظہر الاسلام کے مفتی اور مدرس مولانا نسیم الدین صاحب نے بھی دستخط کیے۔

الٰہ آباد

اب ذرا علماء الٰہ آباد کا فیصلہ بھی دیکھ لیں۔ یہ حضرات مولانا احمد رضا خاں کے بہت قریب تھے لیکن یہ حضرات خان صاحب کے فتویٰ تکفیر کا ساتھ نہ دے سکے۔ الٰہ آباد مدرسہ عالیہ مصباح العلوم ایک غیر جانبدارانہ علمی مرکز تھا۔ علماء رنگون نے اس مدرسہ کے مفتی عبد القدوس کے پاس بھی وہ استفتاء بھیجا۔ آپ نے علماء دیوبند کے بارے میں لکھا:۔

سوال میں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ اہل علم کی جماعت سے ہیں جب تک ان کے متعلق موجبات کفر صراحۃً معلوم نہ ہوں اس وقت تک ان کی تکفیر کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔[2]

---

[1] براءۃ الابرار صـ ۱۲۸ [2] ایضاً صـ ۱۱۹

اس پر پھر مولانا محمد عمرؒ مدرس مدرسہ عالیہ مصباح العلوم نے بھی دستخط فرمائے۔ مولانا فخر الدین جعفری نے بھی مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ نہ دیا۔ علماء دیوبند کو بڑی صراحت سے اہل السنۃ والجماعۃ تسلیم کیا۔ آپ مولانا عبد القدوس صاحب کے جواب کی تصویب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

بے شک جواب صحیح ہے۔ اہل دیوبند ہوں یا جماعت رضوی یہ سب اہل سنت والجماعت احناف سے ہیں۔ مابین اہل دیوبند و دیگر احناف جو کچھ اختلافات ہیں فقہی فرعی جزئی ہیں عقائد میں ان کو نہ لے جانا چاہیئے۔ علماء احناف سب حق پر ہیں جب تک صریح مخالف کسی نص صریح کے نہ ہو جائیں جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو افراط و تفریط کے جھگڑے کوئی ایسے جھگڑے نہیں ہیں۔ یہ علماء کی بحثیں ہیں عوام کو اس میں پڑنا ہرگز روا نہیں۔ علماء جو کچھ ایک دوسرے کو کہتے ہیں وہ الزاماً کہا کرتے ہیں قطعی نہیں۔ عوام کا صرف اتنا فرض ہے جس عالم کو مانے ان کی باتوں پر عمل کرے اور ایسی باتوں کا خیال نہ کرے۔ آیات متشابہات ..... سمجھ کر دل سے نکال ڈالے جن علماء کا اس کے اندر ذکر ہے وہ علماء صالحین متقین سے ہیں جو لوگ اس عالم سے گزر گئے ان کی خوبیاں صرف تذکرے میں آنا چاہئیں۔ مولانا محمد قاسمؒ صاحب تو ایک بہت بڑے شخص گزرے ہیں۔ اختلافات تو قدماء سے چلے آئے ہیں اور چلے جائیں گے۔ حقیقت کی طرف نظر کرنا چاہیئے۔[۱]

یہ فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں یا مولانا حشمت علی خاں جب اس قسم کے اختلافات پر آتے ہیں تو وہ محض انہیں الزامات سمجھتے ہیں یا وہ انہیں علماء دیوبند کے قطعی عقائد قرار دیتے ہیں۔ جب وہ کہتے ہیں کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے تو اس سے بڑھ کر کیا قطعیت کا کوئی اور درجہ بھی ہو سکتا ہے۔ ہم اس وقت مولانا فخر الدین کی اس

---

[۱] برارۃ الابرار صد ۱۱۹

بات پر کچھ اور کہنا نہیں چاہتے۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ان اختلافات میں فیصلہ علماء دیوبند کے حق میں دیا ہے اور حضرت مولانا عبد القدوس کے بیان کی پوری پوری تائید فرمائی ہے۔

صوبہ مدراس

آیئے اب صوبہ مدراس چلیں اور وہاں کے علماء کی بھی آواز سنیں۔ وہاں کے اہل علم نے ان ابواب میں کن کے حق میں فیصلہ دیا ہے:

(۱) مدراس کے ضلع نارتھ ارکاٹ میں دار السلام عمر آباد میں جامعہ عربیہ مدراس کا ایک مشہور علمی مرکز ہے۔ عمر آباد آمپور کے متصل واقع ہے۔ ناظم جامعہ مولانا فضل اللہ لکھتے ہیں:-

اکابر علماء دیوبند موجودہ زمانہ کے بہترین مسلمان ہیں اور وہ سلف صالحین کا اچھا نمونہ ہیں۔ یہ حضرات اہل السنۃ والجماعۃ کا سرگروہ ہیں۔ شرک و بدعت کے اصول و فروع کی بیخ کنی میں بے مثل بہادر ہیں جس کی وجہ سے اہل بدعت نام نہاد علماء مشائخ ان کو وہابی کے نام سے پکارتے ہیں۔ علماء اہل حق اپنی نسبت سلف سے کرتے ہیں...... سنی حنفی کی تعریف میرے اعتقاد کے مطابق یہی ہے کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع حسبِ اصول قائم کردہ امام ابوحنیفہؒ کیا کرے اور بدعت کی تعریف حسب کتبِ اصول یہ ہے کہ قرونِ ثلثۃ مشہود لہا بالخیر کے خلاف کوئی ایسی بات نکالی جائے جس کا استنباط ان قرونِ مبارکہ سے نہ ہو اور اسی ہی قسم کے کام کرنے والے کو بدعتی کہا جائے گا جس کی بابت وعید وارد ہے۔ اھل البدع کلاب النار [۱]

---

[۱] برأت الابرار صہ ۲۲۸ (ترجمہ) اہل بدعت جہنم میں بھونکنے والے ہوں گے۔

(۲) مدراس کے شہر ویلور میں مدرسہ باقیات صالحات ایک مشہور دینی درسگاہ تھی اس کے دارالافتاء کی طرف سے اس موضوع پر یہ فیصلہ دیا گیا :-

مدرسہ دیوبند دینی مدارس میں مشہور و معروف مدرسہ ہے جس سے ایک عالم فیضیاب ہوا اور ہو رہا ہے اور اس کے علماء مذکورین اہل السنۃ والجماعۃ اور احناف سے ہیں جن کا فیض لسانی اور قلمی اظہر من الشمس ہے ان کے تکفیر پر بمضمون حدیث خوف کفر ہے۔[۱]

مدرسہ کے مفتی مولانا ضیاء الدین احمد نے اس پر دستخط فرمائے اور حضرت شیخ آدم نے اس کی الجواب صحیح لکھ کر تائید کی۔

پھر مولانا عبدالرحیم صاحب مدرس مدرسہ باقیات صالحات نے اس پر ایک مستقل تحریر لکھی جس پر مولانا محمد عبدالصمد علی۔ مولانا محمد عبدالعلی صاحب۔ مولانا ضیاء الدین احمد۔ مولانا محمد سعید۔ مولانا محمد احمد۔ مولانا قادر محی الدین۔ مولانا محمد حسن باد شاہ۔ مولانا سید عرب نے دستخط کیے۔ مولانا عبدالرحیم علماء دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں :-

ان سے دنیا کا ہر ہر گوشہ فیضیاب ہوا۔ تصانیف سے بھی۔ تقاریر سے بھی پھر ان کے فیض سے عجم چھوٹا ہے نہ عرب — علوم ظاہری میں جہاں ان کے لاکھوں تلامیذ ہیں وہاں علوم باطنیہ میں بے حساب معتقدین و مستفیدین ہیں — غرضیکہ شریعت و طریقت میں خلق خدا ان کے ارشاد و ہدایت کی ممنون ہے۔ ایسے علماء ربانیین کو کافر کہنے والا بحکم حدیث شریف مرجع کفر اور کافر ہے اور مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرنے والا ہے۔[۲]

علماء حیدر آباد کی تصدیقات میں مولانا محمد مصطفیٰ مدراسی کے دستخط آچکے ہیں اور مولانا ابو المعالی محمد رحمۃ اللہ المدراسی کی تصدیق بھی ثبت ہے اس لیے ہم یہاں انہیں دوبارہ ذکر نہیں کر رہے۔

---

[۱] براءۃ الابرار ص۲۸۴ [۲] ایضاً ص۲۸۵

آیئے اب آپ کو پھر لیے چلیں. ہندوستان کا مشہور علمی مرکز علی گڑھ جس طرح مسلم یونیورسٹی کے باعث مشہور ہے. دینی علوم میں بھی وہاں کے علماء کچھ کم معروف نہیں رہے. ان کی غیر جانبدارانہ روش سے ایک جہاں متاثر ہے. مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے کون واقف نہیں. جس زمانے میں علماء علی گڑھ کے پاس رنگون کا یہ استفتاء آیا. ان دنوں وہاں حضرت مولانا محمد عزیز. مولانا حبیب احمد کیرانوی اور مولانا ابوالحسن محمد حسن کا فتوے چلتا تھا — مولانا محمد عزیز صاحب مولانا حشمت علی خان کے بارے میں لکھتے ہیں :-

> میں اس استفتاء کے دیکھنے سے پہلے یہ خیال رکھتا تھا کہ مولوی حشمت علی کو علم سے کچھ مس ہو گی. مگر آج ...... مجھے اس کے نام کے ساتھ لفظ مولوی لکھتے ہوئے حیا آتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کتاب کو کبھی ہاتھ سے بھی نہیں چھوا ہے. بلکہ میں ضرور کہوں گا کہ وہ احمد رضا خاں صاحب کا ناخلف فرزند ہے — ہمارے لیے براہین قاطعہ جیسی برہان اور دلیل کافی ہے اگر مولوی حشمت علی میں اتنی طاقت ہے تو اس کا جواب لکھ دے ورنہ آئندہ سے اپنا منہ مسلمانوں کو نہ دکھاوے [1]

مولانا احمد رضا خاں کا ناخلف فرزند

مولانا احمد رضا خاں نے جب حسام الحرمین میں علمائے دیوبند کی عبارات کو غلط پیرایہ میں پیش کر کے علمائے حرمین سے ان پر کفر کے فتوے حاصل کیے تو مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نے ان عبارات کی تفصیل و تشریح سے ان پر سے شبہات کے سارے بادل اڑا دیئے تھے اور علماء دیوبند کے عقائد کھل کر عوام کے سامنے آ گئے تھے. بات صاف ہونے کے بعد مولانا احمد رضا خاں نے ان عبارات کی بحثیں چھوڑ دی تھیں. ہماری نظر سے کوئی ایسا حوالہ

---

[1] برارۃ الابرار صد ۳۲۱

نہیں گزرا کہ مولانا احمد رضا خاں نے المہند کے شائع ہونے کے بعد بھی اپنی یہ مہم باقی رکھی ہو۔ بلکہ ایک دفعہ ان کے پیروؤں میں سے مولانا خلیل الرحمٰن نے اپنے تمام ابنائے جنس بریلوی علماء کو چیلنج دیا کہ المہند کی وضاحت کے بعد اعلیٰ حضرت کی کوئی تحریر بتاؤ کہ انہوں نے ان جوابات کو غلط ناکافی قرار دیا ہو۔ مولانا خلیل الرحمٰن اس پر خود بھی علماء دیوبند کی تکفیر سے رُک گئے تھے۔ اور پھر دوسرے بریلوی علماء کو بھی وہ اسی انصاف کی دعوت دیتے رہے۔

مولانا محمد عزیز نے اسی اصل کی بناء پر مولانا حشمت علی خاں کو ان کا ناخلف فرزند لکھا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ ان دنوں آج سے ستر سال پہلے بھی یہ بات مشہور تھی کہ مولانا احمد رضا خاں اب علماء دیوبند کی تکفیر کے موقف پر نہیں رہے اور وہ المہند کی وضاحت کے بعد اس تکفیر سے رُک گئے ہیں ورنہ حشمت علی کو ان کا ناخلف فرزند نہ کہا جاتا۔

حضرت مولانا محمد عزیز کی اس تحریر پر مولانا محمد زبیر علی گڑھی اور مولانا مجیب الرحمٰن علی گڑھی کے بھی دستخط ہیں۔[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رائے کہ مولانا حشمت علی مولانا احمد رضا خاں کے ناخلف فرزند ہیں۔ صرف مولانا محمد عزیز کی ہی بات نہ تھی بلکہ اور کئی علماء بھی یہی گمان رکھتے تھے۔

ضلع علی گڑھ میں ایک ریاست مینڈھو تھی جہاں مدرسہ یوسفیہ تھا۔ اس کے صدر مدرس لکھتے ہیں :-

> مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب مدظلہم اور دیگر بزرگانِ دیوبند مقبولانِ بارگاہِ الٰہی ہیں ان کو کافر کہنے والا ایسا ہے جیسے کوئی آفتاب کو سیاہ بتلائے۔ خدا ایسے ہوا پرست اشخاص کے شر سے محفوظ رکھے۔[2]

---

[1] براءۃ الابرار صد ۳۲۱   [2] ایضاً صد ۳۶۲

اسی مدرسہ کے مدرس دوم مولانا محمد حسنؒ رقمطراز ہیں :۔

مکفرین علماء دیوبند کی یہ مثال ہے :۔

نُور مے تابد سگش عو عو کند ــــ روشنی چمکتی ہے اور سگ در بار بھونکتا ہے ــــ

اور سنت بھی کچھ یُوں جاری ہوئی ہے کہ سچے مبلغ توحید کی، ہر متبع سنت کی تکفیر ہوتی رہی ہے۔ اسے طرح طرح کی اذیتیں پہنچتی رہیں اور اس کا مقاطعہ ہوتا رہا..... میرے نزدیک فرقہ ناجیہ اس شر القرون میں..... صرف علماء دیوبند کا طبقہ ہے ــــ اس کا مخالف امام المضلین حامی بدعت ہے[1]

ایک ہی جگہ پھرتے آپ اُکتا نہ جائیں۔ اب آئیے آپ کو کچھ دیر کے لیے پنجاب لے چلیں پنجاب کے علماء میں سے ہم آپ کے سامنے لاہور، فیصل آباد، گوجرانوالہ، لدھیانہ اور کرنال کے پانچ فیصلے نقل کرتے ہیں۔

پنجاب

① لاہور کے اورینٹل کالج کے پروفیسر مولانا نجم الدین صاحب ایک جانبدار شخصیت تھے یہ مولانا حشمت علی کے نام تک سے واقف نہ تھے۔ انہوں نے بعض علماء دیوبند کو دیکھا اور اپنے اس مختصر مشاہدہ اور استفادہ سے ان کے بارے میں یہ رائے قائم کی

مولوی حشمت علی کو جن کا نام نامی آپ نے استفتاء میں ذکر کیا میں نہیں جانتا کہ وہ کون بزرگ ہیں نہ ان کے کارناموں سے آج تک کوئی اطلاع پہنچی اور نہ ان کی شخصیت سے کوئی واقفیت ہے..... اس قسم کے علماء جن کا مشغلہ سوائے کفر و تکفیر کے اور کوئی نہیں قوم کے لیے سم قاتل کا حکم رکھتے ہیں..... میں نے چند علماء دیوبند کو دیکھا اور بعض سے استفادہ کا موقع بھی ملا۔ ان کے اعتقادات

---

[1] بوارق الابرار صفحہ ۲۷۱

اور اعمال اور اخلاق کو من حیث الجماعۃ کسی گروہ یا فرقہ اسلام میں میں نے نہیں پایا۔ نہایت دیندار اور پکے مسلمان اور شریعت کے پابند پائے گئے ...... اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی کرے تو اسے وہ مسلمان نہیں کہتے [۱]

(۲) ضلع لائلپور کے مولانا جان محمد حنفی مدن پوری لکھتے ہیں:۔

حضرات علماء دیوبند اہل السنۃ والجماعۃ ہیں جس قدر دین کی خدمت ان حضرات نے کی ہے کوئی اس کا نمونہ پیش نہیں کر سکتا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمہ آفتاب را چہ گناہ

ایسے علماء ربانی کو کافر کہنے والا خود کافر ہے — علماء دیوبند کا کوئی مسئلہ فقہ حنفی کے مخالف نہیں ہے اگر کوئی مدعی ہو تو کتب حنفیہ سے علماء دیوبند کی مخالفت ثابت کرے۔ علماء دیوبند پکے حنفی مقلد امام اعظمؒ کے ہیں اگر ان کو کوئی وہابی یا غیر مقلد کہے تو وہ کاذب ہے۔[۲]

اس فیصلے پر پھر مولانا غلام محمد صاحب مدح پوری نے بھی دستخط ثبت فرمائے۔

(۳) گوجرانوالہ کے مشہور عالم دین محدث پنجاب حضرت مولانا عبدالعزیزؒ سے کون واقف نہیں۔ نبراس الساری علی اطراف البخاری کے مصنف آپ ہی ہیں۔ آپ سے بھی علماء رنگوں نے رجوع فرمایا۔ آپ کے مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ کے خطیب عمدۃ المحققین مولانا عبدالواحدؒ تھے۔ آپ نے بھی حضرت محدث پنجاب کے اس فیصلہ پر دستخط فرمائے۔ حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب نے بھی اس پر دستخط فرمائے۔

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں:۔

میرے خیال میں جن علماء کو مولوی حشمت علی اپنی عاقبت خراب کرنے کے

---

[۱] برارۃ الابرار صد ۲۹۳ [۲] ایضاً صد ۱۱۱

لیے کافر کہتے ہیں۔ وہ علم ظاہری کے علاوہ علم تصوف اور علم الاحسان میں بھی
وہ درجہ رکھتے ہیں کہ نہ اُن کے زمانہ میں کوئی ان کا ہمسر تھا نہ بعد کو ہے
...... اسلام کسی کی جائیداد نہیں کہ وہ کہہ سکے کہ میں مسلمان ہوں اور دوسرا کافر
— اسلام قرآن کریم اور حدیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کا
نام ہے۔ یہ لوگ جن کو کافر کہا جاتا ہے دنیا قرآن اور حدیث اور فقہ سمجھنے میں
ان کے محتاج ہیں جیسا کہ ظاہر ہے اور ہر جگہ انہی حضرات کے فیض سے قرآن
و حدیث کا درس جاری ہے۔[1]

④ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب لدھیانوی لکھتے ہیں:-

علماء دیوبند سُنی حنفی ہیں۔ ان کو کافر کہنے والا یا تو متعصب ہے یا جاہل مطلق ہے۔[2]

۱۳۵۰ھ کے اس فیصلے پر تحریک آزادیٔ ہند کے مشہور راہنما رئیس الاحرار حضرت مولانا
حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے بھی دستخط ہیں۔

⑤ پانی پت ضلع کرنال شروع سے اہل علم کا مرکز رہا ہے نقشبندی سلسلہ کے مشہور بزرگ
مفسر قرآن قاضی ثناء اللہ پانی پتی (مؤلف تفسیر مظہری عربی) یہیں کے رہنے والے تھے۔ رنگون
سے یہ استفتاء پانی پت بھی آیا۔ ان دنوں وہاں مولانا عبد الحلیم انصاریؒ کا فتویٰ چلتا تھا۔ آپ
نے علماء دیوبند کے بارے میں یہ فیصلہ لکھا ہے:-

سوال میں جن بزرگوں کی نسبت مولوی حشمت علی کا مقولہ نقل کیا گیا ہے یہ وہ
اکابر ہیں جنہوں نے کفر و شرک کے مٹانے اور احیاء سنت جناب سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دیں اور مصائب برداشت کیے ہیں
اور ان میں بزرگوں کی بدولت آج ہندوستان میں اسلام زندہ ہے۔[3]

---

[1] براءۃ الابرار صد ۲۸۲ [2] ایضاً صد ۳۲۸ [3] ایضاً صد ۲۰۹

صُوبہ سندھ

اب آئیے علماءِ سندھ سے بھی بات پوچھ لیں کہ مولانا حشمت علی خاں کے ان تکفیری فتوؤں میں کچھ جان ہے کہ نہیں؟

① کراچی

دارالعلوم کھڈہ کراچی کے جلیل القدر عالم مولانا محمد صادق نے رنگون کے اس استفتاء کے کے جواب میں یہ فیصلہ دیا:-

اکابر علماءِ دیوبند کافر نہیں اور نہ وہابی ہیں. بلکہ سُنی حنفی متدین متقی اور صلحاء ہیں جو لوگ ان کو کافر کہتے ہیں (جیسے مولانا حشمت علی خاں) وہ بہتان اور افتراء سے کام لیتے ہیں اور ناجائز کذب بکتے ہیں. ان کی طرف کسی مسلمان کو التفات بھی نہ کرنا چاہیئے. خدا ان کو دُنیا و آخرت میں عذاب و خزی عطا فرمائے گا.[1]

برما

آئیے اب آپ کو ہم برما لے چلیں:

برما ایک آزاد ملک ہے جس کی بڑی آبادی بدھ مت کا عقیدہ رکھتی ہے. وہاں کا دوسرا بڑا مذہب اسلام ہے. عام لوگ بہت سادہ مزاج ہیں. مولانا حشمت علی کو تلاش تھی کہ مولانا احمد رضا خاں کی تکفیری مہم کو آگے بڑھانے کے لیے کہاں سے اس کا آغاز کیا جائے.

کسی نے اسے کہہ دیا کہ تمہیں زیادہ بدھو برما میں ملیں گے اس کی مراد تھی بدھ مت کے

---

[1] براءۃ الابرار صے ۳۳

ماننے والے والے۔ مولانا حشمت علی نے اسے دوسرے معنوں میں سمجھا اور رنگون آوارد ہوئے ان کا رنگون آنا پورے ہندوستان کے لیے ایک بڑی رحمت خداوندی ثابت ہوا ـــــ یہ اس طرح ہوا کہ علماء رنگون نے اس پیش آمدہ موضوع پر پورے ہندوستان کے علماء سے رابطہ قائم کیا اور اس پر کل علماء ہند کا اجماع ہو گیا کہ علماء دیوبند کے ہرگز وہ عقائد نہیں جو مولانا حشمت علی خاں اُن کے ذمہ لگا رہے ہیں۔

برما کے ان علاقوں کے علماء کی رائے ملاحظہ فرمائیں:۔

حضرت مولانا غلام علی شاہ صاحب مدرسہ محمدیہ شہر مانڈلے (برما)

اکابر علماء دیوبند مسئول عنہم پورے پورے مسلمان مومن سنت جماعت حنفی ہیں۔ کیونکہ ان کے عقائد و اعمال شمس نصف النہار کی طرح سنت جماعت احناف کے ہیں جو کہ حنفی کتب فقہ و عقائد کے ساتھ پورا پورا تطابق رکھتے ہیں اور ان کے مسلمان سنی حنفی ہونے پر چاروں مذہبوں کے علماء حرمین شریفین اور ہند و سندھ اور شام و مصر وغیرہ کے فتویٰ مزین بمواہیر موجود و مطبوع ہیں بلکہ ان میں یہ بھی مرقوم ہے کہ اہل سنت جماعت حنفی دیوبند والے ہی ہیں۔ باقی رہا حشمت علی وغیرہ کا کافر کہنا تو ان کا قول تو گوز شتر کے موافق بھی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ ان کے یہاں تو کفر کی منڈی ہے صرف مسلمانوں کو کافر بنانے پر ہی کمر باندھی ہوئی ہے۔ یہود و نصاریٰ و مشرکین ہند کو ہرگز کچھ نہیں کہتے۔ صرف مسلمانوں کے ہی پیچھے پڑے ہوئے ہیں...... اس کفر کی منڈی سے حشمت علی کی دوکان کا کفر نہایت ہی ارزاں فروخت ہوا۔ بلکہ انعام کے طور پر کل رضائیوں پہ عام عنایت ہوئی اور کل رضائی و رضوی فیض یاب شقاوت کفر فی الدارین ہو گئے اور کل دیوبندی ان کے پیشوا احمد رضا خاں کی قلم شدید کفریہ سے شرفیاب

سعادت اسلام ہو گئے۔ اب حشمت علی کو اختیار ہے چاہے اپنے پیشوا کو اور خود اپنی جماعت کو کفر کے گڑھے میں محصور رہنے دے یا بالکل دیوبندیوں کے اسلام کو توبہ کر کے مسلم اور منظور کرے۔[1]

مولانا اسمٰعیل بن محمود کفلیتوی۔ امام سورتی جامع مسجد شہر مانڈلے برما

یہ جمیع حضرات اکابر مقتدائے اسلام و مسلمین ہیں۔ ان کے فیوض ظاہری و باطنی سے جملہ اہل اسلام مستفیض ہیں حتیٰ کہ عرب و عجم میں ان کے شاگرد علوم دینیہ کی ترویج میں مشغول ہیں اور یہ حضرات اکابر علماء حقانی میں شمار ہیں۔ ..... تیرہویں صدی میں ایک مفتی مفتری کذاب خان صاحب بریلوی اور ان کے پیرو خاص کر حشمت علی رضا خانی نے بوجہ ہوائے نفسانی ان اکابر کی طرف عقائد باطلہ کی غلط نسبت کی ہے حالانکہ وہ عقائد باطلہ نہ انکی کتابوں میں مذکور ہیں نہ وہ حضرات ان کے اقرار کرنے والے بلکہ قطعی طور پہ منکر ہیں۔ یہ حضرات اکابر خود ایسے عقائد والے کو خارج از اسلام جانتے ہیں اور بحمد اللہ یہ حضرات اکابر پکے اہل سنت والجماعت اور حنفی المذہب ہیں۔[2]

مولانا سید حسین صاحب شوئیجین ضلع پیگو برما

حضرات (اکابر دیوبند) کو بقول حشمت علی رضا خانی کے کافر کہنا شرعاً حرام و ناجائز ہے۔ یہ حضرات مسلمانانِ عالم کے مقتدا اور رہبر کامل ہیں۔ ان حضرات کے دل میں اسلام کا درد تھا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے محب اور تابعدار ہیں۔ سنت نبویہ کے خلاف نہ خود کوئی کام کرتے تھے اور نہ کسی کو کرتے

---

[1] براءة الابرار صـ ۲۳۱   [2] ایضاً صـ ۲۳۲

ہوئے دیکھ سکتے تھے ...... [1]

اس پر مولانا نور احمد صاحب۔ رنگون کے مولانا مفتی محمود صاحب۔ شیخ الحدیث مولانا بشیر اللہ صاحب کے بھی دستخط ہیں۔

مظفر نگر

یوپی کا ایک مشہور علمی مرکز مظفر نگر ہے۔ مولانا ظفر احمد صاحب وہاں کے مشہور عالم اور فاضل تھے اور لوگ عام مسائل میں آپ کی طرف ہی رجوع کرتے تھے۔ آپ سے مولانا حشمت علی خاں کے علماء دیوبند پر الزامات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کا یہ جواب دیا:۔

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ یہ حضرات عمائد اسلام مشائخ اسلام۔ رونق اسلام۔ زینت اسلام ہیں۔ ان کے دم سے شریعت و طریقت کو فروغ ہوا۔ توحید و اتباعِ سنت کو حیاتِ تازہ حاصل ہوئی جبکہ قبر پرستوں اور بدعتیوں کے غلبہ سے توحید و اتباع سنت کا چراغ ہی ہندوستان سے گل ہونے لگا تھا۔ یہ حضرات حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ محدث دہلوی کے خاندان کے حدیث کے چمکتے ہوئے چراغ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سلسلہ کے گل صد برگ ہیں۔ کابل اور حیدر آباد اور مکہ و مدینہ و جدہ و شام وغیرہ بلادِ اسلام میں ان علماء دیوبند کے فیض پانے والے بڑے بڑے عہدوں پر فائز اور حکمران ہیں اور درس حدیث و فقہ و تفسیر میں مشغول ہیں —

نعوذ باللہ۔ اگر یہ کافر ہیں تو دنیا میں مسلمان کون ہیں؟ [2]

مولانا ظفر احمد صاحب کے اس جواب پر غور کیجئے کتنی وضاحت سے لکھتے ہیں کہ صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ کابل اور عرب ممالک میں بھی ان کا سکہ چلتا ہے اور ان حضرات کی دینی خدمات

---

[1] براءۃ الابرار صفحہ ۲۳ [2] ایضاً ص ۲۶

سے ایک دنیا فیضیاب ہو رہی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور مجدد الف ثانیؒ کے سچے اور صحیح وارث کوئی ہیں تو مولانا ظفر احمد صاحب کے بقول یہی حضرات ہیں۔ دیوبندی بریلوی تنازع میں مولانا ظفر احمد صاحب کا یہ فیصلہ نہایت اہم ہے۔ کہ علماء دیوبند علم حدیث کے خادم تھے اور ان پر مولانا حشمت علی خاں کے الزامات سراسر جھوٹ ہیں۔

پھر مولانا عمر احمد مظفر نگری کا یہ فیصلہ بھی کوئی کم اہمیت کا حامل نہیں۔

اکابر ملت حنفیہ حضرات دیوبند کو کافر کہنا یقیناً فسق ہے اور اس کا فاعل گنہگار ہے..... ایسے لوگوں سے جمعیت ملت قطع تعلقات کر دینا چاہیئے۔[1]

اس فیصلے پر مولانا محمد احمد مظفر نگری کے بھی دستخط ہیں۔

جونپور

ہندوستان کے شہر جونپور سے کون ناواقف ہوگا۔ مدرسہ تبلیغ الاسلام سے یہاں کی علمی عظمت قائم تھی۔ یہاں بھی رنگوں سے استفتاء پہنچا۔ اس مدرسہ کے مولانا محمد بن سلطان نے اس کا درج ذیل جواب لکھا اور اس پر اسی مدرسہ کے مولانا محمد شریف صاحب نے تصدیقی دستخط ثبت کیے:۔

علماء دیوبند کے سنی حنفی ہونے میں کوئی شبہ نہیں..... ان حضرات کے سنی حنفی اہل حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔[2]

رائے بریلی

جلال پور ضلع رائے بریلی کے مشہور عالم حضرت مولانا مولوی عبد التواب صاحب سے علمی حلقہ ناواقف نہیں۔ آپ عربی کے ادیب مولوی فاضل اور چشتیہ سلسلہ کے صاحب نسبت تھے۔ برق الحبیب تحیۃ الاسلام۔ حیات بعد الموت اور برکات رمضان آپ کی تالیفات ہیں۔ رنگون سے آئے ہوئے

---

[1] براءۃ الابرار صہ ۲۳۲ [2] ایضاً صہ ۲۹۷

استفتاء کے جواب میں آپ نے لکھا کہ :-

علماء دیوبند بڑے پکے حنفی اور سُنی مسلمان ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کو خوب سمجھ بُوجھ کر دل و جان سے مانتے ہیں۔ جناب رسالت مآب روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت رکھتے ہیں اور آپ کی کسی امر اور کسی حالت میں بے ادبی اور گستاخی نہیں کرتے۔ بلکہ ہر حالت میں اتباع سنّتِ نبوی دن رات ان کا کام ہے۔ ان کی ذات سے اسلام کی اشاعت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان بوجہ اتم جاری ہے۔ دیوبند کا مدرسہ عربی علوم کا بہت بڑا دارالعلوم ہے اس میں عرصہ دراز سے قرآن حدیث کے متعلق جملہ علوم و فنون کی تعلیم ہوتی ہے...... ان نیک اور مقدس بزرگوں یعنی علماء کرام کو کافر بتلانا سراسر غلط اور محض اتہام ہے۔ سبحانک ھٰذا بھتان عظیم...... جو لوگ ان کو کافر بتلاتے ہیں وہ اپنی عاقبت بگاڑتے ہیں۔[1]

ضلع رائے بریلی کے قصبہ جائس میں ایک خانقاہ تھی جس کے سجادہ نشین سید شاہ علی نقی تھے۔ آپ نے بھی مولانا احمد رضا خاں کی اس واردات تکفیر کی مخالفت کی اور کھُل کر علماء دیوبند کا ساتھ دیا۔

اٹاوہ

اٹاوہ شہر کے محلہ ثابت گنج کے بلند پایہ عالم مولانا ظہور الحق تھے۔ آپ کی خدمت میں بھی رنگون سے استفتاء پہنچا۔ آپ نے علماء دیوبند کے فضل و کمالات کی کھلے طور پر شہادت دی اور یہاں تک لکھا کہ :-

یہی نفوس قدسیہ اسلام کے نمونے اور اس کی صحیح صورتیں ہیں مولانا تھانوی

---

[1] براءۃ الابرار ص ۲۹۸ [2] دیکھیے ایضاً ص ۱۰۱

کو دیکھ لیجئے کہ شریعت و طریقت کی جامعیت میں حضرت امام غزالیؒ سے کسی طرح کم نہیں. بڑے بڑے سیاحین و محققین کی یہ تحقیق ہے کہ مولانا جیسا جامع شیخ روئے زمین پر نہیں. مگر ہنر بچشم عداوت بزرگ عیب است ان حضرات کے یہ فضل و کمالات ہی تو رضا خانی پارٹی کے آتش حسد کے اشتعال کے باعث ہوئے...... [1]

ضلع گونڈہ

اترولہ ضلع گونڈہ اس اعتبار سے بڑی شہرت کا حامل تھا کہ یہاں ایک اسکول تھا جس میں عربی کی تعلیم دی جاتی تھی. اس کے پرنسپل مولانا ابو النصر محمد فاضل صاحب تھے. آپ نے رنگون سے پہنچنے والے فتوے کے جواب میں علماء دیوبند کی پوری پوری تائید کی. اور مولانا احمد رضا خاں اور مولوی حشمت علی وغیرہ کے بارے میں لکھا کہ اُن کی جھوٹے الزامات کی یہ واردات ایک کمینہ حرکت ہے. آپ لکھتے ہیں :-

> ان اکابر علماء کو کافر کہنا اپنی کم علمی. نادانی اور کمینگی کا بیّن ثبوت پیش کرنا ہے اگر یہی حضرات کافر ہیں تو پھر دُنیا بھر میں اہل ایمان مفقود ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے نالائقوں نا اہلوں کو لوگ اپنی مجالس میں کیسے وعظ گوئی کی اجازت دیتے ہیں. یہ ابن الوقت ضرورت پرست حسب موقع تقریر کرتے ہیں......
>
> ان کم بختوں نے صرف تعصب کی ایسی زبردست پٹی اپنی چشم پر باندھ رکھی ہے... علما دیوبند کو کافر بتلانے والا اپنے ایمان کی کمزوری ظاہر کرتا ہے [2]

---

[1] براءۃ الابرار صفحہ ۱۵۵ [2] ایضاً صفحہ ۱۱۳

شملہ ضلع پٹیالہ

شملہ ضلع پٹیالہ کی جامع مسجد صرف مسجد ہی نہیں تھی بلکہ علاقے کا ایک بہت بڑا علمی مرکز تھی جس کا ایک اپنا دارالافتاء تھا۔ لوگ مسائل دینیہ میں اس دارالافتاء پر اعتماد کرتے تھے اس مسجد کے خطیب اور دارالافتاء کے مفتی مولانا مفتی احمد حسن انصاری نے لکھا :-

علماء دیوبند مسلمان ہیں اور ایسے مسلمان ہیں کہ ان کی وجہ سے لاکھوں انسانوں نے اسلام قبول کیا اور ان کے مبارک ہاتھوں سے لاکھوں بنی نوع انسان مسلمان ہوئے۔۔۔ شریعت و طریقت کے جامع یہی حضرات ہیں ان کے علمی فیوض سے دنیا کا گوشہ گوشہ سیراب ہے اور موجودہ لامذہبی کے زمانہ میں ان حضرات سے تعلق باعث نجات ہے۔ حشمت علی نے جو کچھ بیان کیا ہے اپنی عاقبت خراب کی ہے۔[1]

جہاں گنج ضلع فرخ آباد — مولانا مودودی کا فیصلہ

جہاں گنج ضلع فرخ آباد کے عارف باللہ حضرت مولانا صوفی عبدالواحد شاہ مودودی چشتیؒ بلند پایہ علمی شہرت اور روحانی شخصیت کے مالک تھے۔ آپ رنگون سے آئے ہوئے استفسار کے جواب میں لکھتے ہیں :-

اکابرین علماء (دیوبند) کی شان علم بڑی ہے ان کو ایک معمولی مولوی کا کافر بنانا اس کے علم کی کمی کی دلیل ہے۔[2]

ہمارے خیال میں اس کے پیچھے علم کی کمی نہیں بدنیتی شامل حال تھی اور انگریز اپنی حکومت کے استحکام کے لیے علماء دیوبند کے خلاف اپنے ساتھ کچھ علماء کو ملانے کے لیے مجبور تھے۔ مرزا غلام احمد تو

---

[1] براءۃ الابرار ص ۱۱۸

ہر جگہ کام نہ دے سکتا تھا. فرمنی نبوت کے نیچے منصب مجدد بھی توڑ کرنا تھا.

حق بات پالینے والوں کا فکری نکتہ

رنگون سے آنے والے استفتاء اور پورے ہندوستان سے جاری ہونے والے افتاء کی یہ تاریخی دستاویز ۱۹۳۴ء کی چھپی ہے. اس میں ہندوستان کے کسی ایک شہر سے شرعی رائے نہیں پوچھی گئی. پورے ہندوستان کے اطراف و اکناف اور اس کے تمام بلاد وسطی اور بلاد اقصیٰ کے علمی حلقوں سے استفتاء کیا گیا تھا اور ان سب کا یہ متفقہ موقف ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اور مولانا حشمت علی کی یہ واردات تکفیر علم و دیانت پر مبنی نہ تھی. علماء دیوبند اس باب میں بہت مظلوم ہیں.

اتنے کثیر تعداد علماء کا یہ متفقہ فیصلہ پڑھنے کے بعد ذہن اس کے مقابل کسی دوسری ایسی دستاویز کی تلاش کرتا ہے جو دوسری جانب سے لکھی گئی ہو. اور بریلویوں نے انہی دونوں مولانا حشمت علی خاں کے دفاع میں کہیں تیار کی ہو — ہم اس کی تلاش کرتے کرتے تھک گئے مگر اس دور کی (صدی یا پون صدی پہلے کی) ہمیں کوئی ایسی بریلوی تالیف نہیں ملی جس میں مولانا حشمت علی کی حمایت میں کوئی دس علماء کا بیان بھی آیا ہو. بلکہ ہندوستان کے چار اطراف سے کوئی ایک فتوےٰ ہی مولانا احمد رضا خاں کے حق میں صادر ہوا ہو. ہندوستان میں علماء جہاں بھی دیکھے گئے سب مولانا احمد رضا خاں کو قصوروار ٹھہراتے دیکھے گئے ہیں.

جب بریلویوں کے پاس اس عہد کی ایک ایسی دستاویز بھی نہیں ملتی جس میں ہندوستان کے دوسرے معروف مدارس کے علماء نے کہیں مولانا احمد رضا خاں یا مولانا حشمت علی خاں کا ساتھ دیا ہو تو بریلوی مولوی وزن بیت کے لیے پرانی فرسودہ کتاب حسام الحرمین کو لے آتے ہیں. حالانکہ اس کتاب میں مولانا احمد رضا خاں نے جن عرب حضرات سے علماء دیوبند کی اردو عبارات پر فتوی حاصل کیے تھے انہوں نے بعد تحقیق حال اپنے ان فتووں سے رجوع کر لیا تھا اور اس کے جواب

میں جب المھند علی المفند سامنے آئی تو اس سے پورے ہندوستان میں مولانا احمد رضا خاں کی تکفیر کی واردات رُک گئی — اور مولانا احمد رضا خاں بھی اس کی اشاعت پر ایسے دم بخود ہوئے کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں — تاریخ گواہ ہے کہ اس کے بعد انہوں نے ایک لفظ بھی المھند کے خلاف نہیں لکھا اور نہ ان کی زندگی میں حسام الحرمین بھر کہیں دوبارہ چھپی۔

اجمیر (راجستھان)

اب ہم آخر میں اجمیر شریف کے حضرت مولانا علامہ معین الدین اجمیری کا فیصلہ پیش کیے دیتے ہیں۔ حضرت مولانا معین الدین اجمیری کا یہ فیصلہ اس پہلو سے بہت اہمیت رکھتا ہے کہ حضرت مولانا معین الدین خیر آبادی سلسلہ کے عالم تھے۔ براہ راست ان کی دیوبند سے کوئی نسبت نہ تھی۔ بریلوی حضرات اپنی تاریخ پیچھے لے جانے کے لیے خواہ مخواہ اپنے آپ کو حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی سے جوڑتے ہیں۔ حالانکہ خیر آبادی حضرات مولانا احمد رضا خاں کے ردِ وہابیہ کے شغل کو ایک خبط سے زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالحق خیر آبادی نے جب مولانا احمد رضا خاں سے پوچھا کہ کس فن میں تصنیف کرتے ہو تو آپ نے کہا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور ردِ وہابیہ میں — اس پر حضرت علامہ نے فرمایا تھا۔

> ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اس خبط میں (ردِ وہابیہ میں) مبتلا رہتا ہے..... اعلیحضرت آزردہ ہوتے۔[1]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ خیر آبادی حضرات مولانا احمد رضا خاں کے اس ردِ وہابیہ کے کاروبار سے ہرگز خوش نہ تھے — اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صرف علماء دیوبند کے مقابل میں گستاخ نہ تھے خیر آبادی سلسلہ کے اکابر سے بھی ان کا نہایت گستاخانہ ردِ عمل تھا۔

کچھوچھوی برادران مدنی میاں اور ہاشمی میاں نے المیزان بمبئی کا ایک خاص نمبر احمد رضا نمبر

---

[1] المیزان نمبر ص ۳۳۲

نکالا. اس میں انہوں نے اپنے علماء کی جو طویل فہرست دی ہے اس میں وہ حضرت مولانا معین الدین اجمیری کا اسم گرامی بھی لکھتے ہیں۔[۱]

ہاشمی میاں نے آپ کو آفتاب علم لکھا ہے. آپ خواجہ قمرالدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف کے بھی اُستاد تھے. ہاشمی میاں آپ کو شمس العلماء کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

اس پس منظر میں حضرت مولانا معین الدین اجمیری کا علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دینا بڑی اہمیت رکھتا ہے. آپ علماء دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

یہ حضرات مسلمان اور مسلمانوں کے پیشوا ہیں۔[۲]

پھر اس پہ حضرت مولانا منتخب الحق اور مولانا عبدالغفور صاحب نے بھی تصدیق ثبت فرمائی ہے. مہر { حضرت مولانا معین الدین اجمیری ۱۳۳۵ھ }

حضرت اجمیری نے مولانا احمد رضا خاں کے شوق تکفیر کی ان الفاظ میں بھی مذمت فرمائی :۔

دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہو گا جس قدر اعلیحضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا. یہ وہ فضیلت ہے جو سوائے اعلیحضرت کے کسی کے حصے میں نہیں آئی۔[۳]

شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی خلیفہ ارشد جناب پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا یہ بیان پہلے دیا جا چکا ہے:

یہ اکابر علماء دین ہرگز کافر نہیں ہیں بلکہ بڑے اولیاء اللہ ہیں۔[۴]

بہاولپور میں انگریزی عہد میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین فسخ نکاح کا ایک مقدمہ چلا تھا جس میں دیوبند سے اکابر علماء بیان دینے کے لیے تشریف لائے تھے انہیں حضرت مولانا گھوٹوی نے ہی منگوایا تھا.

---

[۱] میزان احمد رضا نمبر [۲] براءۃ الابرار صفحہ ۲۰۹ [۳] تجلیہ ... [۴] براءۃ صفحہ ۹۸

اب بستی حضرت سلطان نظام الدین اولیاء کے حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ کا پُر نور بیان ملاحظہ فرمائیں. آپ نے علماء رنگوں کے استفتاء کے جواب میں یہ سطور سپرد قلم فرمائیں :-

دیوبندی حضرات کا سلسلہ اوپر سے اس آسمان یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث و ما دہلوی کے خاندان سے نسبت رکھتا ہے. حضرت مولانا رشید احمد صاحب اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نور اللہ قلوبہم و قبورہم اس آسمان کے آفتاب و ماہتاب ہیں دیوبند کے روح رواں یہی دونوں حضرات ہیں ..... اس وقت ہندوستان میں جو کچھ بھی دینداری اور خیر و برکت ہے وہ سب انہی کی یادگار ہے — ان لوگوں کے کمالات ان کے خدام میں دیکھو. ان کے کمالات ان کی تصانیف میں دیکھو. اس خاندان کے افراد میں کبھی کبھی کوئی نہ کوئی ہجرت مکہ و مدینہ کی کرتے چلے آئے ہیں. جس زمانہ میں جو کوئی مکہ و مدینہ چلا گیا وہ اپنے علم میں اپنے زہد میں اپنے تقویٰ میں وہاں کے رہنے والوں میں وہاں کے جانے آنے والوں میں مبارک و ممتاز رہا ہے. سب سے اخیر ہجرت کرنے والوں میں مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ مبارک کے پاس جگہ دے کر حق تعالیٰ شانہ نے اظہار مرتبت فرمایا ہے. اللہ ہمیں بھی نصیب کرے آمین. اس خاندان کے کمالات پر خود ان کی تصانیف شاہد ہیں. ان کی سوانح موجود ہیں. علم حدیث اور تصوف کو جس قدر اس خاندان سے فروغ ہوا ہے کتابیں بھی لکھ کر — اور آدمی بھی بنا کر — اس مقدار کے ساتھ چھوڑا ہے کہ اس ہزار برس کے اندر اندر کوئی دکھلا دے تو سہی — محال ہے انشاء اللہ کوئی قابو نہ پائے گا. یہ وہ خاندان ہے جس میں اولیاء تو عام جماعت ہے ورنہ اس جماعت کے اعلیٰ فرد میں اقطاب و مجدد ہونا اللہ نے اس خاندان کا حصہ کر رکھا ہے یہ یہ صفات ان لوگوں کی ہیں اگر انہی کو کافر کہتے ہیں تو وہ اور

کوئی چیز لغوی ہوگی. میری عقل باور نہیں کرسکی کہ ان حضرات کو کوئی کافر کہے بجز ان دو شخصوں کے جو کفر و اسلام کو نہ جانتے ہوں یا ہٹ دھرم ہو کہ حق کو نہ مانتے ہوں۔[1]

یہ اس مرد حق کی رائے ہے جو بھٹکے ہوئے انسانوں کو اللہ کی راہ پر ڈالنے میں وقت کا داعی کبیر تھا. اس کے فیصلے میں تعصب کی کوئی جھلک اور خفیف سی بو بھی نہیں ہوسکتی ہم اس کے اس بیان پر ان شہادات کو ختم کرتے ہیں.

ان تمام بیانات کا حاصل یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے جب اپنی تکفیر امت کی تحریک شروع کی اور اہل السنۃ والجماعۃ کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا بیڑا اٹھایا تو اس وقت تمام ہندوستان کے علماء اور مشائخ یہی رائے رکھتے تھے کہ خاں صاحب اور ان کے اذناب جو عقائد علماء دیوبند کے ذمے لگا رہے ہیں وہ ہرگز ان کے عقائد نہیں. عبارات کی کھینچا تانی سے کوئی بات کسی کے ذمہ کرنا یہ صرف بچوں کا ایک کھیل ہے اہل دانش کبھی الزامات سے کسی کا عقیدہ ثابت نہیں کرتے. لزوم اور التزام کا فرق اہل علم سے چھپا نہیں.

ہندوستان کے علماء و مشائخ کا ایک بڑا گروپ المہند میں بھی علماء دیوبند کے حق میں بیان دے چکا ہے. المہند کے بعد یہ دوسری بڑی دستاویز ہے جو براءۃ الابرار کے نام سے ان دنوں لکھی گئی ہم نے یہاں اس کی مفید تلخیص ہدیۂ ناظرین کردی ہے.

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں ان علماء ہند کے نام بھی لکھ دیں جنہوں نے المہند کی تصدیق کی اور مولانا احمد رضا خاں کو جارح قرار دیا.

المہند کی تصدیق کرنے والے ایشیا کے علماء و مشائخ

آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے امت مسلمہ کی تقسیم کی جو خطرناک سازش

---

[1] براءۃ الابرار ص ۳۷

کی تھی اور علمار عرب کو فریب دے کر ان سے اردو عبارات پر فتاوے حاصل کیے تھے اس کا پردہ فخر المحدثین مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنیؒ نے پوری طرح چاک کر دیا تھا. علمار عرب کی طرف سے آئے ہوتے سوالات کے جوابات میں آپ نے اپنے عقائد کا بر ملا اعلان کیا. اور بتلایا کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنے ان الزامات میں علمار دیوبند پر کھُلا جھوٹ باندھا ہے اور افترار کیا ہے. مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی کا یہ بیان آپ المہند کی اس عبارت میں ملاحظہ فرمائیں. آپ لکھتے ہیں۔

(احمد رضا خاں کو) جھُوٹ اور جعل (بنانے) آسان ہیں کیونکہ وہ اس میں اُستادوں کا اُستاد ہے اور زمانہ کے لوگ اس کے چیلے کیونکہ تحریف و تلبیس و دجل و مکر کی اس کو عادت ہے. اکثر مہریں بنا لیتا ہے مسیح قادیانی سے کچھ کم نہیں. اس لیے کہ وہ رسالت کا کھلم کھلا مدعی تھا اور یہ مجددیت کو چھپائے ہوئے علمار امت کو کافر کہتا رہتا ہے[1]

آپ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان نے:۔

ہم پر جھوٹ بہتان باندھے اور ہماری جانب گمراہی کی نسبت کرتے رہتے ہیں[2]

یہ بات کہ مولانا احمد رضا خاں اپنے ان خود تراشیدہ الزامات میں جھوٹے ہیں صرف مولانا خلیل احمد صاحب ہی نہیں کہہ رہے بلکہ برصغیر کے اکابر علماء اور برگزیدہ مشائخ نے بیک زبان اسی وقت اس کا اعلان کر دیا تھا. جن علماء و مشائخ نے علمار دیوبند کے موقف کی تائید اور مولانا احمد رضا خاں کے الزامات کی تردید کی. ان کے اسمار گرامی مندرجہ ذیل ہیں:۔

① شیخ الہند مولانا محمود الحسن ② مولانا میر احمد حسن امروہی ③ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن
④ مولانا اشرف علی تھانوی ⑤ مولانا حکیم محمد حسن ⑥ مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری
⑦ مولانا قدرت اللہ مراد آبادی ⑧ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی ⑨ مولانا غلام رسول

---

[1] المہند ص۲۵ مع ترجمہ [2] ایضاً ص۱۱

(۱۰) مولانا حافظ احمد صاحب (۱۱) مولانا محمد سہول (۱۲) مولانا عبدالصمد بجنوری
(۱۳) مولانا محمد اسحٰق نہٹوری (۱۴) مولانا محمد ریاض الدین (۱۵) مولانا محمد کفایت اللہ
(۱۶) مولانا محمد قاسم دہلوی (۱۷) مولانا ضیاء الحق دہلوی (۱۸) مولانا عاشق الٰہی میرٹھی
(۱۹) مولانا سراج احمد (۲۰) مولانا قاری محمد اسحٰق میرٹھی (۲۱) مولانا حکیم مصطفیٰ بجنوری
(۲۲) مولانا حکیم محمد مسعود (۲۳) مولانا محمد یحییٰ سہسرامی (۲۴) مولانا کفایت اللہ گنگوہی

یہ علماء کرام اور مجاہدۂ اسلام سب کسی ایک جگہ کے رہنے والے نہ تھے۔ دہلی، میرٹھ بجنور، رائے پور، سہسرام، شاہجہانپور، مراد آباد، امروہہ اور سہارنپور وغیرہ مختلف اضلاع و اکناف کے تھے۔ ان کے آپس میں کچھ ہلکے پھلکے اختلافات بھی تھے۔ جو حضرات چھوٹی چھوٹی باتوں میں اپنے موقف پر اڑنے والے ہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کفر و اسلام جیسے قطعی مسائل میں وہ کسی ایک دوسرے کی غلطی برداشت کریں؟ ان سب کا متفقہ طور پر کہنا کہ مولانا احمد رضا خاں اپنے خود تراشیدہ الزامات میں یقیناً حق پر نہیں اور اکابر علماء دیوبند اس بات میں بلاشبہ مظلوم ہیں حقیقت حال کا پوری طرح پتہ دیتا ہے۔ ہم اس موقعہ پر مولانا احمد رضا خاں کی تمام ذریت سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ یا قوم ألیس منکم رجل رشید

علماء حرمین شریفین کا قول آخر

مولانا احمد رضا خاں کی فریب کاری اور علماء دیوبند کی عبارات میں کتر و بیونت اور تحریف کھل جانے کے بعد علماء حرمین نے جس حق گوئی کا حق ادا کیا وہ اپنی مثال آپ ہے المہند پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے جن اکابر علماء نے دستخط فرمائے ان میں چاروں مذاہب کے علماء شامل تھے، اور یہ گویا مرکز اسلام میں پوری امت کا اجماع تھا۔

مکۃ المکرمہ

۱. مولانا شیخ حب اللہ مکی شافعی ۲. مولانا شیخ شعیب مالکی ۳. مولانا شیخ احمد
۴. مولانا شیخ عبدالجلیل آفندی ۵. مولانا شیخ احمد رشید مکی ۶. مولانا شیخ محب الدین حنفی
۷. مولانا شیخ محمد صدیق افغانی۔

مکہ مکرمہ کے یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی کتاب حسام الحرمین پہ دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اس کتاب کو مولانا احمد رضا خاں کی بدنیتی قرار دیا تھا۔ وہ اکابر علماء جنہوں نے المہند میں لکھے گئے عقائد سے اتفاق کیا ان میں مسجد حرام مکہ مکرمہ کے امام وخطیب شیخ محمد سعید بابصیل شافعی۔ فضیلۃ الشیخ محمد عابدؒ مالکی (مفتی مالکیہ) اور مسجد مکی شریف کے امام و مدرس شیخ محمد علی بن حسینؒ مالکی بھی ہیں۔

مدینۃ المنورہ

۱. فضیلۃ الشیخ مولانا شیخ محمد یسین مصری ۲. مولانا شیخ عبداللہ النابلسی ۳. مولانا شیخ عبدالحکیم بخاری
۴. مولانا سید ملا ستنفر بخاری ۵. مولانا شیخ سید محمد امین رضوان شافعی ۶. مولانا شیخ آفندی مامون بری
۷. مولانا شیخ فانح طاہری مالکی ۸. چیف جسٹس مدینہ منورہ ۹. مولانا سید عبداللہ اسعد
۱۰. شیخ عیسیٰ آفندی بوسنوی ۱۱. شیخ محمد مہدی ۱۲. شیخ حماد آفندی
۱۳. شیخ ابوبکر آفندی ۱۴. مفتی عمر آفندی ۱۵. شیخ موسیٰ ازہری
۱۶. شیخ احمد آفندی ۱۷. شیخ احمد کمخیلی ۱۸. شیخ ملا خان محمد بخاری
۱۹. شیخ ملا عبدالرحمٰن بخاری ۲۰. شیخ عبدالوہاب آفندی ۲۱. شیخ احمد نساری مالکی

یہ وہ حضرات ہیں جو حق کی شہادت دے کر اپنے خیمے جنت میں لگا گئے۔ مدینہ منورہ کے ان حضرات اکابر اور شیوخ نے مولانا احمد رضا خاں کی کتاب حسام الحرمین پہ دستخط کرنے سے انکار

کر دیا تھا۔ انہیں کسی طرح اس شخص کی فریب کاریوں کا علم ہو گیا تھا۔

المہند میں مندرجہ ذیل اکابر اور شیوخ بھی آپ کو مولانا خلیل احمد صاحب کی تائید کرتے ہوئے ملیں گے۔

مولانا مفتی سید احمد[۲۲] برزنجی شافعی۔ شیخ موسیٰ[۲۳] عمر مدنی۔ شیخ خلیل[۲۴] بن ابراہیم۔ شیخ محمد[۲۵] العزیز الوزیر التونسی۔ شیخ محمد السوسی[۲۶] الخیاری۔ شیخ السید احمد الجزائری۔ شیخ عمر بن حمدان[۲۸] المحرسی۔ شیخ محمد[۲۹] زکی البرزنجی۔ شیخ احمد[۳۰] بن میمون البلغیش۔ شیخ الاستاذ موسیٰ[۳۱] بن محمد۔ شیخ سید[۳۲] احمد معصوم۔ الاستاذ شیخ احمد[۳۳] بن محمد خیر العباسی۔ شیخ عبد القادر[۳۴] بن محمد العربی۔ شیخ محمد منصور[۳۵] بن نعمان۔ شیخ محمود عبد[۳۶] الجواد۔ الاستاذ شیخ احمد[۳۷] لبساطی۔ الاستاذ شیخ محمد حسن[۳۸] سندی۔ شیخ محمد بن[۳۹] عمر الفلانی۔ شیخ احمد بن[۴۰] احمد اسعد۔ شیخ یلسین[۴۱] الدمشقی اور استاذ الاساتذہ شیخ احمد[۴۲] بن محمد الشنقیطی المالکی۔

حرمین شریفین میں ان علماء کی تعداد ہے اور ان کے بالمقابل مولانا احمد رضا خاں کے ساتھ کھڑا آپ کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا ایک عالم بھی نظر نہ آئے گا۔ گویا علماء دیوبند کے ساتھ حرمین شریفین کے یہ صرف علماء ہی نہ تھے دوسرے سب علماء حرمین بھی ان کے ساتھ تھے۔ یُوں سمجھئے کہ یہ علماء دیوبند کے حق پر ہونے اور مولانا احمد رضا خاں کے مفتری اور الزام تراش ہونے پر کل علماء حرمین کا اجماع ہو گیا تھا جن علماء نے ابتداً احمد رضا خاں کی کتاب حسام الحرمین پر بات نہ سمجھے دستخط کر دیئے تھے انہوں نے بھی اس سے رجوع کر لیا تھا پھر علماء رنگون کے استفتاء کے جواب میں علماء حرمین کے اسی موقف پر کل ہندوستان کے اہل اسلام کا اجماع ہوا۔

اب آیئے ذرا دوسرے بلادِ عربیہ میں بھی چلیں کہ وہاں کے اکابر علماء نے بھی علماء دیوبند کا ہی ساتھ دیا اور مولانا احمد رضا خاں کا چراغ کہیں نہ جل سکا جامع ازہر (مصر) مسلمانوں کی سب سے قدیم۔ ایک ہزار سالہ دینی درسگاہ ہے اس کے ان علماء نے بھی علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا

علماء جامعہ ازہر مصر

جامعہ ازہر مصر کے شیخ العلماء سید سلیم بشری، شیخ محمد ابراہیم قایاتی، شیخ سلیمان عبد۔

علماء دمشق شام

(۱) علامہ ابن عابدین کے نواسہ فضیلۃ الشیخ علامہ احمد بن عبد الغنی بن عمر عابدین دمشقی کے صاحبزادہ مولانا سید محمد ابو الخیر المعروف بہ ابن عابدین الدمشقی۔

(۲) محقق شہیر شیخ مصطفیٰ ابن احمد شطی حنبلی دمشقی

(۳) شام کے مشہور محدث اور جامع مسجد سروجی کے خطیب شیخ محمد توفیق۔

(۴) شیخ محمد یسین الشہیر بالفراء الدمشقی

(۵) شیخ بدرالدین محدث شام کے شاگرد رشید شیخ محمود بن رشید عطار

(۶) شیخ علامہ محمد البوشی الحموشی الشامی

(۷) شیخ علامہ محمد سعید الحموی

(۸) شیخ علامہ علی بن محمد الدال الحموی

(۹) شیخ علامہ محمد ادیب الحورانی

(۱۰) شیخ علامہ عبد القادر الحموی

(۱۱) شیخ علامہ محمد سعید الشامی

(۱۲) شیخ محمد لطفی حنفی

(۱۳) شیخ فارس بن محمد حموی

(۱۴) شیخ مصطفیٰ الحداد حموی

پھر علماء عرب میں سے شیخ عبد اللہ القادر بن محمد سودہ العرسی ولیہ نے بھی اس پر دستخط کیے

ساؤتھ افریقہ میں بھی کثیر تعداد ہندوستان کے لوگ آباد ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے والد مولانا عبدالعلیم صدیقی جو مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ تھے ان کے ذریعہ یہ اختلافات وہاں بھی پہنچ گئے۔ پھر ٹرانسوال میں اس بات کا جائزہ لینے کے لیے علماء کی ایک بڑی مجلس بٹھائی گئی جس میں ملایا کے بھی بہت سے علماء شامل ہوئے اور پورے ہاؤس نے بالاتفاق فیصلہ دیا کہ علماء دیوبند کے عقائد ہرگز وہ نہیں جو مولانا احمد رضا خاں نے ان کے ذمہ لگائے ہیں اور مولانا احمد رضا خاں کے مقابلہ میں پنجاب کے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالویؒ اور مولانا معین الدین اجمیری کے فتاوے درست ہیں۔

اب آیئے اس حلقے سے بھی استفادہ کریں۔ رنگون کے مولانا عبدالرؤف صاحب نے ایک استفتاء جنوبی افریقہ بھی بھیجا تھا۔ ٹرانسوال کے مولانا محمد اسماعیل نانا صاحب (جوہانسبرگ) نے اس کے جواب میں لکھا:۔

> علماء دیوبند کو کافر کہنا سراسر غلط ہے اور عوام کو دھوکہ دے کر مذہب اسلام کو حقیقت میں بدنام کرنا ہے اور آپس میں مسلمانوں کو ایک متفقہ جماعت بننے دینا اور اپنے آپ کو اسلام کا حقیقی جانثار کہہ کر اسلام کو در پردہ بدنام کرنے اور اس سے دوسری قوم کے مقاصد کو تکمیل کرنے کا یہ ذریعہ بنایا ہے۔۔۔۔
> اس علماء حقہ کی جماعت نے ہندوستان میں وہ اسلام کی خدمت انجام دی ہے کہ آج اس کے اوپر جماعت مسلمین جس قدر فخر کرے کم ہے۔[1]

مولانا محمد اسماعیل نانا کے اس فیصلے کو پورے ساؤتھ افریقہ میں پھیلانے میں جن علمائے ربانیین نے محنت کی ان میں یہ بیشؒ علماء بہت ممتاز درجہ کے اصحاب علم تھے۔ رحمہم اللہ اجمعین۔

---

[1] براءۃ الابرار ص ۲۶۵

پھر نصف صدی بعد انگلستان میں یہ فتنۂ اختلاف اپنے جوبن پر آیا جب مولانا ارشد القادری (بہاری) یہاں آئے۔ ان کے آتے ہی یہ اختلافات بہت پھوٹ پڑے یہاں تک کہ برمنگھم میں اس کے استیصال کے لیے انجمن اتحاد المسلمین بنی جس میں علماء، وکلاء، دانشور اور بیرون ملک تعلیم کے لیے آنے والے ایم۔ایس سی۔ پی۔ایچ۔ڈی اور قانون کے طلبہ بھی ایک بڑی تعداد میں شامل ہوئے۔ برمنگھم کے ماؤنٹ پلیزنٹ ہال میں ایک اجتماع کیا گیا جس میں اس بات جائزہ لینے کے لیے کہ مولانا احمد رضا خاں جو علماء دیوبند پر الزامات لگانے میں بریلویوں کے ہاں اعلیحضرت شمار ہوتے ہیں وہ خود کیا تھے اور ان کے ان الزامات کی حقیقت کیا ہے؟ ساٹھ افراد کی ایک جیوری بٹھائی گئی جس میں چالیس علماء تھے۔ یہ اجتماع ۱۹۷۴ء کو ہوا اور چھ گھنٹے جاری رہا۔

جیوری نے بالاتفاق یہ فیصلہ دیا کہ علماء دیوبند کے ہرگز وہ عقائد نہیں جو مولانا احمد رضا خاں اور ان کے اذناب ان کے ذمہ لگاتے ہیں۔ اگر علماء دیوبند کے عقائد کفر کی سرحدوں کو چھو رہے تھے تو پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی۔ حضرت مولانا معین الدین اجمیری اور حضرت مولانا خواجہ ضیاء الدین سیالوی اس پر کیسے خاموش بیٹھ سکتے تھے۔ وہ مولانا احمد رضا خاں کا تکفیر امت کی اس مہم میں کیوں ساتھ نہ دیتے۔

نچلی کلاس کے لوگوں پر پیروں کی واردات

بریلوی مریضوں پر وہمات کے جھٹکے

روزنامہ جنگ لندن کے آئینے میں

بریلوی عوام انگلینڈ کے پیروں کے پھندے میں

اور پیر عدالت کے کٹہروں میں

شائع کردہ : اسلامک اکیڈمی مانچسٹر یو کے

نچلی کلاس کے لوگ پیروں کے پھندے میں

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد

جہالت بھی ایک بڑا جرم ہے۔ اگر کسی کو پتہ نہ ہو کہ اس پڑیہ میں زہر ہے تو بھی وہ اس کے کھانے سے مرجائے گا اور اسے جہالت اس کے خطرناک انجام سے نہ بچا سکے گی کمزور قوموں کا دنیا میں یہی انجام ہوتا ہے۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے — ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

دنیا میں رہنا ہے تو باشعور ہو کر رہنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ مذہبی سوداگر اپنی مختلف قسم کی اغراض کے لیے کہیں ان کا سودا ہی تو نہیں کر رہے۔ پھر اپنی بیگمات کو ان کے پاس لے جانا اور بار بار انہیں ملوانا اس میں کون سی سُنّیت لپٹی ہے جو ہمارے بعض نادان لوگ اپنے مسلکی امتیاز کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے پیروں کو انکی بیگمات سے مِلنے کا موقع مِل جائے۔

انگلستان میں پیروں کی ایک قطار کی قطار لگی ہے ایک جا رہا ہے تو دوسرا آ رہا ہے اور عورتوں کے جھمگٹے اسی طرح قائم رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم اچانک اخبارات میں کوئی نئی خبر پڑھ لیتے ہیں۔

ہندوستان اور پاکستان میں ان درگاہوں کو دیکھیے جہاں بڑے بڑے اللہ والے سوئے ہیں۔ انہوں نے بے شک اپنے وقت میں روحانیت کی عظیم شمعیں روشن کیں اور پوری زندگی شریعت کے تابع رہے۔ لیکن جب سے یہ درگاہیں گدی نشینی کا شکار ہوئیں تو وہ کون سے گل ہیں جو ان صاحبزادوں نے نہیں کھلائے اور آپ دیکھیں کہ ان میں اور ان کے اسلاف میں جن کے نام سے یہ چلتے ہیں کتنے دُور کے فاصلے حائل ہیں۔

قُم باذن اللہ جو کہتے تھے رخصت ہو گئے — خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات — تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

نچلے طبقہ کے ذہنوں پر پیروں کا مافوق الطبیعات تسلط

بدکار پیروں کی چالیں مریدوں پر واردات کس قدر تیز ہوتی ہیں اور ہماری سوسائٹی کا یہ نچلا طبقہ کس طرح ان ظالم پیروں کی غرض مندانہ چکی تلے بے دردی سے پس رہا ہے۔ یہ سانحات اور ایسے کئی اور واقعات آپ نے بارہا پڑھے اور سُنے ہوں گے۔ ہم یہاں مسٹر ہارڈی کی تائید میں یہ بات اور سامنے لانا چاہتے ہیں کہ بریلویت کیوں نچلے طبقہ کے لیے سامانِ رغبت رہی ہے۔ نچلے طبقہ کے ذہنوں پر پیروں کا مافوق الطبیعات تسلط ان واردات کی پہلی کڑی ہے۔

بڑے حضرات کی شخصیات اور ان کے تبرکات پر ان کے جھوٹ گنیئے۔ ان لوگوں نے ان بڑے حضرات کے پاخانہ و پیشاب کو جو درجہ دیا ہے اس سے نچلے طبقے کے بریلویوں کی پوری تصویر کھنچی چلی آتی ہے۔ حضرت سلطان باہوؒ کے بارے میں ایک حکایت سنیئے:۔

پیشاب میں آخرت کی روشنی کی چمک

روایت ہے کہ عالم طفولیت میں ایک دفعہ جب آپ بیمار ہوئے تو آپ کی اجازت سے لوگ ایک برہمن طبیب کو بلانے کے لیے اس کے گھر گئے۔ برہمن نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں وہاں گیا تو مسلمان ہو جاؤں گا (کیونکہ جو ہندو بھی سلطان باہو کا چہرہ دیکھتا تھا وہ مسلمان ہو جاتا تھا) بہتر یہ ہے کہ آپ ان کا قارورہ (پیشاب) بوتل میں یہاں لے آئیں۔ مریدوں نے ایسا ہی کیا جب اس برہمن طبیب نے قارورہ کی بوتل کو اٹھا کر دیکھا تو بے ساختہ اس کی زبان پر کلمہ طیب جاری ہو گیا۔[1]

ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ جو پیشاب ایک برہمن کو آخرت کی روشنی کی چمک دے

---

[1] آسمانی جنت ص۱۴۲ طبع لاہور

رہا ہے۔ وہ خود اپنے مریض کو دینوی شفا کیوں نہیں دے رہا اور کیوں حضرت ایک ہندو طبیب کے محتاج ہو رہے تھے۔ ہم یہاں بتانا صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان لوگوں نے کلمہ طیبہ کو پیشاب کی چمک میں ظاہر کر کے کیا کلمہ شریف کی توہین نہیں کی؟ اس برہمن کو اسلام کی صداقت کیا اسی پیشاب میں ہی نظر آئی تھی؟ استغفر اللہ

ضلع گجرات کا بارڈر جو مقبوضہ کشمیر کی ریاست جموں سے متصل ہے۔ وہاں ایک قصبہ ٹڑیلہ ہے اور یہاں ایک بڑی خانقاہ ہے۔ وہاں کے مکین شیو گدی نشین رفیق اللہ کی ان کے ہاں بہت کرامات مشہور ہیں۔ ان کے پاس ان کے مورث اعلیٰ حفیظ اللہ صاحب کی ایک کتاب انوار حفیظ ہے۔ اس میں ان لوگوں نے کس بے دردی سے ان بڑے حضرت کے پاخانہ کو اللہ کا نور ثابت کیا ہے۔ اسے درج ذیل حکایت میں ملاحظہ فرمائیں:۔

پیر کا پاخانہ کیا اللہ کا نور تھا؟ (معاذ اللہ)

علی الصبح حضور سرکار پاک نے بندہ کو آواز دی اور فرمایا مجھے رفع حاجت کے لیے جانا ہے۔ بندہ پانی کا لوٹا اٹھا کر ساتھ ہو لیا۔ مگر دروازے کے قریب ہی آپ بیٹھ گئے اور پریشانی کی سی صورت میں بندہ کی طرف دیکھا۔ میں نے آپ کے سامنے بیٹھ کر عرض کیا غریب نواز کیا بات ہے؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ آپ نے فرمایا۔ بیٹا طبیعت ٹھیک ہے کوئی فکر کی بات نہیں ہوا یہ ہے کہ مجھے اسہال آ گیا ہے اور میرا پاخانہ شلوار ہی میں نکل گیا ہے۔ میں نے پھر عرض کیا۔ حضور پاک آپ کے شکم میں کوئی درد تو محسوس نہیں ہوتا؟ تو فرمایا برخوردار آپ اس قدر کیوں فکر مند ہو رہے ہیں، تکلیف مجھے کوئی نہیں۔ صرف اتنا ہوا ہے کہ مجھے جلاب آ گیا ہے،

بندہ ناچیز نے نئی شلوار ازار بند ڈال کر پیش کی اور عرض کیا کہ حضور آپ یہ شلوار پہن

لیں میں دوسری شلوار دھو کے لے آتا ہوں۔ آپ کی وہ شلوار لے کر نلکے کی تلاش میں باہر نکلا۔ چلتے چلتے میں حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند گرامی حضرت پیر سید عبدالوہاب جیلانی رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک تک چلا گیا۔ وہاں وضو کرنے کے مقام پر ٹوٹیاں لگی ہوئی تھیں میں وہیں شلوار دھونے بیٹھ گیا۔ ابھی میں نے شلوار کو ٹوٹی کے نیچے کیا ہی تھا کہ ایک بزرگ سفید ریش، نورانی چہرے والے سفید لباس میں ملبوس تشریف لائے اور فرمایا۔ بیٹا! یہ کیا دھو رہے ہو؟ میں نے کہا شلوار ہے۔ انہوں نے پوچھا کس کی؟ میں نے عرض کیا میرے پیر صاحب کی۔ وہ بزرگ بہت خفا ہوئے اور فرمانے لگے۔ او نالائق آدمی افسوس ہے تیری عقل پر! تم نے اپنی اتنی زندگی برباد کی ہے۔ بے وقوف تو اب تک اسے ٹٹی کرنے والا بندہ ہی سمجھتا رہا؟ دیکھ تو سہی کیا دھو رہا ہے؟ اس بزرگ کا اتنا فرمانا ہی تھا کہ میری آنکھیں کھل گئیں۔ میں نے دیکھا کہ شلوار میں کوئی چیز بھی نہیں ہے بشلوار میں سے، جو ابھی آدھی ہی پانی میں بھیگی تھی، اور اس کے علاوہ پانی کی نالی میں سے بھی ہلکی ہلکی اور پیاری پیاری سی خوشبو آ رہی ہے۔ وہ بزرگ پھر فرمانے لگے او لڑکے تو نے اس شلوار کو دھو کر بہت غلطی کی ہے اگر تجھے ذرا بھی عقل ہوتی تو تو اتنی بڑی غلطی نہ کرتا۔ اب تک تیری کی ہوئی ساری محنت اکارت گئی تو تو اس کو ٹٹی کرنے والا ہی سمجھتا رہا۔

بندہ وہ شلوار مبارک اسی طرح اپنے کاندھے پر ڈال کر واپس آپ کی خدمت میں آ گیا۔ دل بہت اداس تھا۔ راستے میں جی چاہتا تھا کہ دیواروں کے ساتھ مار مار کر اپنا سر پھوڑ لوں۔ جب آپ کے سامنے ہوا تو آپ بستر پر اٹھ کے بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا۔

حافظ صاحب! وہ کس طرح لکھا ہے مثنوی شریف میں حضرت عارف رومی نے سے

ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا
واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

ترجمہ۔ دنیادار، غافلین حق کھاتے ہیں تو پاک، رزق حلال بھی ان کے اندر جاکر غلاظت بن کے نکلتا ہے اور جو چیز وہ کھاتے ہیں (نبی اور ولی) یعنی اللہ کے پیارے اور محبوب، وہ سب کا سب اللہ کا نور بن جاتا ہے

برخوردار کوئی فکر نہیں اور غمگین ہونے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر سمجھ آگئی ہے تو خیر ہی خیر ہے کیونکہ یہ تو اپنے پاس موجود ہی ہے بشلوار کو سونگھنے کے لیے ڈال دو۔[1]

نبیوں اور ولیوں کا کھانا جو رزق حلال سے ہے۔ بے شک پیٹ میں جاکر اللہ کا نور بنتا ہے اس سے مردِ مومن کی روحانیت جلا پاتی ہے۔ اس سے اندر نورانیت پیدا ہوتی ہے حضرت مولانا رومؒ یہی بات کہہ رہے ہیں۔ وہ اس چیز کو نور نہیں کہہ رہے جو رزقِ حلال کھانے کے بعد بول و براز بن کر نکلتی ہے۔ بریلویوں نے ان حضرات کے پاخانہ کو گردد ہمہ نورِ خدا کے تحت لاکر اللہ کے نور کی بڑی بے ادبی کی ہے۔

تعجب ہے کہ ان لوگوں کو انبیاء اور اولیاء کی شان بیان کرنے کے لیے اور ان کا مقام پہچاننے کے لیے کیا ان کا پیشاب اور پاخانہ ہی ملتا ہے۔ کیا ان کے ملفوظات اور اخلاقِ فاضلہ ان کی سیرت اور ان کے اعمالِ صالحہ ان کی قسمت میں نہیں۔ کیا ان سب پر دیوبندیوں نے قبضہ کر رکھا ہے اور بریلویوں کی قسمت میں بس ان کے پیشاب اور پاخانے ہی رہ گئے ہیں استغفر اللہ

۱۰/۴

---

[1] نوار حنیفہ ص۲۰۵ ۔ معانی جنت ص۹۲

یہ انصاف کی بات ہے کہ جب تک بریلوی لٹریچر اس قسم کے حوالوں سے پاک نہ ہو جائے اسے ایک مکتبِ فکر کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ جہاں تک ہو سکے بریلوی عوام کو جو پیشہ ور پیروں کے پاس جانا اپنا مسلکی امتیاز سمجھتے ہیں انہیں پیروں کی ان عملی مشقوں سے بچایا جائے جن کے تذکرے روزنامہ جنگ لندن میں ہم عام دیکھتے ہیں۔

نچلی کلاس کے لوگ بریلویّت کے جھانسے میں

آپ پی ہارڈی کا بیان صد پر پڑھ آئے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا دین و مذہب نچلی کلاس کے لوگوں کے لیے بہت کشش کا موجب اور سامانِ رغبت ہے ہم اس سے اتفاق کرتے ہیں۔ واقعی پڑھے لکھے لوگ بہت کم اس طرف مائل ہوتے ہیں اور نچلے درجے کے لوگوں کو ختموں عرسوں اور میلوں میں پکے پکائے خوان اور لگے لگائے دسترخوان جس فراوانی سے میسّر آتے ہیں وہ انہیں اپنے عام دیہاتی ماحول میں نہیں ملتے۔ اپنے قریب کے بڑے مزارات کے عرسوں کا انہیں سال سے انتظار لگا رہتا ہے اور ان کے لیے ایامِ عرس خاص مذہبی تفریح کے دن ہوتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو بریلوی محفلوں کی زینت ہوتے ہیں اور ان کے علماء کو اپنے انہی جاہلوں پر ناز ہوتا ہے۔

ہم یہاں بادلِ ناخواستہ کچھ ان مذہبی پیشواؤں کا ذکر کریں گے جو بریلویت کی قبا اور پیروں کی ادائیں یہاں انگلستان وارد ہوئے اور پھر دُنیا نے دیکھا کہ عوام کی جہالت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان غلط قسم کے پیروں نے اپنے اپنے حلقہ اثر میں کس قسم کی وارداتیں کیں ان میں کتنے ہیں پولیس جن کی تلاش میں سرگرداں ہے اور کتنے ہیں جو پسِ دیوارِ زنداں بے کسی کی عملی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔

پہلے ہم ان بعض بریلوی پیشواؤں کا ذکر کریں گے جنہوں نے اپنے مریدوں کی عورتوں کے گرد ملنگوں کی دھمال ڈالی۔ اس کے بعد ہم ان مولویوں کا طریقِ واردات قوم کے سامنے پیش کریں گے تاکہ قوم کو انہیں سمجھنے میں آسانی ہو پھر اگلے ابواب میں اور چند مبہمات کا ذکر ہو گا۔ اس پر ہم اس تمہید کو ختم کرتے ہیں۔

انگلستان میں بریلوی پیروں کی واردات

یہاں انگلستان میں بھی صاحبزادوں کا یہی حال ہے۔ یہاں کی معاشی خوشحالی بھی ان سے یہ دھندے نہیں چھڑا سکی۔ ان کی یہ پیش رفت معاشی وسعت کے لیے نہ سہی نچلی کلاس کے لوگ جنسی اختلاط میں بھی تو بڑی آسانی سے کھینچے جاسکتے ہیں۔

نامناسب نہ ہوگا اگر ہم ان کے یہاں دو چوٹی کے بزرگوں کا ذکر کردیں۔ انہوں نے نچلی کلاس کے لوگوں کو کس طرح اپنی خواہشات کا لقمۂ تر بنایا ہے

ایک ان میں حضرت مولانا ابوالفتح چشتی ہیں۔ آپ انگلستان میں مولانا احمد رضا خاں کی مسلکی آواز سمجھے جاتے ہیں۔ عالمی مجلس ختم نبوت کی لندن کی کانفرنس میں آپ مولانا احمد رضا خاں کے پیروؤں کی نمائندگی کرتے رہے ہیں۔ آپ یہاں نچلی کلاس کی خواتین کو جس پُرتاثیر دم اور سحر اثر تعویذات سے اپنے حجرے میں لے جاتے تھے وہ تاریخ کی ایک مستقل کہانی ہے جو آگے آئیگی۔

اخبارات میں شہ سرخیوں سے چھپی ہے۔ اس کی تفصیل آپ آگے دیکھیں گے

ان کے (بریلویوں) کے دوسرے بزرگ مشرقی لندن کے علاقہ والتھم سٹو کے پیر عبدالقادر جیلانی ہیں۔ آپ راولپنڈی کے علاقہ پنج بھاٹہ کے رہنے والے ہیں اور والتھم سٹو ایسٹ لندن کی لی برج روڈ کی مسجد کے امام ہیں۔ آپ انگلستان میں مقیم بریلوی علماء کے سرخیل اور سربراہ ہیں۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ ۱۹۷۶ء کے مناظرہ شیفیلڈ میں تمام بریلوی مولویوں نے انہیں اپنا صدر مقرر کیا تھا ان کے مناظر مولوی عنایت اللہ سانگلوی تھے عبدالقادر جیلانی کو اپنا صدر مقرر کرنے والوں میں مولانا حامد علی شاہ۔ مولانا عبدالوہاب اچھروی مولانا شاہد رضا مولانا قمرالدین اور

لندن کے انگریزی اخبار گارڈین Guardian کی ۲۷ ستمبر کی اشاعت میں ملاحظہ فرمائیے پولیس کس طرح ان دنوں پیر عبدالقادر جیلانی کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ محولہ بالا گارڈین کی

خبر سامنے رکھیں۔ مجرموں کی کاروں سے جو آلات واردات اور سامان برآمد ہوا اس کا فوٹو بھی ملاحظہ کریں۔ اس سے آپ بخوبی اندازہ کر سکیں گے کہ بریلویت نچلے طبقے کے لوگوں کے لیے کس طرح سامانِ رغبت بنی رہی ہے۔

روزنامہ جنگ لندن کی ۱۹ ستمبر ۱۹۹۱ء کی اشاعت سے ان سادہ لوح مریدوں کے ذکر بھی ملاحظہ فرمائیں۔ یہ بریلوی خدمتگذار اپنے ولایتی پیر کے صدقے سنٹرل کریمنل کورٹس سے ستمبر ۱۹۹۱ء پر سزا کا حکم سن رہے ہیں۔ عدالت نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ مہذب معاشرہ ان جرائم کو نظر انداز نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان کے ارتکاب کی اجازت دیتا ہے۔

ITEMS RECOVERED FROM THE BOOT OF CONVICTS CAR

مجرموں کی کار سے برآمد ہونے والا سامان۔ جس میں چاقو، رسیاں، انڈا اور چہروں کے نقاب شامل ہیں

پیر ابوالفتح غلام رسول چشتی

بریلویوں کے پیر طریقت غلام رسول المعروف ابوالفتح چشتی کراچی سے انگلینڈ تشریف لائے آپ برطانیہ کے بریلوی علماء اور بریلوی عوام کی خواہش پر یہاں آئے اور پہلے بریڈفورڈ اقامت اختیار کی۔ بریلوی حلقوں میں آپ کی خاصی پذیرائی ہوئی اور علامہ اور پیر طریقت وغیرہ القابات سے نوازے گئے۔ پیر ابوالفتح چشتی مولانا احمد رضا خاں کے بے حد مداح اور معتقد تھے اور آپ نے روزنامہ جنگ میں اس موضوع پر کافی بیانات بھی دیئے۔ موصوف کا شمار برطانیہ کے بڑے بریلوی علماء میں سے تھا۔ بریلوی عوام کی جہالتوں سے فائدہ اُٹھانے کی خاطر پیر چشتی نے ساؤتھ ہال (لندن) میں ایک عالی شان مکان لے کر اسے آستانۂ کرامات کا نام دیا۔ پھر کیا تھا جاہل مردوں اور ضعیف الاعتقاد عورتوں کی ایک بھیڑ تھی جو آستانہ میں جمع ہوتی تھی۔ نوجوان لڑکیوں کو خود ان کے والد روحانی عمل کے لیے لاتے۔ اور شادی شدہ خواتین بھی اس آستانۂ کرامات میں حضرت پیر صاحب کی عملی کرامات دیکھتیں اور تعویذوں کے لیے ان کے ہاں عام پہنچتی تھیں۔ یہاں کرامات اور روحانی عملی کا جھانسہ دے کر لڑکیوں سے جسمانی عمل کیا جاتا ہے۔ پھر تعجب یہ کہ اس گھناؤنے عمل کو خود پیر صاحب ویڈیو ٹیپ Video Tape میں محفوظ کرتے تھے تاکہ یہ عورتیں کہیں ان کی بات آگے نہ کریں اور بوقت ضرورت انہیں Black-Mail کیا جاسکے یہاں عورتیں آتی رہیں اور اس پیر طریقت کی کرامات دیکھتی رہیں۔

ہر وہ عورت جسے روحانی عمل کی تلاش تھی پیر صاحب کے دربار میں پہنچتی اور پیر صاحب کا شکار ہو جاتی۔ اور جو پیر صاحب کی ان واردات پر کوئی اعتراض کرے اسے بزرگوں کا گستاخ کہہ کہہ کر رستے سے ہٹا دیا جاتا۔ کہ وہابی پیروں کو نہیں مانتے

پیر صاحب کے ہاتھوں میں شکار ہونے والی خواتین میں ایک پندرہ سالہ طالبہ بھی تھی

اس طالبہ نے پیر صاحب کے سارے گھناؤنے کرتوت اپنے والد کو بتلائے. جاہل باپ یہ سننے کے لیے تیار نہ تھا کہ کوئی شخص بریلویت کے خلاف زبان کھول سکے. اس نے اپنی بیٹی کو سمجھایا کہ بزرگوں اور پیروں کے بارے میں ایسی باتیں نہیں کہی جاتیں. یہ پیر بہت اونچے لوگ ہوا کرتے ہیں لیکن بیٹی کا اصرار تھا کہ پیر چشتی نے نہ صرف یہ کہ اس کی عصمت دری کی تھی بلکہ بے شمار خواتین اس کی شکارگاہ میں آچکی ہیں اور پیر صاحب اپنی کرامتیں انہیں دکھا چکے ہیں.

پھر کیا ہوا؟

شدہ شدہ یہ خبریں عام خواتین تک بھی پہنچیں اور انہوں نے بھی اب اس پیر طریقت کے خلاف میدان میں آنے کا فیصلہ کر لیا. چنانچہ پولیس کو اطلاع کر دی گئی. پیر چشتی گرفتار ہوا. اس کے آستانے سے کئی ایسے ویڈیو ٹیپ برآمد ہوئے جس میں پیر چشتی کا جنسی عمل محفوظ تھا. آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ عدالت میں مقدمہ دائر ہوا اور برطانیہ بھر کے اخبارات اس طالبہ کے انکشاف کے بعد حرکت میں آگئے. مقدمہ کی کاروائی کئی روز تک چلتی رہی اور بالآخر عدالت نے شہادتوں کی روشنی میں پیر ابوالفتح چشتی کو مجرم قرار دیا اور اسے ۱۱ سال کی قید سنائی گئی.

اخباروں کے کچھ تبصرے آپ کے سامنے آچکے ہیں. ہم یہاں انگریزی اخبارات میں شائع ہونے والے خبروں اور عدالت کی کاروائیوں کو روزنامہ جنگ کے حوالوں سے پیش کرتے ہیں. روزنامہ جنگ لندن کی ان شہ سرخیوں پہ غور فرمائیں. ان میں سے بیشتر اس اخبار کے صفحہ اول پہ شائع ہوئی ہیں. ان سرخیوں سے اندازہ لگائیے کہ بریلویت ان نچلے حلقوں میں پیروں کے کس گھناؤنے کردار کا شکار ہے. اور آخر میں ہم برطانیہ کی مشہور عدالت اولڈ بیلی کے جج کا فیصلہ بھی ہدیۂ قارئین کریں گے. اخبار کی سرخیاں ملاحظہ فرمائیں۔

① غلام رسول چشتی کے خلاف عصمت دری کے مقدمہ کی سماعت

کرامات کے ذریعہ علاج کرنے کے بہانے خواتین کی آبرو لوٹ لی

دوسری خواتین کو بچانا چاہتی تھی اس لیے میں سامنے آگئی ۔ طالبہ کا بیان

(روزنامہ جنگ لندن ۴ جنوری ۱۹۹۱ء)

(۲) میں بچے کے حصول کے لیے چشتی سے مباشرت پر مجبور رہی

میرے منع کرنے پر اس نے مجھے بیٹی کہہ کر مخاطب کیا اور کہا کہ میں پیر ہوں[۱]

عدالت میں خواتین کا بیان

(۳) یہ صحیح ہے کہ غلام رسول چشتی نے زبردستی میری آبرو ریزی کی

چشتی نے مجھے بتایا کہ مجھ پر جنوں اور بھوتوں کا اثر ہے[۲]

عدالت میں خاتون کا بیان

(۴) میں نے چشتی کی ناراضگی کے ڈر سے کوئی اعتراض نہیں کیا

وہ میری بیٹی کو کمرے میں لے جاتا ہم کمرے کے باہر اس کا انتظار کرتے رہتے[۳]

عدالت میں طالبہ کے والد کا بیان

(۵) غلام رسول چشتی پیر نہیں غلاظت کا ڈھیر ہے[۴]

عدالت میں طالبہ کے والد کا بیان

(۶) غلام رسول چشتی کے مقدمے کی سماعت میں ویڈیو فلموں کی نمائش

فلموں میں خواتین کے ساتھ چشتی کی مباشرت کے طویل مناظر موجود تھے[۵]

بیویوں کی لمبی فہرست

(۷) پاکستان میں میری چار اور برطانیہ میں متعدد بیویاں ہیں

برطانیہ میں میری پہلی بیوی ۔ بیوی نہیں بلکہ اسلامی گرل فرینڈ ہے[۶]

عدالت میں چشتی کا بیان

---

۱ جنگ لندن ۴ جنوری ۹۱ء ۲ ایضاً ۸ جنوری ۹۱ء ۳ ایضاً ۹ جنوری ۹۱ء ۴ ایضاً ۱۰ جنوری ۹۱ء ۵ ایضاً ۱۵ جنوری ۹۱ء

عدالت میں جج اور جیوری نے خواتین کے بیانات سُنے اور ان تمام جنسی عمل کے مناظر بھی دیکھے جو خود پیر چشتی نے خفیہ شواہد قلم بند کیے تھے۔ استغاثہ اور وکیل صفائی کے دلائل و معروضات بھی سُنے۔ بالآخر عدالت نے فیصلہ کیا کہ پیر چشتی مجرم ہے۔ اس فیصلے کی پوری کارروائی روزنامہ جنگ لندن کی ۱۹ جنوری ۱۹۹۱ء کے شمارے میں شائع ہوئی ہے۔ آپ اسے یہاں مطالعہ فرمالیں۔

خواتین کی عصمت دری پر غلام رسول چشتی کو ۱۱ سال قید کی سزا

یہاں اولڈ بیلی (سنٹرل کریمنل کورٹ) میں جج رابرٹ لیمبری نے ساؤتھ آل کے غلام رسول المعروف پیر طریقت علامہ ابوالفتح چشتی کو ایک خوبرو کمسن طالبہ اور دوسری دو شیزاؤں کو ان کی مشکلات و مسائل حل کرنے کا جھانسہ دے کر ان کی عصمت دری اور بے حرمتی کرنے کے جرم میں ۱۱ برس قید کی سزا سنادی۔ اس سے قبل جیوری نے عصمت دری کے چھ الزامات میں متفقہ طور پر اور دو الزامات میں کثرت رائے سے غلام رسول چشتی کو مجرم قرار دیا۔ جیوری نے خواتین کی بے حرمتی کرنے کے تین الزامات میں متفقہ طور پر ساؤتھ آل کے چشتی کو مجرم قرار دیا۔ جج لیمبری نے سزا سناتے ہوئے مجرم چشتی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ تم نے اس اعتماد کو مجروح کیا جو لوگوں نے تم پر تمہاری حیثیت کی وجہ سے کیا تھا تم خود کو پیر کہتے تھے اور مذہبی رہنما تھے۔ اسلامی معاشرہ میں پیر کے ساتھ لوگ عقیدت و احترام کرتے ہیں اور وہ روایات کے مطابق اپنی مشکلات و مسائل کے حل میں مدد کے لیے پیر کی جانب دیکھتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ وہ ان کی مدد کرے گا۔ لیکن تم نے اپنی حیثیت سے ناجائز فائدہ اُٹھایا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ وہ تمہارے پاس آنے کے بعد محفوظ رہیں گے لیکن تم نے ان کے اعتماد کو شدید نقصان پہنچایا۔ تم نے ایک ۱۵ سالہ بچی کو دھوکا اور جھانسہ دے کر اس کی عصمت

لوٹی اور اس کی بے حرمتی کی۔ تم نے بہت سی دوسری خواتین کو بھی پھانسہ اور دھوکا دے کر ان کی عصمت لوٹی اور بے حرمتی کی۔ ان میں سے دو خواتین نے شکایت کی۔ تم پر طالبہ کی عصمت لوٹنے کے سوا تین اور اسکی بے حرمتی کرنے کا ایک جرم ہے تم پہ خاتون ۲ کی عصمت لوٹنے کے دو اور بے حرمتی کرنے کا ایک جرم ہے۔ تم پر خاتون ۳ کی عصمت لوٹنے کے تین جرائم ہیں۔ تم نے ان جرائم کا ارتکاب ۸۸ء اور جنوری ۹۰ء کے درمیانی عرصہ میں کیا۔ ان جرائم میں سب سے سنگین جرم یہ ہے کہ تم نے ۱۵ سال کی نابالغ طالبہ کی آبرو ریزی کی۔ وہ مسلم دوشیزہ ہے۔ تمہارے جرم سے اسے نفسیاتی اور جسمانی طور پر شدید نقصان پہنچا۔ تم نے اس کے کنوارپن کو ختم کیا۔ یہ جرم اس لیے بھی سنگین ہے کہ اسلام میں کنوارپن کی بہت اہمیت ہے۔ تمہارے گھناؤنے اقدام سے لڑکی کے خاندان کی عزت کو بٹہ لگا۔ دوسری دو خواتین نے بھی تم پر یقین اور اعتماد کیا تھا۔ ان میں ایک دوشیزہ کی عمر ۲۰ سال سے زیادہ اور دوسری دوشیزہ کی ۳۰ سال سے زیادہ ہے۔ ان دونوں نے بھی تمہاری مدد چاہی لیکن تم نے ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی اور ان کی عصمت لوٹی۔ تم ان جرائم کا ارتکاب کرنے کی بنا پر سخت سزا کے حقدار ہو۔ یہ سزا اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ تمہاری قماش کے دوسرے لوگوں کے لیے باعث عبرت ہو اور وہ اس قسم کے جرائم کا ارتکاب نہ کریں۔ تم نے اپنی شہادت دی۔ تم نے اقرار جرم نہیں کیا۔ یہ دکھ کی بات ہے کہ تم جیل میں بھی بیشتر حصہ قید تنہائی میں رہو گے پھر اس ملک میں یا پاکستان میں اور اسلامی دنیا میں تمہارا کوئی دوست نہیں ہے چونکہ تم نے انتہائی سنگین جرائم کا ارتکاب کیا ہے اس لیے میں تمہیں طالبہ کی عصمت دری کرنے کے جرم میں گیارہ سال قید۔ اس کی بے حرمتی کرنے کے جرم میں تین سال قید۔ خاتون ۲ کی عصمت لوٹنے کے جرم میں ۵ سال قید اور اس کی

بے حرمتی کرنے کے جرم میں دو سال قید۔ خاتون ۲ کی عصمت لوٹنے کے جرم میں ۴ سال قید کی سزا دیتا ہوں۔ ان سزاؤں پر بیک وقت عمل ہو گا۔ اس طرح تمہیں مجموعی طور پر گیارہ سال قید ہو گی۔ قید کے خاتمہ پر تمہیں برطانیہ بدر کرتے ہوئے اس ملک (پاکستان) بھیجدیا جائے گا جہاں سے تم آئے تھے۔ عدالت اس سلسلہ میں برطانوی وزیر داخلہ سے تمہیں برطانیہ بدر کرنے کی درخواست کرے گی۔

جمعرات کے روز چھ انگریز مردوں اور چھ انگریز خواتین پر مشتمل جیوری کوئی فیصلہ نہ کر سکی تھی۔ چنانچہ جیوری کے تمام ارکان نے نامعلوم ہوٹل میں رات بسر کی۔ جمعہ کی صبح ساڑھے نو بجے جیوری کے ارکان نے چشتی کے اس وڈیو ٹیپ کے دو مناظر دیکھے یہ وڈیو ٹیپ چشتی کے "آستانہ شریف" ۱۸۴ لیڈی مارگریٹ روڈ ساؤتھ آل سے برآمد ہوا تھا۔ اس میں غلام رسول چشتی "شکار" ہونے والی خواتین سے اپنی جنسی پیاس بجھاتے ہوئے ٹیپ کیے گئے ہیں۔ یہ ٹیپ ریکارڈنگ اس نے خود کی تھی۔ جیوری ان دو مناظر کو دوبارہ دیکھنے کے بعد غور و خوض کرنے کے لیے پھر چلی گئی اور گیارہ بج کر ۲۵ منٹ پر واپس آئی۔ جیوری نے بتایا کہ فرد جرم میں شامل ۱۱ الزامات میں سے ۸ الزامات پر متفقہ طور پر فیصلہ کرتے ہوئے ملزم ابوالفتح چشتی کو مجرم قرار دیا گیا ہے۔ اس پر جج لیمبری نے جیوری سے کہا کہ وہ باقی تین الزامات پر بھی غور کریں۔ ان کے بارے میں انہیں دو کے مقابلہ میں دس کی اکثریت کی رائے قابل قبول ہو گی۔ چنانچہ یہ جیوری تقریباً ایک بجے واپس آئی اور اس نے بتایا کہ عصمت دری کے ایک اور الزام پر اتفاق رائے سے چشتی کو ملزم قرار دیا ہے۔ البتہ عصمت دری کے دو باقی الزامات کے بارے میں ایک کے مقابلہ میں ۱۱ اور دو کے مقابلہ میں ۱۰ ارکان کی اکثریت سے چشتی کو مجرم قرار دیا گیا ہے چنانچہ جج نے یہ فیصلہ منظور کرتے ہوئے سزا سنائی۔ چشتی کے وکیل صفائی مسٹر ان سوئیش

نے استدعا کی کہ سزا دیتے وقت ان باتوں کا لحاظ رکھا جائے۔ اول یہ کہ ملزم کی عمر ۶۷ برس ہے وہ اکیلا ہے۔ اسے نہ صرف اپنے دوستوں اور عزیزوں نے بلکہ سارے مسلم معاشرہ نے دُھتکار دیا ہے۔ اب وہ اس دنیا میں اکیلا رہ گیا ہے وہ جیل میں بھی بیشتر وقت قید تنہائی میں رہتا ہے۔ پاکستان میں اور ساری اسلامی دُنیا میں اسے مسترد کر دیا گیا ہے۔ وہ اپنی باقی ماندہ زندگی کے لیے دھتکار دیا گیا ہے۔ اس کا صرف ایک بھائی ہے جو غالباً جاپان میں ہے۔ وہ اسے ایک مرتبہ ملنے آیا تھا۔ یہ وہ انسان ہے جس کا اب اس دُنیا میں کوئی ہمدرد اور دوست نہیں ہے۔ جیل میں اس سے ملاقات کرنے کے لیے بھی کوئی نہیں آئے گا۔ ایسی صورت میں اسے سزا دیتے ہوئے نرمی برتی جائے۔ جب پیر علامہ ابوالفتح چشتی (غلام رسول چشتی) کو سزا سنائی گئی تو اس کا چہرہ جذبات سے عاری پتھر کی مانند تھا۔ اس نے کالی پتلون اور لمبا کوٹ اور سویٹر زیب تن کر رکھا تھا۔ ہاتھ میں تسبیح تھی۔ اس نے سزا سننے کے بعد جج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ آپ کا بہت شکریہ۔ فیصلہ کے وقت گیلری میں دو مرد اور ۵ خواتین بیٹھی تھیں۔ سماعت سننے کے لیے عام طور پر مردوں کے مقابلہ میں ایشیائی خواتین زیادہ تعداد میں گیلری میں آتی رہی ہیں۔ غلام رسول چشتی کو قیدیوں کی گاڑی میں اپنی سزا کاٹنے کے لیے برکسٹن جیل لے جایا گیا۔ وہ اپنا بیشتر وقت جیل کی لائبریری کی کتب پڑھنے اور عبادت کرتے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے گزارتا ہے۔ اپنی گرفتاری سے قبل اس کا شمار برطانیہ میں رہنے والے ان پیروں و مشائخ میں ہوتا تھا جو اپنے درجنوں مریدوں کے ساتھ چلتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں اور لوگ عقیدت و احترام کا اظہار ان کے ہاتھ چوم کر اور پاؤں کو چھُو کر کرتے ہیں۔ ان پیروں اور مذہبی رہنماؤں کے بارے میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ ان کی کافی آمدنی ہوتی ہے

برطانیہ میں مذہبی رہنماؤں علماء مولویوں کے آنے پہ کوئی خاص پابندی نہیں چنانچہ بیشتر تبلیغی دوروں اور کانفرنسوں میں شرکت کے بہانے آجاتے ہیں اور پھر یہیں رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں کہا جاتا ہے کہ برطانیہ میں موجود اس نوعیت کے کافی مولویوں کے پاس باضابطہ تعلیم کی کوئی ڈگری نہیں ہے چنانچہ برطانیہ میں آباد متعدد پاکستانی کشمیری بھارتی اور کئی دوسرے ایشیائی لوگ اور خاص طور پر بعض خواتین اپنے مسائل پریشانیوں اور مشکلات کے حل کے لیے تعویذ گنڈا کرانے کی غرض سے ان لوگوں سے رجوع کرتی ہیں جو "روحانی قوت" رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ غلام رسول چشتی ان معاشرتی برائیوں کا عکاس ہے جو اس وقت برطانیہ کے ایشیائی معاشرہ میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ اولڈ بیلی میں سنٹرل کرمنل کورٹس کے سامنے تقریباً نصف درجن ایشیائی خواتین نے چشتی اور اسی قماش کے دوسرے نام نہاد مذہبی رہنماؤں کے خلاف مظاہرہ کیا اور مطالبہ کیا کہ باقی تمام نام نہاد مولویوں کے بارے میں تحقیقات کی جائے۔ ان ایشیائی خواتین کی تنظیموں نے جن میں آشا ایشین وومن ری سورسز سنٹر برنٹ ایشین وومن ری سورس سنٹر ایشین یوتھ ایسوسی ایشن شامل تھیں چشتی کے خلاف مقدمہ میں پیش ہونے والی خواتین کو ان کی جرأت پر خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے مذہب کی آڑ اور نام پر خواتین کا استحصال کرنے پہ مذمت کی بعض مسلم مذہبی رہنما کمیونٹی میں خواتین پر مظالم کو جاری رکھنا چاہتے ہیں مسلم خواتین "عزت" کو محفوظ رکھنے کے لیے ظلم کے خلاف خاموشی اختیار کر لیتی ہیں۔ ان خواتین نے "ہاتھ پھیر کر" مرض کو ختم کرنے کی شعبدہ بازی پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ بعض مولوی حضرات ایسے علاج معالجے کے بہانہ ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان خواتین نے مسلم مذہبی رہنماؤں

کے خلاف پمفلٹ بھی تقسیم کیے۔ یاد رہے کہ غلام رسول چشتی کا مقدمہ اپنی نوعیت کا برطانیہ میں پہلا مقدمہ ہے۔ بعض تنظیموں نے برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ اَن پڑھ جاہل مولویوں کے برطانیہ آنے پر پابندی لگائی جائے۔ انہوں نے حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان سے برطانیہ آنے والے تمام مذہبی رہنماؤں، پیروں، مولویوں، علماء کے لیے یہ لازم قرار دیا جائے کہ وہ نہ صرف پڑھے لکھے ہوں بلکہ وہ دورہ کے بعد پاکستان واپس آنے کی ضمانت دیں۔ وزارتِ مذہبی امور کے این او سی کے بغیر ملک سے باہر بھی نہ آنے دیا جائے کیونکہ غلام رسول چشتی جیسے نام نہاد پیر اور مولوی نہ صرف برطانیہ میں اسلامی معاشرتی برائیاں پیدا کرتے ہیں بلکہ وہ تبلیغ اسلام کی بجائے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے ہیں غلام رسول چشتی بہاول پور کے رہنے والے ہیں۔ وہ ملتان میں رہنے کے بعد بیشتر عرصہ کراچی میں رہے۔ انہوں نے پاکستان میں باقاعدہ چار شادیاں کیں۔ ان کے پاکستان میں گیارہ بچے ہیں۔ ان کی برطانیہ میں متعدد بیویاں ہیں۔ وہ متعہ میں یقین رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی ایک بیوی کے بارے میں کہا تھا کہ وہ میری بیوی نہیں "اسلامی گرل فرینڈ" ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات میں کراچی میں رکن پارلیمنٹ منتخب ہوئے تھے۔ انہوں نے رشدی کے مسئلہ کے بعد مختلف تنظیمیں قائم کیں۔ انہوں نے ساؤتھ آل میں اپنے آستانہ شریف کو عیاشی کے اڈے میں تبدیل کر دیا تھا۔ جو خواتین اپنے مسائل مشکلات کے حل کے لیے کسی نہ کسی وجہ سے ان کے پاس آئیں۔ وہ انہیں جھانسہ دے کر ان کی عزت لوٹتے ان کی عیاشی کا عالم یہ تھا کہ وہ خواتین کے ساتھ اپنے جنسی کھیل کو دوبارہ لطف اندوز ہونے کے لیے وڈیو ٹیپ کرتے۔ ان کے گھر سے برآمد ہونے والے ایک وڈیو ٹیپ میں پانچ خواتین کے ساتھ جنسی کھیل کھیلتے ہوئے دکھایا گیا ہے

ان میں دو نامعلوم خواتین تھیں جب کہ تین خواتین وہ ہیں جن کی بنا پر انہیں سزا ہوئی ہے۔ ان دو نامعلوم خواتین کے بارے میں چشتی نے بتایا تھا کہ ان میں سے ایک خاتون کا تعلق بھارت و پاکستان سے تھا۔ ان کا نام انہوں نے گل بتایا تھا۔ وہ برطانیہ سے جا چکی ہے۔ باقی خواتین جو اس مقدمہ میں شکایت کنندہ تھیں کا نام اس لیے نہیں لیا جا سکتا کہ قانون ان کی اجازت نہیں دیتا۔ اس مقدمہ کی تحقیقات کرنے والی ٹمی ٹیکلو سارجنٹ برائن کراوچ آف چائلڈ پروٹیکشن ٹیم نے مقدمہ کے فیصلہ کے بعد مقدمہ میں گواہ کے طور پر پیش ہونے والی ان تین خواتین کو ان کی جرأت پر خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ غیر معمولی جرأت کے مالک ہیں کہ وہ سامنے آئیں اور انہوں نے اپنے ساتھ ہونے والے مظالم بیان کیے۔ سزا ہونے کے بعد ان خواتین کو قدرے تسکین ہوگی۔ لیکن انہیں اس بات پر خوشی ہو گی کہ انہوں نے ایک معاشرتی ناسور کو بے نقاب کیا۔ یہ خواتین مسلم معاشرہ کی باعزت خواتین ہیں جن سے چشتی نے ناجائز فائدہ اُٹھایا۔ اگر وہ جرأت مندانہ کاروائی نہ کرتیں تو چشتی نہ معلوم کب تک معصوم عصمتوں کو لوٹنے کا کھیل جاری رکھتا۔[1]

پیر طریقت ابوالفتح چشتی کے بعد پیر طریقت عبدالقادر جیلانی

پیر ابوالفتح چشتی کا آستانہ مستانہ آپ ۱۸۴، مارگریٹ روڈ ساؤتھ آل پر دیکھ آئے ہیں اب والتھم سٹو کے پیر عبدالقادر جیلانی کے ایک عقوبت خانہ کو بھی دیکھئے۔ چاقو، کلہاڑیاں اور دوسرے خطرناک اسلحہ سے یہ عقوبت خانہ کس طرح مسلح ہے اور کس قدر تصویر درد بنا ہوا ہے۔۔۔۔ لندن پولیس ان دنوں اس عقوبت خانے کے متولی پیر عبدالقادر جیلانی کی تلاش میں سرگرداں ہے اور شاید وہ اب اسے انٹرپول سے بلانے میں کامیاب ہو جائے اور بریلویوں کا یہ پیر طریقت بھی اپنے انجام کو پہنچ جائے۔

---

[1] روزنامہ جنگ لندن ۱۹ جنوری ۱۹۹۱ء

لندن کے پیر عبدالقادر جیلانی

یہ پیر عبدالقادر جیلانی ٹینچ بھاٹہ راولپنڈی کے رہنے والے ہیں۔ اور بریلوی حلقوں میں بہت مقبول ہیں۔ موصوف دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مدینہ یونیورسٹی کے فاضل ہیں۔ برطانیہ کے بعض لوگوں نے مدینہ یونیورسٹی سے اس کی تحقیق کی تو پتہ چلا کہ یہ درست نہیں۔ علمی عدم دلچسپی اور بعض دوسری وجوہات کی بنا پر ان کو مدینہ یونیورسٹی سے خارج کر دیا گیا تھا۔ تاہم یہ صحیح ہے کہ اپنے آپ کو فاضل مدینہ یونیورسٹی کہتے ہیں۔ برطانیہ کے بریلوی پیروں اور مولویوں کی گرتی ساکھ کو بچانے کے لیے پیر جیلانی کو ٹینچ بھاٹہ سے یہاں بلایا گیا۔ مولوی عنایت اللہ سانگلوی کے ساتھ ان کے بڑے گہرے مراسم تھے اور اکثر موقعوں پر ان کو اکٹھے ہی پایا جاتا رہا ہے۔ پیر عبدالقادر جیلانی برطانیہ میں بریلوی مولوی اور پیروں کے شیخ المشائخ سمجھے جاتے تھے اور اُن کے مولوی انہیں مفکر اسلام کہتے رہے ہیں پیر عبدالقادر نے برطانیہ کے اکثر شہروں میں رہائش کی خواہش کا اظہار کیا لیکن انہیں ہر بریلوی مولوی نے اپنی مسجد کی امامت دینے سے انکار کر دیا۔ یہ کیوں؟ —— اس کا ہمیں علم نہ ہو سکا لیکن یہ ضرور ہوا کہ لندن میں آپ والتھم اسٹو میں فرقہ وارانہ فضا پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے اور جاہلوں کی کی جہالتوں سے فائدہ اُٹھا کر ایک مسجد پر قابض ہو گئے۔

آپ نے بھی پیر چشتی کی طرح یہاں تعویذوں کا سلسلہ شروع کیا —— پھر کیا ہوا کرامتوں اور رُوحانی عملوں کے ذریعہ مریدوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ نذرانے وصول ہونے لگے پیر جیلانی مسجد میں جاتے تو انہیں ولیوں کی کرامات کے قصے سُناتے۔ لوگ ان کے ہاتھ چومتے اور جب تک پیر صاحب اپنے ہاتھ چومنا نہ دیتے کسی کو مسجد سے باہر نکلنا دشوار ہو جاتا۔ لیکن گھر میں کیا حال اور کس ناز و نخرے اور عیاشی کی زندگی بسر ہو رہی تھی اسے دیکھیے۔

روزنامہ جنگ لندن کے مستقل کالم نگار جناب حبیب الرحمٰن اپنے کالم لندن نامہ میں

لکھتے ہیں :-

پیر صاحب کے آستانے پر ہم نے بھی ایک دفعہ حاضری دی تھی. طارق عظیم خاں ہمارے ہمراہ تھے. پیر صاحب نے اپنے خاص مرید کو حکم دیا کہ ان کا ذاتی کمرہ کھول دیا جائے ہم دونوں اس کمرے میں جب پہنچے تو ایسے محسوس ہوا جیسے ہم کسی پہلوان کے کمرے میں آ گئے ہیں. ایکسرے سائز X-Rays Size یعنی جسمانی ورزش کا تمام تر سامان یہاں موجود تھا. یہ حضرت بھی تعویذ گنڈے اور پیری مریدی کا دھندا کیا کرتے تھے. سادہ لوح لوگوں کو بڑی بے رحمی کے ساتھ انہوں نے لوٹا اب عذاب الٰہی کا شکار ہیں اور اس ملک کے اشتہاری ملزم بن کر خدا جانے کہاں کہاں کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں.[1]

پیر عبد القادر جیلانی کی صاحبزادی نے اپنے والد کی مرضی کے خلاف ایک مسلمان نوجوان سے شادی کر لی. اس میں کوئی شرعی قباحت نہ تھی. لیکن اس انکشاف نے پیر عبد القادر جیلانی کو آپے سے باہر کر دیا اور پیر صاحب نے اس نکاح کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا. اپنی صاحبزادی پر تشدد کیا عدالت میں بتایا گیا کہ پیر جیلانی نے اپنی صاحبزادی کو حبس بے جا میں بھی رکھا ہے. اس دوران پیر جیلانی اپنے مریدوں کے ذریعے اپنے داماد ضیا محمود کو قتل کی دھمکیاں بھی دیتے رہے. رپورٹ کے مطابق عبد القادر جیلانی نے ضیا محمود سے بیٹی واپس کرنے کے لیے کہا اور دھمکی دی کہ اگر اس کی بیٹی واپس نہ کی گئی تو اس کے اور اس کے خاندان کو خطرناک نتائج کا سامنا کرنا ہو گا. چنانچہ بیٹی واپس نہ آئی. پیر صاحب نے کچھ لوگوں کو راولپنڈی میں تیار کیا. جنہوں نے ضیا محمود کے چھوٹے بھائی ۱۹ سالہ عمر فاروق کو ایوب پارک کے قریب اغوا کیا اور بعد میں مبینہ طور پر قتل کر دیا.

برطانیہ میں پیر صاحب کے مریدوں نے ضیا محمود کو اغوا کرنے کا منصوبہ بنایا لیکن اغوا کی واردات کے وقت پولیس ملزموں کو تمام آلات سمیت گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئی.[2]

---

[1] جنگ لندن ۵ مئی ۱۹۹۳ء [2] جنگ ۲۲ اگست ۱۹۹۱ء

پیر جیلانی کی بیٹی اور ان کا داماد پولیس کی حفاظت میں رہے جب کہ پیر جیلانی لاپتہ ہونے میں کامیاب ہوگیا اور اس وقت تک بریلویوں کے یہ صدر مولوی اشتہاری مجرم کی حیثیت سے ہیں۔ برطانیہ کے اکثر اخبارات (انگریزی و اردو) نے اس اغوا، قتل، تشدد اور پیر کے فرار کی تفصیل لکھی جبکہ انڈی پنڈنٹ پر سنٹرل T.V. 7-T کے تحقیقی پروگرام گگ رپورٹ میں سیاہ بھتیجے کے نام سے ایک دستاویزی پروگرام نشر کیا گیا۔ جس میں پیر جیلانی کے گھناؤنے کرتوتوں سے پردہ اُٹھایا گیا۔ اس پروگرام میں لندن اور راولپنڈی میں پیر جیلانی کو جاننے والے درجنوں افراد کے علاوہ ضیاء محمود، زہرہ ضیا کے انٹرویو بھی ریکارڈ کیے گئے اور دکھایا گیا کہ پیر جیلانی کے لوگوں نے ایوب پارک کے پاس ۱۹ سالہ عمر فاروق کو کس طرح اغوا کیا۔ پھر گوجرانوالہ کے قریب کس الگ تھلک مقام پر اسے کئی روز رکھا اور پھر قتل کر دیا۔ پروگرام میں سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس راولپنڈی کا انٹرویو بھی شامل ہے جس میں کہا گیا کہ پولیس کے پاس اس بات کی کافی شہادتیں موجود ہیں کہ جیلانی کے مریدوں نے اس پیر جیلانی کے کہنے پر یہ سارا کچھ کیا ہے۔[1]

اس وقت پیر جیلانی رُوپوش ہیں اور ان کے مرید جنہوں نے ضیاء محمود کو اغوا کرنے کی سازش کی تھی حوالات میں بند ہیں اور چار چار سال کی سزا کاٹ رہے ہیں۔

روزنامہ جنگ لندن کی چند شہ سُرخیاں

(۱) پولیس کو والتھم اسٹو کے پاکستانی مذہبی رہنما کی تلاش (۲۰ نومبر ۱۹۹۰ء)

(۲) والتھم اسٹو کے پیر کی بیٹی اور داماد پولیس کی حفاظت میں ہیں پیر کی تلاش جاری ہے (۱۷ نومبر ۹۰ء)

---

[1] جنگ ۱۶ مئی ۱۹۹۲ء

(۳) ضیاء محمود کو قتل کی دھمکیاں دی گئی تھیں۔ (۲، دسمبر ۱۹۹۰ء)

(۴) اغوا اور قتل کی سازش میں چھ پاکستانیوں کے خلاف مقدمہ کی سماعت

مقدمہ میں ملوث عبدالقادر شاہ گیلانی بدستور مفرور ہیں۔ (۱۷، اگست ۱۹۹۱ء)

(۵) میرے والد نے ضیاء محمود سے ملاقات کرنے پر پابندی لگا رکھی تھی۔

میرے والد کی پانچ بیویاں ہیں۔ وہ بُرے کاموں کی وجہ سے پاکستان میں بہت مشہور ہیں

پیر عبدالقادر کی بیٹی کا بیان (یکم ستمبر ۱۹۹۱ء)

(۶) میرے والد مجھے اور میرے شوہر کو قتل کرانا چاہتے تھے۔

عدالت میں زہرہ گیلانی کا بیان (۴، ستمبر ۱۹۹۱ء)

(۷) گیلانی نے بتایا کہ وہ اپنی بیٹی اور ضیاء محمود کو قتل کرنا چاہتا ہے۔

میں ضیاء اور گیلانی کے درمیان صلح صفائی کرانے کا خواہاں تھا۔

عدالت میں مسٹر ملک کا بیان۔ (۱۵، ستمبر ۱۹۹۱ء)

(۸) میں پیروں پہ یقین نہیں رکھتا۔ ضیاء محمود[1]

اس سے اصل بات سامنے آجاتی ہے کہ پیر عبدالقادر جیلانی کیوں اپنی بیٹی کو ضیاء محمود کے نکاح میں دینے کے خلاف تھا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ضیاء محمود بریلوی نہ تھا اور بریلوی پیروں اور مولویوں کو حق پر نہ جانتا تھا۔ اس نے بریلویت کو بہت قریب سے دیکھ لیا تھا۔ اور پیر جیلانی کی بیٹی زہرہ بھی بریلوی عقائد پر نہ تھی۔ پیر عبدالقادر جیلانی کے نزدیک دونوں مرتد ہو چکے تھے۔ اب پیر صاحب کو فکر تھی کہ جس طرح بھی ہو ان پر سزائے ارتداد نافذ کی جائے۔

برطانیہ کی پولیس نے ضیاء محمود کو اغوا اور قتل کرنے کی سازش کرنے والے افراد کو عین اس وقت گرفتار کر لیا جب وہ ضیاء محمود کو اغوا کرنے جا رہے تھے۔ اس سازش کے مبینہ سربراہ پیر عبدالقادر تھے۔ پولیس نے ان تمام ملزموں کو گرفتار کر لیا۔ جب کہ عبدالقادر ابھی تک

---

[1] دیکھئے روزنامہ جنگ ۱۲، ستمبر ۱۹۹۱ء

مفرور ہے۔ برطانیہ کی مشہور عدالت اولڈ بیلی میں فریقین کے وکلاء حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنے اپنے دلائل دیئے۔ چھ مجرموں میں سے چار کو چار چار سال قید کی سزا دی گئی اور پانچویں کو دو سال کی جب کہ چھٹے کو الزامات سے بری قرار دیا گیا۔ لیکن پیر عبد القادر ابھی تک پولیس کو مطلوب ہیں۔ اور برطانیہ کی پولیس جب بھی انہیں گرفتار کرے گی ان پر مقدمہ چلے گا۔

ہم ذیل میں روزنامہ جنگ لندن کے ۱۹ ستمبر ۱۹۹۱ء میں شائع ہونے والے عدالت کے فیصلے کی نقل درج کرتے ہیں جس سے اس واقعہ کی پوری تفصیلات سامنے آجاتی ہیں۔

پیش نظر رہے کہ مقدمہ کے دوران روزنامہ جنگ کے نمائندے کا پیر عبد القادر کے مریدوں نے گھیراؤ بھی کیا تھا۔ تاکہ وہ ان خبروں کو اخبارات میں نہ لائے اس کی رپورٹ بھی پولیس کو کر دی گئی تھی۔ لیجئے بحوالہ جنگ فیصلہ ملاحظہ کیجئے یہ اس کی ۱۹ ستمبر ۱۹۹۱ء کی اشاعت ہے:-

مشرقی لندن کے علاقہ والتھم سٹو کی لی برج روڈ کی جامع مسجد کے امام پیر عبد القادر گیلانی کے داماد ضیاء محمود کو اغوا اور قتل کرنے کی مبینہ سازش کرنے کے مقدمہ میں ملوث چھ ملزموں میں سے چار ملزموں شمسو میا، سید اشتیاق شاہ، خادم حسین اور مشتاق احمد کو چار چار سال قید اور ٹیلیفون پر قتل کی دھمکیاں دینے کے جرم میں ملزم گلاب حسین کو دو سال کی سزا دے دی گئی۔ یہاں سنٹرل کرمنل کورٹس (اولڈ بیلی) کی عدالت نمبر ۱۲ میں فاضل جج مسٹر سیکس نے مقدمہ میں ملوث چھٹے ملزم صابر حسین کو تمام الزامات سے بری کر دیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ استغاثہ کے مطابق عبد القادر گیلانی کی بیٹی زہرہ نے ۱۹۹۰ء میں پاکستانی نوجوان ضیاء محمود سے شادی کر لی تھی۔ عبد القادر گیلانی اس شادی کے خلاف تھے اور وہ ضیاء محمود سے اپنی بیٹی کو واپس کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ ضیاء محمود اور زہرہ کی شادی جامع مسجد وہائٹ چیپل لندن میں باقاعدہ ہوئی تھی جس کے بعد نیوہیم کے رجسٹری آفس میں برطانوی قانون کے مطابق رجسٹریشن ہوئی تھی۔

پانچوں ملزموں جنہیں سزا سنائی گئی ہے کے وکلاء نے جج مسٹر سیکس سے اپنے اپنے ملزم کے مخدوش گھریلو حالات اور خرابی صحت اور متعدد دوسری وجوہات کی بنا پر سزا نرم دینے کی درخواست کی۔ اس سے پہلے بدھ کی صبح چھ خواتین اور چھ مردوں پر مشتمل جیوری کو فیصلہ کرنے کے لیے بھیج دیا گیا۔ اس مقدمہ کی سماعت گذشتہ ماہ شروع ہوئی تھی۔ جج نے سمنگ اپ منگل کی شام کو پوری کر لی تھی۔ چنانچہ بدھ کے روز جیوری پونے تین بجے واپس آئی اور اس نے بتایا کہ ان کا فیصلہ متفقہ ہے۔ جیوری نے ملزم صابر حسین کو تمام الزامات سے بری کر دیا۔ جبکہ باقی ۵ ملزموں کو مجرم قرار دیا۔ جج مسٹر سیکس نے ملزم گلاب حسین کو دو سال قید کی سزا سناتے ہوئے کہا کہ تم نے ٹیلیفون پر قتل کرنے کی دھمکیاں دیں۔ ان دھمکیوں سے ضیاء محمود انتہائی خوفزدہ ہوا۔ تمہارا یہ کام قانون کے خلاف تھا۔ چنانچہ تمہیں دونوں الزامات میں دو دو سال کی سزا دی جاتی ہے لیکن اس سزا پر بیک وقت عمل درآمد ہوگا۔ جج نے ملزموں کے بارے میں کہا کہ اگرچہ ماضی میں ان کے خلاف کوئی الزام نہیں ہے اور ان کا کردار اچھا رہا ہے لیکن یہ انتہائی سنگین جرائم میں ملوث ہوئے ہیں۔ ملزم مشتاق احمد سید اشتیاق شاہ۔ خادم حسین اور شمسو میا سے مخاطب ہوتے ہوئے جج سیکس نے انہیں چار چار سال قید کی سزا دی۔ انہوں نے کہا کہ ن ملزموں نے انتہائی خطرناک سازش کی جس کا مقصد اغوا کرنا اور جسمانی طور پر سخت نقصان پہنچانا تھا کوئی مہذب معاشرہ ان جرائم کو نظر انداز نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان کے ارتکاب کی اجازت دیتا ہے۔ ان ملزموں کو اتنی دیر تک جیل میں رہنا چاہیے کہ ان کے جرائم کے اثرات زائل ہو جائیں۔ چنانچہ انہیں چار چار سال قید کی سزا سنائی جاتی ہے۔ جب جیوری نے صابر حسین کو بری قرار دیا تو جج مسٹر سیکس نے حکم دیا کہ

صابر حسین جا سکتا ہے۔ چنانچہ صابر حسین اُٹھ کر چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے وکیل بیرسٹر کال ور بھی چلے گئے۔ پھر باقی پانچ ملزموں میں سے پہلے گلاب حسین کو اور پھر باقی چار ملزموں کو سزا سُنائی گئی۔ اس وقت سارے ملزم اپنے اپنے مترجموں کے ساتھ کھڑے تھے۔ سزا سُنانے پر ان کے چہرے کافی پریشان دکھائی دینے لگے پبلک گیلری میں ۲۲ افراد موجود تھے جن میں سولہ افراد ایشیائی تھے۔ بیشتر ملزموں کے حامی تھے۔ سزا سُننے کے بعد کٹہرے سے جاتے ہوئے شمو میاں نے اپنی سالیسٹر خاتون سے اپنے عزیزوں کے لیے پیغام دیا کہ وہ اس کے کپڑے بھجوا دیں صابر حسین کے بری ہونے پر کسی کو تعجب نہیں ہوا لیکن لوگوں میں محسوس کیا گیا کہ ملزموں کو کافی کم سزا دی گئی ہے۔ اس کی وجہ غالباً ملزموں کے وکلا کی جانب سے کی گئی درخواست تھی۔ بیشتر ملزم گذشتہ اکتوبر سے زیرِ حراست ہیں۔ اس طرح وہ پہلے ہی تقریباً ایک سال کی سزا کاٹ چکے ہیں۔ سب سے پہلے گلاب حسین رہا ہو کر باہر آئے گا کیونکہ اسے صرف دو سال قید کی سزا دی گئی ہے اگر انہوں نے اس دوران اور کوئی جرم سرزد نہ کیا تو یہ ملزم ڈیڑھ دو برس کے اندر باہر آجائیں گے لیکن پولیس اب بڑی تیزی سے اغوا اور قتل کی اس سازش کے سرغنہ پیر عبد القادر گیلانی کی تلاش میں ہے پولیس کے ترجمان نے کہا کہ اسے گیلانی مطلوب ہے اور جیسے ہی وہ گرفتار ہو گا اس پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ اس مقدمہ کا پس منظر یہ ہے کہ پاکستانی نوجوان ضیا محمود اور گیلانی کی بیٹی زہرہ ایک دوسرے کو پاکستان سے جانتے تھے۔ گیلانی کی بیٹی اور اس کا بھائی نقیب گیلانی راولپنڈی سے لندن آگئے۔ پیر گیلانی والتھم سٹو کے علاقہ میں با اثر مذہبی شخصیت تصور کیے جاتے تھے۔ انہوں نے تیزی سے اپنے حلقہ کو وسیع کیا۔ ان کی بیٹی نے مقدمہ کے دوران اپنے والد کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے غنڈے پال رکھے ہیں اور یہ

کہ ان کی پانچ بیویاں ہیں۔ ان میں سے ایک بیوی میرپور میں اور دوسری مانچسٹر میں بھی ہے۔ مانچسٹر والی بیوی کو اس نے "حلالہ والی بیوی" قرار دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے غصہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ بعد میں اس نے اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح کرنے کی خواہش کی جس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے بیوی کسی اور سے نکاح کرے۔ پھر اس سے طلاق لے کر اپنے پہلے خاوند کے ساتھ عقد ثانی کرے۔ اپنے اصل خاوند کے عقد ثانی سے پہلے کسی دوسرے شخص سے نکاح کو حلالہ کہا جاتا ہے۔ شہادتوں کے مطابق ضیار محمود بھی راولپنڈی سے بطور وزیٹر آیا۔ وہ گیلانی کے بیٹے نقیب کا قریبی دوست بیان کیا جاتا تھا۔ ضیار محمود اور زہرہ کے درمیان محبت پروان چڑھتی رہی جب گیلانی کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے دونوں کی ملاقاتوں پر پابندی لگادی۔ زہرہ کے مطابق اسے ایک سال تک گھر کے بالائی کمرہ لافٹ میں بند رکھا گیا اسے کھانا بھی وہیں دے دیا جاتا تھا لیکن اس سختی کے باوجود ضیار محمود اور زہرہ کے درمیان خطوط کے ذریعہ رابطہ جاری رہا ضیار محمود انتہائی مشکلات اور خطرات کے باوجود گھر کے پچھلے حصہ سے دیوار پر چڑھ کر غسل خانہ میں ایک مخصوص جگہ پر اپنا رقعہ رکھتا۔ زہرہ وہاں سے رقعہ اٹھا لیتی اور اس کی جگہ اپنا جواب لکھ دیتی۔ اس طرح کوئی چالیس پچاس خطوط کے تبادلے ہوئے۔ گیلانی نے اپنے قریبی عزیز سے زہرہ کی منگنی کی تھی لیکن زہرہ اس سے شادی کرنے کے لیے تیار نہ تھی۔ آخر ضیار محمود اور زہرہ نے شادی کرنے کا فیصلہ کیا۔ زہرہ ایک رات کے آخری حصہ میں گھر سے نکل کر ضیار محمود کے ساتھ کسی دوسرے گھر میں چلی گئی۔ پھر انہوں نے باقاعدہ نکاح کیا اور برطانوی قانون کے تحت شادی کی رجسٹریشن کرائی۔ جب اس کا گیلانی کو پتہ چلا تو اس نے اپنے بیٹے اور مریدوں کو ضیار محمود اور زہرہ کی تلاش کرنے پر لگا دیا۔ ضیار محمود کو بھی اپنی

جان کا خطرہ تھا کیونکہ جب اس نے صلح صفائی کے لیے گیلانی اور اس کے مریدوں کو فون کیے تو اسے قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ ضیاء محمود ان دھمکیوں کو ٹیپ ریکارڈ کرتا رہا۔ اسی اثناء میں ضیاء محمود کا چھوٹا بھائی "بلو" کو راولپنڈی میں گیلانی کے لوگوں نے اغوا کر لیا۔ ضیاء سے کہا جاتا رہا کہ اگر وہ زہرہ واپس کر دے گا تو اس کا بھائی بھی رہا ہو جائے گا۔ اس عرصہ میں ضیاء محمود نے اپنی کار فروخت کر دی گیلانی اور اس کے مریدوں کو ضیاء محمود اور زہرہ کی تلاش تھی چنانچہ آکسفورڈ کے ایک شخص کے ذریعہ جس کا دوست پولیس کانسٹیبل تھا پولیس کمپیوٹر سے ضیاء محمود کی کار کے نمبر کی بناء پر معلوم کیا کہ وہ کار کہاں ہے۔ پتہ چلا کہ وہ کار ساؤتھ کے علاقہ کلپہم میں ہے۔ اس سے کچھ عرصہ قبل ضیاء محمود اپنی یہ کار ایک چینی ڈاکٹر کے ہاتھ فروخت کر چکا تھا۔ چنانچہ چینی ڈاکٹر یہ کار اپنے گھر کے قریب کلپہم میں کھڑی کرتا تھا۔ چنانچہ چار ملزموں نے یہ سمجھ کر کلپہم میں ضیاء محمود اور زہرہ بھی ہوں گے ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء کی صبح کلپہم پہنچ گئے۔

علاقہ کے گرجا گھر کے وکر اور اس کی بیوی کو علاقہ میں مشتبہ حالت میں ایشیائی افراد کو دیکھ کر تعجب ہوا۔ چنانچہ انہوں نے پولیس کو اطلاع کر دی۔ پولیس نے فوری طور پر وہاں دو کاروں میں موجود ملزموں مشتاق احمد، خادم حسین، سید اشتیاق شاہ اور شمسو میا کو گرفتار کر لیا۔ مشتاق احمد اور خادم حسین کی کار سے اغواء اور قتل کرنے کا سارا ساز و سامان برآمد ہو گیا۔ ان میں نقاب، رسے، ٹیپ، خنجر، چاقو، تھیلے، بیس بال کا بلہ اور متعدد دوسری اشیاء تھیں۔ دونوں کاروں میں موجود افراد کے قبضہ سے ضیاء محمود کی تصاویر بھی ملیں جو وہ شناخت کے لیے ساتھ لائے تھے۔ ان دونوں کاروں میں موجود ملزم ضیاء محمود کی سابق سفید کار پر نظر رکھے ہوئے تھے کہ شاید وہ وہاں آئے لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ

ضیاء محمود یہ کار فروخت کر چکا ہے۔ ان کی گرفتاری سے ضیاء محمود اور اس کی بیوی کو اغوا اور قتل کرنے کی سازش پکڑی گئی۔ پولیس نے اس سازش کے پیچھے متحرک پیر گیلانی کو بھی گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن پولیس کے مطابق وہ روپوش ہو گیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ برطانیہ ہی میں کسی مرید کے گھر میں رہ رہا ہے۔ جب کہ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کسی اور ملک میں ہے۔

ادھر گذشتہ برس ضیاء محمود کے ۱۹ سالہ بھائی بلو کو جسے اغوا کیا گیا تھا قتل کر دیا گیا ہے۔ راولپنڈی میں مقدمہ درج ہے۔ پاکستان کی پولیس کو بھی گیلانی مطلوب ہے ضیاء محمود اور زہرہ کے ہاں بچی ہوئی ہے لیکن انہیں اب بھی اپنی جان کا خطرہ ہے۔ ان دونوں کو پولیس کا تحفظ حاصل ہے۔ ضیاء محمود مقدمہ کے نتائج سے مطمئن نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ملزموں کو بہت کم سزا دی گئی ہے۔ کیونکہ اگر یہ سازش نہ پکڑی جاتی تو یہ ملزم اس کے بھائی بلو کی طرح اسے اور زہرہ کو بھی قتل کر دیتے۔

اس مقدمہ کی تحقیقات اور تیاری ڈگنہم (ایکس) پولیس کے ڈیٹیکٹو انسپکٹر مسٹر این ہوپس نے کی تھی۔

چار چار سال قید کی سزا بھگتنے والے مجرم خادم حسین، مشتاق احمد، اشتیاق حسین شاہ اور شمو میاں

لندن کے بعد مڈلینڈ میں

کاونٹری (مڈلینڈ) میں مولانا محمد عمر اچھروی کے صاحبزادے مولانا عبدالوہاب صدیقی فلم ورکرز میں بڑی پسندیدہ شخصیت مانے جاتے ہیں۔ لاہور (پاکستان) میں فلم ورکرز فرنٹ کے صدر ملک آفتاب ربانی کو مختلف مزدور تنظیموں کی طرف سے سونے کا تاج تحفے میں دیا گیا یہ تاج ملک آفتاب کو پہنائے کون؟ اس کے لیے مولانا عبدالوہاب صدیقی کو منتخب کیا گیا۔ اندیشہ تھا کہ کہیں یہ بات نہ چل نکلے کہ اسلام میں مردوں کو سونا پہننا پہنانا جائز نہیں اس اندیشے سے بچنے کے لیے بریلوی عالم دین کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ مہمان خصوصی اس تقریب کی بیگم عارفہ طوسی تھیں۔

روزنامہ جنگ لاہور نے اپنی ۱۳ر اکتوبر ۱۹۸۴ء کی اشاعت میں بیگم عارفہ طوسی، صدر فلم ورکرز فرنٹ آفتاب ربانی اور مولانا عبدالوہاب صدیقی آپ کو اکٹھے نظر آئیں گے۔ یہاں کے بریلوی جواب میں کہتے ہیں مولانا عبدالوہاب پہلے عالم دین تو نہیں جنہوں نے بیگم عارفہ طوسی اور فلم ورکرز کا استقبال کیا ہو۔ درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے گدی نشین نے بھی تو ۶۷۸ ویں سالانہ عرس کے موقعہ پر بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو چادر پہنائی تھی اور پھر یہ نہیں کہ مسز اندرا گاندھی وہاں خود آگئی ہوں، نہیں مسز اندرا گاندھی عرس کی اختتامی تقریب میں مہمان خصوصی کے طور پر مدعو تھیں۔ روزنامہ جنگ لاہور نے اپنی ۴ر فروری ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں یہ خبر اس طرح دی تھی:۔

خواجہ نظام الدین اولیاء کا عرس شروع ہو گیا۔

نئی دہلی۔ ۳ر فروری (ریڈیو رپورٹ) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ۶۷۸ ویں سالانہ عرس مبارک کی تقریبات شروع ہو گئی ہیں عرس کی اختتامی تقریب کی مہمان خصوصی بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی تھی۔

مولانا محمد عمر اچھروی کے صاحبزادے بیگم عارفہ طوسی کے ہمراہ

فلم ورکرز اور سٹوڈیو سٹارز کی تہذیب و ثقافت علماء مشائخ کی تہذیب و ثقافت سے کس قدر مختلف ہے یہ کسی سے مخفی نہیں فلم ورکرز فرنٹ کے صدر ملک آفتاب ربانی کو سونے کا تاج پہنانے کے لیئے مولانا محمد عمر اچھروی کے صاحبزادے کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اس وقت ہم اس پر اعتراض نہیں کر رہے کہ مرد کو سونا کیوں پہنایا جا رہا ہے اور وہ بھی ایک پیر طریقت کے ہاتھوں ——— ہمیں صرف یہ سوچ پریشان کر رہی ہے کہ فلم انڈسٹری سٹوڈیو سٹارز اور علماء دین میں کیا نسبت ہے خصوصاً جب کہ اس تقریب کی مہمان خصوصی ایک غیر محرم عورت بیگم عارفہ طوسی ہو ——— تصویر میں یہ تینوں چہرے آپ کو یکساں ملیں گے

فلم ورکرز فرنٹ کے صدر ملک آفتاب ربانی کو ان کی خدمات کے صلے میں عالمی اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے سربراہ مولانا وہاب صدیقی نے لاہور کی مختلف مزدور تنظیموں کی جانب سے سونے کا تاج پہنایا۔ بیگم عارفہ طوسی اس موقع پر مہمان خصوصی تھیں

تصاویر روزنامہ جنگ لاہور کی ۱۳، اکتوبر ۱۹۸۴ء کی اشاعت سے لی گئی ہیں۔

جب مولانا سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کیا حضرت نظام الدین اولیاء کے سجادہ نشین نے ۶۷۸ ویں عرس کے موقع پر ہندوستان کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کا والہانہ استقبال نہیں کیا تھا اور مسز اندرا گاندھی کو چادر نہیں اوڑھائی گئی تھی۔ روزنامہ جنگ لاہور کی ۱۹۸۳ء کی (۷، فروری) کی اشاعت میں کیا مسز اندرا گاندھی اور سجادہ نشین اکٹھے نہیں دکھائے گئے ؟

روزنامہ جنگ لاہور نے اپنی ۷، فروری ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں حضرت سجادہ نشین اور مسز اندرا گاندھی کا اکٹھا فوٹو اس طرح پیش کیا ہے۔ ہم تصویر بنانے اور بنوانے دونوں کے خلاف ہیں یہ فوٹو مجبوراً دیئے جا رہے ہیں کیونکہ ہمارے بریلوی دوست بسا اوقات ان حقیقتوں کا انکار کر دیتے ہیں اور ہم قصہ زمین برسر زمین نپٹانا بہتر سمجھتے ہیں۔

مسز اندرا گاندھی اور حضرت قدوۃ السالکین

بریلویوں کا مولانا عبدالوہاب صدیقی پر ایک اور اعتراض

بریلویوں نے یہ بھی کہا کہ مولانا غلام رسول ابوالفتح چشتی. مولانا عبدالقادر جیلانی. حافظ محمد امین وغیرہ نے ان پراگندہ حالات کے باوجود اپنا مذہب نہیں چھوڑا. اللہ تعالیٰ نے انہیں اعلیٰحضرت کے دین پر ثابت قدمی فرمائی ہے. مگر مولانا عبدالوہاب نے اپنے باپ کے عقیدے اور مولانا احمد رضا خاں کے مذہب کو یکسر چھوڑ دیا ہے. مولانا احمد رضا خاں اور مولانا محمد عمر اچھروی دونوں کا عقیدہ تھا کہ شیعہ وہابی اور دیوبندی تینوں کافر ہیں. انہیں مسلمان کہنا جائز نہیں نہ ان کے پیچھے بریلویوں کی نماز ہو سکتی ہے. لیکن مولانا عبدالوہاب صدیقی علی الاعلان کہتے ہیں کہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز جائز ہے.

بریلویوں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ہمیں روزنامہ جنگ لندن کا پرچہ دکھایا جس میں مولانا عبدالوہاب صدیقی ایک اثنا عشری شیعہ سے کندھا ملائے ایک دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں. شیعہ کی بائیں جانب جمعیت اہلحدیث برطانیہ کے جنرل سیکرٹری مولانا عبدالہادی نظر آرہے ہیں. امامت مولانا عبدالرشید ربانی کر رہے ہیں.

ہم مولانا عبدالوہاب صدیقی کے اس اقدام سے ہرگز ناراض نہیں ہیں اگر انہوں نے دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز سمجھا ہے تو وہ اس میں لائق مبارکباد ہیں. لیکن ان کا امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے سرپرست محمد مسرور سبزواری کے کندھے سے کندھا ملانا اور اعلان کرنا کہ ہم ایک دوسرے پر کفر کے فتوے نہیں لگائیں گے اور ایسے شیعہ کو جو اپنے مذہب کو پوری طرح جانتا ہو مسلمان قرار دینا یہ ہرگز تحسین اور تائید کے لائق نہیں.

کاش کہ جملہ بریلوی علماء اس راہ سے علماء دیوبند کے قریب آسکیں اور سب اہل السنۃ والجماعۃ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو سکیں. پیر کرم شاہ صاحب بھی دونوں کو اہل السنۃ والجماعۃ سمجھتے ہیں. مولانا عبدالوہاب بھی اس راہ پر آنکلے ہیں. - اب ان کے پیروں کو اس ایک پلیٹ فارم پر آنے سے کون سا امر مانع ہے؟ -

اولڈھم کے ایک اور پیر نورانی بابا میدان میں

نچلے طبقے کے لوگ کس طرح مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب میں گھرے رہتے ہیں اس کے لیے اولڈھم کے نورانی بابا اور اس کے خلیفہ خاص پیر محمد بشیر کی کہانی بھی انگلینڈ میں مقیم مسلمانوں کے لیے انتہائی شرمناک رہی ہے۔

ہمارے شہر مانچسٹر کے قریب ایک بیس سالہ لڑکی جہالت کے شکار والدین کے ذریعہ اس پیر کے ہاتھ لگی اور اس کی نام نہاد کرامات کا شکار ہو کر دنیا سے چل بسی۔

ماہنامہ الفاروق کراچی کی یہ رپورٹ لائق مطالعہ ہے :۔

برطانیہ میں جب تک جعلی پیر اور نام نہاد روحانی عامل نہیں آئے تھے ایشیائی یا انگریز جنوں کے کسی پر سوار ہو جانے اور دلوں پر قبضہ کرنے کا نام و نشان تک نہ تھا مگر جب سے پیرانِ باصفا کی آمد آمد ہے ماشاء اللہ جنوں کی آمد بھی ہو رہی ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہر پیر اپنے ہمراہ جنات لا رہا ہے۔

پیر نورانی بابا اور اس کے خلیفہ پیر محمد بشیر پر مقدمہ چلا۔ نورانی بابا کے جاں نثار خلیفہ نے زیادہ الزامات اپنے اوپر لے لیے۔ انگلینڈ کی عدالت نے نورانی بابا کو پانچ سال اور پیر محمد بشیر کو عمر قید کی سزا سنائی۔

ماہنامہ الفاروق کراچی کے ان الفاظ پر غور کیجیے :۔

بریلوی پیروں نے ابتدائی طور پر ایک چراغ کا سہارا لیا جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ایک مقدس چراغ ہے۔ اس کے جلاتے ہی ساری مشکلات آسانیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ مگر افسوس کہ چراغ جلتا رہا اور لڑکی کی ذہنی حالت میں ذرہ بھر بھی فرق نہ پڑا۔ لڑکی کو مار مار کر اس بات کا اقرار کرانے کی کوشش کی گئی کہ وہ انگریز جن کے قبضہ میں ہے۔ مگر لڑکی نے ہر مرتبہ جاہل والدین اور

ظالم پیروں کو یہی جواب دیا کہ مجھ پہ کوئی جن نہیں ہے مگر اس کی بات نہ سنی گئی۔
جب تک پاکستانی عوام جہالت اور وہمات کا شکار ہیں بریلویوں کی عید ہے۔ جب ان پیروں کو عدالت میں سزا سنائی گئی اور انہیں جیل لے جایا جا رہا تھا تو پیر صاحب اس وقت بھی اپنے الوداع کہنے والوں کو نصیحت کر رہے تھے کہ وہابیوں سے بچنا یہ پیروں اور بزرگوں کے بڑے گستاخ ہوتے ہیں۔ کاش کہ یہ بریلوی پیر سامنے لکھے اس مصرعہ کو بھی پڑھ لیتے

آئینۂ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ

پیر صاحب نے انگریز جن کو مار بھگانے کے لیے اپنے خلیفہ محمد بشیر کو بلایا (جن کی اپنی بیوی بھی خیر سے گھر چھوڑ کر بھاگ چکی تھی) پیر مرید نے صورت حال کا اندازہ لگایا اور اپنے روشن مستقبل کی فکر میں لگ گئے۔ والدین کو بتلایا گیا کہ یہ کام بہت کٹھن ہے۔ کیونکہ جن ایشیائی نہیں بلکہ یورپی ہے۔ تاہم حوصلہ رکھیں رسم و رواج کے دلدادہ پیروں کی جعلی کرامات سے خائف والدین نذر و نیاز لے کر جاتے رہے۔ تعویذ اور دھونی لے کر آتے رہے۔ اس طرح لندن میں مقیم دوسرے مسلمانوں میں پیری مریدی بڑھانے کا ایک اور سنہری موقعہ ان کے ہاتھ لگ گیا۔ بریلوی پیروں نے ابتدائی طور پر ایک چانٹا کا سہارا لیا۔ تشدد میں اضافہ ہوتا گیا۔ مرچوں کی دھونی دی گئی۔ لڑکی کی چھاتی اور پیٹ پر مسلسل اچھل کود ہوتی رہی۔ والدین کو اس بہت ناک منظر پر یہ کہہ کر خاموش کرا دیا جاتا کہ مار پیٹ لڑکی کو نہیں بلکہ جن صاحب کو کی جا رہی ہے اور یہ انگریز جن اس قدر بدذات ہے کہ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ اس کے دفع کا نہیں۔ بالآخر ایک دن وہ بھی آیا جب ظالم پیروں نے تشدد کے بعد اسے اوپر کی سیڑھیوں سے زور سے نیچے پھینک دیا جس کے نتیجے میں اس نوجوان بچی کی پسلیاں ٹوٹ گئیں اور وہ ہسپتال میں زخموں کی تاب نہ لا کر عالم آخرت کو سدھار گئی۔ ڈاکٹروں اور دوسرے لوگوں نے

پولیس تک خبر پہنچادی تفتیش شروع ہوئی. مقدمہ دائر کیا گیا. اور فیصلہ سنا دیا گیا کہ نورانی بابا کو پانچ سال قید دی گئی کیونکہ اس کا جرم بھی اس کے خلیفہ نے اپنے سر لے لیا تھا اور اسے بچا لیا تھا، جب کہ اس کے خلیفہ کو عمر قید کی سزا دی گئی.

برطانیہ میں جب تک جعلی پیر اور نام نہاد روحانی و نورانی عامل نہیں آئے تھے ایشیائی و انگریز جن کے سوار ہو جانے، دل و دماغ پر قبضہ کرنے کا نام تک نہ تھا. مگر اب مختلف بولیاں بولنے والے پیر طرح طرح کے جنات بھی لے کر آ رہے ہیں اور موقع محل کی مناسبت سے اپنے جنات کو ان پر سوار کرا دیتے ہیں اور پھر ماشاء اللہ ہر دن عید اور ہر رات شب برات ہوتی ہے. نذر و نیاز کی فوج ظفر موج اپنے عروج پر ہوتی ہے. تعویذ گنڈے کا کاروبار بڑے زور و روں پر چلتا ہے اور جہالت کے شکار مسلمانوں کی یا تو جیب خالی کرالی جاتی ہے یا بصورت دیگر ان کا ایمان و عقیدہ بگاڑ دیا جاتا ہے اور جب تک یہ نام نہاد پیر اور نورانی عامل محلات نہیں بنا لیتے دکانیں نہیں چھوڑتے ، دولت کی ریل پیل نہیں ہوتی اور جب تک ان کے جنات بھی قبضہ نہیں چھوڑتے یہ مریدوں کو نہیں چھوڑتے

برطانیہ میں نام نہاد پیروں کی ظالمانہ کارروائیاں دن بدن بڑھ رہی ہیں اور برطانوی مسلمانوں کے علاوہ برطانیہ میں مقیم دوسرے لوگوں کے درمیان بھی موضوع بحث بن چکی ہیں. ان کی غلط سلط حرکات ظلم و ستم. مال و دولت حاصل کرنے کے لیے طرح طرح کے چکمے اور مریدان با صفا پر رعب ڈالنے کے مختلف حربے اب کھل رہے ہیں. آستانوں. درباروں پر پہلے جیسا ہجوم نہیں رہا. بلکہ ان آستانوں کے تہہ خانوں میں ہونے والی کارروائیاں برطانوی پولیس نے ظاہر کر دی ہیں اور موجودہ واقعہ گذشتہ بیس ماہ میں ہونے والا تیسرا واقعہ ہے اس سے آپ اندازہ کریں کہ دیار غیر میں ان پیروں کے ہاتھوں اسلام کا کیا تعارف ہوتا ہوگا؟

برطانیہ میں بریلوی پیروں کی سیاہ تصویر

پہلا واقعہ کراچی کے مشہور بریلوی لیڈر اور پیر ابوالفتح غلام رسول چشتی (جس نے عورتوں کی عفت و عصمت تار تار کی تھی اور سو سے زائد عریاں فلمیں بنائی تھیں) کا تھا جس کو برطانوی عدالت نے گیارہ سال کی سزا سنائی تھی۔ اس کے بعد بریلوی مفکر عبدالقادر جیلانی کا واقعہ ہے جو اپنے ہی داماد کے اغوا کے منصوبے بنا چکا تھا اور اس کا یہ منصوبہ برسرِ عام فاش ہو گیا۔ اس کے پانچ مرید گرفتار کر لیے گئے جبکہ پیر صاحب مفرور ہیں اور اب اولڈہم کے پیر نورانی میاں اور اس کے ظالم خلیفہ کی یہ کارروائی ہے جس نے غیر مسلموں کو مزید ایک موقع دے دیا کہ وہ مسلمانوں پر ہنسیں، ان کا مذاق اڑائیں۔

ہمارے خیال میں ان پیروں کی اچھی طرح سرزنش کی جانی چاہیئے جو عفت و عصمت کے ڈاکو ہیں۔ دولت کے بھوکے ہیں اور اپنے ہی اہل و عیال کو اپنے ہی مریدوں کے ہاتھوں اغوا کراتے اور پھر طرح طرح کے منصوبے بناتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی اب ہوش آجانا چاہیئے جنہوں نے اس قسم کے روحانی ملعونوں کو اپنا رہبر و رہنما سمجھ رکھا ہے اور ان سے اپنے درد کی دوا حاصل کرنے کے لیے مال و دولت کے ساتھ ساتھ عزت و عصمت کا سودا بھی کر لیتے ہیں۔ ان کے دامن میں سوائے ظلمتوں۔ فریب اور لالچ کے کچھ نہیں۔ یہ بزرگوں کے نام پر دھبہ ہیں۔ اور یہ اللہ والوں کے نام بدنام کرنے کے لیے اعدائے اسلام بنے ہوئے ہیں اس کے باوجود بھی اگر کوئی پیروں اور آستانوں کے چکر لگائے اور اپنی جوان بہو بیٹیاں ان کے حوالے کر دے تو یہ اس کی بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

لندن کے مشہور صحافی جناب حبیب الرحمن روزنامہ جنگ لندن کے ۵ مئی ۱۹۹۳ء کے لندن نامہ میں لکھتے ہیں:۔

قارئین جنگ! ممکن ہے کہ میرپور کی نئی نسل کو یہ معلوم نہ ہو کہ ماضی کے میرپور میں جو اب منگلا ڈیم کے پانی کی آغوش میں ہے بڑے بڑے تاریخی قسم کے لوگ آباد تھے ان میں مولوی ڈنڈے والے (جن کا اصلی نام عبدالغنی تھا) اور موضع چھترو کے پیر علی جان شاہ جیسے شہرت یافتہ لوگ بھی تھے اب یہ لوگ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں لیکن ان کے کارناموں کا اگر ذکر کر دوں تو میں سمجھوں گا کہ میری یادوں کے اس ذکر سے تم کو ماضی کے بزرگوں کے بارے میں جاننے اور سمجھنے کے بارے میں کافی مدد مل سکے گی۔

بعض لوگ کہا کرتے تھے کہ مولوی ڈنڈے والے ہندوؤں سے جگا وصول کیا کرتے تھے اس کے برعکس چھترو کے پیر علی جان تھا کا طریقہ قدرے مختلف تھا وہ اپنے زمانے کے دراز قد کڑیل اور رعب دار شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ جن بھوت ان کے قبضہ میں ہیں۔ اس مرض کے مریض ان کے نہایت معتقد تھے جب کہ وہ خود اپنے واقف کاروں کو کہا کرتے تھے کہ لوگوں کو بیوقوف بنالیتا ہوں صرف ڈبکا شبکا ہے لوگ میری باتوں پر یقین کر لیتے ہیں کہتے ہیں پیر صاحب کی زیادہ تر عقیدت مند خواتین ہی تھیں۔ جنوں اور بھوتوں کا مظاہرہ دکھانے کے ساتھ ساتھ وہ کئی دوسری حرکتوں میں بھی کافی مشہور تھے۔ ماضی کے یہ لوگ اب دنیا میں نہیں لیکن اس قسم کے متعدد لوگوں نے برطانیہ میں آکر اسی قسم کی حرکتوں کو اپنالیا ہے۔ ایسٹ لندن کے مفرور ایک پیر صاحب کے آستانے پر ہم نے ایک بار حاضری دی تھی طارق عظیم خان ہمارے ہمراہ تھے پیر صاحب نے اپنے خاص مرید کو حکم دیا کہ ان کا ذاتی کمرہ کھول دیا جائے۔ ہم دونوں جب اس

کمرے میں پہنچے تو ایسے محسوس ہوا جیسے ہم کسی پہلوان کے کمرے میں آ گئے ہیں ایکسرسائز یعنی جسمانی ورزش کا تمام تر سامان یہاں موجود تھا۔ یہ حضرت بھی تعویذ گنڈے اور پیری مریدی کا دھندا کیا کرتے تھے۔ سادہ لوح لوگوں کو بڑی بے رحمی سے انہوں نے لوٹا اب عذاب الٰہی کا شکار ہیں اور اس ملک کے اشتہاری ملزم بن کر خدا جانے کہاں کہاں کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ برمنگھم۔ بریڈفورڈ۔ مانچسٹر، بلیک برن۔ اولڈہم اور کئی دوسرے شہروں میں اس قسم کے آباد پیروں اور فقیروں کے بارے میں میری اپنی تحقیق جاری ہے۔ انشاء اللہ ان کے کارناموں سے ایک دن ضرور پردہ اُٹھایا جائے گا۔[1]

یہ وہ امور ہیں جنہوں نے بریلویت کو نچلے طبقے میں مقبول بنا رکھا ہے علم دین نہ رکھنے والا طبقہ ہمیشہ سے طالب رہا ہے کہ علماء عوام پر جائز اور ناجائز کی گرفت کو ڈھیلا رکھیں۔ مردوں کے لیے سونا پہننا مردوں کو سونا پہنانا غیر محرم عورتوں کے ساتھ فوٹو کھنچوانا غنڈوں کے سے ہتھکنڈے استعمال کر کے شریف لوگوں کو دبانا دوسروں کی مسجدوں میں جا کر ہلڑ بازی کرنا اور کرانا نچلے طبقے میں بریلویت کی اساس یہی محرکات ہیں۔

ہم انگریز مستشرق پی ہارڈی کے اس بیان سے اتفاق کرتے ہیں کہ بریلویت شروع سے نچلے طبقے میں مقبول رہی ہے اور اس کی وجہ زیادہ تر ان کی علم سے دوری اور اپنے مذہبی پیشواؤں اور پاپاؤں کے طریق واردات سے فکری بے شعوری رہی ہے۔

مزید برآں نچلی کلاس کے لوگ ہمیشہ مبتذل زبان کو پسند کرتے ہیں۔ گالی گلوچ ان کا دن رات کا وطیرہ ہے جو عالم یا خطیب ان کی اس زبان میں بات کرے وہ اس کے قریب ہوتے ہیں اور جو انہیں اخلاق کی تعلیم دے اس سے بھاگتے ہیں۔ مولانا عبدالوہاب اچھروی نے دیوبندی علماء کے پیچھے نماز پڑھنی شروع کی تو سب ان کے پیچھے پڑ گئے۔ کہ ہائے اہل سنت میں اتحاد کیوں ہونے لگا

---

[1] روزنامہ جنگ ۵ مئی ۱۹۹۳ء

مولانا احمد رضا خاں بریلوی مذہب کے بانی ہیں ان کی زبان ملاحظہ کیجئے۔ اس سے آپ خود اندازہ کرلیں گے کہ بریلویت نچلے طبقے میں ہی کیوں رہی ہے اور اوپر کا تعلیم یافتہ طبقہ کیوں ان سے دُور رہا ہے:

مولانا احمد رضا خاں اللہ تعالیٰ کے عمومِ قدرت کی بحث میں حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کے خلاف تھے۔ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اپنے عقیدہ کا بیان ان لفظوں میں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پہ قادر ہے۔ اب دیکھیئے مولانا احمد رضا خاں اللہ تعالیٰ کے عمومِ قدرت کی کن الفاظ میں تردید کرتے ہیں۔ انہیں یہ پوچھتے ہوئے بھی کچھ شرم محسوس نہیں ہوتی کہ کیا اللہ تعالیٰ ان ان چیزوں پہ قادر ہے؟ (استغفر اللہ العظیم) مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں:۔

ناچنا۔ تھرکنا۔ نٹ کی طرح کلا کھیلنا۔ عورتوں سے جماع کرنا۔ لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتیٰ کہ مخنث کی طرح مفعول بننا کوئی فضیحت خدا کی شان کے خلاف نہیں[1]

تمہارا خدا رنڈیوں کی طرح زنا کروائے ورنہ دیوبند کی چکلے والیاں اس پہ ہنسیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر نہ ہو سکا[2]

پھر ایک اور مقام پہ خان صاحب کی زبان ملاحظہ ہو:۔

ہمارے اگلے تین پر پھر نظر ڈالیئے دیکھیئے وہ رسلیا والے پر کیسے اُتر گئے[3]

مولانا احمد رضا خاں کی جماعت کے ایک فرد مولانا محمد عمر اچھروی تھے۔ آپ یہ سمجھاتے ہوئے کہ انبیائے کرام گو شکل و صورت میں انسان نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں وہ انسان نہیں۔ مثال میں بھینس اور بھینسے کو پیش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کیا دونوں شکل و صورت میں ایک نہیں۔ اب جو اُلٹا دودھ دوہنے بیٹھ جائے اس کے ہاتھ میں کیا آئے گا۔ مولوی صاحب کی فحش کاری ملاحظہ ہو

---

[1] فتاویٰ رضویہ جلد ۱ صفحہ ۴۵، [2] سبحن السبوح صفحہ ۱۴۲ [3] وقعات السنان صفحہ ۵۲

اے منکرو! مثلیت کے جھگڑے ترک کرو حقیقت کو دیکھنے کی کوشش کرو اور حقیقت
کے طلب گار بن جاؤ مثلیت کو دیکھ کر پیچھے نہ ہٹ جاؤ.

اس میں قرآنی آیت قل انما انا بشر مثلکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت پر استدلال کرنے سے منع کیا جا رہا ہے۔ مولانا محمد عمر اچھروی یہ کہہ رہے ہیں کہ ظاہری مماثلت سے حقیقت میں ایک ہونا لازم نہیں آتا۔ انہیں ظاہری شکل میں انسان دیکھ کر انسان سمجھنے نہ لگ جانا.

مولانا اچھروی پھر ایک مثال سے اپنا مؤقف سمجھاتے ہیں۔ مولانا کی فحش اداؤں پر غور کریں.
آپ مذکورہ بالا عبارت کے بعد لکھتے ہیں:۔

مثلیث کو دیکھنے والا اگر بھینس کا دودھ دوہ کر مثلیت میں دھوکا کھا جائے
اور بھینسے کے نیچے بیٹھ جائے تو خود سوچو کہ اسے کیا حاصل ہوگا۔ فتدبر[1]

مولانا جب جلسوں میں لوگوں سے پوچھتے کہ بتاؤ اس کے ہاتھ میں کیا آئے گا؟ تو نوجوان ہنس ہنس کر دوہرے ہو جاتے اور بریلوی خوش ہوتے کہ دیکھیے ان کا جلسہ کتنا کامیاب ہے اور لوگ کس قدر خوش ہو رہے ہیں۔ مولانا نے یہاں بھی اس عبارت کے آخر میں اس نقطے پر تدبر کرنے کی دعوت دی ہے کہ بتاؤ اس نیچے ہاتھ لگانے والے کو کیا حاصل ہوگا اس کا ہاتھ کہاں جا ٹھہرے گا۔۔۔ یہ فحش مثال کس لیے لائی جا رہی ہے؟ حضورؐ کی بشریت کو مثلیت سے نکالنے کے لیے۔۔۔ استغفر اللہ۔ حضورؐ کو اور انسانوں کے اشتراک نوعی سے نکال کر ایک نرالی مخلوق ثابت کرنے کے لیے بریلویوں کے پاس کیا یہی بھینسے کی مثال رہ گئی تھی؟ اس میں مولانا محمد عمر نے حضورؐ کی جو گستاخی کی ہے اور آپ کے نرالی مخلوق ہونے کی جو مثال دی ہے وہ سلمان رشدی کی حیا سوز فحش کاری سے کسی طرح کم نہیں۔ گو نچلی کلاس کے لوگ اسے حضورؐ کی شان کا بیان سمجھتے رہیں.

اچھروی پیر طریقت کی گندی زبان ملاحظہ ہو

آپ نے لاکھوں شریف انسانوں کو شہد کھاتے دیکھا اور سنا ہوگا۔ کیا کوئی یہ کہتا بھی آپ

---

[1] مقیاس النور ص ۳۲

نے سُنا ہے کہ آج میں نے شہد کی مکھی کا دو تولے گوہ کھایا ہے۔ کوئی شریف انسان شہد کو گوہ نہیں کہتا۔ قرآن جس چیز کو شفاء للناس کہے اسے یہ پیر گوہ کہہ رہا ہے اور اسے مکھی کا ہگا کہہ رہا ہے یہ وہ امور ہیں جنہوں نے آج تک بریلویت کو صرف نچلی کلاس کے لوگوں میں رکھا ہے اور کوئی سنجیدہ آدمی جلد اپنے آپ کو بریلوی کہنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اس بریلوی پیر طریقت کی زبان کا چٹخارہ سُنیئے :-

> شہد لگنے والی مکھیوں کو لوگ اپنے گھروں میں خرید خرید کر لاتے ہیں اور جگہ دیتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنا گوہ اکٹھا کر کے دے اور اچھے اچھے برتنوں میں کھر کر کھاتے ہیں[1]۔ مکھی ہونے میں دونوں یکساں ہیں۔۔۔۔ ایک کا ہگا ہوا شفا ہے اور ایک کا ہگا ہوا بیماری ہے[2]۔

پیر طریقت کی زبان کس طرح ہگا کھانے میں چٹخارے لے رہی ہے اور تمام بریلوی اس میں سرشار ہیں۔ آپ خود اندازہ کریں۔

یہ وہ عوامل ہیں جنہوں نے بریلویت کو نچلے طبقے میں اور خاص طور پر اَن پڑھ طبقے میں اور پھر ملنگ باز لوگوں میں مقبول بنا رکھا ہے۔ بدعات میں ان کی اغراض اور لذات لپٹی ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ اس سراب کی چمک میں کھو جاتے ہیں اور جہالت وہ اندھیرا ہے جس کے بل بوتے یہ اپنے آپ کو کثیر تعداد بتلاتے ہیں۔

ہم اس کتاب میں انشاء اللہ العزیز اس پر بھی کچھ تبصرہ کریں گے کہ بدعت میں یہ ظاہری چمک دمک کیوں ہے۔ اس کے بعد مسئلہ اکثریت پر بھی کچھ بحث ہوگی بریلویوں نے اپنے آپ کو ایک مستقل فرقہ بنانے کے لیے اپنے گرد جن عقائد کا حصار بنا رکھا ہے ان شاء اللہ ان عقائد خمسہ کا بھی بیان ہوگا اور اس میں یہ بھی بتایا جائے گا کہ بریلویت کس طرح خود اپنے آپ سے متصادم ہے لیکن افسوس کہ ان کے عوام سمجھتے نہیں۔

---

[1] مقیاس النور ص۳۱ [2] ایضاً

ایک اور بریلوی مولوی حافظ محمد امین

انگلینڈ کے پاکستانی بریلوی مولویوں کا کردار ایک کھلی کتاب ہے عبدالقادر جیلانی. ابوالفتح چشتی. قاری غلام رسول کی ان حرکات پر یہاں کی دوسری قومیں اسلام کے بارے میں کیا اثر لیتی ہوں گی. یہ آپ خود سوچیں. ہم یہاں پیر معروف حسین شاہ نوشاہی کے ایک شاگرد رشید حافظ محمد امین کے بارے میں روزنامہ جنگ لندن. روزنامہ آواز لندن اور دوسرے انگریزی اخبارات میں شائع ہونے والی یہ خبر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:

ایک ۲۶ سالہ امام مسجد کو ایک ۵۸ سالہ خاتون سے محبت کی پینگیں بڑھانے کے سلسلے میں اپنے عہدہ سے برطرف کر دیا گیا. بریڈفورڈ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہیلی فیکس Halifax کی جامع مسجد مدنی میں پیش آنے والے اس شرمناک اور شرمناک واقعہ سے علاقہ بھر میں شدید غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے اور مقامی مسلمانوں میں کافی اضطراب پایا جاتا ہے. ہیلی فیکس کی مرکزی جامع مسجد کے امام مولانا حافظ محمد امین پر تین بچوں کی ماں سے ناجائز تعلقات استوار کرنے اور زیورات اور پارچات کی چوری میں معاونت کرنے کا الزام ہے. ہیلی فیکس کی پولیس کے افسر انسپکٹر کرس گوسٹرج نے تصدیق کی ہے کہ پولیس چوری کے الزامات کی تحقیقات بھی کر رہی ہے. مولانا امین صاحب رات کو سوا نو بجے پی آئی اے کی مانچسٹر سے فلائٹ ۷۰۲ سے پاکستان روانہ ہو گئے.

...... مولانا امین گذشتہ ایک سال سے مدنی مسجد میں امام کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے. اس سے قبل وہ اولڈہم کی ایک مسجد میں تعینات تھے. مولانا امین کے جس خاتون سے مبینہ تعلقات کا الزام لگایا گیا ہے اس خاتون کے شوہر غلام رسول نے پولیس میں رپورٹ درج کراتے ہوئے

کہا کہ امام مسجد نے مبینہ طور پر ایک شادی شدہ اور چار بچوں کی ماں سے ناجائز تعلقات استوار کر کے اپنی اس حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے. غلام رسول نے کہا کہ ان کی اہلیہ ان تعلقات کی وجہ سے اپنا گھر بار چھوڑ کر فرار ہو گئی ہے. انہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ ان کی اہلیہ نے ان سے طلاق کا مطالبہ کیا ہے. (خبر کے مطابق) ۲۶ سالہ امام مسجد اور ۵۸ سالہ شادی شدہ عورت کے درمیان آشنائی ۱۸ ماہ قبل اس وقت ہوئی جب امام مسجد بعض دینی امور کی ادائیگی کے سلسلہ میں ان کے گھر گئے. کہا جاتا ہے کہ گذشتہ اکتوبر میں دونوں کے درمیان پیدا ہونے والی شناسائی آہستہ آہستہ ناجائز تعلقات کی شکل اختیار کرتی گئی. لیکن اہل خانہ کو اس بارے میں بہت دیر سے پتہ چلا. امام مسجد مبینہ طور پر ہر روز رات کو اس وقت غلام رسول کے گھر جاتے جب گھر کے تمام افراد اپنے اپنے کمروں میں سو چکے ہوتے اور دونوں ایک دوسرے کو تنہائی میں ملتے ۔۔ ان کے تعلقات کا سب سے پہلے انکشاف خاتون کے ایک بیٹے پر ہوا جس نے امام مسجد کو دھمکی دی کہ وہ آئندہ ان کے گھر نہ آئیں۔[۲]

خاتون کے شوہر غلام رسول نے مزید تفصیلات بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ :-

---

[۱] اسلام نے کوئی دینی امور ایسے نہیں بتلائے جن کے لیے مولوی صاحب کو لوگوں کے گھر جا کر ان کی خواتین سے ملنا جلنا پڑے. ایسے کام بریلویوں نے خود ہی اپنے عوام کو ختم شریف وغیرہ کے نام پر تیار رکھے ہیں ختم کے بہانے یہ مولوی اپنے عوام کے گھروں میں جاتے ہیں اور ان کی خواتین انہیں اچھے خاصے کھانے کھلاتی ہیں پھر ان کھانوں کا جوش اور عورتوں مردوں کا عام اختلاط انہیں یہاں تک لے آتا ہے ۔ اس میں اسلام کا کوئی قصور نہیں اسلام میں ایسا کوئی موضوع نہیں جس کے لیے بریلوی مولویوں نے اپنے عوام کے گھروں میں جانے کو اپنی دینی ذمہ داری کہہ رکھا ہے ۱۲ [۲] روزنامہ جنگ لندن ۲۹ جون ۱۹۹۳ء

ہم شروع سے ہی مذہبی رجحات رکھتے ہیں اور کوشش ہوتی ہے کہ گھر میں ذکر و ختم کی محافل منعقد کرتے رہیں۔ اس نے بتایا کہ اس کے مذہبی رجحانات[1] ہی کی وجہ سے امام مسجد سے واقفیت ہوئی اور ان کی دعوت پر ہی حافظ امین پہلی مرتبہ ان کے گھر آیا۔ انہوں نے اپنی حیثیت کے مطابق امام مسجد کی خدمت کی اور پیشکش کی کہ اگر اسے کھانے پینے کے سلسلہ میں کسی وقت کا سامنا ہو تو وہ اپنے گھر سے کھانا بھجوا سکتے ہیں۔ اس کے بعد امام مسجد اکثر ان کے گھر آنے لگا ..... انہوں نے بتایا کہ کوئی ذی ہوش یہ نہیں سمجھ سکتا کہ ایک جوان آدمی اپنی تمام عزت و مرتبہ کو نظر انداز کر کے ایک بوڑھی عورت سے ناجائز تعلقات استوار کر سکتا ہے مگر ہوا ایسے ہی ــــ انہوں نے کہا کہ ان ناجائز تعلقات کا علم سب سے پہلے میرے ۱۲ سالہ بیٹے کو ہوا جس نے امام مسجد اور میری بیوی کو ناجائز حالت میں دیکھ لیا ــــ اور امام مسجد کو دھکے دیتے ہوئے گھر سے نکال دیا۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ میرے بچوں نے مجھے اس واقعہ کی خبر نہیں دی۔ بلکہ فطری شرم و حیا کے باعث مجھ سے یہ خبر چھپائے رکھی۔ اگر مجھے بروقت اس بات کا علم ہو جاتا تو میں اپنے ہاتھ سے مولانا کی خوب پٹائی کرتا۔ اس نے بتایا کہ وہ اسی بے خبری کے عالم میں ۱۹ مئی کو ایک ماہ کے لیے نیروبی گیا تو میری بیوی اور محمد امین کو کھیل کھیلنے کا موقع مل گیا اور انہوں نے تمام اخلاقی حدود پار کر لیں۔ اس نے کہا کہ جب میرے بچے اپنے کمروں میں سونے کے لیے چلے جاتے تو حافظ امین گھر میں گھس آتا اور تمام رات میری بیوی کے ساتھ دادِ عیش دیتا رہتا ــــ انہوں نے بتایا کہ یہ وہی کمرہ ہے جس میں ختم اور ذکر کی محافل منعقد کی جاتی تھیں اور یہی

---

[1] یہاں مذہبی رجحانات سے مراد بریلوی رجحانات ہیں ورنہ اسلام میں گھروں میں اس طرح کی محافل ختم و ذکر ہیں نہیں ہیں جو مولویوں کو دادِ عیش دینے کے ایسے مواقع مہیا کریں۔

مولوی قرآن کی آیت کی تلاوت کرتا تھا..... غلام رسول نے نمائندہ جنگ کو ٹیلیفون کی وہ بلیں دکھائیں جس میں ایک ایک دن میں امام مسجد سے چار چار چھ چھ دفعہ ٹیلیفون ہوتا تھا اور ہر فون کال کا دورانیہ تیس تیس منٹ سے زائد ہوتا ہے..... انہوں نے کہا کہ جب وہ سفر سے واپس آئے تو انہیں اصل حالات کا علم ہوا۔ میں سر تھام کر بیٹھ گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے اور ایک امام مسجد اس طرح اپنی ماں برابر عورت سے جسمانی تعلق قائم کر سکتا ہے۔۔۔ جب میں نے اپنی بیوی سے بات کرنا چاہی تو وہ بات کرنے کے بجائے بگڑ گئی۔ اور اس نے تقاضا کیا کہ میں یہ مکان فروخت کر کے اس کے حصہ کے ۲۵ ہزار پونڈ اسے دوں، میری بیوی نے یہاں تک کہا کہ وہ امام مسجد حافظ امین کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہے..... اور شوہر بچوں کو چھوڑتے ہوئے امام مسجد کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔۔۔ اور رات کی تاریکی میں اپنا گھر چھوڑ کر فرار ہو گئی۔۔۔ یہ بات اُن کی بہو نے بھی بتلائی۔۔۔ اور کہا کہ وہ جاتے جاتے زیور، پارچہ جات اور کئی سو پونڈ لے کر گئی ہے.....

غلام رسول نے یہ بھی کہا کہ:۔

پولیس کو چوری کی رپورٹ درج کرائی گئی اور رپورٹ کے فوراً بعد پولیس کے ایک دستہ نے جس میں پولیس کانسٹیبل بھی شامل تھے امام مسجد کی رہائش گاہ پر چھاپہ مارا تو وہاں سے مسروقہ اٹیچی کیس برآمد کر لیا گیا۔ پولیس نے حافظ امین سے اس اٹیچی کیس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ یہ اس کا نہیں البتہ اس خاتون کی ملکیت ہے جو وہ امانت کے طور پر اس کے گھر رکھ گئی ہے جب پولیس نے امام مسجد محمد امین سے چابی طلب کی تو اس نے چابی کی موجودگی سے انکار کیا لیکن جب پولیس نے دھمکی دی تو امام مسجد نے فوری طور پر اپنی

جیب سے ایک چابی نکال پولیس کے حوالہ کر دی۔ چنانچہ اس میں وہ تمام پارچہ جات اور زیور موجود تھا جس کی چوری کی شکایت کی گئی تھی۔

رپورٹ کے مطابق عورت نے اس بات کا اعتراف کیا کہ:

حافظ امین چونکہ اکیلے رہتے تھے اس لیے میں نے انہیں یہ پیش کش کی کہ میں اس کے کپڑے دھویا کروں گی اور کھانا پکا دیا کروں گی۔ جسے حافظ امین نے خندہ پیشانی سے قبول کر لیا ..... اس دوران حافظ امین کئی مرتبہ ہمارے گھر آئے ..... بہر کیف جوں جوں وقت گزرتا گیا یوں ہمارے تعلقات مضبوط ہوتے گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ رات کے وقت ہمارے گھر آتے۔ یہ تعلقات ذاتی کے بجائے روحانی* نوعیت کے تھے۔

ٹیلی فون پر حافظ امین سے گفتگو کرنے کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ۔

وہ حافظ امین کی خیریت دریافت کرنے اور وظیفہ پوچھنے کے لیے اس سے گھنٹوں فون پر بات کیا کرتی تھی۔ اس نے تسلیم کیا کہ وہ باقاعدگی کے ساتھ حافظ امین کے کپڑے دھوتی انہیں استری کرتی اور پھر انہیں مسجد میں پہنچاتی۔ اس نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ حافظ امین کے ملنے اور ان کا حال پوچھنے کے لیے کئی مرتبہ اس کے گھر گئی۔۔۔ خاتون نے حافظ امین کی پٹائی کی بھی تصدیق کی ۔۔ اور شوہر سے حصہ وصول کرنے کی بھی تصدیق کی ہے۔

حافظ امین کی مسجد کے صدر اور کمیٹی کے دوسرے ارکان سے نمائندہ جنگ نے تفصیلات حاصل کیں۔ نمائندہ جنگ کے اصرار پر انہوں نے جو کچھ کہا اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مسجد کمیٹی امام مسجد کو

---

* یہاں بریلویوں کے روحانی حلقوں کا ایک نیا تعارف بتلایا جا رہا ہے۔ اس طرح ملنے جلنے کو روحانی بتلانا بریلویوں کا ہی کام ہو سکتا ہے کوئی شریف آدمی انہیں روحانی تعلقات تسلیم کرنے کو تیار نہ ہو گا یہ انہیں بدعت حسنہ کہتے ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔

اس واقعہ میں قصور وار سمجھتی ہے۔ مسجد کمیٹی کے صدر حاجی عبدالرحمن نے کہا کہ :-

میں نے جو تحقیق کی ہے کہ اس تحقیق کے نتیجہ میں ان کے ہاتھ پر بعض ثبوت ایسے آئے ہیں جو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حافظ محمد امین پر جو زنا کاری کے الزامات لگائے گئے ہیں وہ ٹھیک ہیں۔

اسلامک سنٹر کے وائس چیئرمین سلامت عطا نے بھی امام مسجد حافظ امین پر لگائے گئے الزامات کو درست قرار دیتے ہوئے کہا کہ :-

حافظ محمد امین پر اولڈھم میں بھی ان کے ہاں قیام کے دوران اسی نوعیت کا ایک سیکنڈل بنا تھا جس کے باعث انہیں وہاں کی مسجد سے نکال دیا گیا تھا سلامت عطا نے کہا کہ پولیس نے جب حافظ امین سے انٹرویو کیا تو یہ بات واضح ہو گئی کہ اُن پر ایک لڑکے سے بدفعلی کا الزام لگایا گیا تھا۔[1]

ہم یہاں محمد امین کے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ وہ پاکستان جانے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ وہ وہاں بریلویوں کے ہاں کس طرح ختم و ذکر کی محافل میں دادِ عیش دیتا یا لیتا ہو گا ہمیں اس سے سروکار نہیں لیکن ہم پیر معروف شاہ نوشاہی کے بارے میں تعجب کرتے ہیں کہ انہوں نے اب تک حافظ محمد امین کے اس شرمناک کردار سے اظہار بیزاری کیوں نہیں کیا؟ — نہ کہیں بیان دیا ہے کہ وہ اُن کا شاگرد نہیں تھا۔ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ وہ کن باتوں میں پیر صاحب کا شاگرد تھا

بریلوی عوام کا ایک عذر لنگ

بریلوی پیر طریقت مولانا عبد القادر جیلانی، مولانا ابو الفتح چشتی، قاری غلام رسول، حافظ محمد امین اور اپنے ایسے دوسرے علماء کی طرف سے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ یہ سب باتیں ان علماء کی ذاتی ہیں۔ ہمیں کسی کے ذاتی کردار سے کیا، ہمیں وہابیوں سے بھی تو یہی بچاتے ہیں۔ اس لیے ہم صرف بریلویت

---

[1] روزنامہ جنگ لندن ۶ جولائی ۱۹۹۳ء

کے ناطے ان کی عزت کرتے ہیں۔ ان کے اس کردار میں ہم ان کے ساتھ نہیں ہیں۔ ان کا ہمیں وہابیوں سے بچانا ایک ایسا احسان ہے کہ ہمیں اس کی وجہ سے ان کی تمام ایسی باتوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ہم ان حالات میں صرف یہ کرتے ہیں کہ انہیں ایک مسجد سے دوسری مسجد میں ٹرانسفر کر دیتے ہیں

Guardian

Week ending Friday, September 27, 1991 Vol. CX 0348 25p

تصویرِ ملزم

○

پیر عبدالقادر جیلانی

شیخ بھاٹہ، راولپنڈی

WANTED BY POLICE
PIR ABDUL CADIR GILANI

FANATICAL HIT SQUAD JAILED AFTER KIDNAP PLOT

آستانے کا بالائی حصہ جہاں کرامات کے نام پر خواتین کی عصمت دری کی جاتی تھی

ساؤتھ آل میں غلام رسول چشتی کا آستانہ

لندن میں اولڈ بیلی عدالت کی عمارت

پیر معروف نوشاہی پر حافظ عبد القادر نوشاہی کو غلط راہ پر ڈالنے کا الزام

۱۳ مارچ ۱۹۹۴ء بروز اتوار مسلمانانِ برطانیہ نے متفقہ طور پر ایک دن عید کی۔ بریلوی مکتبِ فکر کے مشہور عالم حافظ عبد القادر نوشاہی امام جامع مسجد مدنی ہیلی فیکس نے بھی اسی دن عید کی نماز پڑھائی اور خطبہ میں ان لوگوں کی پُرزور تردید کی جو بلا دلیل شرعی عید کی نماز سوموار کو پڑھیں گے۔ بریڈ فورڈ میں ساؤتھ فیلڈ اسکوئر کی مسجد میں پیر معروف شاہ کے ہاں سوموار کو عید پڑھی جاتی تھی۔ عید کے تین امام مقرر ہوئے۔ تیسری جماعت حافظ عبد القادر صاحب کے سپرد ہوئی۔ جو کہ ہیلی فیکس میں اتوار کے دن عید پڑھا چکے تھے اور سوموار کے دن عید منانے والوں کو دھاڑ چکے تھے۔ ان لوگوں کے ہاں عید کے دن مسجد کے لیے چندہ ہوتا ہے۔ اس میں تمام اماموں اور مؤذنوں کا حصہ ہوتا ہے۔ حافظ عبد القادر صاحب اس امید میں کہ اُن کی بھی خدمت ہوگی وہاں عید پڑھانے چلے گئے اور وہاں انہوں نے پیر معروف شاہ کو بتادیا کہ وہ اتوار کے دن عید پڑھا چکے ہیں۔ مگر پیر صاحب نوشاہی تھے اور یہ حافظ صاحب بھی نوشاہی۔ اور ایک نوشاہی دوسرے نوشاہی کو نوازے بغیر نہیں رہتا۔ ان کے ساتھ ان کے شیخ الحدیث مفتی سیف الرحمٰن بھی تھے۔

بریڈ فورڈ کے بریلویوں کو اپنے علماء اور پیروں کے ان کارناموں کا پتہ نہ چلتا لیکن جناب ظفر تنویر نمائندہ جنگ نے روزنامہ جنگ لندن کی ۲۲ مارچ کی اشاعت میں سارا بھانڈا پھوڑ دیا۔ اسے ان کے الفاظ میں پڑھیئے اور بریلوی مولویوں پیروں اور شیخ الحدیثوں کی امانت و دیانت اور تقویٰ و احتیاط پر سر دھنیے ــــ تاہم اس خبر پر جب عمل ہو جائے گا کہ مسجد کے منتظمین جناب حافظ عبد القادر کو اس کی رقم ادا کرنے کا اصولی فیصلہ کر لیا ہے تو بریڈ فورڈ کے بریلوی عوام اپنے ان پیروں اور مولویوں کے اس کردار کو یکسر بھول جائیں گے۔

اب حافظ عبدالقادر کا بیان سُنیئے۔ یہ رپورٹ روزنامہ جنگ لندن کی ۲۲ مارچ کی اشاعت سے لی گئی ہے۔ دو دن عید پڑھانے والے حافظ عبدالقادر نے کہا:۔

مجھ سے ایک سازش کے ذریعے اتوار اور پیر کو نماز عید پڑھوائی گئی ہے۔
اسلامی احکامات سے متعلق میری معلومات سطحی نوعیت کی ہیں۔ حافظ عبدالقادر نوشاہی
اپنی غلطی کی سزا بھگتنے کو تیار ہوں۔ پاکستان سے آئے ہوئے علماء گروہی سیاست سے بچ کر رہیں۔

بریڈفورڈ (ظفر تنویر نمائندہ جنگ) دو مختلف مساجد میں دو روز نماز عید پڑھانے والے امام نے دعویٰ کیا ہے کہ اسے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ایسا کرنے پر مجبور کیا گیا۔ امام مسجد نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے پیر کے روز جو عید کی نماز پڑھائی وہ اسلامی احکام کے سراسر منافی تھی اور شیخ الحدیث مفتی سیف الرحمن اسے غلط قرار دے چکے ہیں۔ خیال رہے کہ ہیلی فیکس کی مدنی جامع مسجد کے امام حافظ محمد عبدالقادر نوشاہی نے ہیلی فیکس کی جامع مسجد میں نماز عید پڑھائی اور پھر پیر کے روز ساؤتھ فیلڈ سکوائر بریڈ فورڈ کی جامع مسجد میں نماز عید کی امامت کی۔ ان کے پیچھے نماز عید پڑھنے والوں میں دوسروں کے علاوہ خود پیر معروف حسین نوشاہی بھی شامل تھے۔ جنگ کو تحریری بیان اور بعد ازاں تفصیلی انٹرویو دیتے ہوئے حافظ محمد عبدالقادر نوشاہی نے تسلیم کیا کہ اسلامی تعلیمات اور احکامات کے بارے میں میری معلومات سطحی نوعیت کی ہیں اور میری تعلیم صرف ان پانچ جماعتوں تک محدود ہے جو میں نے پاکستان میں پڑھیں۔ اپنے برطانیہ آنے کو بدقسمتی قرار دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میں پاکستان میں پرائمری تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد صرف قرآن پاک ہی حفظ کر سکا تھا کہ برطانیہ آگیا اور یوں اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکا۔ انہوں نے کہا کہ اس ملک کے مسائل کچھ اس نوعیت کے ہیں کہ یہاں پہ دینی تعلیم حاصل نہیں کی جا سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ میں اپنی مذہبی تعلیم کو چند ابتدائی

اور بنیادی کتابوں کے مطالعہ سے زیادہ پڑھا نہیں سکا. حافظ عبدالقادر نوشاہی
نے انکشاف کیا کہ اس واقعہ کے بعد وہ ہیلی فیکس کی جامع مسجد میں اپنے عہدہ
سے سبکدوش ہو گئے ہیں. تاہم انہوں نے اس بات کی تردید کی کہ ان پر مسجد
کمیٹی کی طرف سے دباؤ ڈالا گیا ہے یا انہیں استعفیٰ دینے پر مجبور کیا گیا. انہوں
نے برطانیہ کے نوجوان علماء اور سپانسر پر پاکستان سے آئے ہوئے نوجوان حافظوں
اور قاریوں کو مشورہ دیا کہ وہ برطانیہ میں علماء کی پارٹی بازی سے بچ کر رہیں.
اور ان کی گروہی سیاست کا شکار ہونے کی بجائے صدقِ دل سے اپنے فرائض
انجام دیں. حافظ عبدالقادر نوشاہی نے کہا کہ دو عیدیں پڑھانے کی ان سے جو
غلطی ہوئی ہے اگر اس کی وجہ سے کوئی مفتی ان پر تعزیر لگائیں تو وہ اسے تسلیم
کریں گے. شرط یہ ہے کہ یہ تعزیر ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے لگائی جائے
جن حالات میں مجھے دوسری نماز پڑھانے پر مجبور کیا گیا.

ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اسلامی تعلیمات اور مسائل کے بارے
اکثر ائمہ مساجد کی معلومات انتہائی معمولی اور سطحی ہوتی ہیں اور انہیں اس بارے
میں قطعیت سے کسی بات کا علم نہیں ہوتا. انہوں نے کہا کہ یہی وجہ ہے کہ میں نے
دو جگہ نماز پڑھائی. تاہم انہوں نے کہا کہ پیر کے روز بریڈ فورڈ میں نماز پڑھانے
کی تمام تر ذمہ داری ساؤتھ فیلڈ سکوائر کی جامع مسجد کی انتظامیہ پر ہے جس نے
اسے اندھیرے میں رکھ کر دوبارہ نماز پڑھانے پر راضی کیا. حافظ عبدالقادر نے
اس سارے واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ اتوار کے روز ہیلی فیکس میں عید
پڑھانے کا فیصلہ ان کا نہیں مسجد کمیٹی کا فیصلہ تھا لیکن جس وقت انہوں نے یہ
نماز پڑھائی تو ان کے ذہن میں کسی گوشہ میں یہ بات نہیں تھی کہ آج عید نہیں
ہے اور انہوں نے یہ نماز انتہائی نیک نیتی سے یہ یقین کرتے ہوئے کہ آج

عید ہے پڑھائی. لیکن جب وہ نماز عید سے فارغ ہو کر بریڈ فورڈ آئے. تو حضرت پیر معروف حسین نوشاہی اور ان کے بعض دوسرے احباب نے انہیں اس بات پہ قائل کر لیا کہ اتوار کے روز عید نہیں بلکہ روزہ تھا. اس لیے ان کی یہ نماز ٹھیک نہیں تھی. انہوں نے کہا کہ انہوں نے پیر کے روز اسی وجہ سے دوبارہ نماز عید پڑھائی کہ انہیں اس بات پہ قائل کر لیا گیا تھا کہ عید سوموار کے روز ہی ہے. انہوں نے کہا کہ میں اب بھی وثوق کے ساتھ یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ عید اتوار کو تھی یا سوموار کو. کیونکہ اتوار کو عید کرنے والوں میں بھی بعض نامور علمأ اور پیر شامل ہیں اور سوموار کو عید کرنے والوں میں بھی بہت سے عالم فاضل اور پیر طریقت شامل ہیں. انہوں نے کہا کہ اب یہ فیصلہ کرنا مفتیوں کا کام ہے. کہ کس دن عید تھی اور کس دن روزہ. تاہم جہاں تک نماز عید کا تعلق ہے یہ سمجھتا ہوں کہ میری اتوار کی نماز ٹھیک تھی اور سوموار کی غلط.

ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ جن نمازیوں نے میرے پیچھے پیر کے روز نماز پڑھی وہ ٹھیک نہیں تھی. کیونکہ میری پڑھانے کے تھوڑی ہی دیر بعد شیخ الحدیث مفتی سیف الرحمٰن صاحب نے مجھے تین مرتبہ یہ کہا کہ تمہاری آج کی نماز درست نہیں تھی. حافظ عبدالقادر کا کہنا ہے کہ اگر مجھے علم ہوتا کہ دوسری نماز پڑھانا شرعاً ناجائز ہے تو میں کبھی بھی ایسے فعل کا مرتکب نہ ہوتا. انہوں نے کہا کہ میں یہ مسئلہ اب مفتی سیف الرحمٰن اور خود پیر صاحب کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اور وہی اس مسئلہ کا حل نکالیں کہ کون سی نماز غلط تھی اور کون سی صحیح تاہم انہوں نے ان افراد پر شدید نکتہ چینی کی جنہوں نے اس مسئلہ کو ہوا دیتے ہوئے اسے ایک بڑے سیکنڈل میں تبدیل کر دیا. پیر معروف حسین نوشاہی کی رائے اور اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کا جواب دیتے ہوئے پیر معروف حسین نوشاہی

نے کہا کہ عید کی جو نماز حافظ عبدالقادر نے پڑھائی وہ اس روز پڑھائی جانے والی آخری نماز تھی اور پروگرام کے مطابق یہ نماز حافظ اشفاق احمد نے پڑھائی تھی لیکن جب حافظ عبدالقادر کو یہ احساس ہوا کہ اتوار کو عید نہیں روزہ تھا تو اس نے دوبارہ عید پڑھانے فیصلہ کیا. اگر مجھے ذرا بھی شبہ ہوتا کہ حافظ عبدالقادر کی نماز مشکوک ہے تو میں کبھی بھی خود ان کے پیچھے نماز نہ پڑھتا. انہوں نے شک ظاہر کیا کہ سپلی فیکس کی مسجد کمیٹی کے دباؤ کی وجہ سے حافظ عبدالقادر نے اپنے ہی فیصلہ کی تردید کرنے کی کوشش کی ہے اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد کمیٹی نے حافظ قادر کے واجبات کی ادائیگی رکوادی ہے. اگر اس طرح کی بیان بازی سے حافظ عبدالقادر کو اپنے واجبات مل سکتے ہیں تو وہ خوش رہیں.

مفتی سیف الرحمٰن شیخ الحدیث مفتی سیف الرحمٰن جنہوں نے اس مسجد میں عید کی پہلی نماز پڑھائی حافظ عبدالقادر کے اس دعویٰ کی تردید کی ہے کہ مفتی سیف الرحمٰن نے انہیں کہا کہ ان کی پیر کے روز کی نماز غلط تھی. انہوں نے کہا کہ اس سلسلہ میں حافظ عبدالقادر کے تمام دعوے غلط ہیں اور میری اس سلسلہ میں ان سے قطعاً کوئی بات نہیں ہوئی البتہ پیر صاحب سے اس واقعہ کا ذکر ضرور ہوا تھا. انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ حافظ عبدالقادر معاملہ کی نزاکت کو سمجھے بغیر متضاد قسم کی گفتگو کر رہے ہیں خود ہی ایک بات کہتے ہیں اور پھر خود ہی اس کی تردید کرتے ہیں. مسجد کمیٹی کے صدر حاجی محمد سلطان نے جنگ کو بتایا کہ مسجد کمیٹی نے حافظ عبدالقادر کے واجبات کی ادائیگی کا اصولی فیصلہ کر لیا ہے اور جلد ہی ان کے یہ واجبات ادا کر دیئے جائیں گے انہوں نے اس بات کی بھی تصدیق کی کہ حافظ عبدالقادر کو ان کے عہدہ سے سبکدوش کر دیا گیا ہے لیکن یہ فیصلہ باہمی رضامندی کے باعث حافظ قادر کی خواہش پر کیا گیا۔[1]

---

[1] روزنامہ جنگ لندن ۲۲ مارچ ۱۹۹۴ء

ناروے میں نام نہاد پیروں کی کارستانیاں

اوسلو (ناروے) کے روزنامہ آربائید ربلاد میں ایک نہایت شرمناک خبر چھپی جس کے بعد امام نعمت علی شاہ نے ایک میٹنگ بلائی۔ لوگوں نے شاہ صاحب سے کہا میٹنگ نہ بلائیں تا وہ خبر کہیں پھر سے تازہ نہ ہو جائے جس کے تحت وہاں کے ایک پہلے امام ظفر محمود کو ڈنمارک چھوڑنا پڑا تھا نعمت علی شاہ نے یہ بات نہ مانی اور میٹنگ بلالی۔ پھر کیا ہوا۔ ہم اسے نقل کرنے میں کوئی فائدہ نہیں سمجھتے۔ البتہ اس سلسلے میں شائع ہونے والے ایک خط کے کچھ اقتباسات لکھ دیتے ہیں جو روزنامہ جنگ کی ۱۲ مارچ ۱۹۹۴ء کی اشاعت میں چھپا ہے:۔

پچھلے ہفتے روزنامہ آربائید ربلاد میں افضل عباس کا ایک مضمون شائع ہونے کے بعد اوسلو کے دینی اداروں میں ایک تہلکہ سا مچ گیا ہے۔ مضمون نگار افضل عباس نے نارویجن حکام اور نارویجن معاشرے سے اپیل کی تھی کہ اوسلو میں مقیم پاکستانیوں کو مولویوں کے چنگل سے نجات دلوانے کی کوئی اجتماعی تدبیر کی جائے۔ اس مضمون میں ایک کم عمر لڑکی کے ساتھ ایک قرآن کے اُستاد کی طرف سے کی جانے والی ایک نازیبا حرکت کی نشاندہی کی گئی تھی۔ اس مضمون کے مطابق یہ واقعہ ایک مسجد میں پیش آیا تھا اور معاملہ سلجھانے کے لیے کسی تنظیم کی مدد بھی لی گئی تھی مگر تمام افراد کا متفقہ فیصلہ تھا کہ بچی اور اس کے والدین کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔ مضمون نگار کا موقف تھا کہ نہ جانے ایسے کتنے ہی واقعات مساجد میں ہوتے ہوں گے مگر ان کی چھان بین نہیں کی جاتی ہو گی اور بچیوں کے والدین بدنامی کے ڈر سے خاموشی اختیار کر لیتے ہوں گے۔ اس مضمون میں روزنامہ جنگ کی خبروں کا حوالہ دیتے ہوئے برطانیہ میں ہونے والے ایک واقعہ کی تفصیلات بھی شائع کی گئی تھیں جس کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ مساجد میں اس قسم کے واقعات کا ہونا

ایک معمول کی بات ہے۔ پاکستانی بچوں کے مرکز برائے فلاح و بہبود کے انچارج اسلم احسن نے پولیس سے مضمون میں بیان کیے جانے والے واقعہ کی تفتیش کا مطالبہ کر دیا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ یہ واقعہ نارویجن قوانین اور اسلامی اقدار کی خلاف ورزی کی نشاندہی کرتا ہے جو کہ ایک قابل سزا جرم ہے۔ مرکزی جماعت اہلسنت کے امام نعمت علی شاہ نے گذشتہ ہفتے اس معاملہ پر سوچ و بچار کرنے کے لیے تمام پاکستانی علماء اور دینی اداروں کے منتظمین کے یکے بعد دیگرے دو اجلاس منعقد کیے۔ ان اجلاس میں یہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ اس واقعے کی تہہ تک پہنچ کر اس واقعے میں ملوث فرد کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی اور اگر یہ واقعہ ایک من گھڑت کہانی ثابت ہوا تو مضمون نگار کے خلاف مسجدوں کو بدنام کرنے کے الزام میں عدالت میں مقدمہ دائر کروایا جائے گا۔

ریڈیو ناروے کی اردو سروس نے اس اتوار کی نشریات میں اسی موضوع پر ایک تفصیلی پروگرام نشر کیا تھا۔ اردو سروس کے مطابق یہ واقعہ کسی مسجد میں نہیں بلکہ اوسلو کے نواح میں واقع ایک تدریسی مرکز میں پیش آیا تھا جس کا انتظام مدنی مسجد کے پاس تھا۔ تاہم مدنی مسجد کے ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ مرکز مدنی مسجد کے زیر انتظام نہیں تھا بلکہ مسجد کے اُستاد وہاں کبھی کبھی پڑھانے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ جو صاحب یہ مرکز چلاتے تھے وہ مدنی مسجد کے چند افراد کو ذاتی طور پر جانتے تھے اور ضرورت پڑنے پر مدنی مسجد کے ایک اُستاد وہاں جا کر کبھی کبھی پڑھا دیا کرتے تھے۔ مدنی مسجد کے اپنے ذرائع نے اردو سروس کو بتایا ہے کہ اس مرکز کے انچارج ہی اس واقعہ میں ملوث تھے اور مدنی مسجد نے اس معاملے کی چھان بین کرنے کے لیے محکمہ تحفظ اطفال کے ساتھ بھرپور تعاون کیا تھا مگر یہ معاملہ اس نتیجے پر پہنچ کر ختم ہو گیا تھا کہ بچی اور اس کے والدین کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔

پیر علاؤ الدین صدیقی

پیر علاؤ الدین صدیقی برمنگھم کے معروف پیر ہیں اور بریلوی حلقوں میں ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں جب راقم الحروف برمنگھم ۱۸ اسپیڈول روڈ کی مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیتا تھا موصوف مسلسل وہاں حاضر ہوتے اور مسلسل ایک سال تک احقر کی اقتداء میں نماز ادا کرتے رہے۔ ان دنوں ان کے ہاں دیوبندی بریلوی کوئی مسئلہ نہ تھا اور ان کے نزدیک دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھنا بالکل جائز تھا انہوں نے راقم الحروف کے ساتھ دو مرتبہ حج بھی ادا کیا ہے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد برمنگھم میں بریلوی پیروں کی مسلسل آمد اور جاہل عوام کی اندھی عقیدت نے آپ کو بھی معروف پیروں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ بیعت و ارشاد کے نام پر مریدوں کی تعداد بڑھانے کی جدوجہد شروع ہوئی۔ ہر پیر دوسرے پیر پہ کثرت کا دعویٰ کرتا اور یوں مریدوں کی تعداد اور ان کے نذرانۂ عقیدت میں اضافہ ہوتا رہا لیکن اندرونِ خانہ کیا کچھ ہوتا رہا۔ اس پر ہم کچھ کہنے کے بجائے پیر صدیقی کے ہی ایک سابق مرید کا بیان نقل کرتے ہیں یہ مرید لیسٹر کے جناب جہانگیر اختر نعیمی ہیں جنہوں نے روزنامہ جنگ لندن کی ۷ مارچ ۱۹۹۴ء کی اشاعت میں یوں لکھا:۔

> ادھر کچھ مشائخ نے بڑے بڑے ادارے اور اسلامی یونیورسٹیاں قائم ہوئی ہیں جن میں سے دو پر مقدمے جاری ہیں کہ ادارہ پیر صاحب کی ملکیت ہے یا عوام کے لیے فی سبیل اللہ وقف ہے۔ اگر اداروں کے بانیوں کو دیکھو تو نئی گاڑیوں میں سوار، پرائیویٹ نمبر پلیٹ لگائے ہوئے ہاتھ میں موبائل فون اٹھائے آپ کو دورِ جدید کا شیخ طریقت نظر آئے گا۔ پیر صاحب تو کبھی امریکہ کے دورے پر ہوتے ہیں، کبھی کینیڈا، یورپ۔ امریکہ۔ پاکستان اور سعودیہ۔ مریدین نے تو پیر صاحب کو فعال بنا دیا مگر سوال یہ ہے کہ پیر صاحب نے مریدوں کو کیا دیا؟ جب پیر صاحب سے بچوں کی شکایت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں والدین نے خود ان کی صحیح تربیت نہیں

کی یہ برطانیہ کا حال ہے۔

دوسری جانب پاکستان میں قوم نے ان لوگوں کو مسترد کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ خود اپنے اوپر اسلام کو نافذ کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ ملک میں نظام مصطفےٰ کو کیا نافذ کریں گے اسمبلی کے باہر عورت کی حکمرانی کے خلاف دلائل دینے والے جب اسمبلی کے اندر گئے تو اس کے سدباب کے لیے بل بھی پیش نہیں کر سکے۔ ناکامی کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس وسائل نہیں تھے کہ ہم الیکشن صحیح طرح لڑتے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن کے پاس وسائل تھے ان کو "دا کھیاں کیوں اڈیکدی رہ گیاں"؟

فقیر تمام پروفیشنل اور درد مند اسلامی ذہن رکھنے والے نوجوانوں سے التماس کرتا ہے کہ آؤ وقت کا تقاضا ہے کہ سامنے آکر برطانیہ میں مسلمانوں کے مستقبل اور خدمتِ اسلام کے لیے قوم کے سامنے عملی نمونہ پیش کریں۔

(جہانگیر اختر نعیمی ..... لیسٹر)

جہانگیر اختر نعیمی نے ان سطور میں اپنے پیر کا نام نہیں لیا۔ لیکن یہ ضرور واضح کر دیا ہے کہ برطانیہ میں جاہل معتقدوں کی عقیدت مندی سے پیروں کے کیا وارے نیارے ہوتے ہیں۔

اس خبر کے شائع ہوتے ہی پیر صاحب کے آستانہ پر کھلبلی مچ گئی۔ جہانگیر اختر نعیمی کے خلاف لوگوں کے جذبات ابھارے گئے۔ بجائے اس کے کہ پیر صاحب اپنے طرزِ عملی تبدیلی لاتے اپنے ایک دوسرے مرید محمد ریاست قادری کے ذریعہ جہانگیر نعیمی کو توبہ کرنے اور پیر صاحب کے دربار میں حاضر ہو کر معافی مانگنے کا حکم دیا۔ روزنامہ جنگ لندن ۲۳ مارچ کی اشاعت میں جناب ریاست علی قادری کا یہ بیان دیکھیے۔ جنہوں نے یہ بھی بتلا دیا کہ وہ پیر کون ہیں؟

موصوف نے ایک پیر صاحب کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ موبائل ٹیلیفون لے کر گھومتے ہیں۔ ان کی یونیورسٹیاں قائم ہیں۔ ان پہ مقدمے چل رہے ہیں۔

اور پیر صاحب کبھی امریکہ اور کینیڈا کے دورے کرتے ہیں. عمدہ گاڑی پرائیویٹ نمبر پلیٹ میں گھومتے ہیں. جواباً گذارش ہے کہ جب مقدمہ عدالت میں ہے تو موصوف کو آخر کس اخلاق نے اجازت دی ہے کہ وہ فیصلہ سے پہلے ہی پیر صاحب کے عیش و عشرت پر طنز کریں. موصوف نے اپنے پیر حضرت خواجہ علاؤ الدین صدیقی سے اپنے اخراج کے بعد ہر پیر پر طعن توڑنا، عیب جوئی کرنا وطیرہ بنا لیا ہے. انہوں نے حضرت صدیقی مدظلہ، کے مرید ہونے کے دور میں ایک دوسرے پیر صاحب کے مرید ہونے کا بھی اعلان کرنا شروع کر دیا تھا تو پیر صدیقی صاحب نے دو کشتیوں کے سوار کو اپنی کشتی سے بیچ منجدھار کے اُتار دیا. یہی وجہ ہے کہ وہ حالات کے سمندر میں مسلسل غوطے کھا رہے ہیں اور پیروں اور علماء پر سب و شتم سے اپنے کلیجہ کو ٹھنڈا کرتے ہیں. میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنے ایک ہی مضمون کو الفاظ کی معمولی تبدیلیوں سے جو بار بار اخبارات میں چھپوانے کا عذاب اپنے سر مسلط کر رکھا ہے اس کا علاج صرف یہ ہے کہ وہ سچے دل سے حضرت پیر صدیقی صاحب کے آستانہ پر حاضر ہو کر معافی مانگیں. ہم نے اپنے پیروں کے رد کیے ہوئے لوگوں کو ایسے ہی "پریشان، بدحواس" ہوتے دیکھا ہے.

(محمد ریاست قادری)[1]

پھر روزنامہ جنگ لندن کی ۱۰ اپریل کی اشاعت میں جہانگیر اختر نعیمی نے ریاست قادری کے تلقین توبہ پر بڑی سخت گرفت کی اور لکھا کہ :-

فقیر پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ وہ بیعت طریقت سے کیوں منحرف ہوا ہے......

فقیر نے جب بیعت طریقت کو مذکورہ شرعی معیار کے خلاف پایا تو ۱۹۸۷ء میں سابقہ نسبت طریقت سے وضاحت طلب کی جس میں یہ تصریح تھی کہ تسلی بخش

---

[1] روزنامہ جنگ ۲۲ مارچ ۱۹۹۴ء

جواب نہ ملنے پر اس طریقت کو آخری سلام ہے اور آج تک جواب سے قاصر ہوں. اگر ریاست صاحب کو موجودہ تصوّف اور جنید و بایزید کی طریقت میں کوئی فرق نظر نہیں آتا. تو برائے کرم وہ کچھ تحقیق کریں تو اُن کا قلب روشن ہو جائے گا......

سجادہ نشین نے باوجودیکہ وہ شرعی مسافر تھے نماز قصر اس لیے نہیں کی کہ بقول ان کے وہ اپنے مرید کے گھر آتے ہوئے تھے اور مرید کا گھر اور پیر کا گھر ایک ہوتا ہے. کیا یہی شریعتِ اسلامیہ کی فقہ کا مسئلہ ہے یا مذکورہ شیخ طریقت کے گھر کا مسئلہ ؟ تو پھر ایسے جاہل پیروں کو کس نے حق دیا ہے کہ وہ صرف اس لیے بیعت کریں کیونکہ وہ پیروں کی اولاد ہیں اور خود بھی گمراہ ہوں اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں۔

پیر صاحب نے ایک عورت کے سوال پر کہ اس کا محرم نہیں ہے اور وہ حج پہ جانا چاہتی ہے کیا کرے ؟ کے جواب میں فرمایا کہ تو میری خادمہ کی نیت کر لے اور میرے ساتھ چل تو تیرا حج ادا ہو جائے گا.

ایک پیر صاحب سے جب عرض کیا گیا کہ ہماری مسجد میں صفیں قبلہ کی جانب کرنے سے صفیں ایک کونے کی جانب ہو جاتی ہیں. تو پیر صاحب نے یہ جواب دیا کہ میں چونکہ مستند عالم ہوں اس لیے تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم سامنے والی دیوار کے برابر صفیں بنالو کوئی حرج نہیں ہے. اگرچہ قبلہ اس طرف نہیں ہے۔

ایک پیر صاحب کے بارے میں ٹی.وی پر یہ پروگرام نشر ہو چکا ہے اور وہ اغوا کے مقدمے میں یہاں پولیس کو مطلوب ہیں.

ایک پیر صاحب نے ایک مقدمے کے ضمن میں یہ اعلان کیا کہ میں نے خواب میں فتح و نصرت کا سہرا اپنے مرید کی پارٹی کے سر دیکھا مگر مقدمے میں وہ ہار گئے.

ایک پیر صاحب جن نکالتے نکالتے جیل میں گدی نشین بن گئے ــــ دو برطانوی پیروں کے اداروں کے جھگڑے جاری ہیں کہ ادارہ کس کی ملکیت ہے ــــ اکثر پیر جھوٹے القابات رکھتے ہیں اور اکثر مولوی صرف پیسوں کے لیے ان کے عرسوں اور جلسوں میں ان کی خوشامدیں کرتے ہیں. جس پیر کی بنیاد ہی جھوٹ ہو کیا وہ شریعت اسلامیہ کے مطابق ہے.[1]

پیر طریقت غیر محرم عورتوں کے جھرمٹ میں

---

[1] روزنامہ جنگ لندن ۱۰ اپریل ۱۹۹۴ء

حضرت علاؤالدین کے خلیفہ مولانا طاہر القادری

بریلوی پیروں میں پروفیسر طاہر القادری جھنگی کی بھی بڑی شہرت ہے۔ آپ جناب علاؤالدین بغدادی کے خلیفہ ہیں۔ آپ اپنے تعارف میں اپنے اس شیخ کے ساتھ اپنے والد کو بھی ایک بڑے بزرگ کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ آپ کے والد قبر میں بھی نماز کے پابند رہے۔ یہاں تک کہ قبر میں سوال کرنیوالے فرشتے (منکر اور نکیر) سوالات کیے بغیر واپس لوٹے کیونکہ آپ نماز میں تھے اور نکیرین اس فقہی موقف پر تھے کہ فرشتے کسی سے نماز پڑھتے کلام نہیں کرتے اور نہ کسی پر نماز پڑھتے اترتے ہیں۔ ملک الموت نے بھی کسی کی نماز پڑھتے روح قبض نہ کی ہوگی۔ طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں:۔

> ابا جی قبلہ کے وصال کے دس روز بعد مجھے ان کی زیارت ہوئی تو میں نے ان سے تین سوال کیے۔ ۔ ۔ تیسرے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ بیٹے:۔
> نکیرین سوال کے لیے میری قبر میں آئے تو میں اس وقت عصر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ انہوں نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا تو واپس چلے گئے اور آج دس دن ہو گئے میں انتظار کر رہا ہوں کہ آکر سوال تو کریں لیکن وہ مڑ کر ہی نہیں آئے۔[۱]

یہاں لفظ تو غور طلب ہے۔ فرشتوں کو تڑی دی جا رہی ہے کہ سوال کر کے تو دیکھیں انہیں کیا مجال کہ سوال کر سکیں یا مڑ کر دیکھیں۔

یہ تو والد صاحب کا روحانی درجہ تھا۔ اب ان کے نابینا استاد کا درجہ بھی ملاحظہ کریں:۔(

مولانا طاہر القادری اپنے والد کے استاذ حکیم نابینا انصاری کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کی نبض دیکھ کر ہی اُن کے نو سالہ بچے کی بابت پورے یقین سے کہہ دیا کہ یہ اُن کا بچہ نہیں ہے کیونکہ باپ میں اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ بچہ پیدا ہو سکے — پھر یہ بچہ آیا کہاں سے؟ اس کی تفصیل کرتے ہوئے قادری صاحب کہتے ہیں کہ اولاد سے محروم میاں بیوی

---

[۱] قومی ڈائجسٹ لاہور اپریل ۱۹۸۹ء

کو حیدر آباد دکن کے ایک مجذوب نے کہا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ معاملہ حضرت بابا فرید گنج شکر کے بس کا ہے ہم نے باباجی سے کہہ دیا ہے۔ آپ لوگ پاک پتن چلے جائیں۔ وہاں آپ چالیس دن اور چالیس راتیں گزاریں باباجی آپ کا کام کر دیں گے۔ چنانچہ چالیسویں رات باباحضور تشریف لائے اور فرمایا بیٹی اٹھو تمہیں مبارک ہو اور اس کے ساتھ ہی ان کے ہاتھ میں گلاب کا پھول دے دیا۔۔۔ اور اس کے کچھ عرصہ بعد یہ بچہ پیدا ہوا۔۔۔ مولانا طاہر القادری کہتے ہیں کہ اس شخص نے حکیم نابینا انصاری سے کہا :-

> آپ نے نبض دیکھ کر جو کچھ بتلایا بالکل ٹھیک ہے طبی اصول اور جسمانی نقطہ نگاہ سے واقعتاً اس بیٹے کی پیدائش ہوئی ہی نہیں آپ بھی سچے ہیں اور ہم بھی کہ یہ بیٹا تو ہمارا ہی ہے مگر ہوا باباجی کے توسط سے۔[1]

جہاں تک موصوف کا غیر محرم عورتوں کے ساتھ کھلے عام تصویر بنانا اور ان کے جھرمٹ میں حظ محسوس کرنے کا تعلق ہے تو وہ موصوف کے نزدیک کوئی معیوب بات نہیں ہے۔ کیونکہ اسلامی انقلاب کے داعی کے لیے ان حالات میں یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی پوری رعایا میں غلط ملط ہو سکے ہم ماہنامہ تکبیر سے ان کے غیر محرم عورتوں میں غلط ملط ہونے کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں۔ اس سے بریلوی حضرات کی روحوں کا مقدس چہرہ کھل کر سامنے آجاتا ہے[2] اسے ملاحظہ فرمائیں۔ مگر ان مکشوفات پر دوسری نظر نہ پڑے۔ کیونکہ ارادۃً غیر محرم عورتوں پر دوسری نظر کرنا صحیح نہیں۔

فسوف تری اذا انكشف الغبار
افرس تحت رجلك ام حمار

جب غبار ہٹا تو تم جلد دیکھ لوگے کہ تمہارے پاؤں تلے گھوڑا ہے یا گدھا۔۔۔ تمہارے سوار کس سواری پر اتراتے ہیں۔ وہ سوچتے ہوں گے چھوٹے حضرت کے سہارے چلیں یا بڑے حضرت کے سہارے۔

---

[1] قومی ڈائجسٹ ص ۲۸ [2] ہفت روزہ تکبیر ۷ جون ۱۹۹۰ء

سرکار بغداد سے روپوں کی غیبی مدد

نچلی کلاس کے لوگوں کو روپوں کے غیبی ہاتھ کی بڑی ٹوہ رہتی ہے مصلّے کے نیچے سے روپے ملیں انہیں اس کا بہت انتظار رہتا ہے۔ دیہاتی علاقوں میں آپ کو کتنے پیر سونا دگنا کرتے ملیں گے غیر محرم عورتوں کے ہم مجلس ہونے کے بعد ان کی دوسری بڑی دلچسپی دولت کی غیبی راہوں میں ہوتی ہے۔ عورت اور دولت کی چہل پہل سے ان آستانوں کی رونق بنتی ہے اور قلب جاری کرنے کے نام سے پیر صاحبان کس طرح اپنی انگلی چھاتیوں پر رکھتے ہیں اسے یہ مکشوفات ہی جانتی ہیں ہم انہیں مستورات نہیں لکھ سکتے۔ آپ اس ماڈرن پیر طریقت کو عورتوں کے جھرمٹ میں دیکھ آئے ہیں۔ اب سرکار بغداد سے روپوں کی غیبی مدد کا ایک واقعہ بھی پڑھ لیں :-

قبلہ والد صاحب فرماتے ہیں ایک شب سیدنا غوث الاعظم اس حالت میں خواب میں تشریف لائے کہ میں اپنے کلینک میں بیٹھا ہوا ہوں اور آپ مغرب کی طرف سے کلینک میں داخل ہوئے اور آتے ہی ارشاد فرمایا کہ وہ وظیفوں والی کاپی لاؤ ابا جی قبلہ فرماتے ہیں میں نے وہ پانچ روپے والا وظیفہ اور دوسرے کئی وظائف ایک کاپی پر لکھے ہوئے تھے میں وہ کاپی اندر سے اٹھا لایا تو دوبارہ ارشاد فرمایا۔ وہ پانچ روپے والا وظیفہ نکالو۔ میں نے وہ صفحہ نکال کر پیش کر دیا انہوں نے اپنی جیب سے قلم کھولتے ہوئے اور اس وظیفے پر پھیرتے ہوئے فرمایا۔ یہ پڑھو گے تو ساری عمر پانچ روپے ہی ملیں گے کبھی پانچ سو کی ضرورت پڑ جائے گی اور کبھی پانچ ہزار کی تو پھر کیا کرو گے؟ یہ وظیفہ آج سے پڑھنا چھوڑ دو..... خزانے کھل گئے آج سے تمہارے لیے۔[1]

اس سے پتہ چلا کہ والد صاحب قبلہ پہلے پانچ روپے یومیہ پر ہی کام کرتے تھے۔ یہ سرکار بغداد

---

[1] میرے والد صاحب قبلہ صد

کی شفقت تھی کہ آپ نے اس وظیفے کو چھڑا دیا اور ہزاروں کا غیبی ہاتھ کھول دیا. طاہر القادری صاحب فرماتے ہیں کہ والد صاحب قبلہ نے اس خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :-

میں صبح اُٹھا وہ کاپی دیکھی تو پانچ روپے کے وظیفے والا صفحہ قلم زد تھا وظیفہ کاٹا ہوا تھا. اس کا مطلب یہ ہوا کہ سیدنا غوث الاعظم بنفس نفیس تشریف لائے تھے. (یعنی یہ خواب نہ تھا) یہ عالم تھا ان پر اولیائے کرام کی شفقتوں کا. اس کے بعد ہم نے کمی نہیں دیکھی...... میں اگر کہتا ایک ہزار تو شام سے پہلے پہلے وہ رقم مہیا ہو جاتی. سیدنا غوث الاعظم کے خواب میں تشریف لانے کے بعد واقعتہً خزانوں کے منہ کھل گئے.[1]

نچلی کلاس کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے اس دست غیب میں بہت کشش ہوتی ہے. ہم انگریز مستشرق پی ہارڈی کے اس بیان سے اتفاق کرتے ہیں کہ بریلویت نچلی کلاس کے لوگوں کے لیے ابتداء سے ہی بہت کشش کا موجب رہی ہے.

نامناسب نہ ہو گا کہ ہم یہاں مولانا احمد رضا خاں کا ملفوظ ہدیہ ناظرین کر دیں :

سوال، دست غیب و کیمیا حاصل کرنا کیسا ہے ؟

ارشاد : دست غیب کے لیے دعا کرنا محال عادی کے لیے دعا کرنا ہے جو مثل محال عقلی و ذاتی کے حرام ہے.[2]

یہ غیبی ہاتھ زیادہ دیر ساتھ نہ رہ سکا

اسلام آباد میں طاہر القادری صاحب کی ملاقات اپنے ایک سابق استاد اور اپنے والد کے ایک دوست سے ہوئی. انہوں نے بے تکلفی کے ساتھ سوال کیا کہ یونیورسٹی کی نوکری کیوں چھوڑ دی، بُرا سا منہ بنا کر اس نے جواب دیا کہ اس تنخواہ میں اس

---

[1] ایضاً   [2] ملفوظات حصہ سوم صلا

کی گذر بسر ڈھنگ سے نہیں ہوتی تھی۔ ... بزرگ اُستاد نے حیرت سے کہا کہ ابھی چند سال پہلے وہ (طاہر القادری) ان سے مالی امداد کی درخواست کر رہا تھا اور اس نے التجا کی تھی کہ اسے کہیں سے وظیفہ دلوا دیا جائے۔ اب اچانک اس کے مالی حالات اتنے اچھے کیسے ہو گئے؟ اس سوال پہ وہ (طاہر القادری) گھبرا گیا اور اس نے بتایا کہ اپنا جھنگ کا مکان بیچ کر کاروبار شروع کر رکھا ہے۔[1]

کون سے ہاتھ اس پیر طریقت کا دست غیب بنے؟

مذکورہ بالا انٹرویو کی بعد کی چند سطور بھی پڑھ لیں:۔

میاں شریف نے اس کے لیے سیمنٹ کی ایک ایجنسی حاصل کی تھی اور وہ اس کے علاوہ مختلف طریقوں سے اس کی مالی امداد کرتے تھے۔ بتدریج یہ مالی امداد سوا لاکھ روپے ماہوار تک جا پہنچی۔[2]

جب ملازمت تھی تو آمدنی لاکھ بھی نہ تھی۔ جب چھوڑی تو سوا لاکھ ـــــ درست کہتے ہیں کہ زندہ ہاتھی لاکھ کا اور مرا سوا لاکھ کا۔

غیر قانونی تارکین وطن کو برطانیہ بھیجنے کا کاروبار

روزنامہ جنگ لندن نے ۱۱ مئی ۱۹۹۲ء کی اشاعت میں برطانیہ کے اخبار نیوز آف دی ورلڈ News of the World کے حوالے سے یہ خبر شائع کی:۔

پیرس میں ادارہ منہاج القرآن کے مولوی محمد اظہر مبینہ طور پر اس گروہ کے سرغنہ ہیں جو مسلم تارکین وطن کو برطانیہ میں داخل کرنے کا دھندہ کرتے ہیں۔ اس

---

[1] شیطان یا فرشتہ صفحہ ۲۰ [2] ایضاً صفحہ ۲۰

اوزرنیل میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ پیرس کے گلگٹن کورٹ کے علاقہ میں واقع مسجد

لوئر فلیٹ سے لوگوں کو برطانیہ بھیجنے کا کام ہوتا ہے[1]

ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس خبر میں کہاں تک سچائی ہے۔ لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ پیران طریقت کے دست غیب کی وسعتیں بہت دور دور تک پھیلی ہیں۔ یہ اللہ والوں کے جلوے ہیں جہاں چاہیں دکھا دیں۔ نچلی کلاس کے لوگوں کے لیے یہی وہ جلوے ہیں جو انہیں اپنی طرف کھینچتے ہیں مولانا احمد رضا خاں دست غیب سے مدد لینے کے حق میں نہ تھے۔ تو طاہر القادری صاحب ان کے خلاف اس طرح چلے:۔

والد صاحب قبلہ یزید کے کفر کے قائل تھے اور اس پر لعنت بھیجنے کے بھی

قائل تھے۔ میرا مذہب بھی یہی ہے میں یزید کی تکفیر اور اس پر جواز لعن کا

قائل ہوں۔[2]

قادری صاحب نے اس مشترکہ نقطہ پر شیعوں کا اعتماد حاصل کیا اور انہیں اپنی سیاسی دعوت عوامی تحریک میں ساتھ لے کر چلے۔ نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ بریلوی حلقوں میں آپ کا گراف تیزی سے گر رہا ہے۔

اب یہ بات بھی سمجھ لیں کہ انہیں مالی استحکام کہاں سے ملا؟

تحقیقاتی ٹریبونل کے روبرو جرح کے جواب میں

ڈاکٹر طاہر القادری نے اعتراف کیا کہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں نواز شریف نے انہیں ۸ ہزار روپے فی کنال کے حساب سے ۱۶۷ کنال اراضی فراہم کی۔ انہوں نے اس بات کو بھی درست قرار دیا کہ انہوں نے میاں محمد شریف سے دس لاکھ روپیہ قرض حاصل کیا تھا جس سے انہوں نے ایک سیمنٹ ایجنسی حاصل کی.... ایک سوال کے جواب میں انہوں نے اس بات کو درست تسلیم کیا کہ ۱۹۸۱ء میں جب وہ بیمار ہوئے تو شہباز شریف انہیں خود امریکہ لے کر گئے تھے.... انہیں اپنے ذاتی استعمال کے لئے کار بھی فراہم کی گئی تھی[3]

---

[1] دیکھیے روزنامہ جنگ لندن ۱۹۹۲ء [2] میرے والد صاحب قبلہ ص [3] دید شنید ۱۵ جولائی

بریلویوں کا طریق واردات

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد:

پڑھے لکھے حضرات سے یہ حقیقت مخفی نہیں، کہ بریلویت کی بنا اختلاف مسلک پر نہیں نہ اس کے پیچھے کوئی دلائل کا اختلاف ہے۔ عوام میں اس کا شیوع جہالت کے اندھیرے میں اور علماء میں اس کا آغاز الزامات اور کھانے پینے کی دعوت اور بدعات کی راہ سے ہوتا ہے۔ اس کی منزل اختلاف کی برداشت نہیں تفریق بین المسلمین کے ناپاک جذبہ پر ہوتی ہے۔ ابتداء میں اس کے سیاسی محرکات بھی تھے۔ علماء دیوبند تحریک خلافت میں ترکوں کے ساتھ تھے اور آستانہ بریلی انگریزوں کی مدح میں نغز گفتار تھا۔ اسی طرح انگریز علمائے نجد کے مخالف اور شریف مکہ کے طرفدار تھے۔ یہ وہ حالات تھے جنہوں نے بریلویوں کو علمائے دیوبند اور اہلِ سعود کے خلاف کر دیا تھا۔ یہ نہیں کہ کوئی فقہی اختلاف تھا جس کے باعث وہ علمائے دیوبند کے مقابل ایک فرقے کی شکل میں اٹھے۔ دونوں اپنے آپ کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کا پیرو کہتے ہیں۔ طریقِ نماز میں دونوں ایک ہیں کچھ اختلاف ہے تو وہ نماز میں داخل ہونے سے پہلے (اذان اور تکبیر میں) یا نماز ختم ہونے کے بعد (بلند آواز سے کلمہ پڑھنے میں) یا نیت میں کہ آخری قعدہ میں یہ لوگ توجہ اللہ تعالیٰ سے ہٹا کر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب ہم ان کے سامنے پیش ہو گئے ہیں علماء دیوبند اس صرفِ ہمت کو جائز نہیں سمجھتے اور یہ نماز کے اندر صرف ہمت کرتے ہیں نماز کے اندر نیت بدلنے کا یہ اختلاف واقعی ایک بڑا اختلاف ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بریلوی علما اپنے اس صرفِ ہمت کا کھلے بندوں پراپیگنڈہ نہیں کرتے۔ ہاں جو نماز میں صرفِ ہمت سے روکے یہ اس کے خلاف ہو جاتے ہیں۔

بریلویوں کی پہلی واردات

ان کے علماء کی اس امت پر پہلی واردات یہ ہوتی ہے کہ وہ مسئلے کے اختلاف کو اختلاف

دائرے سے نکال کر فوراً حضورؐ کے ادب اور بے ادبی پر لے آتے ہیں مثلاً امام ابوحنیفہ کے شاگردوں اور امام شافعی میں اختلاف ہوا کہ نماز کے آخری قعدہ میں درود شریف پڑھنا فرض ہے یا نہیں؟ احناف نے کہا کہ فرض نہیں اور شوافع نے کہا فرض ہے۔ یہ اختلاف فقہاء میں صرف اختلافِ رائے تک محدود رہا ہے۔ اب اگر اسے اس انداز میں لیں کہ احناف درود کے منکر ہیں اسے فرض نہیں مانتے۔ یہ نبی کی شان گھٹاتے ہیں۔ وہ نماز ہی کیا جس میں آقا پر درود نہ ہو۔ ذہن میں جونہی یہ نقشِ اختلاف جمے گا دشمنانِ اسلام تفریق بین المسلمین کی منزل پر پہنچیں گے۔ فقہ حنفی کا مسئلہ ہے کہ خطیب خطبہ میں حضورؐ کا نام لے تو سامعین زبان سے اس پر درود نہ پڑھیں۔ دوسروں سے اس کا اختلاف منقول ہے کہ وہ درود شریف پڑھیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس پہلے دور میں بریلوی موجود نہ تھے۔ ورنہ وہ شور کرتے کہ حنفی (معاذ اللہ) بے ادب ہیں انہوں نے اسم مبارک سنے پر درود نہیں پڑھا ـــ مسائل کو فقہی اختلاف سے نکال کر حضورؐ کے ادب اور بے ادبی کے اختلاف میں لے آنا یہ وہ غلط راہ ہے جس سے تفریق بین المسلمین قائم ہوتی ہے اور امت کا جہاز تارپیڈو کے اس حملے سے ڈوبنے لگتا ہے۔

بریلویوں کی دوسری واردات

بریلوی علماء اپنے سامعین میں جہلاء پر خاص انتخابی نظر رکھتے ہیں کیونکہ یہی لوگ ہیں جو ان کے کام آتے ہیں۔ انہیں کانوں کان بتلا دیتے ہیں کہ آپ نے فلاں فلاں نمازیوں سے باخبر رہنا ہے یہ کچھ بے ادب سے معلوم ہوتے ہیں۔ اذان ہونے پر اپنے انگوٹھے نہیں چومتے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ جس طرح بھی ہو یہ مسجد میں نہ آئیں۔ جب عقیدہ مختلف ہے تو وہ اپنی مسجدوں میں جائیں وغیرہ وغیرہ۔ ان جہلاء میں جو جو شیلے قسم کے لوگ ہوتے ہیں انہیں پھر آگے کر دیا جاتا ہے اور شرفاء اپنی عزت سنبھالتے ان کے منہ نہیں آتے۔ پھر ایسے منتخب افراد کو یہ مولوی صاحبان اپنی دعوتی مجالس میں چالیسویں اور گیارہویں کے کھانوں میں اپنے ساتھ ساتھ رکھتے ہیں۔ کسی معترض نے جب کبھی

کوئی سنت کی بات کی تو مولوی صاحب کی بجائے ان کے یہ پروردہ لوگ اس کے گلے پڑنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ سنت کی کوئی بات یہ لوگ سننا نہیں چاہتے اور مولوی صاحب ان کے کان میں یہ بات ڈالے ہوتے ہیں کہ اہلسنت بس صرف یہی ہو۔ اہل بدعت اس چور دروازے سے اہل سنت بنے بیٹھے ہیں۔ والی اللہ المشتکیٰ۔

بریلویوں کی تیسری واردات

عبارات کو اپنے مطالب سے پھیرنا۔ انہیں ٹوسٹ Twist کرنا اور ان میں اپنے مطالب ڈالنا بریلوی مولویوں کی علمی صنعت ہے۔ واللہ اعلم بما کانوا یصنعون مثلاً ـــــ

سب اہل علم جانتے ہیں کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اپنے کمال میں یہ جنات اور فرشتوں دونوں سے اوپر ہے۔ اب ظاہر ہے سب افراد انسانی آپس میں نوعی بھائی ہوں گے اور اشرف المخلوقات ہونے کا شرف سب کو حاصل ہوگا۔ اور کہا جا سکے گا کہ ان سے اشرف و اعلیٰ مخلوق خدا نے پیدا نہیں کی۔ رہے انبیاء کرام تو وہ انسانی برادری میں سب کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے لیکن یہ حضرات اس انسانی برادری میں بڑے بھائی کے درجے میں ہوں گے ـــ یہاں بھائی کا لفظ نوعی بھائی کے طور پر بولا جا رہا ہے ـــ نسبی بھائی کی حیثیت اور ہوتی ہے باپ کا درجہ اس سے بڑا ہوتا ہے۔ یہاں باپ بیٹے کا فرق ہے مگر نوعی اعتبار سے یہ باپ بیٹا بھی بھائی بھائی ہیں گو نسباً وہ باپ بیٹا ہیں۔

اب اگر کوئی دوسرا عالم کہہ دے انبیاء انسانی برادری کے بڑے بھائی ہیں برابر کے نہیں انہیں اپنے برابر کا نہ سمجھو تو یہ جھٹ کہہ اٹھیں گے کہ انبیاء کو نسبی بھائی کہہ دیا حالانکہ باپ کا درجہ بھائی سے بڑا ہوتا ہے دیکھو نبیوں کی توہین کر دی ـــ اس پر پھر دوسرے جہلا بھی بھڑک اٹھتے ہیں کہ دیکھو ان کا عقیدہ ہے نبی کا درجہ بڑے بھائی کے برابر ہے اور سامعین میں سے کوئی ان سے یہ نہیں پوچھتا کہ یہاں نوعی بھائی مراد لے رہے ہیں یا نسبی بھائی ـــ انسان اشرف المخلوقات ہے اس سے اوپر مخلوق کا کوئی درجہ نہیں اور انبیاء کرام اس انسانی برادری کے سب سے اوپر کے درجے کے انسان ہیں ـــ

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ لکھتے ہیں:۔

بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں اور سارے مراتب اس سے نیچے ہیں مگر آدمی رسول ہو کر بھی آدمی رہتا ہے۔ کچھ اس میں خدا کی شان نہیں آجاتی اور خدا کی ذات میں نہیں مل جاتا[1]

ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں:۔

ہمارے پیغمبر سارے جہان کے سردار ہیں اور اللہ کے نزدیک اُن کا مرتبہ سب سے بڑا ہے[2]

اب آپ کو اندازہ ہو چکا ہوگا کہ بریلوی بات کو بگاڑنے میں کس قدر چیرہ دست ہیں۔

فسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

بریلویوں کی چوتھی واردات

عوام کو جب سمجھ آجائے کہ لکھی بات کچھ اور ہے اور الزام کچھ اور دیا جا رہا ہے۔ ایسی بیہودہ بات تو کوئی کھُلا کافر بھی نہیں کہہ سکتا۔ پھر یہ کہنے لگتے ہیں ایسی متشابہ بات لکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ کتنا اچھا ہو کہ یہ عبارتیں اب بدل دی جائیں — اس پر جب انہیں بتلایا جائے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جب حفظ الایمان کی عبارت بدل دی ہے اور اپنی بات کو اور زیادہ واضح الفاظ میں لکھ دیا ہے تو اب عوام کے سامنے تم ان کی ترک کردہ عبارت کیوں پیش کرتے رہتے ہو۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ مصنف نے اسے بدل دیا ہوا ہے تو جھٹ کہنے لگتے ہیں کہ ایک عبارت بدلنے سے کیا ہوتا ہے سب عبارات بدلو۔

حفظ الایمان کے مصنف نے خود اپنی عبارت بدل دی تھی اور اس کا انہیں حق تھا مصنف کے علاوہ کسی دوسرے کو حق نہیں کہ اس کی عبارت بدلے یہاں ان کی تشریح کا اعتبار کرنا چاہیئے

---

[1] تقویۃ الایمان ص۵ [2] ایضاً ص۵۵

پھر کوئی اختلاف نہیں رہتا۔ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان پرانی مثل چلی آ رہی ہے۔

بریلویوں کی پانچویں واردات

اصل کتابوں سے جب بات کھلنے لگتی ہے تو پھر ان کے علماء ان عبارات کو اصل کتابوں سے نہیں اپنی کتابوں میں نقل کردہ حوالوں سے دکھاتے ہیں انہیں کچھ بدلا بھی ہوتا ہے اور تمہید بھی اپنے مطلب کی باندھی ہوتی ہے۔ بس پھر کیا ہوتا ہے۔ ان عبارتوں کو دیکھ کر ان کے عوام توبہ توبہ کرنے لگتے ہیں۔ یہ وہ تاریک راہ ہے جس سے بریلویت فروغ پاتی ہے اور عام سمجھا جاسکتا ہے کہ واقعی مسلمانوں کا ایک طبقہ نبی کی شان کو نہیں مانتا۔ استغفر اللہ العظیم

کاش کہ عوام ان وضع کردہ الزامات کو ان کے عمومی پیرایہ مذہب میں جانچنے کی کوشش کریں۔ ان کے درسوں اور جلسوں میں جائیں اور وہاں جو یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان منقبت سُنیں تو سوچیں کہ اگر وہ بات درست ہوتی جو انہیں بریلوی مولویوں نے بتائی تھی تو دیوبندیوں کی مسجدوں اور مدارس میں نہ آنحضرتؐ کی نعت و منقبت ہوتی نہ آپ کا نام آنے پر کوئی درود وسلام پڑھتا اور نہ ان کے ہاں دن رات قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں بلند ہوتیں۔ جہاں اس طرح بار بار حضورؐ پر درود پڑھا جا رہا ہو ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ درود وسلام کے منکر ہیں اگر اپنی آخرت کو سیاہ کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔

بریلوی مولویوں کی چھٹی واردات

جب بریلوی عوام اپنے مولویوں کو جا کر کہتے ہیں کہ ہم نے دیوبندی مساجد میں جا کر دیکھا ہے وہ تو درود وسلام پڑھتے ہیں اور اسے مانتے ہیں اور جب حضورؐ کا نام مبارک آئے وہ آپ پر درود بھیجتے ہیں۔ تو یہ کہتے ہیں تم نہیں جانتے یہ اوپر اوپر سے پڑھتے ہیں تاکہ تمہیں دھوکہ دے سکیں اندر سے نہیں پڑھتے۔ پھر جب ان سے پوچھا جائے کہ انسان تو یہاں ظاہر کا مکلف ہے باطن

تو صرف خدا جانتا ہے۔ بہتیں کیسے پتہ چل گیا کہ یہ اوپر اوپر سے پڑھتے ہیں۔ آنحضرتؐ کو تو ایسے لوگوں کے منافق ہونے اور اندر سے ایمان نہ لانے کی خبر وحی سے ملتی تھی۔ اب بریلویوں کو دیوبندیوں کے منافق ہونے اور اوپر اوپر سے مسلمان ہونے کی خبر کس وحی سے ملی ہے۔ وحی کا سلسلہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے تو اس پر بریلوی مولوی اس کی ذمہ داری اپنے پیروں پر ڈال دیتے ہیں کہ انہوں نے انہیں ایسا بتایا ہے اور وہ عطائی طور پر علم غیب رکھتے ہیں اندر کی بات بتا دیتے ہیں بابا لہوڑی شاہ اگر عطائی علم غیب نہ رکھتے ہوتے تو مولانا سردار احمد لائلپوری اور مولانا محمد عمر اچھروی کیسے بتا سکتے تھے کہ دیوبندی صرف اوپر اوپر سے حضورؐ کو رسول مانتے ہیں اندر سے نہیں — یہ دونوں مولوی جو دن رات اس بات کو اپنے جلسوں اور اپنی مسجدوں میں اُگلتے رہے۔ انہیں لہوڑی کے شاہ کے متعلق پورا یقین تھا کہ وہ عطائی علم غیب رکھتا ہے اسی نے ان مولویوں کو بتایا تھا کہ یہ لوگ اندر سے حضورؐ کو نہیں مانتے اور اوپر سے درود سلام پڑھتے ہیں۔

بریلویوں کی ساتویں واردات

حیوان کی بنیادی کمزوری ہے کہ کھانے کی چیزوں پر خوب ٹپکتا ہے۔ حیوان ناطق میں بھی اس کے آثار پائے گئے ہیں۔ جب تک روح کا تزکیہ نہ ہو وہ حلال و حرام میں فرق نہیں کرتا۔ کتے کو بھی جب تک تعلیم نہ دی جائے وہ شکار کو منہ مار لیتا ہے۔ جو کتا شکار کو پکڑے مگر خود نہ کھائے اسے کلب معلم کہتے ہیں۔ وہ انسان کلب معلم سے بھی نیچے ہے جو غریبوں کا حق اور دسویں چالیسویں کی دعوتیں یہ کہہ کر اڑاتا پھرے کہ دیوبندی ختم شریف کو نہیں مانتے۔ وہ یہاں جس طرح اس حلوے مانڈے سے محروم ہیں آخرت میں بھی انہیں ختم کا کھانا کوئی نہ بھیجے گا۔

جہاں تک ہماری معلومات ہیں۔ دیوبندی ایصالِ ثواب کا انکار نہیں کرتے وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ ہم یہ کھانے مولویوں کو نہ کھلائیں۔ یہ کھانا غریبوں اور مسکینوں کا حق ہے۔ اس پر بریلوی مولوی کہتے ہیں ہم یہ کھانے بطور خیرات نہیں کھاتے ہم ان سے اپنا ختم پڑھنے کا محنتانہ لیتے ہیں۔ اتنی

اُونچی آواز سے ختم پڑھنا کوئی کم محنت نہیں ہے۔ اگر ہم اسے بطور محنتانہ لے لیں تو اس میں کیا حرج ہے؟
کسی نے منع تو نہیں کیا۔ ہم کہتے ہیں مولانا احمد رضا خاں نے تو منع کیا ہے۔ خان صاحب فرماتے ہیں:۔

مُردہ کا کھانا صرف فقراء کے لیئے ہے۔ عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے۔ غنی نہ کھائے۔[1]

ہمیں اس وقت مسئلے سے بحث نہیں ہم یہاں صرف ان کی واردات بیان کر رہے ہیں۔
ملک اربل جس نے ۶۳۰ھ میں سب سے پہلے صف میلاد بچھائی۔ اس کے ہاں اس میں کھانے پینے کا سامان مہیا کیا جاتا تھا۔ مولانا احمد رضا وارثوں کی طرف سے دعوت کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

ابن ماجہ سنن میں بسند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرنے کو مُردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں[2]

مولانا احمد رضا خاں جنہوں نے ان کھانے کی محفلوں کو باقاعدہ ایک دین و مذہب کی شکل دی ان کی وصیت تھی کہ مجھے یہ یہ کھانے بھیج دیئے جایا کریں۔ آپ نے اپنی وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے کھانوں کی یہ فہرست مرتب فرمائی اور لکھایا:۔

اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگر بھینس کا دودھ ہو۔ مرغ کی بریانی مرغ پلاؤ خواہ بکری کا ہو۔ شامی کباب۔ پَراٹھے۔ بالائی۔ فرنی۔ ارد کی پھریری۔ دال مع ادرک و لوازم گوشت بھری کچوریاں سیب کا پانی انار کا پانی۔ سوڈے کی بوتل[3]

انسان اپنی بنیادی کمزوری (پیٹ کی فکر اور زبان کا چٹخارہ) میں مار کھا گیا اور بریلویت اپنی اس واردات میں بہت سے شکم پرست اپنی گود میں لے گئی۔ مولانا کی ذریت ابھی تک ان کھانوں کی مہک میں جھوم رہی ہے۔

---

[1] احکام شریعت حصہ ۲ صد ۱۹۳ [2] ایضاً صد ۱۹۲ [3] وصایا شریف صلا ۱۰

بریلویوں کی آٹھویں واردات

بریلوی مولوی کھانے کی یہ محفلیں مہینے میں صرف ایک دن مقرر نہیں کرتے۔ ماہانہ محفل صرف گیارہویں کی صورت میں ہوتی ہے۔ ورنہ ان کی یہ واردات مسلسل چلتی ہیں۔ تیجے، ساتویں، دسویں سے ابھی چالیسویں تک نہیں پہنچے ہوتے کہ کوئی دوسری میت بھی اس دائرے میں آگھستی ہے اور پھر اس کے ایام بھی ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ پسماندگانِ میت تو اپنے اپنے دن یاد رکھتے ہیں مگر ختم پڑھنے والے مولوی صاحبان کا دائرہ کبھی ختم نہیں ہونے پاتا۔ پورا سال چلتا ہے۔ ان کھانوں اور محفلوں میں وہ اپنی ساری ٹیم ساتھ رکھتے ہیں جنہیں اس بات کی تربیت ہوتی ہے کہ مولوی صاحب کی مرضی کے بغیر نہ کوئی شخص مسجد میں آسکے اور نہ ان کی مرضی کے بغیر کمیٹی میں کوئی ممبر ہو سکے۔ کوئی مسئلہ پوچھتے بھی مولوی صاحب کو تنگ نہ کر سکے اور محلہ بھی مولوی صاحب کے خلاف اُٹھ کھڑا ہو تو وہ ان شرعی غنڈوں سے جنگ نہ کر سکے۔ مولوی صاحب ان کو اپنے خرچ پر نہیں پالتے انہیں ان محفلوں میں ساتھ رکھ کر انہیں خوش رکھتے ہیں اور قربانی کے یہ بکرے بس مولوی صاحب کے برتے ہی چلتے ہیں۔

محلہ میں جو نوجوان اکیلے رہتے ہیں شادی شدہ اور گھر بار والے نہیں ہوتے۔ ان میں سے بعض کو یہ مولوی صاحبان ماہانہ وظیفہ بھی دیتے ہیں۔ ان کے ذمہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص مولوی صاحب کے خلاف کوئی بات کہے تو اس کے گھر جا کر ان پر کچھ رعب ڈالیں تاکہ وہ پھر کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے اور مولوی صاحب کے کسی عمل پر کوئی ان سے سنّتِ نبوی سے ثبوت نہ پوچھ سکے۔

بریلویوں کی نویں واردات

بعض بریلوی مولویوں نے اپنے شاگردوں کو غنڈہ گردی کی ٹریننگ دینے کے ساتھ ساتھ اپنے ناقدین اور مخالفین کے لیے عقوبت خانے بھی تیار کیے ہوتے ہیں جن میں انہیں

چاقوؤں چھریوں اور رسیوں وغیرہ کے ساتھ اس طرح لیس کیا ہوتا ہے کہ انہیں دیکھتے ہی شریف لوگ لاحول ولاقوۃ پڑھ کر کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ ایسی مسجدوں کے قریب بسنے والے بڑے بڑے شرفاء آپ کو دم بخود نظر آئیں گے۔ مجال ہے وہ مسجد والوں کی کسی واردات پہ کوئی انگلی اُٹھا سکیں۔

پچھلے دنوں پولیس نے ایسٹ East لندن کی لی روڈ کی مسجد کے ایک عقوبت خانے کو دیکھا اس کی فوٹو اخبارات میں بھی چھپی تھیں۔ ہم روزنامہ جنگ لندن کی ۱۹ ستمبر ۱۹۹۱ء کی اشاعت سے ایک فوٹو ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے جن پانچ اشخاص کو عاشقانِ رسول بنا رکھا تھا انہیں اولڈ بیلی کی عدالت نے بالترتیب چار چار سال قید کی سزا دی ہے۔
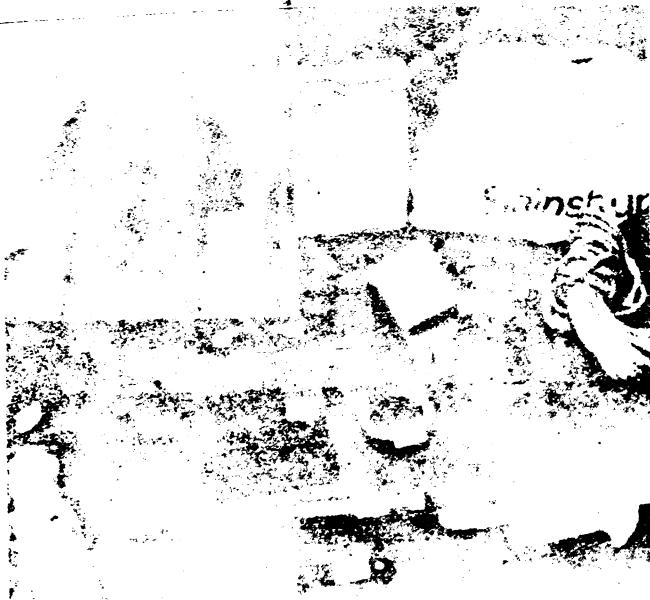
کار سے برآمد ہونے والا سامان چاقو، دستانے، چہرے کا نقاب، دوربین اور رسی شامل ہیں

بریلویوں کے طریق واردات کی ایک اور مثال

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند پر ایک افتراء

آپ جلد اوّل میں اختلاف پیدا کرنے کا بریلوی زینہ دیکھ آئے ہیں. اس کی پہلی دس کڑیاں آپ نے وہاں دیکھی ہیں. اب حکیم الاسلام قاری طیب صاحب خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت تھانوی پر بھی ان کی ایک واردات ملاحظہ فرمائیں.

بریلویوں کا علماء حق سے عقائد و مسائل میں اتنا اختلاف نہیں جتنا بدنیتی سے وحدتِ امت کی راہ میں ان کے بکھیرے گئے کانٹوں اور تحریف والزامات کی جھاڑیوں میں چھپے بہروپیوں نے اس راہ کو خون آلودہ کر رکھا ہے. مولانا ابوالحسنات نے ۱۹۵۵ء میں لاہور ہائی کورٹ میں بیان دیا تھا کہ اساسی عقائد کے اعتبار سے دونوں میں کوئی اختلاف نہیں. رہے مسائل تو دونوں فریق اپنے کو فقہ حنفی کا پابند کہتے ہیں. بھیرہ کے پیر کرم شاہ نے بھی ضیاء القرآن میں اس کا کھلے بندوں اعتراف کیا سو ان کے اختلاف کی نوعیت معلوم کرنا ایک خاصا مشکل کام ہے. جب اختلاف ہی معلوم نہ ہو تو ان میں اتحاد پیدا کرنے کی کوئی کوشش کیسے بار آور ہو سکتی ہے؟

مولانا احمد رضا خاں نے جب وحدتِ امت کو توڑنا چاہا تو وہ بھی علماء دیوبند کے کسی عقیدے کے خلاف نہ اٹھ سکے. انہوں نے چند نئے عقیدے علماء دیوبند کے ذمہ لگائے جو ان کے ہرگز نہ تھے. مولانا احمد رضا خاں نے یہ کاروائی حسام الحرمین کے نام سے کی. علماء دیوبند نے انہیں جھوٹے الزامات کہا اور صورتِ حال سے علماء حرمین کو مطلع کیا. المہند علی المفند اس صفائی کی ایک تاریخی یادگار ہے. علماء دیوبند اپنی جوابی کاروائی میں کامیاب رہے اور خان صاحب کے غبارے سے ہوا نکل گئی. مولانا ارشد القادری تسلیم کرتے ہیں کہ ہند و پاک کے مسلمان علماء دیوبند کے دھوکے میں پھر آ گئے. اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ خان صاحب بریلوی نے اختلافِ امت کا جو ناپاک

کھیل کھیلا تھا وہ نہ عرب میں کامیاب ہو سکا نہ ہندوستان میں ــــ ارشد القادری لکھتے ہیں :-

جو جماعت کعبے کی دہلیز پر کھڑے ہو کر حرم کے پاسبانوں کی آنکھوں میں دُھول جھونک سکتی ہے اس کے لیے ہند و پاک کے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور دھوکے میں مبتلا رکھنا کیا مشکل ہے [1]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ علماء دیوبند نے علماء حرمین کو جو اپنی صفائی دی وہ ان لوگوں نے قبول کر لی اور ہندوستان میں بھی لوگ حسام الحرمین کے جھانسے میں نہ آئے۔

مولانا ارشد القادری کے اس اعترافِ شکست کے بعد اب ان لوگوں (بریلویوں) کا رُخ کدھر ہو سکتا تھا آپ اس پر خود غور فرماویں۔

دیوبند کی ساکھ جب ان کے تیر سے مجروح نہ ہو سکی اور قوم نے عوامی سطح پر ان کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بے ادب اور گستاخ تسلیم نہ کیا تو یہ حضرات پاک و ہند میں اسلامی امُور کی سربراہی میں بدستور پیش پیش رہے اور خواص و عوام نے انہیں اسلامی امور میں ہمیشہ اعتماد کے تسلیم کیا ہے۔

جب ان لوگوں کا حسام الحرمین کے چرخے سے کاتا ہوا سارا سُوت تار تار ہو گیا تو یہ اس طرف متوجہ ہوئے کہ ان کے خلاف کوئی اور شوشہ اٹھائیں ۱۹۷۶ء میں ہندوستان میں خاندانی منصوبہ بندیوں کی تحریک شروع ہوئی۔ اس میں نس بندی نے بھی راہ پائی۔ بھارت میں یہ تحریک مسلمانوں کے لیے بارِ گراں تھی۔ بریلویوں کی تو ہندوستان میں علمی اور عوامی اعتبار سے کوئی حیثیت نہ تھی۔ حکومت مسلمانوں کو متاثر کرنے کے لیے بڑی تشویش سے دیوبند کے فتوے کی منتظر تھی۔ اب ایسے موقع پر بریلویوں کی پھر کوشش تھی کہ جس طرح بھی بن پڑے دیوبند کو ملکی سطح پر پھر ایک آزمائش میں ڈال دیا جائے اور عوامی سطح پر ان کا وقار مجروح کیا جائے۔ ترکش سے یہ نیا تیر محض اس لیے نکالا گیا کہ ان کا حسام الحرمین والا پہلا وار بالکل خالی کیا گیا تھا اور اس سے نہ عرب متاثر ہو سکا تھا نہ ہندوستان ــــ ماں خان صاحب

---

[1] زیر و زبر صـ ۲۶۴

انگریزوں کو ضرور کچھ متاثر کر گئے۔ لیکن یہ ایک الگ بحث ہے۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو آل انڈیا ریڈیو سے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رح مہتمم دار العلوم دیوبند کا ایک انٹرویو نشر ہوا جس میں آپ نے مفتیانِ کرام کو توجہ دلائی کہ اس موضوع کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے اس پر ایک شرعی رائے قائم فرمائیں۔ حضرت قاری صاحب رح نے کوئی بات خلافِ شرع نہ کہی۔ مگر پریس والوں نے اپنے حالات اور تقاضوں کے مطابق آپ کے اس بیان کو اپنے اخبارات و جرائد میں کچھ زخمی کر کے بیان کیا۔ یہ بیان اپنی اصل صورت میں صرف روزنامہ الجمعیت دہلی کی ۲۰ اکتوبر کی اشاعت میں شائع ہوا ــــــ جس طرح کسی وقت حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح کے ایک بیان کو توڑ موڑ کر پیش کیا گیا تھا) یہ وہ موقع ہے جب بریلی کے شاہزادے علماء دیوبند کی ساکھ مجروح کرنے کے لیے سراپا انتظار کھڑے تھے۔ بریلویوں کو اپنی الزام تراشی کا ایک نیا موقع ہاتھ لگا اور ایک دفعہ پھر ہندوستان کی زمین اس الزام تراشی میں ہل گئی۔

جس طرح پہلی الزام تراشیوں کی دستارِ فضیلت مولانا احمد رضا خاں کے سر بندھی تھی گو وہ بہت جلد اتر گئی۔ اب اس دوسرے مرحلے میں بریلویوں کے کہنہ مشق الزام تراش مولانا ارشد القادری میدان میں نکلے اور انہوں نے اپنے رسالہ زیر و زبر میں ص سے ص تک اس الزام پر مشق کی مگر پھر بھی وہ کامیاب نہ ہو سکے اور علماء دیوبند کی ساکھ میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔

پیشتر اس کے کہ ہم ارشد القادری کے الزام اور اس موضوع پر ان کے رفتارِ عمل کا کچھ جائزہ لیں نامناسب نہ ہوگا کہ ہم پہلے اس موضوع پر علماء دیوبند کے موقف کو دار العلوم دیوبند کے ترجمان ماہنامہ دار العلوم سے ہدیہ قارئین کر دیں۔

ماہنامہ دار العلوم دیوبند کے مدیر نے مئی ۱۹۷۶ء کے اداریہ میں اس پر ایک طویل مقالہ سپرد قلم کیا اس کا یہ حصہ ملاحظہ فرمایئے:۔

میں نے پہلے بھی لکھا تھا اور پھر لکھنا پڑ رہا ہے کہ نس بندی والی بات یورپ کا لایا ہوا فتنہ ہے۔ اسلام اس نس بندی کو جائز نہیں سمجھتا۔ اگر کوئی صوبائی یا مرکزی

حکومت ان سارے مذکورہ پیدا ہونے والے مفاسد کے باوجود نس بندی کا قانون بنانا ہی چاہتی ہے تو ہماری درخواست ہے کہ مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے تاکہ اس کی وجہ سے اس کے پرسنل لا میں قطع و برید نہ ہونے پائے[1]

ایک دوسرے ہمعصر کی رپورٹ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ہفت روزہ نقیب امارت شرعیہ بہار اڑیسہ کا ترجمان ہے۔ اسکی ایک خبر دیکھیں اور پھر ارشد القادری کے جھوٹ کا اندازہ کرلیں ــــ مدیر ہفت روزہ نقیب لکھتے ہیں :-

آل انڈیا مسلم پرسنل لا، بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۱۷، ۱۸ اپریل زیر صدارت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاٗ بورڈ، مہتمم دارالعلوم دیوبند درس گاہ شاہ ولی اللہ نئی دہلی منعقد ہوا۔ اس میں ملک کے بہت سے نامور علماء، مفتیان کرام، قانون دان اور دانشوروں نے شرکت کی اسی موقع پر نس بندی کو قانوناً لازمی قرار دیئے جانے پر غور کیا گیا۔ ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں جبری نس بندی کو مذہب کی رو سے غلط اور ملک کے لیے نقصان دہ قرار دیا گیا۔ نیز نس بندی کے سلسلے میں مقامی حکام کے جبر و دباؤ کی روش پر تشویش ظاہر کی گئی اور اس سلسلہ میں صدر جمہوریۂ ہند اور وزیر اعظم ہند سے رابطہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔[2]

حضرت حکیم الاسلام کی زیر صدارت اس اجلاس میں چونکہ حکومت کے خلاف قرارداد منظور کی گئی تھی اس لیے حکومت کو چوکنا ضروری تھا۔ چنانچہ حکومت نے اخبارات کو ہدایت جاری کردی۔ کہ خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف کوئی مضمون شائع نہ کیا جائے۔ روزنامہ نوید دکن حیدر آباد کی ایک رپورٹ کے مطابق ــــ

حکومت کی طرف سے اخبارات کو یہ ہدایت جاری کی گئی کہ خاندانی منصوبہ بندی کے

---

[1] ماہنامہ دارالعلوم دیوبند مئی ۷۶ء ۱۹ [2] نقیب ۲۵، اپریل ۱۹۷۶ء ص ۳

خلاف کوئی مضمون اور کسی قسم کا کوئی مواد شائع نہ کیا جائے۔ اخبارات کو چونکہ اپنی زندگی و بقا عزیز تھی۔ اس لیے انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔[1]

اب آپ اندازہ کریں اصل بات کیا تھی اور اخبارات اور حکومت کی ایک خاص پالیسی کے پیش نظر بات کہاں سے کہاں تک جا پہنچی۔ ہمیں حکومت سے یا عام اخبارات سے کوئی گلہ نہیں کہ ان کا مقصد تو یہی تھا ——— عامر عثمانی سے بھی شکوہ نہیں کہ اس کی پوری تاریخ دارالعلوم کے خلاف بغض باطنی کی ایک منہ بولتی تصویر رہی ہے ——— ہمیں دکھ ہے تو مولانا ارشد القادری سے جو عامر عثمانی کو ایک غیر جانبدار گواہ کے طور پر سامنے لا کر ان کے رسالہ تجلی سے اقتباسات لے کر نہ صرف حضرت قاری صاحبؒ کے خلاف بلکہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے بھی خلاف اور جمعیت علماء ہند کے بھی خلاف بیک نوکِ قلم بریلویت کا لاوا اُگل رہے ہیں۔

حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی رائے ماہنامہ دارالعلوم کی مئی ۱۹۷۶ء کی اشاعت میں پوری امت کے سامنے آ چکی تھی۔ اس سے قبل اپریل کے مسلم پرسنل لاء بورڈ کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں بھی آپ کا بیان کہ جبری نس بندی مذہب کے یکسر خلاف ہے کو بھی مسلمانانِ ہند نے معلوم کر لیا تھا۔ آپ کا آل انڈیا ریڈیو پر انٹرویو ۱۹۔ اکتوبر کو نشر ہوا جس میں آپ کے پہلے بیانات کے خلاف ایک بھی بات نہ تھی۔ اور حکومت ہند آپ کے بیان سے کوئی فائدہ اٹھا نہ سکتی تھی چنانچہ حکومت کی ایماء پر اخبارات نے آپ کے بیان کو کچھ مسخ کر دیا اور اس تحریف شدہ انٹرویو کو حضرت حکیم الاسلام کے نام سے نشر کر دیا۔

روزنامہ دعوت دہلی کے مدیر نے "ایمرجنسی اور علماء" کے عنوان سے ایک اداریہ لکھا جس میں بڑی تفصیل کے ساتھ حکومت اور اخبارات کی تحریف پر بحث کی ہے۔ دعوت دہلی کے مدیر لکھتے ہیں:

ریڈیو کے نمائندے نے بہت چالاکی سے یہ کوشش کی کہ قاری صاحب کے نام کو استعمال کیا جائے لیکن قاری صاحب کے الفاظ میں ایسی کوئی بات نہ تھی جس کو

---

[1] بحوالہ دارالعلوم جون ۱۹۷۷ء

قابلِ اعتراض کہا جا سکتا۔ انہوں نے جو کچھ کہا وہ صرف اتنا تھا کہ خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف جہاں منفی دلائل دیئے جاتے ہیں وہیں اس کے حق میں کچھ ایجابی باتیں بھی کہی جا رہی ہیں اور یہ کام مفتیانِ کرام کا ہے کہ وہ ان کو بھی نگاہ میں رکھیں۔ قاری صاحب کے بیان کے سلسلے میں ہمیں جو کھٹک پیدا ہوئی وہ صرف یہ تھی کہ بیان فوری پس منظر کے تذکرے سے خالی تھا اور شاید اسی وجہ سے مسلمانوں کے حلقوں میں اس پر تشویش ظاہر کی گئی تھی۔ جیل سے باہر آنے کے بعد جب اس ساری صورتِ حال کو سمجھنے کا موقع ملا تو یہ اندازہ ہوا کہ علماء اسلام نے خواہ ان کا تعلق دیوبند سے ہو یا بریلی سے یا اہل حدیث اور فرقہ امامیہ سے پوری جرأت کے ساتھ اس جبر و قہر کے خلاف اپنے اپنے دائروں میں آواز اُٹھائی۔ تمام علماء مسلم پرسنل لاء بورڈ نے مولانا محمد طیب صاحب کی صدارت میں اپریل ۱۹۷۶ء کے سنگین دور میں دہلی میں جمع ہو کر علی الاعلان کہا کہ فقہ اسلامی کی روشنی میں چاہے بعض مخصوص حالات میں شخصی عذرات کے باعث افراد کو عزل جیسی بعض مانع حمل تدابیر کو اختیار کرنا جائز ہے لیکن شخصی حالات میں دی گئی اس اجازت کا موجودہ اجتماعی قانون سازی اور جبر و تعدی سے کوئی تعلق نہیں اور نس بندی جیسی تدبیر بہر حال شرع اسلامی کی رو سے قطعاً ناجائز ہے۔[1]

جمعیت علماء ہند نے اپنی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس بلا کر اس جبر و قہر کی مذمت کی اور شرعی موقف کا بے باکی سے اظہار کیا۔[1]

حیدر آباد دکن سے شائع ہونے والے اخبار "نوید دکن" کے مدیر نے اپنے اداریہ میں اس موقف پر روشنی ڈالی ہے۔ اسی میں حضرت حکیم الاسلام کا اصل انٹرویو بھی شامل ہے۔[2]

---

[1] بحوالہ ماہنامہ دارالعلوم جولائی ۱۹۷۷ء ص ۴۶

اداریہ اور انٹرویو سے بہت سی حقیقتیں بے حجاب ہو جائیں گی۔

جب نس بندی کے سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند کا ذکر آیا ہے تو اس ذیل میں اس کے مہتمم اعلیٰ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ کے اس ریڈیو انٹرویو کا تذکرہ ناگزیر ہے جسے اس وقت کی پروپیگنڈہ باز نہیں بلکہ پروپیگنڈہ ساز حکومت نے ہوا کی لہروں کے ذریعہ ایک نئی لہر دینے کی ناپاک اور مذموم کوشش کی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت قاری صاحب کے مخالف تو مخالف ہی ٹھہرے ان کے موافق پر بھی اس لہر کا کافی اثر ہوا۔ یہ بھی اس انٹرویو کو غلط سانچے میں ڈھال کر سوء ظنی کا شکار ہو گئے۔

یہ انٹرویو اس وقت لوگوں کے لیے محبوب اور دلچسپ موضوع سخن تھا۔ جہاں جائیے اس کا چرچا اور تذکرے، جتنے منہ اتنی باتیں، سننے والے کان جانتے ہیں کہ ان باتوں میں ہر بات حضرت قاری صاحب کے خلاف زہر گھولنے والی تھی۔ بہت کم لوگ ایسے تھے جو اس انٹرویو کے پس منظر سے واقف ہوں اور الفاظ پر سنجیدگی سے غور کر کے صحیح نتیجے پر پہنچے ہوں۔ ورنہ ہر شخص اپنے جذبات کی رَو میں بہا چلا جا رہا تھا۔ یہ رَو اتنی تیز تھی کہ اچھے اچھے اصحاب علم و دانش اور اہلِ فکر و نظر کو بھی بہتے دیکھا گیا ہے۔ حضرت قاری صاحب خود ہی اس انٹرویو کی تفصیل کے ساتھ وضاحت فرمانے والے ہیں۔ تاہم اس موضوع کا تقاضا ہے کہ مختصراً ہی سہی مگر اس پر بھی غور کر لیا جائے۔

یہ انٹرویو ۱۹، اکتوبر ۷۶ء کی شام کو آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہوا ہے۔ دوسرے دن اخبارات میں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوا۔ انٹرویو سے سماچار اور سماچار سے اخبارات تک آنے میں انٹرویو اپنی اصلی حالت میں نہیں رہا۔ البتہ حضرت قاری صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے اسے من وعن درج کیا

الجمعیۃ دہلی نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۶ء کی اشاعت میں نقل کیا ہے۔ اس کا تراشہ پڑھیے:

"آج فیملی پلاننگ گورنمنٹ نے اقتصادی اور معاشی مصالح کے عنوان پر بطور قومی پالیسی کے اپنا رکھا ہے۔ گذشتہ دور میں یہ مسئلہ روشن نہ ہونے کی وجہ سے مسئلے کا منفی پہلو ہی سامنے رکھا جاتا رہا جو عام مسلمانوں کے ذہن میں منقش ہے لیکن اس کے ساتھ اسلام کی ہمہ جہتی تعلیمات سے مسئلہ کے دوسرے پہلو بھی خالی نہ تھے جن پر سلف صالحین اور علمائے صادقین نے انسانی معاشرت کے نقطۂ نظر سے کلام بھی فرمایا ہے۔ یہ مسئلہ منصوص نہیں اجتہادی ہے۔ اس لیے قدرتی طور پر ارباب نظر علماء مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کی طرف متوجہ رہے جو بذاتِ خود اس کی تفسیر ہے کہ شرعی گنجائش سے یہ مسئلہ خالی نہیں۔

بحالت موجودہ حضرات علماء کرام سے بطور خاص میری درخواست ہوگی کہ وہ آج کی تباہ کن مشکلات میں سابق علماء کی طرح مسئلہ کے مثبت پہلو کی طرف بھی توجہ فرمائیں اگر ان خطرناک حالات میں بھی مسئلہ کے دونوں رخوں کو سامنے لاکر اس کی لچک سے فائدہ نہ اٹھایا گیا اور قوم کو اس کشمکش سے نہ نکالا گیا تو پھر ان گنجائشوں سے فائدہ اٹھانے کا آخر اور کون سا وقت ہوگا؟ تقاضائے وقت اور حالات کے پیشِ نظر احقر نے دارالعلوم کے مفتیانِ کرام سے بھی درخواست کی ہے کہ وہ اس مسئلہ کی مثبت جزئیات جمع کرکے اس پر غور فرمائیں ——"

یہ ہے اصل انٹرویو کا متن، لیکن ریڈیو نے اس انٹرویو کو نشر کرنے سے پہلے اور بعد میں اپنی تمہید اور اختتامی باتیں کچھ اس فنکارانہ اور عیارانہ انداز میں پیش کیں کہ سننے والوں نے یہ تاثر لے لیا کہ یہ انٹرویو "فیملی پلاننگ" .. یا

نس بندی کے حق میں ہے۔ اخبارات نے بھی کچھ اس انداز سے پیش کیا۔ پھر ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ ریڈیو سننے والے یا اخبار پڑھنے والوں نے نہ تو فیملی پلاننگ اور جبری نس بندی کے فرق کو ملحوظ رکھا، نہ اس کو محسوس کیا کہ یہ زبان "اپیل" کی ہے یا کسی قطعی فیصلہ یا فتویٰ کی؛ نہ ان حالات کو پیشِ نظر رکھا جن حالات میں یہ انٹرویو دیا گیا تھا۔ نتیجتًا مل کر ان سب چیزوں نے ایک فتنہ کی شکل اختیار کرلی۔

آپ ایک بار نہیں سو بار اس انٹرویو کو پڑھیے اور ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ پر ڈیرے ڈال کر بتائیے کہ اس کے کس جملہ سے نس بندی یا فیملی پلاننگ اور اس کی ہر شکل وصورت کی اجازت مل رہی ہے۔ بلکہ اس انٹرویو میں جو انداز اور لب ولہجہ اختیار کیا گیا ہے اس سے تو اس کا واضح طور پر پتہ چل رہا ہے کہ انٹرویو دینے والا شخص "فیملی پلاننگ" کی موجودہ صورت سے نہایت مضطرب اور پریشان ہے۔ چونکہ وہ ملک وملت کا سچا ہمدرد اور مخلص خیر خواہ ہے اس لیے اس کی خواہش ہے کہ لوگ جو اس سلسلہ میں ایک کشمکش اور تباہ کُن حالات میں گرفتار ہیں کسی طرح انھیں اس سے نجات دلائی جائے جس کے لیے ایک مسلم ہونے کے ناطے ایک ترکیب اپیل کی اس کے ذہن میں آئی کہ جب یہ مسئلہ منصوص نہیں ہے یعنی قرآن کی کسی آیت سے اس کا صریح حکم معلوم نہیں ہو رہا ہے۔ جس طرح نماز پڑھو اور زنا نہ کرو کا حکم ہے

اور بعض مخصوص حالات میں فقہاء نے عزل جیسی بعض مانع حمل تدابیر کو اختیار کرنے کی اجازت دی ہے تو کیوں نہیں کہ بالغ نظر علماء اس کے دیگر مثبت جزئیات کی مزید تحقیق کریں اور ممکنہ صورتوں اور ضرورتوں کو سامنے لائیں جب کہ حالات کا تقاضا ہے اور اسی تقاضے نے ہر دور میں علماء کو متحرک

رکھا ہے اور احکام شرعیہ کی روشنی میں انہوں نے ہر نئے زمانہ میں نئے مسائل مدون کیے ہیں

کیا ایسے شخص کی ہمدردی اور مبنی برخلوص اپیل کا کوئی ایسا پہلو ہے کہ ہم اس کو غلط معنی پر محمول کریں اور آپ پر وہ مطلب و مراد ٹھونسیں جس کا کہیں سے بھی کوئی اشارہ نہیں مل رہا ہے. پھر ایک بڑی بات یہ ہے کہ حضرت قاری صاحب کا روئے سخن علماء کی طرف ہے کہ وہ اس مسئلہ پہ غور کریں نہ کہ عوام کی طرف کہ وہ نس بندی کرالیں. ان کی بات کا جواب تو علماء کو دینا چاہیئے تھا. عوام کے لیے ان کے اس بیان سے کسی الجھن اور پریشانی میں پڑنے کی بات نہیں تھی. کاش: اتنے دن گزر جانے کے بعد بھی ہم اس حقیقت کو پالیتے اور بات ہماری سمجھ میں آجاتی

اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حکیم الاسلامؒ کا بیان بالکل ایک اصولی بات تھی. حکومت ہند کی خواہش تھی کہ کسی طرح دارالعلوم دیوبند سے نس بندی کو سند جواز مل جائے. بایں ہمہ حضرت قاری صاحبؒ کے بیان میں کوئی ایسا پہلو نہ تھا جس سے اس کے جواز کو کوئی راہ مل سکے حکومت نے اخبارات اور ریڈیو کے ذریعہ حضرت قاری صاحبؒ کے بیان کو کچھ مسخ کر دیا اور پھر یہ ایک ایسا بیان بن گیا جس سے حکومت کا منشاء کسی حد تک پورا ہو جاتا تھا. جب اخبارات اور ریڈیو میں یہ مسخ شدہ انٹرویو شائع ہوا تو علماء کرام نے حضرت قاری صاحبؒ سے بذات خود مسئلہ کی وضاحت چاہی ــــ آپ نے واضح کیا کہ میرا بیان مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے اور انٹرویو کو قطع و برید کے بعد شائع کیا گیا ہے. اگر کسی کو قاری صاحبؒ سے رجوع کر کے صحیح صورت حال معلوم کرنے کی سعادت نہ مل سکی تو وہ صرف عامر عثمانی اور ارشد القادری تھے ــ جب نیت ہی درست نہ ہو تو انہیں صحیح صورت حال معلوم کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ــــ وہ جانتے تھے صحیح صورت حال کے بعد پھر رائی کو پہاڑ بنانے کی اسکیم کسی وقت بھی بکھر سکتی ہے.

دیوبند میں تجلّی کے مدیر عامر عثمانی جو دارالعلوم دیوبند کی مخالفت میں مدت سے پیش پیش رہے ہیں۔ انہوں نے اس مسخ شدہ انٹرویو کو نقل کر کے اپنے جذبہ مخالفت کی تسکین چاہی اور اس غلط بیان پر غیر ذمہ دارانہ تبصرہ کر دیا جن لوگوں کے پاس تجلی کے شمارے پہنچے وہ یہی سمجھے کہ حضرت قاری صاحب کا اصل بیان یہی ہے جو مدیر تجلی شائع کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بیان مسخ شدہ تھا اور اصل بیان پر کسی پہلو سے انگلی نہیں اُٹھائی جا سکتی تھی۔ انصاف کا تقاضا تھا کہ مدیر تجلی جو خود دیوبند میں مقیم تھے قاری صاحب کے بیان کی تصدیق یا تردید کے لیے قاری صاحب سے رجوع کرتے اور دارالعلوم دیوبند ان سے کوئی دُور کے فاصلہ پر نہ تھا بالکل قریب ہی تھا۔

یہاں ایک مبصر یہ سوچے سمجھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مدیر تجلی نے حضرت قاری صاحب سے رجوع کرنے کے بجائے صرف اخبارات اور ریڈیو کا سہارا کیوں لیا — حقیقت حال جاننے کے لیے دارالعلوم دیوبند یا حضرت قاری صاحب سے کیوں رابطہ قائم نہ کیا۔

ہمیں مدیر تجلی کے اس غیر ذمہ دارانہ رویے پہ اتنا افسوس نہیں۔ کیونکہ ان کی دارالعلوم دیوبند مشائخ دارالعلوم — اور حضرت حکیم الاسلامؒ سے مخالفت زبان زد عام و خاص تھی۔ انتہائی افسوس تو بریلویوں کے بزعم خود محقق ارشد القادری پہ ہے کہ انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ عامر عثمانی دارالعلوم اور حضرت قاری صاحبؒ کے خلاف ہے۔ عامر عثمانی کے بیانات کو اپنے دعویٰ کی سند بنایا اور تحقیق کے عنوان پر اس تہمت اور جھوٹ کو نہ صرف یہ کہ قبول کیا بلکہ اسے حقیقت باور کرانے کی سر توڑ کوشش کی۔ قرآن کریم کی یہ آیت سامنے رکھیئے اور عامر عثمانی اور ارشد القادری کی دیانت و امانت اور نیت و شرافت پر سر دُھنیئے:-

ومن یکسب خطیئۃ او اثماً ثم یرم بہ بریئاً فقد احتمل بھتاناً و اثماً مبیناً۔ (پ۵: النسا ۱۱۲)

اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے پھر اُسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اُس نے ضرور بہتان اور کھُلا گناہ اُٹھایا۔ (ترجمہ اعلیٰحضرت بریلوی)

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں :-

بے گناہ کو تہمت لگانا سخت جرم ہے. وہ بے گناہ مسلمان ہو یا کافر.[1]

بھیرہ کے پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں :-

جو گناہ کا الزام کسی بے گناہ پر تھوپتا ہے تو اس سے بڑھ کر کمینہ اور دون فطرت اور کون ہو سکتا ہے ایسے شخص نے اپنے آپ کو دوہرے گناہ کا مجرم بنا دیا ہے. ایک گناہ دوسرا بہتان. اسے سزا بھی اب دوہری ملے گی.[2]

ہم نہیں کہتے کہ یہ سب کچھ ارشد القادری صاحب کے بارے میں لکھا گیا ہے مگر ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ ارشد القادری صاحب پر ان فتوؤں کی زد نہیں پڑتی. ارشد القادری صاحب میں اگر ذرہ بھر دیانت و انصاف ہوتا تو وہ ان مسخ شدہ تحریرات اور عامر عثمانی کے تبصروں کا سہارا لینے کے بجائے براہ راست صاحب انٹرویو حضرت قاری صاحب سے دارالعلوم رجوع کرتے یہاں جو بھی جواب آتا پھر اس پر تبصرہ کرنا ان کا حق تھا لیکن ایک خلاف حقیقت بیان کو نقل کرنا اور اس پر ایک مخالف کا تبصرہ نقل کرنا حق و صداقت اور انصاف سے بہت دُور ہے پھر حضرت قاری صاحب بھی بقید حیات تھے. مگر اس کا کیا کیا جائے کہ مسلکی تعصب نے الزام تراشی کرنے والوں کی عقل کو ماؤف اور نیت کو خبیث کر رکھا ہوتا ہے. وہ مخالفت کے جوش میں امانت و دیانت کو بالکل اس طرح چھوڑ دیتے ہیں کہ جیسے ان کے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی دیانت اور امانت کو یکسر چھوڑ بیٹھتے تھے — حضرت مولانا معین الدین اجمیری خان صاحب کے اس طرق واردات کے عصری گواہ ہیں.

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خیانات. کذبات. بہتانات اہل علم سے کوئی ڈھکے چھپے راز نہیں. مطالعہ بریلویت کی پہلی جلدوں میں یہ موضوع قارئین کے سامنے کھل کر آچکا ہے — برصغیر ہی نہیں عرب اور یورپ کے مسلمان بھی مولانا احمد رضا خاں صاحب سے اب اچھی طرح

---

[1] نور العرفان ص ۱۵۱ [2] ضیاء القرآن ص ۱۲۹

واقف ہو چکے ہیں اور برمنگھم میں ان کے بارے میں ایک کھلا جلسہ تعارف بھی منعقد ہو چکا ہے۔
جب مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند پر بہتان باندھے اور گھر بیٹھ کر کفر کے سُوت کاتے اس وقت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی بقید حیات تھے۔ اعلیحضرت نے ان سے رجوع نہ کیا۔ گھر بیٹھے کفریہ عبارات ترتیب دے دیں اور انہیں ان دونوں بزرگوں کی طرف منسوب کر کے کافر کافر کی گردان شروع کردی۔ انہیں اس کا پورا حق تھا کہ ان دو بزرگوں سے رجوع کے بعد ان کی مخالفت یا تردید کر دیتے لیکن گھر بیٹھے کفریہ عبارات بنانا اور پھر ان عبارات کو ان کی طرف منسوب کر کے تکفیر کا کھیل کھیلنا کسی رذیل کا کام ہو سکتا ہے۔ اس کی کسی شریف سے توقع نہیں کی جاسکتی۔

مولانا ارشد القادری نے زیر و زبر میں حضرت قاری صاحبؒ کا اصل انٹرویو شائع کرنے کی جرأت نہیں کی اور نہ ہی مسخ شدہ انٹرویو کو شائع کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یا تو ان کے پاس کوئی انٹرویو تھا ہی نہیں اور اگر تھا ہی نہیں۔ اور تھا تو بدنیتی کی انتہا تھی کہ اسے شائع نہ کیا۔ صرف مدیر تجلی کے چند اقتباسات کے ذریعے اپنا مطلب کشید کرنے کا شوق پورا کیا اور تجلی میں مراسلات کے کالم سے چند مراسلے نقل کر کے علماء دیوبند پر الزامات و بہتانات کی یلغار کردی۔

اہل حق خوش ہیں کہ مولانا ارشد القادری کا یہ تیر بھی اسی طرح خالی گیا جس طرح مولانا احمد رضا خاں کی حسام الحرمین کی ساری عمارت المہند کے ایک اعلان سے دھڑام سے زمین پر آرہی تھی۔ اور اب اس کا کوئی نشان کہیں نظر نہیں آتا۔

ہم اپنے محترم دوست پیر کرم شاہ صاحب سے پوری طرح متفق ہیں کہ اس سے بڑھ کر کوئی کمینہ اور دون فطرت نہیں ہو سکتا جو کسی شخص پر کوئی ایسا الزام لگائے جو بات اس میں نہ ہو اور وہ بار بار اس الزام سے تبرّی اور تحاشی کرتا ہو۔

ہمیں اس بات کی پرواہ نہیں کہ جناب پیر کرم شاہ صاحب کے اس فتویٰ کی زد میں صرف ارشد القادری صاحب آتے ہیں یا ان کے اعلیٰ حضرت بھی اس حمام میں ان کے ساتھ ہیں۔

قومی سطح کی ضرورتِ اتحاد

دنیا میں قوموں کی جنگوں نے ہر قوم کے افراد کو ایک قومی دائرے میں جمع کر دیا ہے۔ یہ افراد آپس میں رنگ و نسل اور پیشہ و کلاس میں کسی درجے کے ہوں قومی مہمات میں انہیں ایک چھتری تلے جمع ہونا ہوتا ہے۔ ہندوستان کے انگریزی دور میں مسلمان آپس میں ان فاصلوں میں رہ سکتے تھے جو مولانا احمد رضا خاں نے دیوبندیوں اور بریلویوں میں قائم کیے۔ لیکن آزادی حاصل ہونے کے بعد ہمیں اپنی قومی مہمات میں آگے بڑھنا اور اپنی قوم کا ہر بیرونی حملے سے تحفظ کرنا ہوتا ہے تقسیم ملک کے وقت مسلمانوں کے جو قافلے مشرقی پنجاب سے مغربی پنجاب کو چلے کیا ان میں دیوبندی اور بریلوی ہر مکتب فکر کے لوگ اکٹھے نہ تھے؟ دشمنوں کے حملے کے وقت کیا وہ سب ایک مشترکہ ڈیفنس میں نہ آئے؟ اور پاکستان کے دو قومی نعرے میں کیا وہ سب ایک قوم قرار نہ پائے تھے؟ نہیں تو اس کے بغیر پاکستان کیسے بنا۔ یہ صورتِ حال بتا رہی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے ان طبقوں کے درمیان علیحدگی اور نفرت کی جو لکیر کھینچی تھی وہ اب مٹ چکی ہے اور قومی سطح پر سب مسلمان ایک ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کا وسیع تر نفوذ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا نفوذ دونوں طبقوں پر گہرا تھا۔ یہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی حضرت حاجی صاحب سے نسبت تھی جس نے پیر صاحب کو احمد رضا خاں کے قریب ہونے کی بجائے علمائے دیوبند کے قریب کر دیا تھا۔ برصغیر پاک و ہند میں مولانا احمد رضا خاں کا اثر و نفوذ حضرت حاجی

صاحب کے اثر و نفوذ کے مقابلہ میں بہت کم تھا۔ یہ اس کا نتیجہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے علیحدگی اور نفرت کے وہ تمام فتوے جو انگریزی حکومت کے زیرِ سایہ صادر ہوئے سب یکسر مٹ گئے اور قومی سطح کی ضرورت انہیں پھر سے ایک دوسرے کے قریب لے آئی ۔۔ پاکستان میں اب یہ فاصلے کلیۃً مٹنے کو ہیں۔ لیکن بریلی ہندوستان میں ہونے کے باعث اس اتحاد پر خوش نہیں ہے۔

نادان مذہبی راہنماؤں سے ایک قومیت نہ ٹوٹ سکی

اس قماش کے مذہبی رہنما کتنے ہی کیوں نہ ہوں ملت کا شیرازہ ایک رہتا ہے اور یہ بے اصل تحریکیں آندھی کی طرح اٹھتی ہیں اور بگولے کی طرح اڑ جاتی ہیں اور حضور خاتم النبیینؐ کی امت ایک رہتی ہے اور یہی ایک امت ہے جو دنیا میں آخری امت ہے اس کے بعد قیامت ہے اور دنیا کا آخر ہو گا ۔۔ قومی سطح کے رہنما پوری قوم کو ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ قائد اعظم تحریک پاکستان میں ساری قوم کو ساتھ لے کر چلے۔ بریلوی عوام بھی مسلم لیگ کے ساتھ تھے۔ صرف بریلوی علماء تھے جو مسلم لیگ سے اس لیے برہم تھے کہ اس کے جلسوں میں مولانا اشرف علی زندہ باد کے نعرے کیوں لگتے ہیں اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی تحریک پاکستان کے قائدین میں کیوں ہیں ان کا علماء دیوبند سے بغض و عناد تھا جس کے باعث بریلوی علماء نے ڈٹ کر مسلم لیگ کی مخالفت کی اور ناکام ہوئے۔

پاکستان بنتے دینی قیادت علماء دیوبند کے ہاتھ میں دی گئی

پاکستان بنا تو قائد اعظم نے انہی علماء کو کہا کہ پاکستان کا پرچم لہرائیں۔ کراچی میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے اور ڈھاکہ محدث کبیر مولانا ظفر احمد عثمانی نے پاکستان کا پرچم لہرایا۔ اسلامی قانون سازی کے لیے تعلیمات اسلامی کا بورڈ بنا تو علامہ سید سلیمان ندوی اور مفتی اعظم مفتی محمد شفیع اس کے ممبر نامزد کیے گئے اور ریڈیو پاکستان کا درس مولانا احتشام الحق تھانوی کے سپرد کیا گیا۔ بریلوی علماء کو اسی وقت دعوت دی جاتی جب کسی لیڈر کا انتقال ہو اور اس کے لیے رسم قل اور دسویں اور چالیسویں کا ختم پڑھنا ہو۔

مسلمانوں کی ضرورتِ اتحاد
اور
بریلی کی قیامت خیز گرمی

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد :-

مولانا احمد رضا خاں نے اہلِ سنت کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی جو محنت کی وہ دیوبندی بریلوی اختلاف کی صورت میں آج پوری دنیا کے سامنے موجود ہے — یہ محنت اس پہلو سے تو کامیاب رہی کہ اب تک اہلِ سنت مسلمانوں میں یہ تفرقہ موجود ہے اور درمیان میں تکفیر کی دیوار گری نہیں. دونوں کی مسجدیں علیحدہ علیحدہ ہیں دونوں کے مدرسے علیحدہ علیحدہ ہیں اور دونوں کے علما بھی اپنے اپنے طور پر مختلف اور ممتاز ہیں.

مولانا احمد رضا خاں کی یہ محنت اس لحاظ سے بھی کامیاب رہی کہ جب سے یہ اختلاف وجود میں آیا شیعوں نے عالمی سطح پر بہت ترقی کی ہے اور اہلِ سنت کا آپس میں مختلف ہو جانا شیعوں اور قادیانیوں کے لیے بہت فروغ کا موجب رہا انگریزی حکومت بھی اس تفریق سے خوش رہی اور اس کا کام خوب چلتا رہا اور اہلِ سنت دن بدن کمزور ہوتے رہے. جو نیا اختلاف پیش آتا اس کی بجلی انہیں کے خرمن پر گرتی ہے

ہر بلائے کہ از آسمان آید   خانہ انوری کجا گوید

جس طرح ایران میں شیعہ ایک مذہبی قیادت پر جمع ہو گئے ہیں پاکستان کے اہلِ سنت ایک دن کے لیے بھی ایک مشترکہ مذہبی قیادت پر جمع نہیں ہو سکتے — یہ کیوں؟ شیعوں کو یہ صورت حال مہیا کرنے کا سہرا مولانا احمد رضا خاں کے سر بندھتا ہے جنہوں نے اس محاذ پر پچاس سال محنت کی اور بالآخر اہلِ سنت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا.

لیکن مولانا احمد رضا خاں کی یہ محنت اس لیے ناکام رہی کہ اب تک قوم نے مولانا احمد رضا خاں

کی پیش کردہ اس تقسیم کو قبول نہیں کیا. مولانا احمد رضا خاں کا موقف یہ تھا کہ علماء دیو بند نے انبیاء و اولیاء کی توہین اور بے ادبی کی ہے لہذا یہ مسلمان نہیں ہیں. ان سے ملنا جلنا ان کے ساتھ بیٹھنا ان کے ساتھ کھانا پینا ان کی عیادت کرنا ان کے ساتھ نماز پڑھنا یہ سب حرام کام ہیں.

تاریخ گواہ ہے کہ مسلم ممالک کے حکمرانوں نے. مکہ اور مدینہ کے والیوں نے. اسمبلیوں کے قومی نمائندوں نے. عدالتوں کے ججوں نے. فنی تعلیم کے ماہرین. ڈاکٹروں. انجینئروں. پروفیسروں اکاؤنٹنٹوں نے اور سماجی کارکنوں اور کونسلروں نے. رفاہی اور سماجی سوسائٹیوں نے کبھی اس تفریق کو اپنے ہاں قبول نہیں کیا نہ ان اختلافات کو اپنے ہاں جگہ دی ہے — پاکستان کی قومی تقریبات ہوں یا شادی اور بیاہ کی مجالس یا ماتم اور جنازوں کے اجتماع سب اہل سنت (وہ دیو بندی علماء کے پیچھے نماز پڑھنے والے ہوں یا بریلوی علماء کے پیچھے نماز پڑھنے والے) سب یکجا جمع ہوتے ہیں اور ان محفلوں اور مجلسوں میں کہیں یہ تفرقہ دکھائی نہیں دیتا اور ہر مبصر یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کی تحریک تکفیر اور اہل سنت مسلمانوں کو مستقل طور پر دو حصوں میں تقسیم کرنے کی کوشش ضائع گئی. کامیاب نہیں ہو سکی اور قوم نے اسے ستر سال گزرنے کے باوجود اب تک تسلیم نہیں کیا.

رہی یہ بات کہ اور کہیں ہو نہ ہو مولویوں میں تو یہ اختلاف موجود ہے. اس کے جواب میں یہ کہنا خلاف واقع نہ ہو گا کہ اس اختلاف کے داعی اور تکفیر کے علمبردار مولویوں کا اپنا بھی تو قوم میں کوئی مقام نہیں رہا. اس صورت حال میں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ مولانا احمد رضا خاں کی یہ تحریک کلی طور پر ناکام ہو چکی ہے. سرکاری طور پر اس اختلاف کا کوئی وجود نہیں ہے.

بریلوی مولویوں کی مشکلات

بریلوی مولویوں نے مولانا احمد رضا خاں کو اپنا اعلیحضرت ٹھہرانے میں جلدی کی اور وہ یہ سمجھ نہ پائے کہ انگریز اس ملک میں (ہندوستان میں) ہمیشہ نہ رہیں گے اور جب یہ ملک آزاد

ہو گا ہمیں بطور قوم دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر چلنا ہو گا اور اس وقت کے سیاسی اور معاشرتی حالات ہمیں کبھی کلیتہً ایک دوسرے سے جُدا رہنے کا موقع نہ دیں گے۔ اس وقت یہ راستے میں بچھائے تکفیر کے کانٹے ہمیں ذرا چلنے نہ دیں گے اور اگر کچھ چلے بھی تو پاؤں زخمی اور لہو لہان ہوں گے۔ آئندہ کے حالات نے بتایا کہ یہ حضرات بارہا علماء دیوبند کے ساتھ اکٹھے ہوئے اور قوم نے مولانا احمد رضا خاں کے فتوے تکفیر کو کبھی قومی سطح پر تسلیم نہیں کیا۔ تاریخ کے یہ انیس مواقع اس طرح ان کے سر پر لٹکتے ہیں گویا یہ بریلی کی قیامت خیز گرمی میں جھلسے جا رہے ہوں اور ان پر یہ انیس داروغے مسلط ہوں کہ کہیں کوئی اس آگ سے نکل نہ بھاگے۔ علیہا تسعۃ عشر۔

قومی سطح پر اکٹھے ہونے کے مختلف مواقع پیش آئے

(۱) مجلسِ احرار جس میں صاحبزادہ فیض الحسن شامل ہوئے
(۲) تحریک پاکستان میں پیر جماعت علی شاہ شامل ہوئے
(۳) تحریک آزادی کشمیر میں مولانا محمد احمد ابو الحسنات
(۴) تحریک ختم نبوت میں محمد احمد ابو الحسنات
(۵) جامعہ اسلامیہ بہاول پور میں مولانا احمد سعید کاظمی
(۶) مشترکہ اسلامی نظریاتی کونسل میں دونوں علماء
(۷) تحریک ختم نبوۃ ۱۹۷۴ء میں مفتی مختار احمد گجراتی
(۸) تحریک نظام مصطفےٰ میں مولانا شاہ احمد نورانی
(۹) وفاقی شرعی عدالت میں پیر کرم شاہ صاحب
(۱۰) متحدہ علماء کونسل میں مولانا محمود احمد رضوی
(۱۱) رویتِ ہلال کمیٹی میں مفتی محمد حسین نعیمی
(۱۲) تحریک جہاد افغانستان میں دونوں
(۱۳) اسلامی جمہوری اتحاد میں مولانا عبد الستار نیازی
(۱۴) تحریک سپاہ صحابہؓ میں مولانا بشیر احمد گوڑوی
(۱۵) مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا فضل الرحمٰن
(۱۶) بریڈ فورڈ ہلال کمیٹی میں ارشد القادری
(۱۷) برطانیہ کے مسلم اتحاد میں مولانا عبد الوہاب اچھروی
(۱۸) سلمان رشدی کے خلاف دونوں کے اکٹھے جلوس
(۱۹) بریڈ فورڈ میں دونوں مکتبِ فکر کے علماء رویت ہلال سے متعلق ایک مجلس اشتراک میں۔

سرسری طور پر یہ مواقع آئے کہ بریلوی علماء، مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کے علی الرغم وسیع تر اسلامی مفادات اور عظیم ملی تقاضوں کے لیے علماء دیوبند کے ساتھ مل کر بیٹھے اور اس مل بیٹھنے

کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ یہ بریلویوں کا قومی سطح پر اعتراف تھا کہ مولانا احمد رضا خاں کی تحریک تکفیر قومی سطح پر ناکام ہو گئی ہے اور اب سب کے مل کر بیٹھنے کے سوا قومی مہمات کو سر کرنے کے لیے کوئی چارہ کار نہیں ہے اب معلوم نہیں کہ ملی یکجہتی کے لیے کس کس کے ساتھ بیٹھنا پڑے۔

دیوبندی بریلوی کے اسلامی اتحاد پر آستانۂ بریلی کا حالِ زار

اِدھر پاکستان میں یہ مل بیٹھنے کے تقاضے پیدا ہوتے رہے اور بریلوی علماء طوعاً و کرہاً قوم سے کلیتہً نہ کٹ سکے اور انہیں مجبوراً مشترک قومی مفادات کے لیے ایک دوسرے سے ملنا پڑا بلکہ اپنے امتیاز مسلک کے باوجود قوم کے وسیع تر جھنڈے کے نیچے آنا پڑا — اُدھر مولانا احمد رضا خاں کے آستانہ بریلی میں ان تمام علماء کے خلاف شکایات کے طومار لگ گئے کہ ہائے یہ ناخلف اعلیٰحضرت کے دین و مذہب کو کیوں چھوڑ گئے ہیں۔

قومی اتحاد پر آستانہ بریلی کا حالِ زار آپ کے سامنے آچکا۔ اب بریلوی علماء نے مل کر کوشش کی کہ وہ آئندہ اہل سنّت کے نام سے چلیں۔ مولانا احمد رضا خاں کی نسبت سے انہیں قدم قدم پر رُکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اب بھی آپ پاکستان کے انتہائی جاہل لوگوں کو جو رسماً اور اعتقاداً بریلوی ہیں اپنے آپ کو اہل سنّت کہتا پائیں گے اور وہ مولانا احمد رضا خاں کے نام تک کو بھی نہ جانتے ہوں گے۔

آیئے اب ہم آپ کو ان مختلف مواقع اتحاد کا کچھ مختصر تعارف بھی کرائیں۔ اس سے آپ سمجھ جائیں گے کہ آپس میں اختلاف کتنے ہی کیوں نہ ہوں قومی سطح پر وہ دیوار کھڑی نہیں رہ سکتی جو مولانا احمد رضا خاں نے ان دونوں حلقوں کے مابین کھڑی کی تھی۔

① تحریک مجلس احرار

تحریک مجلس احرار میں حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ خطیب الاسلام قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

دیوبندی مسلک کے تھے اور صاحبزادہ مولانا سید فیض الحسن شاہ سجادہ نشین آلومہار شریف (سیالکوٹ) بریلوی. مگر تینوں ایک دوسرے کے دوش بدوش کام کرتے رہے. ایک دوسرے کے ساتھ چلتے رہے. ایک دوسرے کا ادب و احترام کرتے رہے. مجلسِ احرار نے آزادیٔ ہند. ردِ قادیانیت اور تحریک مدحِ صحابہؓ لکھنؤ کے محاذوں پر کام کیا. مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادے مولانا مصطفٰے رضا خاں نے صاحبزادہ سید فیض الحسن کو بہت خطوط لکھے کہ دیوبندیوں کے ساتھ ہم کسی طرح پر جمع نہیں ہو سکتے. لیکن صاحبزادہ صاحب نے ہر بار یہی جواب دیا کہ ہم انگریزوں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے جمع نہیں رہ سکتے اور ہیں اصل صورتِ حال سے ناواقف نہیں. یہ سب انگریزی سیاست کی چالیں ہیں جو مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے سے دور رکھنا چاہتی ہیں.

قادیانیت کی رد میں بریلویوں اور دیوبندیوں کا قومی سطح پر ایک ہونا ضروری تھا. اس کے لیے صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب اگر اس قومی اتحاد میں نہ نکلتے تو آج نصف پنجاب قادیانی ہوتا. فجزاہ اللہ احسن الجزاء آپ کے بھانجے ریاض الحسن گیلانی نے قادیانیوں کے خلاف جو کام کیا ہے دنیا جانتی ہے.

② تحریکِ پاکستان

تحریک پاکستان کی قیادت مسلم لیگ کے پاس تھی. صفِ اوّل کے قائدین میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بھی تھے. مسلم لیگ کے جلسوں میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے نعرے لگتے تھے. اس پر بریلوی علماء مصطفٰی رضا خاں، حشمت علی خاں، سردار احمد لائلپوری، سجادہ نشینان مارہرہ شریف اور علماء حزب الاحناف لاہور سخت مضطرب اور پریشان تھے. پاکستان کی حمایت نہ کریں تو قوم بگڑتی ہے اور قوم کو ساتھ لیں تو مذہب بگڑتا ہے اعلیٰ حضرت کی روح تڑپتی ہے. ان حضرات نے اس آزمائش میں مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ دیا اور مسلم لیگ کی بھرپور مخالفت کی. مولانا ابوالبرکات نے فتویٰ دیا کہ مسلم لیگ کو چندہ دینا اور اس میں شمولیت اختیار کرنا حرام ہے. اور اس کے لیے بریلویوں نے ملک گیر مہم چلائی.

مگر سجادہ نشین علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ نے ان بریلوی مولویوں کے فتوؤں کو کوئی حیثیت نہ دی. اگر پیر صاحب ان بریلویوں کی مخالفت میں نہ نکلتے اور شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ کی قیادت میں پاکستان کی حمایت نہ کرتے تو آج پاکستان میں کوئی بریلوی نہ ہوتا. پیر صاحب کے اس اقدام کو دیکھ کر پھر مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے بنارس سنی کانفرنس کا اہتمام کیا. لیکن کس وقت؟ جب قوم مسلم لیگ کے حق میں اپنا فیصلہ دے چکی تھی اور ۱۹۴۵ء کے فیصلہ کن تاریخی انتخابات ہو چکے تھے. اب بنارس میں پاکستان کے حق میں ڈگڈی بجانا ہندو غنڈوں کو اشتعال دلانے کا سبب تو ہو سکتا تھا پاکستان کے لیے یہ کانفرنس کسی پہلو سے سُود مند نہ تھی.

ہمیں یہاں اس تاریخی سانحہ سے بحث نہیں کہ بریلویوں نے پاکستان کی مخالفت کیوں کی. اور قائد اعظم کے خلاف فتوے کیوں دیئے. اس کی بحث ہم مطالعہ بریلویت جلد اوّل میں کر آئے ہیں یہاں ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مسلمانانِ ہند کے لیے قومی سطح پر یہ ایک ایسا مرحلہ درپیش تھا جس میں بریلویوں کو دیوبندیوں کے ساتھ اکٹھے ہونے کی ضرورت تھی. ظاہر ہے کہ اس صورت میں انہیں مولانا احمد رضا خاں کا حرام حرام کا فتویٰ جو اُن کے فتاویٰ عرفان شریعت کے ص۲۹ پر مرقوم ہے چھوڑنا پڑتا. انہوں نے اسے نہ چھوڑا اور آستانہ بریلی اور آستانہ مارہرہ شریف تحریک پاکستان پر نفرت کے گولے پھینکتے رہے. بنارس کانفرنس نے ایسا اشتعال پیدا کیا کہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر قیامت گزر گئی.

④ تحریک آزادیٔ کشمیر

پاکستان بنتے ہی پاکستان کی شمالی جانب کشمیر میں آزادی کی تحریک چلی. اس تحریک کا حاصل یہ تھا کہ کشمیریوں کو یہ حق ہونا چاہیئے کہ وہ پاکستان کے ساتھ لگیں یا ہندوستان کے ساتھ — یہ صوابدید ان کا حق ہے. راجہ ہندوستان میں شمولیت کے حق میں تھا اور عوام پاکستان میں شامل ہونا چاہتے تھے. راجہ نے ہندوستان کے حق میں اعلان کر دیا اور کشمیریوں نے علم جہاد بلند کیا جس کے نتیجہ میں آزاد کشمیر کی ریاست قائم ہوئی.

تحریک آزادیٔ کشمیر میں کشمیر کے علماء دیوبند مولانا محمد یوسفؒ (پلندری) مولانا محمد اسحٰقؒ (رعب امارات) نے کھل کر سردار محمد ابراہیم کا ساتھ دیا ___ پنجاب کے علماء میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا ابوالحسنات کھل کر آزادیٔ کشمیر کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوئے اس وقت کے بریلوی علماء، مولانا سردار احمد لائلپوری، مفتی احمد یار گجراتی، مولانا ابوالبرکات اُلوری اور مولانا محمد عمر اچھروی نے کھُل کر مولانا ابوالحسنات کی مخالفت کی۔ ان بریلوی علماء کا موقف یہ تھا کہ جب ہم علماء دیوبند کے ساتھ کسی سطح پر بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ تو کشمیر کو ایسی کیا اہمیت حاصل ہے کہ اس کی خاطر ہم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب کو چھوڑ دیں اور کسی مجلس میں دیوبندیوں کے ساتھ مل کر بیٹھیں مگر مولانا ابوالحسنات نے بریلویوں کی یہ استدعا ٹھکرا دی۔

تاہم اس ضرورت نے یہ ضرور ثابت کر دیا کہ بریلوی حضرات مسلمانوں کے ساتھ کسی قومی ___ سیاسی ___ سماجی اور معاشرتی سطح پر مولانا احمد رضا خاں کے فتووں کو مسترد کیے بغیر جمع نہیں ہو سکتے۔ جب وہ ایک دوسرے کو مسلمان ہی نہ سمجھیں گے تو ایک دوسرے کے ساتھ جمع کیسے ہوں گے ___ ہم مولانا ابوالحسنات کو خراج تحسین ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے جرأت کر کے مولانا احمد رضا خاں کے حرام حرام کے فتووں کو مسترد کر دیا اور تحریک آزادیٔ کشمیر میں دوسرے مکاتب فکر کے ساتھ مل کر بیٹھے۔

④ تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء

مرزا بشیر الدین محمود نے ۱۹۵۰ء میں بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کی تجویز رکھی تو وزیر خارجہ ظفر اللہ خاں قادیانی کے بین الاقوامی اثرات سے یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ امریکہ بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کی پیش قدمی نہ کر دے۔ اب پاکستان کو قادیانی اثرات سے بچانے کا کام درپیش تھا۔ اس کے لیے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اُٹھے اور انہوں نے "بچاؤ" کا نعرہ لگایا۔ آپ کی اس آواز پر شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ مولانا ابوالحسنات

مولانا[۳] محمد داؤد غزنوی. مولانا[۴] صاحبزادہ فیض الحسن آلومہاروی. مولانا[۵] عبدالحامد بدایونی اور پیر[۷] صاحب سرسینہ شریف (مشرقی پاکستان) نے ایک مجلسِ عمل کی بنیاد رکھی اور پنجاب میں یہ تحریک بڑی تیزی اور تندی کے ساتھ چلی — پنجاب کے ہر شہر میں دیوبندیوں اور بریلویوں کے ختم نبوت کے اکٹھے جلوس نکلے. بریلوی عوام سب تحریک کے ساتھ تھے. ان کے چند معروف علماء کو چھوڑ کر درمیانے درجے کے سب بریلوی علماء میدان عمل میں دیوبندیوں کے ساتھ آگئے اور مولانا احمد رضا خان کے دین و مذہب کو چھوڑ دیا.

مولانا سردار احمد لائلپوری. مفتی احمد یار گجراتی. مولانا ابوالبرکات. مولانا محمد عمر اچھروی. اور مولانا احمد سعید کاظمی نے تحریک کی مخالفت کی اور کہا کہ ہم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کے فتوائے تکفیر کے تحت دیوبندیوں کے ساتھ بیٹھنے کے لیے تیار نہیں یہ سب مرتدین ہیں ختم نبوۃ کے قائل نہیں. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے. یہ بریلوی علماء وہی باتیں کہنے لگے جو اس وقت قادیانی کہتے تھے تاکہ تحریک ختم نبوت کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکے.

مولانا ابوالحسنات قادری نے یہاں بھی جرأت کا مظاہرہ کیا اور مولانا احمد رضا خاں کے فتووں کو برسرِ طاق رکھتے ہوئے کھلم کھلا عدالت میں بیان دیا کہ ہم اور دیوبندی علماء اسلام کے اساسی عقائد میں سب ایک ہیں جھگڑا صرف چند عبارات کا ہے اور وہ بھی ناسمجھی پر — اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے — ان کا یہ بیان روزنامہ مغربی پاکستان کی ۲۰ اپریل ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں چھپا. اس وقت ہندوستان کے آستانہ بریلی پر اور لاہور کے حزب الاحناف پر کیا گزری ہوگی اور وہ کیسے تڑپے ہوں گے ہم اس حق کو ابھی محفوظ رکھتے ہیں.

بریلوی حضرات جب تک اعلیٰ حضرت بریلوی کے دین و مذہب سے نہ نکلیں وہ دوسرے مسالک کے ساتھ کبھی کسی مضبوط اتحاد میں شامل نہیں ہوسکتے.

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں مشترک ملازمت

صدر محمد ایوب خاں مرحوم نے اپنے دور میں اہل سنت کی ان دو جماعتوں کو پھر سے ایک کرنے کی کوشش کی۔ صدر محمد ایوب خاں مرحوم کی والدہ کا جنازہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے پڑھایا تھا۔ اس سے ان کے مسلک کا پتہ واضح طور پر ملتا ہے۔ پیر صاحب دیول شریف بھی اس موقعہ پر موجود تھے۔ انہوں نے بھی مولانا تھانویؒ کی اقتدار کی اور احمد رضا خاں کے فتویٰ کو مسترد کیا۔

صدر محمد ایوب خاں نے جامعہ اسلامیہ بہاولپور ایک مشترکہ دینی درس گاہ قائم کی اور اس میں حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ اور مولانا عبدالرشید نعمانیؒ کے ساتھ مولانا احمد سعید کاظمی کو اکٹھا کیا۔ یہ تینوں حضرات وہاں کئی سال پڑھاتے رہے۔

مولانا احمد سعید کاظمی نے صاحبزادہ فیض الحسن اور مولانا ابوالحسنات کی اقتداء کرتے ہوئے اس مشترکہ درس گاہ میں شرکت اختیار کی اور مولانا احمد رضا خاں کے فتویٰ کو کہ علماء دیوبند کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے سرعام مسترد کر دیا۔ بھارت میں آستانہ بریلی اس اجتماع سے بہت بھڑکا تھا۔ ہم مولانا احمد سعید کاظمی کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے ان فتوؤں کی پرواہ نہ کی اور اپنے عمل سے اعلیٰ حضرت بریلوی کے فتوے کو تار تار کر دیا ۔۔۔ اب مولانا احمد سعید کاظمی کے صاحبزادہ مولانا حامد سعید کاظمی ملتان کے مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مہتمم خیرالمدارس ملتان کے کتنے قریب کے دوست ہیں۔ یہ کسی سے مخفی نہیں۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کے خلاف منافرت کی جو دیوار کھڑی کی تھی وہ اب گر چکی ہے اور عام مسلمان دیوبندیوں اور بریلویوں میں وہ فاصلہ نہیں سمجھتے جو مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین ہر قدم حیات پر موجود ہے۔ یہاں اختلاف قومی سطح کا نہیں۔ آپس میں سب اہل قبلہ ہیں۔ رہا چند عبارات کا اختلاف وہ بھی لزوم کے درجہ میں ہے۔ بریلوی مانتے ہیں کہ دیوبندی ان میں ان کے عائد کردہ معنوں کا التزام نہیں کرتے۔

⑥ مشترکہ اسلامی نظریاتی کونسل

پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل ایک سرکاری ادارہ ہے جس میں کسی پیش آمدہ موضوع پر اسلامی رائے قائم کی جاتی ہے۔ اس میں مولانا محمد عبید اللہ صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل کے ساتھ بریلوی مسلک کے مفتی محمد حسین نعیمی اور مولانا محمود شاہ گجراتی اسلام کے نام پر مدتوں اکٹھے بیٹھتے رہے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ کفر دیوبندیوں اور بریلویوں کو کسی سطح پر بھی اکٹھا مل بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ سو یہاں جو بریلوی علماء شرکت کرتے ہیں۔ وہ مولانا احمد رضا خاں کے حرام حرام کے فتوے کو پہلے مسترد کرتے ہیں پھر اس مشترکہ اجلاس میں شرکت کرتے ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل میں کوئی قادیانی نہیں — کیوں؟ یہ اس لیے کہ قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کو قوم تسلیم کر چکی ہے۔ دیوبندیوں کے خلاف مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کفر کو قوم نے اب تک تسلیم نہیں کیا۔ مکہ اور مدینہ کے علماء احمد رضا خاں کے اس فتویٰ کی بارہا تردید کر چکے ہیں اب ظاہر ہے کہ جو فتوے مرکز اسلام میں قبولیت نہ پا سکے۔ دور کے علاقوں میں ظلوم و جہول کے سوا کون اس کا قائل اور معتقد ہو سکے گا۔

⑦ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

ذوالفقار علی بھٹو کے دور اقتدار میں پاکستان میں تحریک ختم نبوت پھر زور سے چلی۔ اب اس کے مرکزی قائد محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ تھے۔ آپ کے ساتھ مفتی احمد یار گجراتی کے صاحبزادے مفتی مختار احمد مجلس عمل ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ تھے۔ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریکوں میں ایک جوہری فرق تھا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک صرف اسمبلی سے باہر تھی۔ اسمبلی کے اندر اس کے لیے اُٹھنے والے کوئی نہ تھے۔ ۱۹۷۴ء میں یہ تحریک اسمبلی کے اندر اور باہر دونوں ایوانوں میں

تھی. اسمبلی میں ضیغم اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ حضرت مولانا مفتی محمودؒ. مولانا صدر الشہید مولانا شاہ احمد نورانی اور کئی علماء موجود تھے اور اسمبلی سے باہر مولانا محمد یوسف بنوریؒ. مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا محمد تقی عثمانی. حضرت مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین (کندیاں) اور مولانا منظور احمد چنیوٹی اس تحریک کے مرکزی کردار تھے.

مفتی مختار احمد کے اس تحریک میں آنے اور علماء دیوبند کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے میں بریلوی آستانوں میں غیظ و غضب کا لاوا اُبلنے لگا. مگر مفتی مختار احمد نے اس اتحاد کی روش میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کی اور برابر دیوبندیوں اور وہابیوں کے ساتھ چلتے رہے حتیٰ کہ سیالکوٹ کی مرکزی جامع مسجد حنفیہ اقبال چوک میں علماء دیوبند کو بُلاتے رہے. اور مولانا ضیاء القاسمی اور مولانا احسان الٰہی ظہیر کا استقبالیہ نعروں کے ساتھ خیر مقدم کرتے رہے. اس صورتِ حال نے گوجرانوالہ کے مولانا ابو داؤد محمد صادق کو سخت پریشان کر دیا. بھارت کے علماء سے رابطہ قائم کیا گیا تاکہ مفتی مختار احمد صاحب اعلیٰ حضرت کے حرام حرام کے فتووں پر عمل کریں اور مسئلہ ختم نبوت پہ دیوبندیوں کا ساتھ نہ دیں. مگر مفتی صاحب نے ان کی ایک نہ سُنی.

گوجرانوالہ کے آستانہ سے رضائے مصطفےٰ کے پرچے میں مفتی مختار احمد کے خلاف تحریک چلائی گئی. انہیں کہا گیا کہ مفتی صاحب یا تو بد مذہبوں کا ساتھ چھوڑ دیں —— یا پھر نعیمی و رضوی کہلانے سے باز رہیں.

رضائے مصطفےٰ نے "مفتی مختار احمد جاء الحق کی روشنی میں" کی سرخی کے تحت مفتی احمد یار گجراتی کی جاء الحق کی چند عبارتوں کو نقل کرتے ہوئے لکھا

> افسوس حکیم الامت کے صاحبزادے مفتی مختار احمد جو مفتی صاحب مرحوم کی نسبت سے مفتی کہلاتے اور ان کی کتابوں کو شائع کرتے ہیں انہوں نے اپنے عظیم باپ کے برعکس اور جاء الحق کے سراسر خلاف آج کل بد مذہبوں گستاخوں کے ساتھ تعلقات و میل ملاپ بڑھا کر حق و باطل میں فرق [illegible] حق و باطل

میں آمیزش و خلط ملط کر کے اپنے والد کی قائم کردہ حد فاصل و مضبوط دیوار میں رخنہ اندازی و توڑ پھوڑ شروع کر دی ہے ..... اس سلسلہ میں یہاں تک حد سے تجاوز کر گئے کہ سیالکوٹ میں اہل سنّت کی مرکزی جامع مسجد حنفیہ غوثیہ کو مفتی مختار احمد نے مخالفین اہل سنّت باغیانِ حنفیت و منکرین شان غوثیت کی آماجگاہ بنا دیا ہے۔ اس مسجد میں یوم دعا منا کر ایک بد مذہب ملّاں سے دعا کا منگوانا اور ضیاء القاسمی و احسان الٰہی ظہیر جیسے غالی دشمنوں کا خاص اہتمام سے استقبالیہ نعروں کے ساتھ خیر مقدم کرانا ایسا دلخراش و دلآزار واقعہ ہے جس نے اہلِ اخلاص و درد مند سُنیوں کو بے چین کر دیا ہے۔ مگر مفتی مختار احمد صاحب بارہا توجہ دلانے کے باوجود اپنی نامعلوم مصلحتوں کے تحت جاء الحق اور مسلک اعلیٰحضرت وصدرالافاضل کی طرف واپس آنے اور بد مذہبوں اور گستاخوں کا ساتھ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں اور بزعم خویش یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ردِ مرزائیت کے لیے جماعت اہلسنّت کا اسٹیج و پلیٹ فارم کافی نہیں اور مخالفین اہلسنّت سے اختلاط ضروری ہے۔

پھر مفتی احمد یار گجراتی کی کتاب جاء الحق کی چند عبارتیں نقل کر کے مفتی مختار کو کہا گیا کہ:۔

تعجب ہے ایک زمانہ حکیم الامت کے ارشادات پر عمل پیرا ہو کر مختلف بیماریوں سے صحت یاب ہوا — لیکن حکیم الامت کے صاحبزادہ پر ان ارشادات ونصائح کا عمل نہ ہوا اور وہ حکیم الامت کی حکمت کو چھوڑ کر ان دائمی مریضوں کے ساتھ جا ملا۔ جن کی امراض کا اس کے والد بزرگوار نے مکمل علاج کیا — حیرت بالائے حیرت ہے۔

پھر آگے لکھا ہے:۔

مفتی مختار احمد اپنے والد کی نسبت سے مفتی اور ان کے مُرشد گرامی کی نسبت سے نعیمی و رضوی اور مسجد حنفیہ غوثیہ کے خطیب کہلاتے ہیں اس لیے گذارش ہے کہ وہ یا

توان نسبتوں کا لحاظ و پاس فرما کر منکرین شانِ رسالت مخالفینِ اہل سنّت اور دشمنانِ اعلیٰ حضرت سے میل ملاپ و تعلقات ترک کر دیں ورنہ نعیمی و رضوی کہلانے کا کیا استحقاق ہے؟[1]

پھر اسی شمارے میں "درس قرآن برائے مفتی مختار احمد خان" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں مفتی احمد یار گجراتی کی تفسیر نور العرفان سے چند حوالجات نقل کیے اور پھر لکھا کہ :۔

نور العرفان کی تفسیرات مفتی مختار احمد خان نعیمی کے لیے بالخصوص اور دیگر صلح کلی اتحادی مولویوں کے لیے بالعموم لمحہ فکریہ و قابل توجہ ہیں جو آج کل مروجہ سیاسی گمرہی اور ردِ مرزائیت کے نام پر منکرین شانِ رسالت و مخالفین اہل سنّت کے ساتھ تعلقات و میل ملاپ کے شوق میں ان آیات و تفسیرات کے احکام و ہدایات کی صریح خلاف ورزی کر کے اپنے قول و فعل اور زبان و عمل کے تضاد کے باعث شدید بے عملی و دو رنگی کے مرتکب ہو رہے ہیں ......

مفتی مختار احمد نے گندے عقائد و خبیث طبائع بد مذہبوں سے اتحاد کر کے اور انہیں بار بار اپنی جامع مسجد حنفیہ غوثیہ سیالکوٹ میں خوش آمدید کہہ کر ان کا استقبال کر کے اور نعرے لگوا کر مذکورہ آیت و تفسیر کی سراسر خلاف ورزی کی ہے ......

مفتی صاحب کھلے بندوں بد مذہبوں کے ساتھ ملتے بیٹھتے اور ان کے جلسوں محفلوں میں آمد و رفت رکھتے ہیں۔ مفتی صاحب کا ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور ان کی مجلسوں میں آنا جانا عام معمول ہے۔ گویا مفتی صاحب سانپوں سے بچتے اور ان سے زیادہ خطرناک و برے لوگوں کے ساتھ چلتے ہیں بلکہ ہر جگہ ان کے ساتھ اتحاد اتحاد اتحاد کی رٹ لگاتے پھرتے ہیں ......

---

[1] رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ عدد ۱۰ شعبان ۱۴۰۴ھ

مفتی صاحب بد مذہبوں بے دینوں کے ساتھ ملنا ملانا تعلقات بڑھانا سلام و کلام اور بعض اوقات ان سے مصافحہ و معانقہ کرنا ضروری خیال کرتے ہیں.

لاحول ولا قوۃ الا باللہ.

مفتی صاحب کا ظالموں کی طرف جھکنا ان کے ساتھ میل ملاپ اور خوشامد و پلپلا پن سب پر واضح ہے ..... مفتی صاحب کی منکرین شان رسالت اور مخالفین اہلسنت و دشمنان اعلیحضرت کے ساتھ دوستی اور علیک سلیک و جان پہچان عام ہے اور وہ برسر عام فیصل آبادی جیسے غالی مخالفین کو خوشامد و رواداری میں اپنا بھائی کہنے میں بھی مضائقہ نہیں سمجھتے[1]. استغفر اللہ

تحریک نظام مصطفےٰ پاکستان

پاکستان میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف تحریک نظام مصطفےٰ چلی اور نو ستاروں کا ایک اتحاد عمل میں آیا. اس قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود صاحبؒ ناظم عمومی جمعیت علماء اسلام تھے. ان نو ستاروں میں مولانا شاہ احمد نورانی بھی ایک ستارہ تھے اور مولانا عبدالستار خاں نیازی بھی ان کے ساتھ تھے.

اس تحریک میں ہر شہر میں ذیلی تنظیمات بنیں اور ہر شہر اور قصبہ میں دیوبندی اور بریلوی علماء مل کر جلوس نکالتے رہے اور جلسے کرتے رہے.

بریلویوں کے دیوبندیوں سے اتحاد کرنے پر آستانہ بریلی پر کیا گزری ہم سردست اس پر تبصرہ نہیں کرتے لیکن یہ بات ہم کھل کر کہتے ہیں کہ پاکستان کی جملہ قومی مہمات میں دیوبندی اور بریلوی ہمیشہ مل کر چلے ہیں اور جب بھی کوئی بریلوی عالم کسی وسیع تر قومی مفاد یا اسلامی مسئلے کے لیے علماء دیوبند کے اتحاد میں شامل ہوا اسے مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب کو کہ

---

[1] رضائے مصطفےٰ شعبان ۱۴۰۴ھ مئی ۱۹۸۴ء

دیوبندیوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا اور مصافحہ کرنا حرام ہے یکسر چھوڑ ماپڑا کوئی بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے مذہب پر رہتے ہوئے کبھی کسی قومی اتحاد میں شرکت نہیں کر سکتا اور تحریک نظام مصطفیٰ میں صرف دیوبندیوں سے اتحاد نہیں مولانا شاہ احمد نورانی نے حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی قیادت کو قبول کیا تھا. قائد اسلامی جمہوری اتحاد مفتی صاحب ہی تھے.

⑨ وفاقی شرعی عدالت اسلام آباد

پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت قائم ہوئی چیف جسٹس جناب آفتاب حسین سابق جج ہائی کورٹ لاہور مقرر ہوئے ان کے ساتھ اس شرعی بینچ میں اور کون حضرات جج مقرر ہوئے. حضرت مولانا تقی عثمانی اور پیر کرم شاہ بھیروی. برطانیہ میں بریلویوں نے پیر کرم شاہ صاحب کے دیوبندی عالم کے ساتھ بیٹھنے کو بہت بُرا محسوس کیا مگر پیر کرم شاہ صاحب نے صاف کہا کہ میں مولانا احمد رضا خاں کا مقلد نہیں اور دیوبندیوں کو اہل سنت میں سے سمجھتا ہوں.

پھر مولانا عبدالقدوس قاسمی فاضل دیوبند وفاقی شرعی عدالت کے جج مقرر ہوئے. تو ان کے ساتھ بریلویوں کے مولانا شجاعت علی قادری بطور جج بیٹھے تھے اور یہ دیوبندی بریلوی علماء اس اسلامی عدالت میں اکٹھے بیٹھتے اور فیصلے لکھتے رہے. اس عدالت کے فقہی مشاوروں میں مولانا سیاح الدین کاکا خیل. مفتی غلام سرور قادری. پروفیسر طاہر القادری. راقم الحروف خالد محمود مولانا صلاح الدین یوسف اور مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھتے رہے ہیں اور بارہا ہماری مجلسیں یکجا ہوئی ہیں.

اگر یہ بریلوی علماء مولانا احمد رضا خاں کے اس قاہرانہ فتوے سے جو ان دونوں مکتبوں کے علماء کا باہم ملنا اور اُٹھنا بیٹھنا حرام ٹھہراتا ہے عملاً باہر نہ نکلیں تو یہ کسی مرحلے پر بھی دوسرے مکاتب فکر کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے. بریلوی علماء کے لیے یہ مشکل کیوں ہے؟ یہ اس لیے کہ جب تک احمد رضا خاں کے دین و مذہب سے برأت کا اظہار نہ کریں. وہ علماء دیوبند کے ساتھ کسی

دیرپا اتحاد میں شامل نہیں ہوسکتے۔

⑩ متحدہ علماء کونسل پاکستان

پاکستان میں بے نظیر بھٹو کے دور میں متحدہ علماء کونسل کا قیام عمل میں آیا علماء دیوبند میں مولانا قاری سعید الرحمٰن سابق وزیر اوقاف پنجاب۔ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان شیخ الحدیث مولانا عبد الرحمٰن اشرفی۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی ایم۔ پی۔ اے اور بریلویوں میں سے مولانا ظفر نعمانی۔ مولانا محمد حسین نعیمی۔ مولانا محمود احمد رضوی۔ مفتی عبد القیوم ہزاروی اور صاحبزادہ عبد الکریم اس اس اتحاد کے صف اول کے قائدین ہیں کیا یہ علماء حضرات مشترکہ اسلامی امور میں آپس میں ملاقات نہیں کرتے تھے۔ کیا ان کا آپس میں اٹھنا بیٹھنا سلام وکلام نہیں ہوتا تھا؟ کیا آپس کی مشترکہ ضیافتیں اور اکٹھے کھانا پینا متحدہ علماء کونسل کی تاریخی یادیں نہیں مولانا ملک عبد الرؤف صاحب خطیب جامع مسجد آسٹریلیا لاہور اس دیوبندی بریلوی اتحاد کے چشم دید گواہ ہیں۔ اگر یہ بریلوی علماء مولانا احمد رضا خاں کے فتویٰ تکفیر سے چمٹے رہتے تو کیا وہ مشترکہ دعوتوں میں شریک ہوسکتے تھے؟ ہرگز نہیں اتنے بڑے نعمت کدہ سے محرومی ان کو کب گوارا تھی۔

یہ صاحبزادہ عبد الکریم صاحب کون ہیں؟ آپ مولانا سردار احمد لائلپوری کے صاحبزادے ہیں۔ یہ اگر مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب کو خیر باد نہ کہتے تو کبھی اس متحدہ علماء کونسل میں نہ کیسے جاسکتے تھے؟

اسی طرح مولانا محمد حسین نعیمی علماء دیوبند سے بہت قریب رہے۔ بلکہ ان کی اقتداء میں نمازیں بھی ادا کرتے رہے۔ ۱۸ مئی ۱۹۹۱ء کے جنگ اخبار میں آپ کا میاں نواز شریف کے ہمراہ مولانا سید عبد القادر آزاد کے پیچھے نماز ادا کرنے کی خبر اور تصویر موجود ہے۔ یہ منظر رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ اور آستانہ گوجرانوالہ کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ انہوں نے مفتی محمد حسین نعیمی کے خلاف تحریک اٹھائی۔ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ کے مدیر لکھتے ہیں:۔

مفتی محمد حسین نعیمی بہت نامور عالم اور مفتی ہیں. مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے شاگرد و مرید اور مفتی احمد یار خاں کے اُستاد بھائی اور پیر بھائی ہیں ... بد مذہبوں سے مفتی صاحب کے بے تکلفانہ قریبی تعلقات ہیں اور بد عقیدہ لوگوں کی تقاریب میں جانا اور انہیں اپنے ہاں جامعہ نعیمیہ میں بُلانا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور ان کی صلح کلیت کوئی مخفی راز نہیں. ان سب باتوں کے باوجود ہمیں یہ توقع ہرگز نہ تھی کہ مفتی نعیمی صاحب دیوبندی مولویوں کے پیچھے نماز بھی پڑھ لیتے ہوں گے مگر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ۱۸ مئی کے اخبارات میں مفتی نعیمی صاحب کی وہ تصاویر شائع ہوئیں جن میں مفتی صاحب بادشاہی مسجد میں میاں نواز شریف کے دوش بدوش دیوبندی مولوی عبدالقادر آزاد کے پیچھے نماز پڑھتے اور دعا کرتے نظر آرہے ہیں. لاحول ولا قوۃ الا باللہ [1]

(۱۱) رویت ہلال کمیٹی پاکستان

پاکستان میں کوئی بھی حکومت ہو رویت ہلال کمیٹی دیوبندی اور بریلوی دونوں حلقوں کے علماء پر مشتمل ہوتی ہے اور اس کی ایک سرکاری حیثیت ہوتی ہے. لاہور میں مولانا محمود احمد رضوی مولانا عبدالقادر آزاد. مولانا علی اصغر عباسی مفتی عبدالقیوم ہزاروی. مولانا فیض الرحیم اشرفی اور مفتی محمد حسین نعیمی سب یکجا ہوتے ہیں. یہ صرف مشترکہ اجتماع نہیں ہوتا. مشترکہ پُر تکلف دعوت بھی ہوتی ہے سوال یہ ہے کہ اس وقت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کی روح پر کیا گزرتی ہوگی جب انہیں انیس فرشتے اطلاع دیتے ہوں گے کہ آپ کے کتنے نام لیوا آپ کے دین و مذہب کو چھوڑ گئے ہیں ــــ اور دیوبندیوں کے ساتھ ایک اسٹیج پر جا بیٹھے ہیں اور اسلام کے نام پر آپس میں جمع ہو رہے ہیں. اور پاکستان میں ان کے لیے ان سے ملنے کے بغیر کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے.

---

[1] رضائے مصطفیٰ، جون ۱۹۹۱ء صـ۳

⑫ تحریک جہاد افغانستان

آزاد قبائل اور افغانستان میں دینی آواز صرف علماء دیو بند کی ہے۔ جہاد افغانستان کے چوٹی کے علماء، جیسے مولانا جلال الدین حقانی وغیرہ سب علماء دیو بند سے پڑھے ہوئے ہیں۔ خود مولانا حقانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے فارغ ہیں اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مرحوم کے شاگرد رشید ہیں۔ پاکستان میں جہادِ افغانستان کی حمایت کے جتنے بھی مرکز ہیں سب علماء دیو بند ہی چلا رہے ہیں ـــ بریلوی علماء میں کوئی قد آور شخصیت ان مجاہدین کے ساتھ شریک جہاد نہیں ہوئی لیکن اس حقیقت سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ فتح افغانستان کے بعد مولانا صبغت اللہ مجددی کے دور میں کتنے بریلوی علماء، مولانا احمد رضا خاں کی وصیت کے علی الرغم کابل گئے۔ علماء دیو بند کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے رہے اور انہوں نے کابل کی مسجد میں ان افغان علماء کی امامت میں نماز پڑھی۔

⑬ اسلامی جمہوری اتحاد پاکستان

پاکستان میں پیپلز پارٹی کے خلاف اسلامی جمہوری اتحاد بنا جس میں مسلم لیگ، جماعت اسلامی، جمعیت علماء اسلام (درخواستی گروپ) اور جمعیت علماء پاکستان (نیازی گروپ) شامل ہوئے۔ مولانا درخواستی اور مولانا سمیع الحق کی زیرِ ہدایت پورے ملک میں اسلامی جمہوری اتحاد میں دیو بندیوں اور بریلویوں دونوں کی شرکت مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے سے ایک کھلی برأت تھی جس کی رُو سے مولانا احمد رضا خاں نے دونوں فریقوں کے یکجا اُٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے کو حرام حرام قرار دیا تھا۔

جب مولانا عبدالستار نیازی اور مولانا سمیع الحق آپس میں ایک جگہ بیٹھتے اور اُٹھتے ہوں گے تو آستانہ بریلی کس طبعی سُرخی سے اسلامی جمہوری اتحاد کے خلاف مصروف بددُعا ہوگا مولانا

احمد رضا خاں کے فتوے کے رو سے کسی بریلوی عالم کا کسی دیوبندی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا جائز نہیں ہے وہ مر بھی جائے تو اس کے لیے اظہار افسوس کرنے جانا جائز نہیں۔

⑭ سپاہ صحابہ اتحاد

پاکستان میں شیعہ مظالم کے خلاف ایک تحریک سپاہ صحابہؓ کے نام سے چل رہی ہے۔ اس میں مولانا ایثار القاسمی مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا محمد اعظم طارق کے ساتھ (مولانا احمد سعید کاظمی اور مولانا عبد الغفور ہزاروی کے شاگرد) مولانا بشیر احمد صاحب گولڑوی ناموس صحابہؓ کے گد پہرہ دے رہے ہیں۔ دوسرے بریلوی علماء مولانا بشیر احمد صاحب کے اس اتحاد کے سخت خلاف ہیں لیکن بریلوی عوام جانتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کے دین و مسلک کو چھوڑنے کا یہ کوئی پہلا گناہ نہیں ہے جو مولانا بشیر احمد کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے بارہا بریلوی علماء علمائے دیوبند کے ساتھ شریک ہوئے ہیں اور گولڑہ کے اکابر نے تو کبھی احمد رضا خاں کا ساتھ نہیں دیا۔

⑮ دو جمعیت العلماء کا اتحاد

پاکستان میں جمعیت علماء اسلام پاکستان (ف) اور جمعیت علماء پاکستان (ن) میں ایک سیاسی اتحاد عمل میں آیا مولانا شاہ احمد نورانی اس اتحاد کے صدر اور مولانا فضل الرحمٰن (از عبد الخیل ضلع ڈیرہ) اس کے ناظم اعلیٰ بنے۔ اس اتحاد کے تحت ہر شہر اور قصبہ میں دونوں جمعیتیں اکٹھی ہوئیں مولانا شاہ احمد نورانی مولانا عبد العلیم میرٹھی کے بیٹے ہیں اور مولانا عبد العلیم کا مولانا احمد رضا خاں سے جو تعلق تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں سو مولانا نورانی بریلویوں میں ان کے کسی شیخ الحدیث اور مفتی سے کم قد آور شخصیت نہیں ہیں۔ ان کا مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے سیاسی اتحاد ایک ایسی سطح ہموار کر رہا ہے جس کے تحت بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے فتویٰ حرام حرام کے علی الرغم دیوبندیوں کے ساتھ کسی سطح پر مل بیٹھ سکتے ہیں اور ایک قومی ضرورت نے نفرت کی دیوار کو کسی

حد تک گرا دیا ہے. مولانا فضل الرحمٰن اس اتحاد کے باوجود پھر سے پاکستان کی قومی اسمبلی میں آ گئے۔
اور مولانا نورانی کو خود ان کے عوام نے یہ کہہ کر ووٹ نہ دیئے کہ یہ اعلیٰ حضرت کی بنائی ہوئی
پٹڑی سے کیوں اترے اور دیوبندیوں کے ساتھ اتحاد کیوں کیا۔

صرف پاکستان کی بات نہیں ہندوستان کے بھی کئی ایسے مواقع ہیں جن میں بریلوی علماء
مشترکہ ملی مقاصد میں علماء دیوبند کے ساتھ بیٹھے ہیں. مشترکہ اجتماع اور اتحاد گو وہ کسی سطح کے
ہوں اس بات کی واضح خبر دیتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ کفر او ران کی حرام حرام کی
گردان صرف اسی صورت میں مؤثر ہو سکتے تھے کہ قوم ان کے فتووں کو مان لیتی لیکن اب جب قوم
نے ان کے ان فتووں کو مسترد کر دیا ہے اور ایک ملک و قوم کے دینی. ملی. سیاسی اور سماجی
مقاصد نے انہیں (دیوبندیوں اور بریلویوں کو) ایک دوسرے کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے پر مجبور کر
دیا ہے. تو کیا یہ حالات کی تکوینی آواز نہیں کہ بریلیوں کے لیے مولانا احمد رضا خاں کی دینی قیادت
غلط تھی. انہیں اگر اپنے راہ و رسوم پر چلنا ہی ہے تو انہیں بجائے مولانا احمد رضا خاں کے حضرت
پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی یا پیر جماعت علی صاحب علی پوری کو اپنا اعلیٰحضرت بنانا چاہیئے تھا!
پاکستان اور ہندوستان تو ایک طرف رہے خود انگلستان میں بھی بریلویوں اور دیوبندیوں کو بار بار
ملنا پڑتا ہے اور کسی مشترکہ محاذ پر اٹھنے کے لیے مولانا احمد رضا خاں کے فتویٰ کو چھوڑنا پڑتا ہے۔

(۱۶) بریڈ فورڈ میں رویت ہلال پر مشترکہ اجتماع

راقم الحروف خالد محمود جن دنوں جمعیت علماء برطانیہ کا صدر تھا ان دنوں رویت ہلال
کے سلسلے میں کئی مرتبہ بریڈ فورڈ میں دونوں مکاتب فکر کے مشترکہ اجتماعات ہوتے رہے. ان
میں بریلویوں کی طرف سے بہار (بھارت) کے مولانا ارشد القادری (جب وہ بریڈ فورڈ کی ایک
مسجد کے امام تھے)، مولانا ابو المحمود نشتر پیر معروف نوشاہی وغیرہ شامل ہوتے تھے. انہی میں احقر
کی مولانا ارشد القادری سے ملاقات ہوئی. احقر نے انہیں بہت ملنسار پایا بہت عقیدت اور

ادب سے ملتے تھے اور ظاہر ہے کہ وہ اس میں مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کو چھوڑ کر ملتے تھے۔

ان کی اس عقیدت مندی پر میں اس سوچ میں چلا جاتا کہ ہمارے ان مجالس اور اکٹھا کھانے پینے کی اطلاع اگر مولانا احمد رضا خاں کی روح کو ہو جائے تو وہ کس قدر مضطرب ہو گی کہ میرے حرام حرام کے فتوے کدھر گئے ؟ اگر یہ بریلوی علماء یہ کہیں کہ ہم اپنے عوام کے ہاتھوں مجبور رہتے جو رمضان اور عید کے مشترکہ فیصلے چاہتے تھے تو ان کا یہ عذر کیا وقت کا ایک اہم فیصلہ نہ ہو گا کہ مولانا احمد رضا خاں کے یہ آتشیں فتوے دُنیا کے کسی خطے میں بھی جہاں کہیں مسلمان آباد ہوں کامیابی سے نہ چل سکے۔

⑰ مُسلم اتحاد برطانیہ برمنگھم

برطانیہ میں مسلمانوں کے دینی اور سیاسی مشکلات کے حل کے لیے برمنگھم میں ایک مسلم اتحاد عمل میں آیا جس میں مولانا محمد عمر اچھروی کے صاحبزادے مولانا عبدالوہاب صدیقی خطیب جامع مسجد کاونٹری اور مولانا عبدالرشید ربانی (از دینہ ضلع جہلم) شریک ہوئے مولانا عبدالرشید ربانی نے کہا کہ ہم تو پہلے بھی بریلویوں کو بطور جماعت کے کافر نہیں کہتے. مولانا عبدالوہاب صدیقی نے کہا ہم آئندہ آپس میں کبھی ایک دوسرے کو کافر نہیں کہیں گے. اس کے بعد مولانا عبدالرشید ربانی نے نماز پڑھائی اور مولانا عبدالوہاب صدیقی نے ان کے پیچھے نماز پڑھی. مسلم اتحاد کا یہ روح پرور نظارہ اور نماز کی ادائیگی کی تصویر روزنامہ جنگ لندن کی ۱۰ جنوری ۱۹۹۲ء کی اشاعت میں دیکھی جا سکتی ہے. ہم یہاں بھی اس روح پرور نظارے کی ایک جھلک پیش کریں گے۔

⑱ تحفظ ناموسِ رسالت اور سلمان رُشدی

سلمان رشدی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شیطانی ورسز لکھیں تو ہندوستان، پاکستان اور انگلستان میں اس کے خلاف بڑے بڑے مظاہرے اور جلسے ہوئے

ان جلسوں اور جلوسوں میں دیوبندی اور بریلوی علماء سب اکٹھے ہو کر نکلے اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے ان سب کی آواز ایک ہی تھی۔ مانچسٹر میں ٹاؤن ہال کے سامنے مسلمانانِ مانچسٹر کا ایک فقید المثال جلسہ ہوا۔ یہاں مولانا محمد اقبال رنگونی اور بریلویوں کے مولانا قمرالزمان اعظمی اکٹھے نکلے۔ ان کی تقریریں بھی یکجا ہوئیں۔

پھر مانچسٹر ہی میں کئی اجلاس بھی ہوئے جن میں دیوبندی بریلوی علماء اکٹھے شرکت کرتے رہے اور تحفظ ناموسِ رسالت کے لیے اہم مشورے اور فیصلے کرتے رہے۔ پھر برطانیہ کی تاریخ کا ایک بے نظیر جلوس لندن میں نکلا۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک ہی اسٹیج پر حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث سہارنپوریؒ، مولانا قاری محمد طیب عباسی، مولانا موسیٰ قاسمی جمع ہوئے۔ مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی کے ساتھ ساتھ لندن کے عبدالقادر جیلانی پیر ابوالفتح چشتی، قمرالزمان اعظمی اور کئی دوسرے بریلوی علماء موجود تھے۔

اس جلوس اور اسٹیج پر اتحاد کا یہ نظارہ دیکھ کر کئی لوگ پکار اٹھے کہ ان دونوں فریقوں (دیوبندیوں اور بریلویوں) کا آپس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس موضوع پر دونوں کا نقطہ نظر اور دونوں کا عقیدہ ایک ہی ہے۔ دونوں کے دلوں میں گستاخ رسول کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر ان دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کا عقیدہ الگ ہوتا تو یہاں یہ لوگ موجود نہ ہوتے اور مسلمان ایک لمحے کے لیے بھی انہیں معاف نہ کرتے اسی جلوس میں لوگوں کو یہ کہتے اور نعرہ لگاتے سب نے دیکھا کہ "دیوبندی بریلوی زندہ باد گستاخِ رسول مردہ باد" اگر ان میں بھی کوئی گستاخِ رسول ہوتا تو کیا یہاں یہ نعرہ لگتا۔

ہمیں ان حالات اور واقعات سے بحث نہیں۔ احقر ان دنوں پاکستان میں تھا۔ پاکستان میں بھی دیوبندی اور بریلوی بلا کسی مسلکی امتیاز کے اس تحریک میں شامل تھے۔

یہ بات آپ کے سوچنے کی ہے مسلمانوں کے اس قسم کے قومی اجتماعات اور احتجاجات پر مولانا احمد رضا خاں کی روح کس طرح تڑپ رہی ہوگی — غور کیجئے دیوبندیوں کے ساتھ اٹھنا

بیٹھنا اور سلام وکلام حرام حرام حرام کا فتوے کن کن طریقوں سے اپنی موت آپ مر رہا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ بریلوی حضرات مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب کو چھوڑے بغیر کبھی کسی قومی مہم میں دوسروں کے ساتھ شامل نہیں ہو سکتے۔ اور جب بھی انہوں نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کی کوشش کی قوم نے ہمیشہ انہیں مسترد کر دیا ہے۔

(۱۹) بریڈ فورڈ میں رویتِ ہلال پر تازہ معاہدہ

۱۴۱۳ھ کے رمضان میں ڈیوزبری کے مولانا محمد یعقوب قاسمی بریلی کے مولانا شمیر الدین قاسمی اور مانچسٹر کے مولانا قمرالزمان اعظمی مولانا ظفر فراشوی اور بریڈ فورڈ کے دیگر بریلوی علماء نے جناب عبدالحق پانڈ ورکی دعوت پر ایک مشترکہ اجلاس کیا۔ یہاں باہم ملنا ملانا سلام وکلام اور مشورے وفیصلے ہوئے اور طے پایا کہ دونوں فریق جمعرات کے دن مارچ کو عید الفطر کریں[1]

ہمیں دیوبندیوں اور بریلویوں کے اس مل بیٹھنے پر اعتراض نہیں لیکن ہم یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس وقت برزخ میں مولانا احمد رضا خاں پر کیا گزر رہی ہو گی کہ قاسمی صاحبان تو قاسمی تھے ہی — یہ قمرالزمان اعظمی اور ان کے دوسرے رضاخانی رفیق کیوں کھل کر دیوبندیوں کے ساتھ جلسے جلوس کر رہے ہیں اور کیوں اعلیٰ حضرت کے دین سے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔

---

[1] یہ معاہدہ صرف آبزرویٹری کے نتائج کی روشنی میں تھا۔ پھر قدرت کی شان دیکھئے کہ منگل کی شام برمنگھم میں چاند کی رویت ہوئی اور اس کی شہادت ہوئی۔ بریلوی مسجدوں کی طرف سے بھی اس کا اعتراف کیا گیا (دیکھئے روزنامہ آواز ۲/ ہمئی ۱۹۹۳ء) آبزرویٹری کی اطلاع غلط ثابت ہوئی۔ قاسمی صاحبان نے تو چاند کی شہادت پوری ہونے پر بدھ کے دن عید کر لی کہ مشاہدہ کے بعد امکان اور عدم امکان کی بحث ہی ختم ہو جاتی ہے لیکن قمرالزمان اور ان کے دوسرے ساتھیوں نے کہا کہ ہم دیوبندیوں کے ساتھ کیوں شریک ہوں ہم عید جمعرات کو ہی کریں گے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہاں مانچسٹر میں بریلوی مساجد نے بھی بدھ کے دن ہی عید کی جبکہ صرف مذکورہ دو مولانا نے جمعرات کو عید کی نماز پڑھائی۔ (محمد اقبال)

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ قوم نے (تمام مسلمانوں نے) اب تک مولانا احمد رضا خاں کے فتویٰ کفر کو قبول نہیں کیا۔ ورنہ مشترکہ قومی ذمہ داریوں میں کبھی بریلوی علماء کو دیوبندی علماء کے ساتھ بیٹھنے کی ندامت نصیب نہ ہوتی۔

ان مختلف مواقع اتحاد سے بریلی کے شاہزادے بے خبر نہیں رہے۔ انہیں قدم قدم پر سخت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ادھر ہندوستان میں بھی کئی بریلوی دیوبندیوں سے اتحاد کر رہے تھے اور مشترکہ محاذ پر دونوں کا اتحاد وقت کی ایک اہم ضرورت تھا۔ کچھ بریلویوں نے اس سلسلے میں آستانہ بریلی سے رجوع کیا ـــــ مولانا حشمت علی کے معتقدین احمد عمر ڈوسا حشمتی محمد اقبال نوری اور حسیب میاں نوری نے مولانا احمد رضا خاں کے پوتے مولانا اختر رضا قادری اور ان کے ایک مفتی غلام محمد ناگپوری کی خدمت میں ایک استفتاء بھیجا۔ استفتاء کیا تھا؛ مسلمانوں کا اتحاد یہ بات بریلی کے شہزادوں اور احمد رضا خاں کے دین و مذہب پر چلنے والوں کے لیے ایک آفت سے کم نہ تھی۔ چنانچہ مفتی صاحب نے اس کا جواب لکھا اور اسے ماہنامہ اعلیحضرت کی سہ ماہی اشاعت (مارچ اپریل مئی ۹۲ء) میں آستانہ بریلی نے بڑی آب و تاب سے شائع کیا۔ ہم یہ مکمل مضمون ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ پڑھیے اور ضرورتِ اتحاد پر بریلی کی قیامت خیز گرمی ملاحظہ کیجیے۔

بابُ الاستفتاء

از حضرت علامہ مفتی غلام محمد خاں صاحب ناگپور

حضرت علامہ نائب سرکار مفتی اعظم ہند عظیم البرکت رفیع الدولت مولانا الحاج مفتی محمد اختر رضا صاحب قادری نوری ازہری مدظلہم النورانی و حضرت علامہ شاہ شیر مہاراشٹر مفتی غلام محمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

(۱) دورِ حاضر میں ہر خاص و عام مولوی حضرات ائمہ مساجد سے یہ سُنی جا رہی ہے کہ اتحاد اتحاد اتحاد سب ایک ہو جاؤ۔ اس اتحاد میں تمام فرقہائے باطلہ بھی شامل

ہیں۔ اتحاد ہونے کے بعد ان کے عقائد کفریہ پر یا اُن پر حکم شرع لگانے سے سکوت اختیار کرنا پڑے گا۔ اگر سکوت اختیار نہیں کرتے تو اتحاد نہیں رہے گا۔ اب سکوت اختیار کرنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور ان اماموں کی اقتدار میں نماز پڑھنے والوں پر کیا حکم ہے ان کی اقتدار حرام ہے یا نہیں؟ — خیر خواہ امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا حدیث پاک میں ارشاد والاشان ہے "ان کی عیادت کو نہ جاؤ۔ ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو۔ ان کو اپنے سے دُور رکھو۔ اُن سے خود دور رہو وغیرہ وغیرہ" پر عمل کرنا چاہیے یا اتحادیوں کا ساتھ دینا چاہیے؟ اس ارشاد مبارک کی روشنی میں اتحادیوں پر حکم شرعی کیا ہے۔ ایسے اماموں کو امامت کے لیے رکھنا کیسا ہے؟ اور سُنی علماء کرام وائمہ مساجد کو وہابیوں۔ دیوبندیوں۔ رافضیوں۔ بوہروں۔ خوجوں کے ساتھ جلسوں میں شریک ہونا کیسا ہے؟ کیا موجودہ خطرناک حالات اور فساد والے ماحول میں شریعت کا ماحول بدل گیا ہے اور اب کیا نئے حالات میں نئے قوانین پر عمل ہوگا؟

(۲) ہندو مسلم بھائی بھائی دونوں گروہ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے کہتا ہے جو کچھ ہو گیا وہ ہو گیا۔ اب ہم تم دونوں بھائی بھائی ہاتھ ملاتے ہیں اور ایک دوسرے کو جے ہند کہتے ہیں۔ رخصت ہوتے وقت یہ طریقہ جو اپناتے ہیں کیسا ہے۔ شریعت کا حکم اس فعل پر کیا ہے؟

(۳) اتحادیوں کی تمام باطل فرقوں کے ساتھ یہ صدا ہے کہ اب ہم تم ساتھ رہیں گے اور ساتھ مریں گے۔ اس قسم کی آرزو رکھنے والے کا حشر کس کے ساتھ ہوگا؟

(۴) اتحادیوں کا یہ کہنا ہے عقائد و مسلک کے تمام معاملات میں ہر فرقہ اپنی اپنی جگہ آزاد ہوگا اور اپنے منبر سے اپنے عقائد کی اشاعت کرے گا مگر تمام فرقوں

کا متحدہ سیاسی محاذ ہوگا اور اس میں سب شریک ہوں گے۔ تمام کی ایک سیاسی آواز ہوگی۔ یہ فعل و عمل شرعاً جائز ہے؟ امید ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں حکم صادر فرما کر ہم عوام اہل سنت کی رہبری و راہنمائی فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

خادم ہارون بھائی منیش مارکیٹ ممبئی بحوالہ اردو ٹائمز۔ قاری ظہیر الدین خطیب و امام اسماعیل حبیب مسجد ممبئی۔

(۵) میٹنگ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ سب مل کر ایک متحدہ لائحہ عمل بنائیں اور اپنے مسلکی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر ایک سیاسی متحدہ پلیٹ فارم بنائیں اور جو علماء قوم کو بانٹنے کا کام کر رہے ہیں ان سے نپٹیں۔ کیونکہ یہ امت کو غیروں کے ہاتھوں بیچ رہے ہیں اور ایک سودا کیے ہوتے ہیں۔ آیا یہ والا مضمون ظہیر الدین صاحب کا مسلک اہل سنت کے موافق ہے یا نہیں۔ ایسا جملہ استعمال کرنے والے کی اقتداء صحیح ہے یا نہیں اور از روئے شرع ان پر کیا حکم آئے گا؟ یہ والا مضمون اردو ٹائمز میں شائع ہوا ہے۔ اس کی زیروکس کی کاپی حاضر ہے۔

(نوٹ) یہ والے کی حمایت میں کثیر امام سب اس کی ہاں میں ہاں کر رہے ہیں۔ ان کی اقتداء صحیح ہے یا نہیں۔ ان پر بھی حکم شرع کیا ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(احمد عمر ڈوسا حشمتی، اقبال نوری، حبیب میاں نوری)

الجواب بعون الملک الوہاب

اپنے نمبروار جوابات سے قبل یہ امور ذہن میں رہیں کہ اہل سنت و جماعت کے مسلک سے مراد وہی دین اسلام ہے جس کو ہمارے رسول اعظم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم لے کر آئے جس میں سب سے زیادہ اہم اور ضروری ایمانیات ہیں کہ ان کی بقا پر ہی نجات ہے اور ایک مسلمان اپنے اس ایمان کی حفاظت کے لیے جان و مال، عزت و آبرو اور ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار رہتا ہے اور دنیا کا کوئی اتحاد کوئی معاہدہ کوئی سیاسی یا غیر سیاسی تنظیم اس کے تحفظ و بقا کے بغیر قبول نہیں کی جا سکتی۔ چونکہ ابتدائے اسلام ہی سے نئے نئے فرقوں نے جنم لینا شروع کر دیا تھا اور مسلمان بن کر ضلالت آمیز کفری عقائد اسلام میں داخل کرنے میں سرگرم تھے۔ اس لیے اول ہی سے مسلمانوں کے اکابر نے انہیں نئے نئے بدعقیدہ و بددین فرقوں سے بچانے کے لیے حقیقی مسلمانوں کو لفظ ,, اہل سنت و جماعت ،، سے ممتاز کیا اور ان کو اسلام پر مضبوطی سے قائم رکھنے کے لیے صحیح اسلامی عقائد و نظریات سے خبردار کیا جس کو مسلمان مسلک اہل سنت یا سنیت سے یاد رکھتے ہیں سنیت پر قائم رہ کر اگرچہ مسلمانوں کو آپسی تنازعات، گمراہ و بددین فرقوں اور کفار سے سخت سے سخت ایذائیں پہنچیں مگر وہ مطمئن تھے کہ ان کا مرنا جینا اسلام کے دائرے میں ہے خاتمہ ایمان پر ہے جہنم کے ابدی عذاب سے نجات انہیں حاصل ہے قتل کیے گئے۔ تو انہیں شہادت کا مرتبہ نصیب ہوگا۔ مال و جائداد، عزت و آبرو لٹ جانے پر وہ خدائے قدوس کے انعام و اکرام اور اجر عظیم سے محروم نہیں رہیں گے سخت سے سخت ایذاؤں پر انہوں نے اپنے مسلک یعنی ایمان کو بالائے طاق نہیں رکھا۔ پچھلے ہمارے زمانہ سے متصل دو سو سال میں بھی اسلام کے خلاف بد ترین عقائد والے فرقے پیدا ہوتے جنہوں نے بدعقیدگیوں اور کافرانہ گستاخیوں سے پچھلے ریکارڈ توڑ دیئے۔ اللہ عزوجل کا احسان و کرم ہے اس نے اعلیحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قد [illegible] سے دینی جبل شامخ سے مسلمانوں کے دین

و ایمان کی حفاظت فرمائی. آپ نے ایمان و ارتداد، اسلام و کفر کے درمیان خطِ امتیاز کھینچ کر مسلکِ سنیت کو ممتاز کر دیا کہ یہی اصل و حقیقی دینِ اسلام ہے اسی میں نجات ہے. یہی وجہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں بددین فرقے سُنی بن کر مسلمانوں میں جو بددینی پھیلانا چاہتے ہیں انہیں کفر و ارتداد میں دھکیل دینا چاہتے ہیں. ان کے کفریات و ضلالات سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے معتمد علمائے اسلام و قائدینِ اہلِ سنت نے اہلِ سنت و جماعت کو ممتاز رکھنا ضروری سمجھا اور اعلیٰ حضرت کا مسلک یا بریلوی مسلک کی قید لگائی تاکہ متنازعہ مقامات پر مسلمان بددین فرقوں سے محفوظ رہ سکیں. یہاں یہ بھی خاص طور پہ یاد رکھیے کہ پچھلی دو صدیاں بھی مسلمانوں پر شدید ظلم و ستم اور مصائب و آلام سے خالی نہیں رہیں جن سے تاریخ بھری پڑی ہے. خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ اپنے دور کے فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے "المحجۃ المؤتمنہ" میں فرماتے ہیں:-

"کیا کٹارپور، آرہ اور کہاں کہاں کے ناپاک و ہولناک مظالم جو ابھی تازے ہیں دلوں سے محو ہو گئے. بے گناہ مسلمان سختی سے ذبح کیے گئے. مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے: ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں. قرآن حکیم کے پاک اوراق پھاڑے جلائے اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام لیے کلیجہ منہ کو آئے الا لعنۃ اللہ علی الظالمین. الا لعنۃ اللہ علی الظالمین. الا لعنۃ اللہ علی الظالمین.

پھر اسی "المحجۃ المؤتمنہ"، اور دوسری تصانیف میں دیکھ لیجیے کہ شرعی دلائل سے ایمان شکن اتحاد کے کیسے پرخچے اُڑائے ہیں اور مسلمانوں کے دین و ایمان کے تحفظ کے کیسے جتن کیے ہیں.

بہرحال اہلِ سنت و جماعت کے مسلک پہ قائم رہنا عین اسلام پہ قائم رہنا ہے

اور اس کو بالائے طاق رکھنا ایمان و اسلام کو بالائے طاق رکھنا ہے جو کفر خالص ہے۔ مجلس مذکور میں فرقوں کے اختلافات کو معمولی بات سمجھ کر مسلک کو بالائے طاق رکھنے اور مومن و مرتد کو ایک قوم ایک ملت ماننے کی تلقین کی گئی ہے اور اپنی اس ملت کے مقابلہ میں کفار اصلی کو باطل پرست بتا کر مرتد فرقوں کے حق پرست ہونے کا تصور پیدا کیا گیا ہے جس سے مسلمانوں میں سخت غلط فہمی پھیل سکتی ہے اور ان میں کفریات سرایت کرنے کا خطرہ ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ان نئے پرانے فرقوں کو اختصار سے بیان کر دیا جائے۔ تاکہ مسلمان دھوکہ سے بچ جائیں۔

دیوبندیوں اور قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی خاتم النّبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا آپ کے بعد بھی کوئی نبی آجائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا اور یہ قرآن حکیم کا انکار ہے اور کفر ہے۔ اس بدعقیدگی کے جوش میں وہابی دیوبندی امام مولوی اسمٰعیل دہلوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی نبی کے پیدا کرنے پر قدرت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کو جھوٹ بولنے والا تک مان لیا جس پہ وہابی دیوبندی قائم ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو اس بدعقیدگی کا ایسا نشہ چڑھا کہ اس نے قادیانی و دیوبندی متفقہ اصل پہ اپنے نبی ہونے کا دعوےٰ کر دیا اور اپنے اور دیوبندی کفری عقیدے پر مہر لگا دی۔ پھر اس کفر نے اتنی ترقی کی کہ غلام احمد قادیانی کو اپنی جھوٹی نبوت ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاک نبیوں اور رسولوں کو معاذ اللہ جھوٹا بنانا پڑا اور ان کی شان اقدس میں بدترین گستاخیاں کرنی پڑیں۔

اس قادیانی نے لکھا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی الہام و وحی غلط نکلی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزے مسمریزم تھے۔ اس نے

لکھا ہے کہ چار سو نبیوں کی پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں. قرآن حکیم کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں گندی گالیاں بھری ہیں. سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں لکھتا ہے کہ آپ کی نبوت ثابت نہیں. آپ کو شیطانی الہام ہوتے تھے.
اللہ کے اس مقدس نبی اور رسول سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان قادیانی نے شریر. مکار. بدعقل. فحش گو. بدزبان. جھوٹا. چور. فریبی اور شیطان کا پیرو لکھا ہے. العیاذ باللہ تعالیٰ. اب ذرا وہابیوں دیوبندیوں کی گستاخانہ اڑان بھی دیکھ لیجئے :-
ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ جہت زمان و مکان سے پاک نہیں ہے جھوٹ ظلم اور دیگر عیب ونقص خدائے قدوس میں ہیں. ان کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز میں خیال لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے. گستاخانہ مزاج نے گرمی دکھائی تو یہاں تک لکھ مارا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقدس علم بچوں. پاگلوں اور جانوروں کے علم جیسا ہے —
گستاخانہ آوارگی کی انتہا یہاں تک پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کا شیطان کے علم سے مقابلہ کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو شیطان سے کمتر لکھ گئے. ختم نبوت کے عقیدے میں یہ دیوبندی وہابی مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ شریک ہیں جیسا کہ اوپر گزرا. اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی پناہ میں رکھے. آمین
خوجہ فرقہ کے عقائد بھی دیکھ لیجئے :-
خوجہ فرقہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ مانتا ہے. اللہ کا جز بتاتا ہے. اس خوجہ فرقہ کا کلمہ یہ ہے. لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و علی ولی اللہ و من اللہ. یہ فرقہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خالق مطلق ساری مخلوق کا خالق اور رب العالمین مانتا ہے. یہ فرقہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ بہتان

جڑتا ہے کہ حضور نے بھی حضرت علی کو دل سے اللہ ہی مانا تھا جس کا اظہار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے صحابہ اور فرشتوں سے فرمایا. خوجوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مختلف جانوروں. انسانوں کی شکل اختیار کر کے اس دنیا میں ظاہر ہوتا رہتا ہے. ان کے نزدیک سُنی جہنمی کہتے ہیں. العیاذ باللہ تعالیٰ

رہے رافضی تو ان کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن عظیم پورا محفوظ نہیں ہے اور یہ کفر ہے ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی حکم دیتا ہے اور جب اس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصلحت اس کے غیر میں ہے تو وہ پچھتاتا ہے اور یہ کفر ہے. یہ فرقہ ائمہ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل بتاتا ہے اور یہ کفر ہے. ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی پہنچانے میں غلطی ہو گئی لانا حضرت علی کے پاس تھی پہنچا گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس. اور یہ کفر ہے. یہ فرقہ سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فاروق سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں بدترین گستاخیاں کرتا ہے جو کفر ہے. ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد روحیں دوسرے کے جسم میں منتقل ہو جاتی ہیں. اللہ تعالیٰ ان فرقوں اور ان کے مسلکوں سے مسلمانوں کو اپنی پناہ میں رکھے. آمین

اس مجلس کے فرقوں کے عقائد کو سامنے رکھنے کے بعد یہ ماننے میں دشواری نہ ہوگی کہ ان فرقوں کے الگ الگ دین و مذہب کو عقائد و ایمان کی بنیاد پر ہی الگ الگ مسلک کہا گیا ہے اور سُنی مسلک والوں کو یہ کہا جا رہا ہے. کہ وہ اپنے مسلک کو بالائے طاق رکھ کر ان فرقوں کے ساتھ متحد ہو جائیں. کفر و ایمان کے فرق و امتیاز کو ترک کر کے ایک قوم ایک ملت بن جائیں. پھر سُنیوں. خوجوں بوہروں رافضیوں. وہابیوں. دیوبندیوں کے ایمان و ارتداد کی معجون مرکب

ایسی متحدہ ملت ہوگی جو باطل پرست کفار اصلی کے پاؤں اکھاڑ کر رکھ دے گی۔
اور یہ متحدہ ملت ایمان والی حق پرست قوم ہوگی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ائمہ کرام و مشائخ عظام و علمائے اہلسنت پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے جو ان کفریہ عقائد سے پاک تھے۔ انہوں نے ان باطل پرست ایمانیات سے محروم فرقوں کا زبردست مسکت رد فرمایا۔ صحیح اسلامی عقائد اجاگر کر کے مسلمانوں کو ان پر قائم رکھنے کی پوری پوری جد و جہد کی۔ بفضلہ تعالیٰ ہم اہلسنت ان کے صدقہ میں صحیح دینِ اسلام پر مضبوطی سے قائم ہیں جس کو مسلک اہلسنت کہا جاتا ہے اور آج کے فتنوں میں بریلوی مسلک سے ممتاز ہیں اور اس عقیدہ پر استقامت ہے کہ اہلسنت کے ساتھ یہ فرقے ایک ملت نہیں بن سکتے۔ جب تک وہ اپنے عقائد کو چھوڑ کر سچے صحیح العقیدہ مسلمان بن جائیں۔

اب آپ اپنے نمبر وار سوالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں :-

(۱) یہ اتحاد اپنے حقیقی معنی اور مجاز دونوں اعتبار پر صورتِ مذکورہ میں کفر کا حکم رکھتا ہے جس سے بچنا بچانا فرض ہے۔ حقیقت پر تو اس طرح کہ وداد اور رکون کے بعد ہی اتحاد کی منزل آتی ہے جب یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ یہ سب فرقے مل کر ایسے واحد ہو گئے کہ "تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری" اور جب ایمان ہی بالائے طاق رکھ دیا گیا تو الکفر ملۃ واحدۃ میں کیا شبہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ وداد او رکون سے قرآن حکیم نے سختی سے منع فرمایا ہے ارشاد ہے :-

لا یتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیء

خازن میں ومن یفعل ذٰلک کے تحت فرمایا ویودھم ویحبھم۔

فتوے کی تمہید میں سب ایک لڑی میں پرو دیئے

بریلویوں کے فتوے کی اس تمہید کو دیکھئے کس پُر فریب انداز میں قادیانیوں، بوہروں خوجوں اور شیعوں کے عقائد بیان کر کے دیوبندیوں کو اس میں پرو دیا گیا ہے۔ ان فرقوں کے وہ عقائد بتلائے گئے ہیں جو ان کی کتابوں میں لزوماً اور التزاماً موجود ہیں اور انہی عقائد پر وہ لوگ علماً اور عملاً دیکھے جاتے ہیں اور ان کے (دیوبندیوں کے) وہ عقائد ذکر کیے ہیں جنہیں علماء دیوبند خود کفر کہتے ہیں اور وہ عقیدے کسی مدعی اسلام کے نہیں ہو سکتے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے پھر انہوں نے ان عقائد کو ان کی بعض عبارات سے لزوماً کشید کیا ہے۔ اس پر علماء دیوبند نے تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں کے قاعدہ سے ان کشید کردہ معنی سے اظہار بیزاری فرمایا اور اسے کفر قرار دیا۔

اب ناگپور کے اس مفتی کے طریقِ واردات کو دیکھیں کہ ان پر عائد کردہ الزامات کو ان کے عقیدے بیان کر کے انہیں ان گمراہ فرقوں کے ساتھ شریک کیا ہے — غرض کیا ہے؟ یہ کہ مسلمانوں کے دلوں میں ان فرقوں (قادیانی، بوہری اور شیعہ وغیرہ) کے بارے میں جو نفرت ہے وہ بلا کسی کمی و بیشی اور احتمال تاویل کے دیوبندیوں پر پوری طرح منطبق ہو جائے۔

مسلمان مسلمانوں اور قادیانیوں یا اہلسنت اور شیعوں کے اختلاف سے اتنے پریشان نہیں جتنے دیوبندی اور بریلوی اختلافات سے پریشان ہیں وہاں عقائد کا اختلاف ہے، اور یہاں الزامات ہی الزامات اساسی عقائد میں کوئی اختلاف نظر نہیں آتا۔ قوم اہم قومی اور ملی مسائل میں ان دونوں کا اتحاد چاہتی ہے اور یہ جھٹ اس بحث میں قادیانیوں اور شیعوں کو لے آتے ہیں۔

اس فتوے کی تمہید میں مفتی صاحب کا یہ فریب پوری طرح واضح ہے۔ اتحاد میں نہ آنے کے دلائل زیادہ تر ان گمراہ فرقوں سے متعلق ہوں گے۔ مگر نتیجہ دیوبندیوں سے نہ ملنے کا نکالا جائے گا اور انہیں یوں ذکر کیا جائے گا۔ گویا یہ مسلمہ طور پر اہلسنت سے ایک متحارب گروہ ہے۔ اب اُن کا معجونِ مرکب پر پورا فتوی ملاحظہ کیجئے۔

(فليس من الله فى شئ) اى ليس من دين الله فى شئ وقيل معناه فليس من ولاية الله فى شئ وهذا امر معقول من ان ولاية المولى معاداة اعدائه وموالاة الله وموالاة الكفار ضدان لا يجتمعان. (خازن)

یعنی جو ان کفار کے ساتھ ایسا کرے گا یعنی ان کے ساتھ وداد و محبت رکھے گا اس کا اللہ تعالیٰ کے دین (اسلام) سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت مودت و محبت سے اس کا کوئی علاقہ نہیں اور یہ بات معقول ہے کہ آقا کے ساتھ محبت، آقا کے دشمنوں کے ساتھ عداوت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ موالات اور کفار کے ساتھ موالات دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

اللہ عزوجل قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ اور نہ میل کرو تم ظالموں کی طرف کہ تم کو دوزخ کی آگ چھوئے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ والرکون ھو المحبۃ والمیل بالقلب۔ اتحاد کی یہ حقیقی صورت مراد لی جائے تو وہ اپنا انجام دکھائے بغیر نہ رہ سکی کہ مسلک کو بالائے طاق رکھوا کر ایمان کو سلب کر لیا اور مرتدوں کے ساتھ ملت واحدہ بنا لی گئی۔

اور اگر اتحاد کے مجازی معنی مراد لیے جائیں کہ فتنہ و فساد مصائب و آلام سے بچنے بچانے کے لیے مل کر ذرائع اختیار کرنے کو مجازاً اتحاد کہا گیا ہے جس کو معاہدہ کے معنی میں لینا مقصود ہے تو عرض ہے کہ یہ ایسی تاویل ہے جس کی کسی حد تک گنجائش قائل نے رکھی ہے اس نے ترقی کر کے مسلک کو بالائے طاق رکھنے کی بات کہی ہے اور آگے بڑھ کر مومن و مرتد، مومن و کافر کو ایک ایسی ملت واحدہ

قرار دیا ہے کہ اگر سُنی علماء اس کا رد کریں تو دوسرے اتحادی تو الگ خود سُنی کہلانے والے یہ اتحادی مولوی اپنی امت واحدہ میں اس کو تفریق قرار دے کر ان سُنی علماء سے نپٹنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں. پھر اس پر مستزاد یہ کہ ان کی یہ کفر و ایمان سے لیس ایسی متحدہ ملت ہے جو حق پرست ایمان والی ہے اور غیروں یعنی باطل پرست کفارِ اصلی کے پاؤں اکھاڑ کر رکھ دے گی.

بہر حال ان اقوال کی وجہ سے اتحاد کے مجازی معنیٰ کی تاویل قائل کو کفر سے نہیں بچا سکے گی. رہا اکراہ شرعی تو وہ یہاں مفقود ہے. کسی نے گلے پر چھری رکھ کر یہ کہا کہ تم اپنا مسلک اپنا دین و ایمان چھوڑو اور مومن و مرتد مل کر ایک ملت بن جاؤ؟

آپ نے یہ پوچھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث پر عمل کیا جائے گا یا اتحادیوں کا ساتھ دیا جائے گا. تو عرض ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حدیث اور دیگر ہدایات و ارشادات پر عمل کرنے میں ہی نجات ہے. اور دُنیا و آخرت کی بھلائی ہے. یہ اتحادی تو مسلک کو بالائے طاق رکھ کر اور ملت واحدہ بن کر ایمان ہی کھو بیٹھے. کیا مسلمانوں کو بھی اپنا ایمان کھونا ہے فرض ہے کہ ان سے قطعی دُور رہا جائے اس اتحاد میں ہرگز شریک نہ ہوں بقیہ احکام آگے آرہے ہیں.

(۲) مسلم و غیر مسلم کو بھائی بھائی کہنا واقعہ کے خلاف ہے سگے بھائی ہوں جب بھی لیس من اہلک سے رشتہ منقطع ہے. جے کے معنی جبیت اور بلند و غالب ہونے کے ہیں. اس کا حکم صورت حال پر مبنی ہے. اگر کفریات اور دیوی دیوتاؤں

ل ایمان و کفر میں فرق بتا کر مومن و کافر میں امتیاز پیدا کریں اور اس اتحاد سے دُور رہنے کا شرعی حکم بیان کریں.

کے لیے ہو تو کفر ہے ورنہ خاص مسلمانوں کے لیے بھی ہو تو، مسلمانوں کی جے بولنا صرف شعار کی وجہ سے ممنوع ہے (فتاوی رضویہ) کفر نہیں ہے۔ جہاں ضرورت ہو امن وسلامتی کی نیت پر جے ہند کہا تو مواخذہ نہیں کریں گے۔

(۳) جب ایمان ہی رخصت کر کے یہ اتحادی ایک ساتھ جیتے رہیں ایک ساتھ مریں تو ان کا حشر بھی ایک ساتھ ہو گا اور ایک ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔ آپ اپنا دینی فرض ادا کیجئے کہ انہیں توبہ وتجدید ایمان پر تنبیہ کیجئے اور مسلمانوں کو ان سے بچانے کا حسب استطاعت انتظام کر دیں۔

(۴) یہ اوپر بتا دیا گیا ہے کہ ذکر کردہ فرقوں کے مقابلہ میں اہلسنت کا مسلک عین اسلام ہے جس کو وہ کسی حال بالائے طاق نہیں رکھ سکتے۔ وہ ہر صورت میں اپنے مسلک پر قائم رہیں گے۔ دوسری طرف دوسرے فرقے بھی اپنے اپنے مسلک کو عقائد کی بنیاد پر ایک دوسرے سے ممتاز سمجھتے ہیں اور اپنے اپنے مسلک سے چمٹے رہیں گے۔ جب مسلک ہی کو بالائے طاق رکھ کر ایک قوم ایک ملت بن جانے کی ٹھہری تو اپنے اپنے مسلک پر قائم رہ کر اپنے اپنے اسٹیج سے اپنے اپنے عقائد کی اشاعت کے لیے اجازت دینا وہی افتراق پیدا کرے گا جس کو دور کرنے کے لیے یہ متحد ہو گئے ہیں یہ سراسر اتفاق واتحاد کا اختلاف وافتراق کے ساتھ اجتماع ضدین ہے جو لغویت ہے۔

مگر یہاں اہم بحث اپنے اپنے عقائد پر قائم رکھنے اور رکھانے سے یہ ہے کہ اس پیوند کاری سے بالائے طاق رکھنے، کفر وایمان کو ایک ملت قرار دینے اور اس کو حق پرست باور کرانے سے کفریات کا عیب دور نہ ہو سکے گا یہاں سوائے ان کفریات سے توبہ وتجدید ایمان کے یہ عذر کام نہ دے گا کہ قائل نے اہلسنت کو اپنے عقیدہ پر قائم رہنے اور اس کی اشاعت کی تلقین کی ہے اور خود بھی سنی

عقائد پر قائم و مطمئن ہے اس لیے کہ جب اس نے طوعاً بلا اکراہ زبان سے کفر بک دیا ہے تو سُنی عقیدہ پر قائم رہنا اور رکھنا تا آنکہ سُنیت پر دل کا مطمئن ہونا بھی اُسے کفر سے نہیں بچا سکے گا بلکہ ائمہ فرماتے ہیں کہ وہ عنداللہ بھی مومن نہیں ہے۔ عالمگیری میں فتاوی قاضی خاں سے فرمایا:۔

رجل کفر بلسانه طائعاً وقلبه مطمئن بالایمان یکون کافراً ولا یکون عند الله مومناً۔

آپ کے سوال اور حال کے پیش نظر ابھی یہ اہم بحث باقی ہے کہ ضرر و ایذا۔ فتنہ و فساد۔ بے عزتی و بے آبروئی۔ جان و مال کے نقصان کو پورا کرنے کے لیے موجودہ حالات میں کون سی صورت ہونی چاہیے۔ عرض ہے کہ ہندوستان کے دستور و آئین کو ملک کی قومیں اور فرقے بالاتفاق تسلیم کر چکے ہیں۔ مسلمان بھی اس دستور کو قبول کر کے اپنے عہد کے شرعاً پابند ہیں۔ اسلام نے معاہدہ کی پابندی کا خاص طور پر حکم دیا ہے۔ اسی دستور میں یہ عہد کیا گیا ہے کہ ہندوستان میں تمام دین و مذہب والے اپنے اپنے عقائد اور مذہبی معاملات میں آزاد ہیں۔ اور سب اپنے دین و مذہب پر قائم رہ کر جینے کا حق رکھتے ہیں۔ کوئی فرقہ یا اس کے افراد دوسروں کی جان و مال، عزت و آبرو کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ جو لوگ یہ حرکتیں کرتے ہیں وہ آئین اور دستور کے باغی ہیں اور آئین کے پابند فرقوں اور افراد پر یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ عہد کو پورا کرنے کے لیے انفرادی یا مشترکہ طور پر اس کی مدافعت کریں اور یہ وہ نقطہ ہے کہ جہاں اہلسنت اپنے مسلک اپنے عقائد و دینیات پر پوری طرح قائم رہ کر اس بغاوت کو کچلنے کے لیے ہر قوم ہر فرقہ کے ساتھ اشتراک کر سکتے ہیں اور اس کے لیے ایک مشترکہ مفید لائحہ عمل سے انکار نہیں کر سکتے کہ اس عمل کے لیے معاہدۂ آئین کے شرعاً وہ پابند ہیں۔ یہاں یہ امر بھی ضروری ہے

کہ یہ لائحہ عمل تیار کرنے کے لیے ان رہنماؤں کی ضرورت ہوگی جو اوّلاً مسلک کو بالائے طاق رکھنے والے نہ ہوں۔ حدودِ شرع سے آگاہ ہوں یا آگہی حاصل کریں اور ضرورت سے زیادہ تجاوز نہ کریں۔ ثانیاً مقاصد حاصل کرنے کے لیے مفادات و نقصانات کی پیچیدگیوں سے واقف ہوں۔ اسی کے ساتھ یہ بھی انتہائی ضروری ہوگا کہ یہ لائحہ عمل ایک سیاسی پلیٹ فارم کے نام پہ ہرگز ہرگز تیار نہ کیا جائے نہ کسی قسم کے سیاسی فائدہ اُٹھانے کی گنجائش رکھی جائے۔ اس لیے کہ مختلف سیاسی نظریات کے حامل بنام آئین فتنہ و فساد دُور کرنے کے لیے تو جمع ہو جائیں گے مگر ایک سیاسی پلیٹ فارم پر ہرگز اشتراک نہیں کر سکیں گے اور اگر گنجائش رکھی گئی تو ان کے سیاسی اختلافات اور پارٹی کے مفادات آپ کو مزید تباہی و نقصانات میں ڈال دیں گے۔

رہی ایک سیاسی متحدہ محاذ کی بات تو عرض ہے کہ ہمیں سیاسی ضرورت کا اقرار ہے سیاسیات سے دور اور بے خبر رہنے سے جو دینی و دنیاوی نقصانات ہیں ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور ملک میں مرکزی ریاستی و مقامی حیثیت سے اپنے دین و دُنیا کی حفاظت کے لیے شرعاً سیاست میں حصہ لینا لازم بھی ہوگا ہم اہلِ سنّت کے نزدیک سیاسیات میں دخول ایک عیب بن کر رہ گیا ہے اور اس کی وجہ یہ تصوّر ہے کہ سیاست دُنیا میں ملوث کر کے دینداری اور اسلام و مسلمین کی خدمت سے بیگانہ کر دیتی ہے اور موجودہ تجربات و مشاہدات اسی کی تائید بھی کرتے ہیں۔ مگر ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے اکابر خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ میں امرائے ریاست نہ صرف سیاسیات کے ماہر بلکہ دُنیا کے صفِ اوّل کے سیاس گر بھی تھے۔ اس کے ساتھ تقویٰ و عبادت، دینداری و دینی تحفظ میں ممتاز ہی نہیں بلکہ مسلمانانِ عالم کے پیشوا اور مسائل شرعیہ میں امامت

کے مرجع و معتمد تھے۔

آج ہندوستان میں جو سیاسی افراتفری پھیلی ہوئی ہے اس نے عام انتشار پیدا کر رکھا ہے اور سب سے زیادہ اختلاف و نقصان کے شکار اہلسنت ہیں سیدی حضور مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ کے الفاظ میں اپنی ڈفلی اپنے اپنے راگ نے تباہ کر دیا ہے۔ سب سے پہلے اہلسنت کو ٹھوس سیاسی نظریات پر اپنا ایک مضبوط سیاسی پلیٹ فارم بنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد دستور و آئین ہند کی رعایت پر دوسروں سے سیاسی معاہدے کیے جا سکتے ہیں۔ سیاسی رہنمائی اور معاہدوں کے لیے ان سیاسی سُنی قائدین کی حاجت ہے جو اوّلاً اہلسنت کے مسلک سے اچھی طرح واقف ہوں اور واقفیت حاصل کرتے رہیں۔ مسلک پر مضبوطی سے قائم رہنے والے ہوں اور ہر موڑ پر اپنے ساتھ مسلک پر مسلمانوں کو مضبوط رکھ سکیں۔ جوش، جذبات، دباؤ، بے جا شوق اور رنگینیوں سے مغلوب ہو کر مسلک کو معاہدوں کے عوض فروخت نہ کر دیں۔ ثانیاً ملک کی سیاسیات کے ماہر ہوں مسلمانوں کے مفادات کی حفاظت، اس کے طریقۂ کار، انہیں مصائب و نقصانات اور ایذاؤں سے بچانے اور اہم شعبوں میں ان کی ترقی کی تدبیریں کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ وہ نام نہاد قائد نہ ہوں جو بنام سیاست اپنی نااہلی یا خود غرضی سے مسلمانوں کی نکیل ہی غیروں کے ہاتھوں میں دے دیں۔ اپنے اور اپنی جماعت کے وقار کو ٹھیس پہنچائیں۔ پھر معاہدے کے لیے کسی بھی قوم یا فرقہ کے صف اوّل کے قائد و رہنما کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کا معاہدہ پوری قوم یا فرقہ کا معاہدہ ہو سکے غیر ذمہ دار افراد سے یہ معاہدے نہیں کیے جا سکتے۔ ضرورۃً کف ضرر کے لیے مقامی معاہدے ان ہی اصولوں کی رعایت پر کیے جا سکتے ہیں۔

(۵) میٹنگ میں وقت کے تقاضوں کی بنیاد پر کفریات سے بھری با[illegible] ہیں

کُفر وارتداد کے مسلکوں کے فرقوں کو اپنے اپنے باطل عقائد پر قائم رکھتے ہوئے اہسنت کے ساتھ ایک ملت بتایا گیا ہے۔ اس کفری اتحاد کو اختیار کرنے کے لیے اسلامی عقائد کو بالائے طاق رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اگر کوئی سُنی عالم ایمان و کُفر میں فرق بتا کر مرتدین کے ساتھ مسلمانوں کو ایک ملت بننے سے بچانے کی کوشش کرے گا تو وہ ملت میں پھوٹ ڈالنے والا ہوگا۔ اس پر طرہ یہ کہ یہ اتحادی ہی صاحب ایمان حق پرست ہیں۔ جن کے مقابلہ میں کفار اصلی باطل پرست ہیں اور یہ سب کفریات ہیں۔ میٹنگ میں شریک ہونے والے فرقوں کے مسالک اختلاف عقائد کی بنیاد پر ہیں ہم یہاں لفظ مسلک کے استعمال میں کُفر سے بچانے کے لیے یہ تاویل بھی نہیں کر سکتے کہ میٹنگ میں شریک ہونے والے فرقوں کے مسالک فروعات کی بنا پر ہیں ایمان تو بڑی بات ہے اعمال ہی میں بالائے طاق رکھنے کا حکم دیکھ لیجئے۔ عالمگیری میں خزینۃ المفتیین کے حوالے سے فرمایا گیا۔ (یا گوید نماز را بر طاق نہادم یکفر فی جمیع ہذہ الصور ۱۲۔ یعنی اگر یہ کہا کہ نماز کو میں نے طاق پر رکھا تو کافر ہو جائے گا) سوال میں مولوی قاری ظہیر الدین صاحب کا نام لیا گیا ہے اور فرستادہ اخبار اردو ٹائمز میں بھی یہ نام موجود ہے۔ ہم افتاء میں قضاء کے ذمہ دار نہیں۔ صادق آنے نہ آنے کے ذمہ دار سائل اور اخبار والے ہیں۔ جواب میں شخصیات سے نہیں حکم شرع کے بیان کرنے سے واسطہ ہوتا ہے ہمیں معلوم نہیں کہ یہ قاری صاحب کون ہیں۔ ایک سُنی عالم مولانا قاری ظہیر الدین صاحب کا روایۃً غائبانہ تعارف ضرور ہوا تھا جب کہ انہوں نے مولانا الیاس صاحب قائد دعوت اسلامی کے سلسلہ میں سخت احتساب کا اظہار کیا تھا۔ خاص طور پر مسلک سُنیت بریلویت پر سختی سے قائم رہنے اور رکھنے کے لیے علماء اہلسنت کی معیت اور تبلیغ میں رد کی ضرورت پر زور دیا تھا ہمیں امید نہیں کہ یہ وہی قاری صاحب ہوں جو حالات سے گھبرا کر اپنی اس

استقامت دین و ایمان کو بالائے طاق رکھنے پر تیار ہو جائیں اور اس کی شدت تاکید سے تعلیم بھی دیں یا مرتدین کے مسلک کے مقابلہ میں اپنے سُنی مسلک کے معنی بھی نہ سمجھتے ہوں۔ مگر ہمارا اس خیال پر قائم رہنا بھی درست نہ ہوگا کہ اس سے قبل حال ہی مولوی خلیل احمد خاں بجنوری بدایونی جیسے سُنیت و بریلویت میں انتہائی شدت کا اظہار کرنے والے اور اس سختی میں اکابر علماء اہلسنت پر اپنی برتری فوقیت دکھانے والے چوڈنڈی احتساب گیر کا حال ہمیں معلوم نہیں ہے؟

بہر حال جو بھی ہو اس کا یہ قول کفر ہے اور جن مولویوں اور اماموں نے اس قول کی حمایت کی ہے وہ بھی اسی حکم میں داخل ہیں ان پر ان کفریات سے رجوع و تجدید ایمان پر فرض ہے ورنہ ان کے پیچھے نمازیں باطل ہیں۔ مسلمانوں پر شرعاً فرض ہے کہ وہ ان اتحادیوں اور ان کی اس اتحادی تحریک سے دُور رہیں۔ اور اجتماعی حیثیت سے حالات کا مقابلہ بھی ایمان پر استحکام کے ساتھ کریں جس پر قدرے تفصیل ہم نے اُوپر بیان کی ہے۔ اخیر میں ہم لاؤڈ اسپیکر پر اذان دیجے اور جمعہ کی نماز ضرورۃً سڑکوں پر ہفتہ میں ایک بار چند منٹ پڑھنے کے سلسلہ میں گفتگو کریں کہ فرستادہ اخبار میں جلی حروف سے اسے نمایاں موضوع بنایا گیا ہے۔ لاؤڈ اسپیکر پر اذان سے نہ کسی قوم یا فرقہ کی دل آزاری مقصود ہے نہ کسی دین و مذہب میں خلل اندازی کا تصور، نہ کسی کو ایذا پہنچانے کا ہلکا سا خیال، نہ بھارتی دستور یا کسی قانون کی خلاف ورزی کا ارادہ اور اس پر برسوں سے عمل کے دوران کبھی کوئی فتنہ و فساد برپا نہیں ہوا۔ اس پُرشور زمانہ میں نیکی، بھلائی، خیرِ دُنیا و آخرت اور امن و سلامتی دارین کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے خاطر کاموں میں مصروف مسلمانوں کو بُلانا مقصود ہوتا ہے اور اذان کے بعد مسجد میں یا ضرورۃً سڑک پر ہفتہ میں ایک بار چند منٹ ان پر عمل کیا جاتا ہے اگر گورنمنٹ

کے نا اہل یا اختیارات کے نشہ میں سرشار کارندے دستور و آئین کو پامال کر کے طاقت و اختیار کے زعم میں بند کرا دیتے ہیں تو یہ سراسر ظلم و استبداد ہوگا اور وہ آئین و قانون کے مجرم ہوں گے مسلمان دستور و آئین کے تحت برابر اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے جد و جہد کرتے رہیں. اگر ان پر روک لگائی گئی تو قانونی کاروائی کے ذریعہ اس روک پر روک لگانے اور اسے ختم کرنے کی پوری کوشش کریں اور یاد رکھیں کہ شدید متعصب غیر مسلموں کی مسلم کشی کے اشارے پر اگرچہ صرف لاؤڈ اسپیکر کی تحریک شروع کی گئی ہے. لیکن ان کے ارادے نمازوں کو بند کرا دینے اور مسجدوں کو ڈھا دینے کے ہیں اور ہر قسم کی ایذا پہنچا کر دوہ مسلمانوں کو ختم یا مفلوج بنا کر رکھ دینا چاہتے ہیں. سائل مستفتی سے گذارش ہے کہ وہ تنہا اعتراضات پر اکتفا نہ کرے. بلکہ ذی استطاعت احباء اہلسنت کو جمع کر کے دفاع و علاج کی طرف فوراً توجہ دے. اس مقام پر مسلمان یہ فراموش نہ کریں کہ جب وہ لاؤڈ اسپیکر چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تو وہ مسلک اہلسنت یعنی ایمان و اسلام کو کسی حال کسی اتحاد کے بالائے طاق رکھنے یا ترک کر دینے کے لیے تیار ہو سکتے ہیں.

واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ مخدوم محمد خاں غفرلہ

دار الافتاء الجامعۃ الرضویۃ دار العلوم المجددیہ ناگپور

آستانۂ بریلی کی اس قیامت خیز گرمی کے بعد بریلویوں کے لیے عمل کی اب دو راہیں تھیں. یا قومی مہمات میں حصہ لینا یکسر ترک کر دیں اور عرسوں اور ختموں میں ہی لگے رہیں. یا کھلے بندوں کہیں کہ مولانا احمد رضا

---

[1] ماہنامہ اعلیٰحضرت بریلوی ماہ مارچ اپریل مئی ۱۹۹۳ء از صـ ۱۸ تا صـ ۲۱

خاں کا فتویٰ تکفیر غلط تھا ہم احمد رضا خاں کے ساتھ نہیں ہیں لیکن افسوس کہ مولانا طاہر القادری کے سوا کسی نے کھلے بندوں مولانا احمد رضا خاں کے فتویٰ ہائے کفر کو غلط نہیں ٹھہرایا۔

مولانا طاہر القادری صاحب مسلکاً بریلوی ہیں۔ اور بریلوی علماء بھی انہیں مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان قرار دیتے رہے ہیں جھنگ میں دیوبندی بریلوی مناظرہ جو مولانا حق نواز شہیدؒ اور مولانا محمد اشرف سیالوی کے مابین ہوا تھا اس میں مولانا طاہر القادری اشرف سیالوی صاحب کے معین تھے۔ بریلویوں کے پیشوا صاحبزادہ فضل رسول حیدر رضوی کا بیان روزنامہ جنگ ۱۶ اگست ۸۹ء کی اشاعت میں ملاحظہ فرمائیے :-

جماعت اہلسنت کے روحانی پیشوا صاحبزادہ فضل رسول حیدر رضوی فیصل آباد نے پروفیسر طاہر القادری سے ملاقات کے دوران پروفیسر طاہر القادری کی مذہبی خدمات کو سراہتے ہوئے انہیں مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان قرار دیا۔

قومی ڈائجسٹ لاہور اپریل ۸۹ء میں پروفیسر طاہر القادری صاحب کا ایک طویل انٹرویو شائع ہوا تھا اس میں موصوف نے اپنے والد صاحب کا تعارف کراتے ہوئے انہیں مولانا سردار احمد لائلپوری مولانا محمد عمر اچھروی۔ مولانا عبدالغفور ہزاروی اور مولانا احمد سعید کاظمی کے احباب میں دکھایا ہے موصوف کہتے ہیں :-

مولانا عبدالغفور ہزاروی کے ساتھ بھی قبلہ والد صاحب کی بڑی دوستی تھی۔ وہ جب کبھی جھنگ تشریف لاتے تو قبلہ والد صاحب سے ملاقات کیے بغیر کبھی واپس نہ جاتے حضرت مولانا محمد عمر اچھروی بھی ان کے بہت قریبی دوست تھے۔[1]

طاہر القادری کے والد صاحب کے استاذ کون رہے ہیں وہ بھی انہی سے سن لیجئے :-

علوم دینیہ میں ان کے اساتذہ میں مولانا سردار احمد علیہ رحمۃ اور مولانا ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔[2]

---

[1] قومی ڈائجسٹ اپریل ۸۹ء صہ ۳۲ [2] ایضاً صہ ۳۰

اس سے آپ خود اندازہ کرلیں کہ طاہر القادری صاحب کس مسلک اور عقیدہ کے آدمی ہوں گے — بایں ہمہ طاہر القادری صاحب مولانا احمد رضا خاں کے تھوک فتوے کفر سے متفق نہیں۔ ان کے نزدیک مولانا احمد رضا خاں اس معاملے میں زیادتی کے مرتکب ہوئے ہیں اور اس سے امت دو حصوں میں بٹ کر رہ گئی ہے۔ مولانا قادری صاحب نے پاکستان میں اس بات کی کوشش کی کہ اہل سنت کو پھر سے وحدت نصیب ہو جائے اور احمد رضا خاں کے تکفیری فتوؤں سے امت کی جان چھوٹے۔

چنانچہ آپ نے ایک ادارہ منہاج القرآن کے نام سے قائم کیا اور اس میں دونوں مکتبۂ فکر کے لوگوں کو شامل کیا اور بتلایا کہ جو لوگ اہل سنت میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں وہ نفرتوں کی دیوار کھڑی کرتے ہیں — ان کا کہنا ہے کہ :-

ہمارے ممبران میں دیوبندی اور اہل حدیث حضرات کی تعداد بیسیوں تک پہنچی ہے [1]

صرف یہی نہیں کہ آپ نے دیوبندی اور اہل حدیث حضرات کو اپنا ممبر بنایا، بلکہ اُن کا یہ بھی کہنا ہے کہ :-

وہابی علماء کے پیچھے نماز پڑھنا صرف پسند نہیں کرتا بلکہ جب بھی موقع ملے میں اُن کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ [2]

موصوف کے نزدیک رضا خانی مولویوں کا کام نفرتوں کو عام کرنا اور امت میں اختلاف پیدا کرنا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں :-

سب لوگ یہاں آتے ہیں۔ اس لیے آتے ہیں کہ یہاں محبت اور اخوت کا پیغام دیا جاتا ہے نفرتوں کا پیغام نہیں۔ [3]

آپ یہ بھی کہتے ہیں :-

اہل حدیث شیعہ دیوبندی بھی منہاج القرآن کے رکن ہیں ہم امتیاز کے بجائے ملت مسلمہ کے اتحاد کی بات کرتے ہیں۔ [4]

---

[1] نوائے وقت میگزین ۱۹ ستمبر ۸۶ء [2] رسالہ دید شنید لاہور ۴ تا ۱۹ اپریل ۸۶ء [3] بحوالہ رسالہ مذکور [4] جنگ ۷، ۸ فروری

پروفیسر طاہر القادری صاحب کی اس دعوتِ اتحاد پر انہیں بریلویوں کی طرف سے جو جواب ملا اسے رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ کی ذیقعدہ ۷۰۴۱ھ کی اشاعت میں دیکھئے۔ پہلی سُرخی ملاحظہ ہو:۔

خالص صحیح العقیدہ سُنّی علماء و مشائخ اور سُنّی بریلوی احباب کے لیے لمحۂ فکریہ

اس سُرخی کے ذریعہ یہ پیغام دیا جارہا ہے کہ پروفیسر طاہر القادری بریلوی ہونے کے باوجود کیوں دیوبندیوں اور اہلحدیثوں سے اتحاد کررہے ہیں. کیوں وہابی علماء کے پیچھے موقع بموقع نماز ادا کرنا پسند کرتے ہیں. بریلوی علماء و مشائخ جب تک اس اتحاد کے خلاف نہیں اُٹھیں گے پاکستان بھر میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کا دین و مذہب ختم ہوجائے گا۔ یہ وہ پیغام تھا جو اس سُرخی میں دیا گیا ہے. اب آگے ملاحظہ ہو:۔

سُنیو! کیا مودودی قسم کا یہ گولی مولی پروفیسری صلح کلی مسلک تمہیں گوارا ہے؟ کیا مخالفین صحابہؓ و اہل سنّت اور منکرین شان رسالت کے ساتھ محبت و اخوت تمہارے ضمیر اور ایمانی غیرت اور مسلکی حمیت کے منافی نہیں ہے اور یہ پروفیسری مسلک سُنیوں کا بدمذہبوں کے ساتھ بھائی چارہ قائم کرکے اور اہل باطل کے پیچھے سُنیوں کو نمازیں پڑھوا کر کیا انہیں کم ازکم نیم شیعہ. نیم دیوبندی نیم وہابی بنانے کی سازش نہیں ہے[1]

پھر یہ بھی لکھا ہے:۔

آج کل کے صلح کلی مولویوں لیڈروں اور بالخصوص عاشقِ رسول مفکر و مفسر قاری کہلانے والے پروفیسر صاحب کا قول و عمل دیکھو کہ وہ اپنے خود ساختہ قیاسات ونظریات کے تحت فرمانِ رسالت اور تاجدار سلسلہ قادریت کی ہدایات کے برعکس نہ صرف مخالفین صحابہ بلکہ منکرین شانِ رسالت بدعقیدہ و بے ادب لوگوں

---

[1] رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ذیقعدہ ۷۰۴۱ھ صفحہ ۸

کے متعلق اپنے دل میں اتنا نرم گوشہ رکھتے ہیں کہ باقاعدہ پریس کانفرنس کر کے بم کے دھماکہ میں ان کے ہلاک شدگان کے لیے دعاء مغفرت اور زخمیوں کے لیے دعائے صحت کرتے ہیں ..... اور تو اور پروفیسر صاحب کسی بد مذہب بے ادب کا مقتدی بننے اور ان کو اپنا امام بنانے میں بھی کوئی حرج نہیں سمجھتے ......

لاحول ولا قوۃ . قادری صاحب یا تو سیدھی طرح قادری بن بے ادب و بدعقیدہ لوگوں سے احتیاط کریں . نہیں تو کم از کم آئندہ کے لیے قادری کہلانے سے باز آجائیں تاکہ کسی بھولے بھالے سُنی قادری کو مغالطہ اور دھوکہ نہ ہو [۱]

بریلوی علماء نے پروفیسر قادری کو یہ الزام بھی دیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل نہیں مانتے . رضائے مصطفیٰ ہی میں ہے . پروفیسر کی ایک اور اُونچی اُڑان — ملاحظہ ہو :-

خالقِ کون و مکان نے جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ دین کے معاملہ میں کسی پر اپنی مرضی مسلط کریں . تو کسی مبلغ کو یہ حق کہاں سے حاصل ہو گیا کہ وہ دوسروں سے اختلاف رائے کا حق چھین لے ..... یہ ہے وہابیت سے بھائی چارہ . [۲]

رضائے مصطفیٰ میں مولانا قادری کے خلاف ایک نظم بھی شائع کی گئی . اس کا پہلا شعر ملاحظہ ہو :-

جوڑ غیروں سے نہ ناطا اے طاہر القادری ۔۔۔ قادریوں کو نہ شرما لے طاہر القادری [۳]

پاکستان کے رضاخانی علماء نے پروفیسر طاہر القادری کے خلاف اس قدر پروپیگنڈہ کیا کہ ہندوستان کا آستانہ بریلی پورے کا پورا لرز گیا . انہیں فکر پیدا ہوئی کہ اگر پاکستان میں قادری صاحب اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے اور دیو بندی بریلوی اتحاد قائم ہو گیا تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا دین و مذہب ختم ہو جائے گا اور اختلاف و انتشار کی وہ فضا جو مولانا احمد رضا خاں نے بڑی محنت سے پچاس سال تک قائم رکھی وہ دھڑام سے زمین پر آ رہے گی . چنانچہ بریلی کے شاہزادوں نے طاہر القادری کے خلاف

---

[۱] رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ [۲] کتاب فرقہ واریت کا خاتمہ صلہ ۸۶ [۳] رضائے مصطفیٰ ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ

توہین رسالت کا الزام لگا کر ایک محاذ کھول دیا۔ جہاں جہاں طاہر القادری کے اثرات تھے وہاں بریلی کے شاہزادوں نے ان کے خلاف پمفلٹ اور رسالوں کی بھرمار کر دی۔ اس بات کو عام کیا کہ یہ شخص دیوبندیوں اور بریلویوں کو ایک کر رہا ہے۔ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بھی اس محاذ پر ان کا معین ومددگار بنا اور ان پر اتحاد کے پے در پے الزام لگائے۔

گوجرانوالہ کے آستانہ کو جب علم ہوا کہ طاہر القادری صاحب اپریل ۹۳ء افریقہ جا رہے ہیں تاکہ ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں میں بھی اتحاد کی فضا پیدا کی جائے اور تکفیری فتوؤں اور فتنہ پرور مولویوں سے ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں کو نجات دلائی جائے تو یہ بات گوجرانوالہ کے بریلویوں کے لیے انتہائی ناقابل برداشت تھی۔ انہوں نے آستانہ بریلی کو اس بات کی اطلاع کر دی کہ فلاں فلاں تاریخ کو مولانا طاہر القادری ساؤتھ افریقہ جا رہے ہیں۔ چنانچہ ان کے تعاقب میں جانشین اعلیٰ حضرت مولانا اختر رضا خاں بریلی سے نکلے جب طاہر القادری صاحب ابوظہبی ایئرپورٹ سے افریقہ کے لیے جہاز میں سوار ہوئے تو مولانا اختر رضا خاں بھی اسی جہاز میں آ سوار ہوئے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ منظم منصوبے کے ساتھ طاہر القادری کا تعاقب کیا جا رہا تھا پھر افریقہ میں ان پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ ان کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دین ومذہب کو کیوں چھوڑ دیا ہے اور کیوں دیوبندیوں کے ساتھ اتحاد کرنے لگے ہیں۔۔۔ روزنامہ جنگ لندن ۱۸ اپریل ۱۹۹۳ء کے شمارے میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ اس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

طاہر القادری صاحب کہتے ہیں :-

> وہاں (یعنی ساؤتھ افریقہ) پر ایک فرقہ پرستوں کا گروپ ہے۔ انہوں نے ساؤتھ افریقہ میں مذہبی فرقہ پرستی کو جنون کی حد تک پہنچا دیا ہے۔ انہوں نے وہاں کا ماحول اس قدر خراب کر رکھا ہے کہ آپ اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ ان لوگوں کی وجہ سے ساؤتھ افریقہ میں فرقہ پرستی پاکستان بھارت اور یورپ سے بھی زیادہ ہے۔ وہ لوگ بھارت اور پاکستان سے مولانا حضرات کو بلاتے رہتے ہیں وہ وہاں

مہینہ مہینہ قیام کرتے اور فرقہ پرستی کو فروغ دیتے ہیں اس بنا پر پیسے اکٹھے کرتے ہیں۔ ان حضرات نے اب پھر ساؤتھ افریقہ کو اپنی مارکیٹ بنا لیا ہے وہ وہاں صرف پیسہ اکٹھا کرنے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا۔ انہوں نے مل کر فضا کو اس قدر جنونی بنا دیا ہے کہ آپ اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔

قادری صاحب سے پوچھا گیا کہ آپ پر رضا خانی گروہ کے حملہ کی وجہ کیا تھی۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا :۔

انہوں نے مذہب کے نام پر اپنی روٹی شروع کر رکھی ہے لوگوں کو اندھیرے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ ان کو خوف تھا کہ اگر یہاں آگیا اور لوگوں نے ان کا خطاب سُن لیا تو وہ اس فرقہ پرستی سے نکل آئیں گے۔ ان کو نئی روشنی مل جائے گی۔ اس کے نتیجے میں ان کی دال روٹی بند ہو جائے گی۔ بات یہاں پر بھی ختم نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے بھارت سے بعض علماء کو بُلا کر میرے خلاف تقریریں کرائیں۔ بھارت سے کن لوگوں کو بُلایا گیا اسے بھی دیکھیے اور انہی کے الفاظ میں پڑھیئے اس فسادی گروپ نے مولانا اختر رضا خاں کو بریلی شریف بھارت سے بُلوا لیا۔ ابوظہبی ایئر پورٹ پر جب میں جوہنسا برگ جانے کے انتظار میں تھا تو میں نے مولانا اختر رضا خاں کو دیکھا اور پتہ چلا کہ ہم دونوں ایک ہی پرواز میں ساؤتھ افریقہ جانے والے ہیں ..... میں نے ان کو سلام کیا لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا۔ ان کے نزدیک ہم (دونوں میں اتحاد چاہنے والے) غیر مسلم ہیں لہٰذا وہ ہمارے سلام کا جواب بھی نہیں دیتے۔ ڈربن میں انہوں نے مجھے ایک خط لکھا۔ اس خط میں بھی مجھے سلام کے الفاظ نہیں لکھے۔

ڈربن میں طاہر القادری کو مناظرہ کی دعوت بھی دے دی گئی لیکن بھارت سے آئے

ہوئے مولانا اختر رضا خاں نے کہہ دیا کہ وہ مناظرہ نہیں کریں گے۔ بلکہ ان کی جگہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کریں گے۔ یہ بحث چلتی رہی۔ طاہر القادری صاحب نے یہ کہا کہ اگر مولانا اختر رضا خان سوال کرنا چاہیں تو خود کرلیں لیکن انہوں نے یہ جرأت نہ کی اور ان پر قاتلانہ حملہ کی تیاری شروع کرا دی۔ اخبار کے مطابق طاہر القادری صاحب نے اسلام اور جدید سائنس کے موضوع پر خطاب کرنا تھا جلسے میں مسجد کے محراب میں بریلوی علماء نے تیس چالیس کے قریب مسلح افراد بٹھا دیئے طاہر القادری صاحب کہتے ہیں کہ :۔

> میری دائیں جانب مولانا اختر رضا خاں صاحب تھے تھوڑی دیر میں لوگوں نے نعرے لگانا شروع کر دیئے تو ان کے لوگوں نے بھی اپنے الگ سے نعرے لگانے شروع کیئے۔ لیکن نعروں کا جواب دینے والے چند لوگ تھے۔ مجھے اس وقت احساس ہوا کہ ان لوگوں کی عوام میں تو کچھ بھی مقبولیت نہیں ۔۔۔۔۔ اب میں نے صرف رسمی کلمات ادا کیے تھے کہ ان لوگوں سے ایک صاحب نے ہاتھ سے اشارہ کیا پیچھے سے اختر رضا خاں نے ایک صاحب کے کان میں کچھ بات کی، پھر اُن کے بٹھائے ہوئے لوگ کھڑے ہو گئے۔۔۔۔ [1]

بریلی کے مولانا اختر رضا خاں کی زیر قیادت مولانا طاہر القادری پر کیے گئے حملہ نے برطانیہ کے بریلویوں پر کیا اثر چھوڑا ہے اسے بھی دیکھئے۔ اولڈہم کے بریلوی قاری خادم حسین نے کہا کہ :۔

> علامہ طاہر القادری پر حملہ قابل افسوس ہے۔ ان پر حملہ پُوری ملتِ اسلامیہ پر حملہ ہے۔ [2]

ہیلی فیکس کے مسلمانوں نے ایک اجلاس بُلایا اور اس قاتلانہ حملے کی مذمت کرتے ہوئے کہا۔

> مفاد پرست عناصر کفار کی سازش پر مسلمانوں میں انتشار اور باہمی تفریق پیدا کر رہے ہیں۔ [3]

---

[1] جنگ لندن ۱۸ اپریل ۹۳ء [2] روزنامہ جنگ لندن ۱۱ اپریل ۹۲ء [3] ایضاً ۱۸ اپریل ۹۳ء

جناب محمد افضل سیکرٹری جنرل الیسٹ لندن نے کہا کہ :-

ہمارا نبی ایک خدا ایک قرآن ایک مگر مسلمانوں کو مفاد پرست ایک نہیں ہونے دیتے انہوں نے کہا کہ طاہر القادری کا مشن مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا ہے۔[1]

سیکرٹری نشر و اشاعت نے کہا کہ :-

علامہ طاہر القادری مسلمانوں کو اپنے اپنے مسلک پر چلتے ہوئے اتحاد کا درس دیتے ہیں کسی کو کافر نہیں کہتے اور نہ ہی فتویٰ بازی کرتے ہیں۔ اس لیے مفاد پرست علماء کرام کو وہ اچھے نہیں لگتے۔[2]

محمد لطیف سیکرٹری فنانس نے کہا کہ :-

دین اسلام ہم کو بھائی چارے اور اخوت کی دعوت دیتا ہے مگر نام نہاد اسلام کے ٹھیکیداروں نے مسلمانوں کو مفاد پرست ایک نہیں ہونے دیتے۔[3]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پروفیسر طاہر القادری کو صرف اس جرم میں کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب کو کیوں چھوڑ دیا ہے ان لوگوں نے ہر لحاظ سے گردن زدنی سمجھ رکھا ہے۔ پاکستان میں اس جرم کی سزا رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ نے پروپیگنڈہ کے ذریعہ دی۔ بھارت میں بریلویوں نے فسادی گروپ تیار کیا ہے جس نے باقاعدہ ان پر حملہ کیا لیکن مسلمانوں نے مولانا احمد رضا خاں کے پوتے اختر رضا خاں کی اس اوچھی حرکت کو کہیں بھی اچھا نہیں سمجھا اور اس کے خلاف مؤثر آواز اٹھائی ہے۔ اگر منہاج القرآن کے احباب بریلویوں کے خلاف ہمیشہ اسی استقامت کا مظاہرہ کریں تو وہ دن دور نہیں جب ضرورتِ اتحاد پر بریلی کی قیامت خیز گرمی سرد پڑ جائے گی۔ اس نصب العین کے لیے طاہر القادری صاحب کی قربانی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائے گی۔

گر کبھی فرصت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے
قصۂ آدمؑ کو رنگیں کر گیا کس کا لہو

مولانا طاہر القادری صاحب نے آستانۂ بریلی کی مخالفت میں جو کردار ادا کیا ہے اور دونوں طبقوں میں تکفیر کی وہ دیوار جو مولانا احمد رضا خاں نے کھڑی کی تھی اسے علی الاعلان گرا دیا ہے ہم اس میں ان کے ساتھ ہیں اور ان کی اس جرأت پر داد دیتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ان کے دوسرے نظریات میں بھی اُن سے متفق ہیں مثلاً۔

- مولانا طاہر القادری کا دعویٰ ہے کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی واپسی ٹکٹ کے لیے کہا تھا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح مولویوں کو سفر کا خرچہ دیا جاتا ہے۔
- مولانا طاہر القادری کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہاج القرآن بنانے کا حکم دیا تھا۔
- مولانا طاہر القادری کا یہ دعویٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اہل پاکستان سے ناراض ہو گئے ہیں اس لیے اب آپ مدینہ جانا چاہتے ہیں۔
- مولانا طاہر القادری کا یہ دعویٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ اگر تم میرے میزبان بنو گے تو میں سات دن پاکستان میں رہوں گا۔ گویا پہلے میں یہاں حاضر ناظر نہیں ہوں
- مولانا طاہر القادری کا یہ دعویٰ کہ ان کے والد صاحب سے قبر میں سوال و جواب کی نوبت نہیں آئی اور وہ آج تک انتظار کر رہے ہیں کہ نکیرین آ کر سوال کریں۔
- مولانا طاہر القادری شیعہ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور علامہ خمینی کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔

مولانا طاہر القادری کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا :۔

طاہر میں اہل پاکستان کی دعوت پہ پاکستان آیا تھا مگر مجھے بُلا کر۔ دعوت دے کر انہوں نے میری میزبانی نہیں کی اور اب اہل پاکستان سے ناراض ہو کر واپس مدینہ جا رہا ہوں ناراض ہو کر۔ دُکھی ہو کر۔ آپ فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھے بڑا دُکھ دیا ہے دعوت پر بُلایا۔ میزبانی نہیں کی۔ بڑی تفصیلات بیان کیں۔ کوئی اہتمام نہیں کیا۔ میزبانی نہیں کی۔ بڑا دُکھ پہنچایا۔ میں نے دُکھی ہو کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ پاکستان چھوڑ کر واپس جا رہا ہوں اس لیے میں لوگوں سے نہیں ملا۔

میں یہ بات سُن کر حضورؐ کے قدموں میں گر جاتا ہوں..... آپ فرماتے ہیں، تمہیں معلوم نہیں طاہر، انہوں نے مجھے بہت دُکھ دیا ہے۔ بار بار ایسا فرماتے ہیں مجھے ــــ انہوں نے مجھے دعوت دی تھی میں اُن کی دعوت پر آیا تھا کہ میری عزت نہیں کی۔ فرماتے ہیں بُلا کر عزت نہیں کی اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ پاکستان چھوڑ کر واپس چلا جاؤں گا۔ میں روتا جاتا ہوں کہ پاکستان چھوڑ کر نہ جائیں مجھے حکم فرما دیں کہ کیا کوئی صورت ہو سکتی ہے حضور یہاں سے جانے کی بار بار فرماتے ہیں کہ نہیں میں واپس جانے کا فیصلہ کر چکا ہوں..... طاہر اگر مزید پاکستان میں مجھے ٹھہرانا چاہتے ہو تو اس کی ایک شرط ہے کہ وہ شرط پوری کرنے کا وعدہ کرو میں وعدہ کرتا ہوں حضور فرمائیں تو سہی وہ شرط کیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ طاہر اگر چاہتے ہو کہ میں پاکستان میں رُک جاؤں تو شرط صرف یہ ہے کہ میرے میزبان تم بن جاؤ۔ میرے میزبان تم بن جاؤ..... میں نے وعدہ کر لیا۔ حضور فرماتے ہیں تم نے وعدہ کیا ہے تو میں بھی وعدہ کرتا ہوں کہ رک جاتا ہوں اور فرمایا کہ مزید سات دن اپنا قیام پاکستان میں تمہارے کہنے سے کر لیتا ہوں۔ سات دن مزید رہوں گا یہاں پہ..... پھر مجھ سے فرماتے ہیں کہ ایک بات کا اور وعدہ کرو مجھ سے کہ میرے ٹھہرنے کا انتظام بھی تم نے کرنا ہو گا۔ میرے کھانے پینے کا انتظام بھی تمہارے سپرد ہو گا۔ پاکستان میں جہاں کہیں آؤں گا جاؤں گا وہ ٹکٹ وہ انتظام اور جب مدینہ واپس جانا ہو گا تو مدینہ کا ٹکٹ بھی تم لے کر دو گے سارا انتظام تمہارے سپرد ہو گا..... مجھے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم منہاج القرآن بناؤ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے ادارے میں آؤں گا۔[1]

---

[1] روزنامہ آواز لندن ۵ر جولائی ۹۳ء

مسئلہ اکثریت

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ ءاللہ خیرٌ اما یشرکون۔

اما بعد :۔

بریلوی حضرات نے ملک میں مسئلہ اکثریت بہت عجیب انداز سے چلا رکھا ہے۔ اپنے آپ کو بڑے فخر سے سوادِ اعظم کہتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ ان کے اس دعوے اکثریت میں فیصلہ کن عدد وہ جہلاء ہوتے ہیں جو نہ دین کو جانتے ہیں اور نہ اس پر کسی پیرایہ میں وہ عمل فرما ہوتے ہیں۔ ایک بھیڑ کی بھیڑ ہے آپ جو نام چاہیں انہیں دے دیں۔ انہیں اس سے انکار نہیں ہوتا۔ یہ بریلوی علماء ہیں جو انہیں ہمیشہ اپنے کھاتے میں ڈالتے ہیں اور خود ان کے پلڑے میں تُلتے ہیں۔

یورپ نے اسی عددی اکثریت پر اپنے معاشرے کی بنا رکھی ہے۔ یورپین معاشرہ اس کے باعث بُری طرح رو بزوال ہے۔ مذہب علم کے سائے میں پروان چڑھتا ہے جہالت کے اندھیروں میں نہیں۔ بریلوی علماء بھی عجیب شئے ہیں جو ایک طرف مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب کی پیروی کرتے ہیں اور دوسری طرف عددی اکثریت ان مجاوروں اور ملنگوں سے حاصل کرتے ہیں جنہیں خود مولانا احمد رضا خاں نے بھی اپنے مذہب میں جگہ نہ دی تھی۔

جمہوریت کے ساز پر تھرکنا یورپین اقوام کا کام تھا جو عوام کو طاقت اور قانون کا سرچشمہ مانتے ہیں اور اس کا شرک ہونا کسی مذہب والے سے پوشیدہ نہیں مذہب والے وہ کسی مذہب سے متعلق کیوں نہ ہو طاقت کا سرچشمہ خدا کو سمجھتے ہیں اور یہ اسی کا حق ہے کہ اپنے بندوں کے لیے کسی ضابطہ عمل کا حکم کرے۔ بندوں کا کام

اس کی بندگی اور تعمیل ہے۔ زندگی بے بندگی شرمندگی کے سوا کچھ نہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں انگریزوں کی آمد سے جمہوریت کا تعارف ہوا۔ اس جمہوریت میں ہر شخص برابر کی رائے کا مالک ہوا۔ اس میں نہ علم کی کوئی تمیز رہی نہ عمل کی۔ نہ کوئی ضابطۂ اخلاق اس کے لیے ضروری ٹھہرا۔ مذہبی طبقوں میں سے اگر کسی نے اس عددی اکثریت کو شرف بخشا تو وہ صرف بریلوی ہیں۔

تاریخ میں کچھ پیچھے ہٹیئے اور دیکھئے اس دعوے اکثریت کی بنا کس سے ہوئی۔ علم کی عظمت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور جہالت کے اندھیروں کا ابلیس وارث ٹھہرا۔ خلق کی خلقت اندھیرے میں ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے پھر اس پر نورِ ہدایت ڈالا تھا اور یہ بات شیطان سے اوجھل نہ تھی۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے زمین کا چکر لگا چکا تھا اور جنات میں رہ چکا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ان اللّٰہ خلق خلقہ فی ظلمۃ فالقی علیھم من نورہ فمن اصابہ من ذٰلک النور اھتدے ومن اخطاءہ ضل۔[1]

ترجمہ۔ بے شک اللہ نے مخلوق کو اندھیرے میں خلقت بخشی پھر ان پر اپنا نور ڈالا جسے اس نور سے حصہ مل گیا راہ پا گیا اور جو اس سے چوک گیا راہ سے بھٹکا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو علم اسماء دے کر فرشتوں پر ان کی برتری ظاہر فرما دی تھی۔ اس میں اشارہ دے دیا گیا تھا کہ اب آئندہ کائنات میں ہدایت اور روشنی کا نشان اسی آدم کے نقش پا ہوں گے اور بنی نوع انسان کے لیے الٰہی ہدایت انہی پر اترے گی۔ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو یہ سرفرازی دی تو ابلیس مقابلے میں آگیا۔ شعلہ تو تھا ہی اور

---

[1] رواہ احمد والترمذی

مشتعل ہو گیا ___ اسے معلوم تو ہو گیا تھا کہ حق کی شمع اب اس سے بجھنے کی نہیں تاہم یہ تسلی اس کے دل کا قرار بنی کہ خلق کی خلقت اندھیرے میں ہے۔ اس کی اکثریت میرے ساتھ رہے گی اور نور جن کے دلوں میں اترا وہ کم ہوں گے۔ تاریخ اور مشاہدہ شاہد ہے کہ اس نے جو سوچا تھا عمل میں وہی کچھ سامنے آیا۔ بریلویوں کی ایک بھیڑ کی بھیڑ ہمارے سامنے کھڑی ہے۔

شیطان نے اللہ رب العزت کے حضور کہدیا تھا :-

قال فبما اغویتنی لاقعدن لھم صراطک المستقیم ۰ ثم لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شاکرین ۰ (پ ۸ الاعراف ع ۲)

ترجمہ۔ بولا قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور پیچھے اور داہنے اور بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔ (مولانا احمد رضا خاں)

اور یہ بھی کہا :-

ارءیتک ھٰذا الذی کرمت علی لئن اخرتن الی یوم القیمۃ لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا ۰ (پ ۱۵ الاسراء ع ۷)

ترجمہ۔ بولا دیکھ تو جو یہ تو نے مجھ سے معزز رکھا۔ اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو ضرور میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا مگر تھوڑوں کو۔

اللہ رب العزت کا جواب

اکثر آدمی ناشکرے ہوں گے تو ہمارا کیا بگاڑیں گے۔ انجام کار انہی تھوڑے سے وفاداروں کے لیے کامیابی اور فلاح ہوگی اور اکثریت کے دعوے داروں کو میں دوزخ

میں دھکیل دوں گا ــــــ اس طرح واضح کر دیا جائے گا کہ شیطان کے گروہ کی کثرت بھی خلیفۃ اللہ کے قلیل التعداد لشکر کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکی۔

اس میں اللہ رب العزت نے شیطان کے اس دعوے کو کہ اکثریت میرے ساتھ ہو گی رد نہیں کیا۔ اسے معلوم تھا کہ ابلیس کا یہ گمان واقعہ کے مطابق اُترے گا ــــــ ہاں یہ فرما دیا کہ جو تیرے ساتھ چلیں گے تعداد میں کتنے کیوں نہ ہوں جہنم ان کے لیے تنگ نہ ہو گی برابر پکارے گی کچھ اور بھی ہیں تو آجائیں۔ اللہ رب العزت نے ابلیس سے کہا۔

قال اذهب فمن تبعك منهم فان جهنم جزاءكم جزاء موفورا

...... ان عبادی لیس لك علیهم سلطان۔ (پ۱۵ الاسراء ع ۷)

ترجمہ۔ فرمایا دفعہو۔ تو ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بے شک تم سب کا بدلہ جہنم ہے اور بھرپور سزا..... بے شک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہ ہو گا۔

اس میں شک نہیں کہ اکثریت شیطان کے ساتھ رہی اور شیطان کا گمان پورا ہوا تقدیر خداوندی یونہی تھی کہ اکثریت والے فلاح نہ پائیں گے۔

ولقد صدق علیهم ابلیس ظنه فاتبعوه الا فریقا من المؤمنین ○

(پ۲۲ السباء ع ۲)

ترجمہ۔ اور بے شک ابلیس نے انہیں اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ اس کے پیچھے ہو لیے مگر ایک گروہ کہ مسلمان تھا

حضورؐ کی تشریف آوری کے وقت کی حالت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت بھی حالت یہی تھی کہ بنی نوع انسان کی اکثریت حق سے دُور تھی۔

لقد جئنٰکم بالحق ولٰکن اکثرکم للحق کارھون ۝ (پ۲۵ الزخرف ع ۷)

ترجمہ۔ بے شک ہم تمہارے پاس حق لائے لیکن تم میں سے اکثر کو حق ناگوار ہے ایک دوسرے مقام پر فرمایا :۔

ولٰکن اکثر النّاس لا یعلمون ۝ ومایستوی الاعمٰی والبصیر والّذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ولا المسیء۔ (پ۲۴ المؤمن ع ۶)

ترجمہ۔ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور اندھا اور انکھیارا برابر نہیں اور نہ ایمان و عمل والے اور بدکار برابر ہیں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرما کر کہا :۔

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون۔ (پ۸ الانعام ع ۱۴)

ترجمہ۔ اور اے سننے والے زمین میں اکثریت میں وہ ہیں کہ تو ان کے کہنے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں۔ وہ صرف گمان کے پیچھے ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں :۔

مشاہدہ اور تاریخ بتلاتے ہیں کہ دنیا میں فہیم محقق اور با اصول آدمی تھوڑے رہے ہیں اور اکثریت انہی لوگوں کی ہوتی ہے جو محض خیالی، بے اصول اور اٹکل پچو باتوں کی پیروی کرنے والے ہوں۔ اگر تم اسی اکثریت کا فیصلہ ماننے لگو اور بے اصول باتوں پر چلنا شروع کردو تو خدا کی بتلائی ہوئی سیدھی راہ سے یقیناً بہک جاؤ گے۔[1]

خلافتِ راشدہ کی بنیاد ہی شوریٰ پر قائم تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ مشورہ کی ضرورت ان کاموں

---

[1] تفسیر عثمانی ص ۱۸۷

میں ہے جو مہتم بالشان ہوں اور جو قرآن و سنت میں منصوص نہ ہوں۔ جو چیز منصوص ہو اس میں رائے و مشورہ کے کوئی معنی نہیں اور ہر چھوٹے بڑے کام میں اگر مشورہ ہوا کرے تو کوئی کام نہ ہو سکے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ ایسے شخص سے لیا جائے جو عاقل و عابد ہو۔ ورنہ اس کی بے وقوفی یا بددیانتی سے کام خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے۔[1]

اسلام میں یہ کہیں نہیں کہ جن مسائل میں کوئی نص موجود نہ ہو نہ قرآن کی نہ سنت کی۔ ان میں عددی اکثریت سے فیصلہ کرلیا کرو۔ یہاں علمی اکثریت مطلوب ہے عددی اکثریت نہیں۔

صحابہؓ باوجودیکہ سب کے سب تزکیۂ دل کی دولت پائے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی فیصلہ ان کی عددی اکثریت سے نہیں کیا تھا۔ یہاں علم چاہیئے۔ اور ظاہر ہے کہ فقہائے صحابہؓ سب نہ تھے خال خال تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہی سے رائے لیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا یہاں علمی کثرت مطلوب ہے عددی اکثریت نہیں۔

حضرت علی مرتضیٰؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا:۔

تشاور الفقهاء العابدين (رواه الطبرانی)۔[2]

ترجمہ۔ فقہ رکھنے والے نیک لوگوں سے مشورہ کر کے اسے طے کرو۔

سوال اس مسئلے کے متعلق تھا جس میں کہ واضح حکم منقول نہ ہو۔ اس میں آپ نے اہل علم کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا۔ یہ نہ کہا کہ جب منع نہیں کیا تو جو چاہو کرو نہ یہ کہا کہ عوام کی بھیڑ سے فیصلہ لے لو۔

شیطان کا عددی اکثریت کا دعویٰ

قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ شیطان شروع ہی سے عددی اکثریت کا نعرہ لگا رہا ہے اس کا جواب اہل حق آدم علیہ السلام کے امتیاز علمی سے دیتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے علم اسماء سے

---

[1] ایضاً ص ۳۲ (شوریٰ) [2] مواہب العواید نواب حسن خاں ص ۱۲۳

آدم کو فرشتوں پر فضیلت بخشی فرشتوں نے حضرت آدم کے امتیاز علمی کو تسلیم کر لیا اور سجدہ ریز ہو گئے علم کی حمایت اور رسالت کے سائے میں تھوڑے بھی ہوں تو وہ صادق اور راست باز ہیں اور اہل باطل عددی اکثریت میں بھی ہوں تو وہ پچھاڑنے کے لائق ہیں۔ تاہم یہ بات صحیح ہے کہ شیطان کا کاروبار علمی اکثریت سے نہیں عددی اکثریت سے چلتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے صحیح کہا تھا کہ دو سو گدھے مل کر بھی ایک انسان کی فکر پیدا نہیں کر سکتے۔ عددی اکثریت پر مدار رکھنا جمہوریت ہے اور علمی اکثریت سے چلنا تراشِ نبوت اور مذہب کی جان ہے ؎

گریز از طرزِ جمہوری غلام پختہ کارے شو کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانی نمے آید

عددی اکثریت پر انسانی فیصلوں کا مدار

اقوام مغرب اپنی تمام مہمات میں عددی اکثریت پر فیصلہ کرتی ہیں یہ لوگ ہر باب زندگی میں اپنے عوام کو طاقت کا سرچشمہ مانتے ہیں۔ اہلِ مذہب نے کبھی اس اصول سے سمجھوتہ نہیں کیا۔ افلاطون نے الجمہوریہ لکھ کر اس فکر کو مہمیز دی تھی کہ انسانی سماج عددی اکثریت کے فیصلوں سے چلے اس میں اس کی فکر اس عقیدے پر مبنی تھی کہ انسان اپنی زندگی کا خود معمار ہے اور اپنے لیے جو فیصلہ کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں کوئی اور بالا طاقت نہیں۔ یہ اعلان اور زندگی کا پروگرام مذہب سے کھلا تصادم ہے۔ مذہب میں خدا کو طاقت کا سرچشمہ ماننا پڑتا ہے اور جمہوریت میں اس کا تصور تک نہیں۔

عیسائیوں نے مذہب کو مان کر جمہوریت اختیار کی۔ اب ان کے لیے خدا کے مقابل آنا ضروری ہو گیا۔ وہ خدا اور انسان کے اختیارات میں تقسیم کی راہ پر چلے اور بائبل میں اس اصول کو جگہ دی جو خدا کا ہے وہ خدا کو دے دو اور جو بادشاہ کا ہے وہ بادشاہ کو دے دو۔ کیا یہ کھلا شرک نہیں؟ کچھ تو سوچو۔

اس میں بندوں اور خدا کے درمیان اختیار بٹ رہا ہے اور جمہوریت اتوار کی عبادت کے سوا جملہ دنیوی امور میں طاقت کا سرچشمہ بن جاتی ہے۔ اس صورت میں پھر مذہب کا کیا حال ہو گا؟ وہی جو آج ہم دیارِ مغرب میں دیکھ رہے ہیں۔

قرآن کریم نے سچا کہا ہے:۔

قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث۔ (پ۷ المائدہ آیت ۱۰۰)

ترجمہ۔ آپ کہہ دیں کہ خبیث اور طیب برابر نہیں۔ اگرچہ تمہیں خبیثوں کی اکثریت اچھی کیوں نہ لگے۔

اس سے پتہ چلا کہ خبیثوں کی کثرت سے شریعت کے فیصلے کرنا اچھے لوگوں کا کام نہیں۔ اکثریت کو خوش کرنے کے لیے بدعات کے حق میں فتویٰ دینا انہی لوگوں کا کام ہے جو پاک نہ ہوں۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:۔

وان کثیرًا من الناس عن اٰیاتنا لغافلون۔ (پ۱۱ یونس آیت ۹۲)

ترجمہ۔ اور بے شک بہت سے لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنے ترجمہ قرآن میں کثیرًا کے الفاظ نکال دیئے ہیں[1] تاکہ بریلوی اپنے دعویٰ اکثریت میں جاہلوں میں شمار نہ ہوں۔

دنیا میں اکثریت کبھی اہل علم کی نہیں رہی۔ خدا کا ایک پیغمبر ساری بھیڑ کو بھٹکا اور غافل قرار دے تو اسے اس کا حق پہنچتا ہے۔ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اسے کہے ہم اکثریت میں ہیں تم کون ہو ہمیں گمراہ کہنے والے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے:۔

ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ط ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلًا۔ (پ ۱۹۔ الفرقان آیت ۴۴)

ترجمہ۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اکثریت سننے والوں اور سمجھنے والوں کی ہے؟ نہیں مگر یہ کہ وہ چوپایوں کی طرح ہیں یا ان سے بھی گئے گزرے۔

قرآن کریم شریعت کے فیصلے علم کے سپرد کرتا ہے عوام کے سپرد نہیں یہاں عددی اکثریت نہیں علمی فضیلت ہے۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ (پ ۲۳۔ الزمر آیت ۹)

---

[1] دیکھیے کنز الایمان ص ۳۴۸

ترجمہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔

عددی اکثریت علم تو ایک طرف رہا زیادہ تر ایمان کی دولت سے بھی محروم چلی آتی ہے۔

انه الحق من ربك ولكن اكثر الناس لا يؤمنون۔ (پ ۱۲، ہود آیت ۱۷)

ترجمہ۔ بے شک یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن اکثر لوگ نہیں مانتے۔

پھر قرآن کریم نے یہ بھی کہا ہے :-

اكثرهم لا يعقلون (پ۷ المائدہ آیت ۱۰۳) ولكن اكثر الناس لا يعلمون (پ۸ الانعام آیت ۱۱۱)

ترجمہ۔ اکثریت بے عقلوں کی ہے اور بے علم لوگوں کی ہے اکثر یہی ہیں۔

قرآن کریم کی ان واضح شہادتوں کے بعد کون بے عقل اور بے علم ہوگا جو اختلافی مسائل کو عوام کی اکثریت سے حل کرنے کی غلطی کرنے اور کسی ایسے فیصلے یا استخراج میں علم کی ضرورت نہ سمجھے۔

حق یہ ہے کہ دینی فیصلے کبھی اکثریت پر نہیں ہوتے۔ اکثریت ایک بھیڑ کی بھیڑ ہے جو نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ یہاں مانچسٹر میں اس سال ۱۹۹۱ء میں ایک بریلوی مولوی صاحب نے اتوار کو عید منانے کا اس لیے فیصلہ کیا کہ اکثریت اتوار کے حق میں تھی۔ پڑھے لکھے لوگوں نے ہفتہ کے دن عید کی ہے۔ بریلوی مولوی صاحب نے بیان دیا۔

اکثریتی فیصلہ کی رُو سے عید اتوار کو منائی جائے گی۔[1]

اکثریت سے فیصلے دنیوی اُمور کے کیے جائیں یہ بھی درست نہیں مگر افسوس ہے کہ بریلویوں نے دینی امور کے فیصلے بھی اکثریت کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ یورپ میں اکثریت کا نعرہ اس تیزی سے لگا ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے بریلوی مولوی بھی اسکی گرج میں گم گئے ہیں۔ قرآن کریم نے بجا ارشاد فرمایا :-

وقليل من عبادى الشكور (پ۲۲ السبا آیت ۱۳) اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔

ومايؤمن اكثرهم بالله الا وهم مشركون۔ (پ۱۳ یوسف آیت ۱۰۶)

ترجمہ اور ان میں اکثر ایسے ہیں کہ وہ اللہ کو مانتے ہوئے بھی مشرک ہیں۔

---

[1] روزنامہ جنگ لندن ۱۸ جون ۱۹۹۱ء

عیسائیوں کے بعد بریلوی عددی اکثریت کے اصول پر

عیسائیوں کے بعد بریلوی عددی اکثریت کے سائے میں چلے اور انہوں نے عام جہلا کو ساتھ ملا کر ملنگوں اور مجاوروں کی حمایت سے اپنے آپ کو سواد اعظم سمجھ لیا اور اس بات کو وہ یکسر بھول گئے کہ قرآن کریم کی رُو سے عددی اکثریت کا نعرہ شیطان نے لگایا تھا۔ اب کیا یہ ممکن ہے کہ اسلام کے نام پہ انسانوں کی کوئی بھیڑ عددی اکثریت کے سائے میں آگے بڑھے؟ ہرگز نہیں۔ بریلوی علماء یہاں اجماع امت کا سہارا لیتے ہیں اور کہتے ہیں اسلام میں عام مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ امت کے مختلف فیہ امور میں قوتِ حاکمہ ہوں قرآن کریم میں عددی اکثریت اور رواج عام کے مقابل علمی قوت اور ہدایت پر زور دیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے اس وقت کے مسلمانوں میں کبھی عددی اکثریت سے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ جب بھی کبھی کوئی ایسی بات پیش آتی جس میں فیصلے کی ضرورت ہوتی آپ فقہائے صحابہؓ سے مشورہ کرتے اور وہی آپ کی شوریٰ کے اہل حل وعقد سمجھے جاتے تھے۔ آپ نے ہر فرد کو برابر کا حق دینے کی بجائے صرف اہلِ حل وعقد کو اس کا حقدار سمجھا کہ ان سے کسی انتظامی مسئلے میں کوئی رائے لی جا سکے۔

عہدِ نبوت میں عددی اکثریت کی بجائے علم وتفقہ کے فیصلے

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جن مسائل زندگی میں مشورہ کی ضرورت ہوتی آپ مسلمانوں کی عددی اکثریت سے تمسک کرنے کی بجائے فقہائے صحابہؓ سے مشورہ کرتے اور یہی اس وقت کا شورائی نظام تھا۔ قرآن کریم نے اس کی خبر دی:۔

وامرھم شوریٰ بینھم۔ (پ۲۵ الشوریٰ ع ۴)

ترجمہ۔ اور ان کا کام چلتا ہے آپس کے مشورے سے۔

اموالِ ہوازن کی تقسیم میں ایک صورت پیش آئی ؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے کئی افراد کو سو سو اونٹ تک دیئے تھے۔ اس پر انصار نوجوان کچھ پریشان ہوئے وہ کہنے لگے :-

یغفر اللہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطی قریشًا و یدعنا و سیوفنا تقطر من دمائھم۔

ترجمہ۔ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درگزر فرمائے۔ قریش کو تو دیئے جا رہے ہیں اور ہمیں نظر انداز کر رہے ہیں اور ابھی تو ہماری تلواروں سے قریش (مکہ) کا خون ٹپک رہا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں حضورؐ کو یہ بات بتلائی گئی تو آپؐ نے انصار کا ایک اجلاس بلایا اور اس میں کسی اور کو شامل نہ کیا۔ آپؐ نے ان سے کہا مجھے تمہاری یہ بات پہنچی ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں :-

قال له فقهاءهم اما ذو و ارأينا يا رسول الله فلم يقولوا شيئاً واناس منا حديثة اسنانهم فقالوا يغفر الله لرسول الله صلى الله عليه وسلم يعطي قريشًا و يترك الانصار و سيوفنا تقطر من دمائهم[1]

ترجمہ۔ حضورؐ سے فقہاء صحابہؓ نے کہا ہم میں سے جو اہل الرائے لوگ ہیں انہوں نے کوئی بات نہیں کی لیکن ہم میں جو نئے نئے لوگ ہیں انہوں نے کہا ہے اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درگزر فرمائے قریش کو تو دیئے جا رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں اور ابھی ہماری تلواروں سے قریش مکہ کا خون بہہ رہا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بات کہنے والے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات

---

[1] صحیح البخاری جلد ۲ ص ۶۴۵

پہنچانے والے اہل حدیث تو تھے اہل الرائے نہ تھے۔ معاملے کی ان کو سمجھ نہ تھی اور یہ بھی پتہ چلا کہ فقہاء اس وقت بھی صحابہؓ میں موجود تھے اور فقہاء کا مقام صرف حدیث بیان کرنے والوں سے بدرجہا فائق سمجھا جاتا تھا اور جب ان دونوں میں اختلاف ہو تو فیصلہ کن بات فقہائے کرام پر آٹھہرتی تھی ـــــ جو لوگ کہتے ہیں کہ فقہ کی حدیث کے بعد کیا ضرورت ہے وہ یہاں دیکھیں کہ فقہ کی ضرورت حدیث کے بعد ہے یا حدیث کے ساتھ ہی اس کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا:۔

انی اعطی رجالاً حدیث عهدهم بکفر اما ترضون ان یذهب الناس باموالهم و ترجعوا الیٰ رحالکم برسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فواللہ ما تنقلبون به خیر مما ینقلبون به[1]

ترجمہ: میں ان کو دے رہا ہوں جن کا کفر کا زمانہ قریب کا ہے (یعنی جو ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں)، کیا تم اس سے راضی نہیں کہ اور لوگ تو اپنے اپنے اموال لے کر واپس جا رہے ہوں اور تم خدا کے رسول کو لے کر واپس لوٹ رہے ہو۔ بخدا تم جو کچھ لے کر جاؤ گے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو وہ لے جا رہے ہیں۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ صحابہ کرامؓ باوجودیکہ سب نبوت کا فیض پائے ہوئے تھے رائے زنی میں سب برابر نہ تھے۔ اہل الرائے صحابہؓ میں کوئی کوئی تھا۔ اسلامی شوریٰ اہلِ حل وعقد کی آراء پر قائم ہوتی تھی اور اس میں آخری فیصلہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا تھا۔ جب صحابہ کرامؓ جیسی شخصیات کریمہ میں افلاطون کی جمہوریت رائج نہ تھی تو آج کے معاشرے میں بریلویوں کی کثرتِ عددی کس طرح کوئی قانونی شکل پا سکتی ہے اسلام میں انسانوں کا وزن ہوتا ہے ان کی گنتی نہیں ہوتی اور عددی اکثریت اس کے

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۴۴۵

بالکل برعکس ایک دوسری چال ہے ؎

جمہوریت وہ طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گِنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

عہد راشدینؓ میں عددی اکثریت کا عدم اعتبار

حضرت امام بخاریؒ نقل کرتے ہیں :-

وکانت الائمۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستشیرون الامناء من اھل العلم فی الامور المباحۃ لیاخذوا باسھلھا فاذا وضح الکتاب او السنۃ لم یتعدوہ الی غیرہ۔[1]

ترجمہ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (خلفائے راشدینؓ) اہل علم میں سے جو امانت دار قسم کے لوگ تھے ان سے امور مباحہ میں مشورہ لیتے تھے۔ تاکہ اس میں سے جو آسان راہ عمل ہے اسے اختیار کریں اور جب کتاب وسنّت کی مراد کھل جاتی تو پھر وہ کسی طرف رُخ نہ کرتے تھے۔

اس سے واضح ہے کہ حضرات راشدینؓ نے امور مباحہ میں صرف اہل علم سے رائے لی اور عددی اکثریت کا کہیں اعتبار نہیں کیا۔ اسلام میں علمی اکثریت بے شک لائق لحاظ ہے لیکن عددی اکثریت کا کوئی اعتبار کبھی نہیں رہا۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حج کے موقعہ پر کوئی اہم بات کہنا چاہی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا :-

یا امیر المومنین لا تفعل فان الموسم یجمع رعاع الناس وغوغائھم ...... فامھل حتی تقدم المدینۃ فانھا دار الھجرۃ والسنۃ

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۹۵، صفحہ ۱۰۹۶

نتخلص باهل الفقه واشراف الناس فتقول ما قلت متمكنا فیعی اهل العلم مقالتك فیضعو ها مواضعها۔[1]

ترجمہ۔ اے امیرالمؤمنین! آپ ایسا نہ کریں۔ موسم حج میں ہر طرح کے لوگ ساتھ ہیں ان پڑھ اور نچلے طبقے کے ..... سو آپ ذرا تاخیر فرمائیں یہاں تک کہ آپ مدینہ پہنچ لیں وہ دارالہجرۃ بھی ہے اور دارالسنۃ بھی ـــــ وہاں آپ اہلِ فقہ اور دوسرے ممتاز لوگوں کو اعتماد میں لیں۔ ان کے سامنے آپ جو کچھ کہیں گے علم والے لوگ آپ کی بات یاد رکھ لیں گے اور اسے وہاں کہہ دیں گے جو اُن کا موقع ہو۔

اس سے پتہ چلا کہ صحابہ کرامؓ اپنے ہاں عددی اکثریت کے قائل نہ تھے۔ فقہائے صحابہؓ اور ممتاز لوگوں کا اعتبار کرتے تھے اور یہ اہل فقہ تھے جو ہر بات کو اپنے محل میں رکھنا جانتے تھے اور قوم میں انہی کی راہنمائی جاری تھی۔ ہاں ان میں عمر کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ بوڑھے ہوں یا جوان ہوں۔

حضرت امام بخاریؒ کہتے ہیں:۔

وکان القراء اصحاب مجالس عمر و مشاورته کهولًا کانوا او شبانًا۔[2]

ترجمہ۔ علماء صحابہؓ حضرت عمرؓ کی مجالس شورے میں شامل تھے وہ بزرگ ہوں یا جوان (سب سے زیادہ ان لوگوں کو موقع ملتا تھا جو اہلِ علم ہوتے تھے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں علم کا وزن ہے عددی اکثریت کا نہیں۔ افسوس کہ بریلویوں کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

سنتِ نبوی کے بعد صالحین امت کا اعتبار

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ صہ ۱۰۰۹ [2] ایضاً صہ ۲۲۹ و صہ ۱۰۹۶

علامہ شعبیؒ قاضی شریحؒ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے آپ کو لکھا۔

اقض بما فی کتاب اللہ فان لم یکن فی کتاب اللہ فبسنۃ رسول اللہ فان لم یکن فی کتاب اللہ ولا فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقض بما قضی بہ الصالحون۔[1]

ترجمہ۔ آپ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں۔ بات کتاب اللہ میں نہ ہو تو حضورؐ کی سنت کے مطابق فیصلہ کریں۔ بات کتاب و سنت دونوں میں نہ ملے تو وہ فیصلہ لیں جو صالحین امت پہلے لے چکے ہوں۔

حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بھی یہی عمل تھا۔ آپ کبھی عددی اکثریت کو نہ دیکھتے تھے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نقل کرتے ہیں۔

فابن عباسؓ کان یفتی بما فی کتاب اللہ فان لم یجد فی کتاب اللہ فبما فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان لم یجد فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبما افتی بہ ابوبکر وعمر و ھذا ثابت من حدیث ابن عیینہ عن عبد اللہ بن ابی یزید عن ابن عباس۔[2]

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کتاب اللہ سے فتوے دیتے تھے۔ اگر آپ کو وہ بات کتاب اللہ میں نہ ملے تو حضورؐ کی سنت سے فیصلہ لیتے تھے۔ اگر کتاب و سنت دونوں میں نہ ہو تو آپ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلوں کو لیتے تھے اور ان کے مطابق فتوے دیتے تھے۔

سلف کی پیروی صرف حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ تک محدود نہیں جو بھی صالحین امت ہیں وہ اپنے علم و تفقہ کی بناء پر لائق تقلید ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۳۲ھ) فرماتے ہیں:۔

---

[1] سنن نسائی جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ [2] منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۲۱۳

فمن عرض له منکم قضاء بعد الیوم فلیقض بما فی کتاب اللہ فان جاءہ امر لیس فی کتاب اللہ فلیقض بما قضیٰ بہ نبیّہ صلی اللہ علیہ وسلم فان جاءہ امر لیس فی کتاب اللہ ولا قضیٰ بہ نبیّہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیقض بما قضیٰ بہ الصالحون فان جاءہ امر لیس فی کتاب اللہ ولا قضیٰ بہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا قضیٰ بہ الصالحون فلیجتہد رایہ۔

ترجمہ۔ آپ کے بعد تم میں سے کسی کو کوئی فیصلہ کرنا ہو تو اسے کتاب اللہ سے فیصلہ لینا چاہیئے۔ اگر اس کے سامنے کوئی ایسا موضوع آئے کہ کتاب اللہ میں اس کا فیصلہ موجود نہ ہو تو اسے چاہیئے کہ نبی کریمؐ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ دے کوئی ایسا موضوع آئے جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ نبی کریمؐ نے اس کا فیصلہ کیا ہو تو چاہیئے کہ وہ فیصلہ لے جو صالحینِ امت پہلے کر چکے ہوں اور اگر وہ معاملہ اسے ان تینوں سے نہ ملے تو پھر اسے اپنا اجتہاد کرنا چاہیئے (اگر وہ اجتہاد کا اہل ہو ورنہ کسی دوسرے مجتہد کی پیروی کرے)۔

صالحین سے مراد خلفائے راشدینؓ ہیں۔ اہل حل وعقد یہی لوگ تھے عوام نہیں۔ ان سے بھی کوئی چیز نہ ملے تو پھر مجتہد کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔ جو مجتہد نہیں وہ اس ضرورت میں کسی مجتہد کی پیروی کرے ـــــ اسلام میں اگر عددی اکثریت کا اعتبار ہوتا تو مسلمان غیر منصوص مسائل میں آزاد ہوتے۔ کتاب وسنّت سے استخراج یا مجتہدین کرام کی تقلید ان کے ذمہ نہ ہوتی۔ اس کی انہیں ضرورت نہ تھی۔

اگر کسی درجے میں کسی کا اعتبار ہو سکتا ہے تو اہل علم کی کثرت کا ہو سکتا ہے نہ کہ عددی

---

[1] سنن نسائی جلد ۲ صت ۲۶۰

اکثریت کا ـــــ یہ دین اپنے کسی پہلو میں قلت وکثرت کا محتاج نہیں ہے ـــــ بریلوی علماء کو چاہیئے کہ اپنی کسی رسم کو جاری کرنے یا نہ کرنے میں عددی اکثریت کا سہارا نہ لیں۔ یہ وہ خام سوچ ہے جس کی اسلام میں کوئی راہ نہیں ہے۔

مسائل وآراء تو ایک طرف رہے میدانِ جنگ جس میں عملی قوت درکار ہوتی ہے اسلام میں اس کا مدار بھی قلت وکثرت پر نہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے۔

کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن الله۔

(پ۲ البقرہ ع ۳۳۔ آیت ۲۴۹)

ترجمہ۔ بارہا ہوا کہ کم جماعت بڑے گروہ پر غالب آگئی اللہ کے حکم (تکوین) سے

حضرت علی المرتضیٰؓ نے امیر المومنین حضرت عمرؓ سے ایک موقعہ پر کہا تھا:۔

ان ھٰذا الامر لم یکن نصرہ ولا خذلانہ بکثرۃ ولا قلة وھو دین الله الذی اظھرہ وجندہ الذی اعدہ وامدہ حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث طلع ونحن علی موعود من الله والله منجز وعدہ وناصر جندہ ..... فانا لم نکن نقاتل فیما مضی بالکثرۃ و انما کنا نقاتل بالنصر والمعونة۔[1]

ترجمہ۔ اس دین کی کامیابی اور ناکامی کثرت وقلت پر مبنی نہیں۔ یہ اللہ کا وہ دین ہے جسے اس نے خود غالب کیا اور یہ (صحابہ کرامؓ) اللہ کا وہ لشکر ہے جسے اس نے خود تیار کیا ہے اور اسے پھیلایا ہے۔ یہ پہنچا جہاں پہنچا اور چمکا جہاں چمکا۔ ہم (صحابہؓ) اللہ کے وعدے پر ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرکے رہے گا اور اپنے لشکر کی ضرور مدد فرمائے گا.....

ہم پہلے بھی تو کثرت کے سہارے نہیں لڑتے رہے۔ ہم ہمیشہ اللہ کی نصرت

---

[1] نہج البلاغة جلد ۱ ص ۲۶۴

اور معونت کے سہارے لڑتے رہے ہیں۔

جمہوریت کو علم و تقویٰ کی لگام دو

اگر کسی دائرۂ حیات میں جمہوریت آہی گئی ہو اور اس کفری نظام سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہو کہ اسے مغربی جمہوریت کے قالب سے نکال لیا جائے اور اس پر انہی لوگوں سے رائے لی جائے جو کچھ علم اور ظاہری صلاح رکھتے ہوں۔ آزاد قبائل اور افغانستان میں جرگہ میں وہی لوگ بیٹھتے ہیں جو اپنے علم و فہم اور عمل و دانش میں اپنے حلقے میں معروف ہوتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو اہل حل و عقد کہا جا سکتا ہے رائے دینے والے پر اس قسم کی قیود عاید کر کے مغربی جمہوریت کو بھی لگام دی جا سکتی ہے۔

ایران میں مذہبی انقلاب آیا تو ان کے ہاں ملک کے سب سے بڑے ادارے قومی اسمبلی کے اوپر ولایت الفقیہ کا ایک منصب تجویز کیا گیا۔ اس کی یہ ذمہ داری ٹھہری کہ اسمبلی کوئی ایسا قانون پاس کرنے کی مجاز نہیں جو عملی طور پر فقہ جعفری سے ٹکراتا ہو۔ ان کے ہاں یہ جمہوریت پر ایک لگام آگئی۔ افغانستان میں اسلامی انقلاب آیا تو وہاں بھی کتاب و سنت کی بالادستی کا اعلان کیا گیا۔ یہ اپنے حالات کے مطابق جمہوریت پر ایک لگام ہے۔ اس میں عددی اکثریت کے عمل کو ٹھکرا دیا گیا ہے۔ عوامی فیصلے عددی اکثریت کی بجائے اہل حل و عقد کے تابع رہیں تو بنی نوعِ انسان جمہوریت کے وبال سے کسی حد تک بچ سکتے ہیں۔ اس دور میں الٰہی اور انسانی حقوق کی سب سے بڑی قاتل یہ جمہوریت ہے جو افلاطون کے اصول پر قائم ہے۔

امتِ مسلمہ میں کثرتِ تعداد کا مسئلہ

عالمی عددی اکثریت امت مسلمہ کے خلاف ہے گو اس وقت مسلمان گنتی میں سب

مذاہب سے زیادہ ہیں لیکن عیسائی بدھ ہندو اور دہریہ قومیں مل کر مسلمانوں سے کہیں آگے نکل جاتی ہیں ہم ان کی عددی کثرت سے ہرگز پریشان نہیں۔ قرآن کریم نے وقلیل من عبادی الشکور (پ۲۲ السبا ۱۳) کہہ کر ہمیں اس پریشانی سے ہمیشہ کے لیے نکال رکھا ہے۔ ہاں امت مسلمہ کے اندر قلت و کثرت کی بحث یہ ایک دوسرا موضوع ہے جسے بریلوی حضرات کبھی سواد اعظم کے نام سے کھڑا کرتے رہتے ہیں۔ کبھی اپنے فیصلوں کو وہ اجماع امت کا نام دیتے ہیں۔

عالمی عددی اکثریت اور امت مسلمہ میں عددی اکثریت یہ دو علیحدہ علیحدہ عنوان ہیں۔ لیکن بریلوی لوگ اس اختلاف عنوان سے بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ وہ اپنے سوا باقی سب کو کافر سمجھتے ہیں۔ وہ اہل السنۃ والجماعۃ کے مکتب دیوبند اور جماعت اہلحدیث کو امت مسلمہ میں جگہ نہیں دیتے۔ سو اس باہمی اختلاف کو وہ اس عنوان سے بھی حل نہیں کر سکتے۔ وہ دوسروں کو امت مسلمہ میں سمجھتے ہی نہیں کہ اپنے کو ان میں سے ممتاز کر سکیں۔

یقین کیجئے امت مسلمہ میں کثرت تعداد سے عام مسلمانوں کی گنتی مراد نہیں۔ اس میں اہل علم کی کثرت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ یہاں ووٹ گنے نہیں جاتے تولے جاتے ہیں۔ اسلام میں یہ جو کہا گیا ہے کہ جماعت کے پیچھے چلو وعلیکم بالجماعۃ۔ تو یہاں جماعت سے مراد عام مسلمانوں کی گنتی نہیں۔ جماعت سے یہاں اہل علم مراد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے سوال کیا گیا الجماعۃ جسے مسلمانوں کا اجماع کہا جائے اس سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ نے فرمایا۔ اس سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مراد ہیں کہ جس بات پر یہ جمع ہوں وہ گمراہی نہیں ہو سکتی اور یہ صحیح ہے کہ پوری امت میں یہ حضرات مجمع علیہ درجے میں الجماعۃ ہیں اور باقی ساری امت کے لیے حجت اور سند ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کے حق میں خلافت کا فیصلہ کرتے ہوئے

ان سے سیرت شیخین کی پابندی کا عہد لیا تھا۔ اب کون ہے جو صرف قرآن وحدیث کی پابندی لازم ٹھہرائے۔

حدیث لا یجمع اللہ امتی علی ضلالۃ ابدا برحق ہے اور جماعت پہ بے شک اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ لیکن اس سے عوام کا اجماع مراد نہیں جیسا کہ بریلوی سمجھتے ہیں۔ یہاں اہل علم کا اجماع مراد ہے۔ بریلویوں کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ زیادہ اہلِ علم اور علماء کدھر ہیں۔ جدھر ان حضرات کی کثرت ہوگی وہی امت کا سوادِ اعظم ہوں گے۔ دسویں صدی کے مجدد حضرت ملا علی القاریؒ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:-

الحدیث یدل علی ان اجماع المسلمین حق والمراد اجماع العلماء ولا عبرۃ باجماع العوام لانہ لا یکون عن علم[1]

ترجمہ۔ یہ حدیث بتلاتی ہے کہ اجماعِ المسلمین حق ہے لیکن اس سے مراد علماء کا اجماع ہے عام لوگوں کے اتفاق کا کوئی اعتبار نہیں۔ ان کا کسی بات پہ آ جانا علم سے نہیں ہوتا۔

اور ماراٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن کی شرح میں لکھتے ہیں

المراد بالمسلمین زبدتھم وعمدتھم وھم العلماء بالکتاب والسنۃ الاتقیاء عن الحرام[2]

ترجمہ۔ یہاں مسلمانوں سے مراد ان کے عمدہ اور بڑے لوگ ہیں اور وہ کتاب وسنّت کے علماء اور حرام سے بچنے والے اتقیاء ہیں۔

یہ حضرات کسی بات پر جمع ہو جائیں تو ان کا اجماع بے شک اللہ کے ہاں پسندیدہ ہوگا۔

امام بغویؒ (۵۱۶ھ) کی کتاب شرح السنۃ کے حاشیہ میں ہے:-

تفسیر الجماعۃ منہ اھل العلم ھم اھل الفقہ والعلم[3]

ترجمہ۔ یہاں جماعت سے مراد (عام انسانوں کی بھیڑ نہیں) اہل علم کا گروہ ہے اور وہ دین

---

[1] مرقات جلد ۱ صفحہ ۲۴۹ [2] ایضاً صفحہ ۲۵۴ [3] شرح السنۃ جلد ۱ صفحہ ۲۱۶

کا علم اور اس کی سمجھ رکھنے والے لوگ ہیں۔ (یہ جدھر اکثریت سے ہوں وہی حق ہے)
یہاں سے فقہ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ یہ (فقہائے کرام) وہ لوگ ہیں جن سے امت کا اجماع سند بنتا ہے۔ بریلویوں کا یہ کہنا کہ یہاں مسلمانوں کی عام بھیڑ مراد ہے ہرگز صحیح نہیں۔ افسوس کہ ان کے اس غلط ذہن نے امت کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ہماری شکایت بریلوی عوام سے نہیں۔ وہ دین کی کوئی سمجھ نہیں رکھتے۔ ہمارا شکوہ ان کے علماء سے ہے جو خواہ مخواہ عددی اکثریت کا دعوے کر کے اپنی خود قائم کردہ بدعات کو اجماع امت کا درجہ دے رہے ہیں۔

اصولِ فقہ کی کتابوں میں عوام کے اتفاق کو کہیں اجماع کا درجہ نہیں دیا گیا۔ بریلویوں کا موجودہ موقف بالکل غلط ہے۔ اجماعِ امت میں امت سے مراد امتِ مطلقہ ہے اور اس سے مراد وہ اہل السنۃ والجماعۃ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے طریق پر چل رہے ہوں اور بدعات میں ملوث نہ ہوں۔ یہ اہل علم اہل السنۃ والجماعۃ جس چیز پہ اتفاق کر لیں وہ اجماعِ امت ہے۔ جاہلوں کی بھیڑ کوئی فیصلہ کرے تو اسے اجماع امت نہیں کہتے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی (۷۹۱ھ) تلویح میں لکھتے ہیں سوادِ اعظم سے مراد امتِ مطلقہ ہے اور امتِ مطلقہ کی تفصیل آپ اس طرح کرتے ہیں:۔

والمراد بالامۃ المطلقۃ اھل السنۃ والجماعۃ وھم الذین طریقتھم طریقۃ الرسول واصحابہ دون اھل البدع[1]

محدثِ کبیر ملا علی قاریؒ (۱۰۱۴ھ) حدیث اتبعوا السواد الاعظم کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

اتبعوا السواد الاعظم یدل علی ان اعاظم الناس العلماء وان قل عددھم ولم یقل الاکثر لان العوام والجہال اکثر عدداً[2]

ترجمہ۔ یہ حدیث کہ تم سوادِ اعظم کی پیروی کرو بتلاتی ہے کہ عظمت والے لوگ علماء ہی ہیں

---

[1] التلویح مع التوضیح صـ ۴۵۴ [2] مرقات جلد ۱ صـ ۲۵

گو ان کی تعداد مختصر ہو حضورؐ نے یہ نہیں کہا کہ تم سوادِ اکثر کی پیروی کرو (سوادِ اعظم فرمایا ہے) کیونکہ عامی لوگ اور جاہل لوگ دوسرے لوگوں سے (پڑھے لکھے لوگوں سے) اکثریت میں ہوتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا اتبعوا السواد الاعظم کہ سوادِ اعظم کے پیچھے چلو تو صحابہؓ نے پوچھا حضورؐ! سواد اعظم کون ہیں؟ آپ نے فرمایا:۔

ما انا علیہ واصحابی[۱] ۔ وہ لوگ جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقہ پر ہوں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ سواد اعظم کی عظمت حضورؐ اور صحابہؓ کی اتباع میں ہے اور اس سے مراد بدعات پر چلنے والے لوگ نہیں ہیں گو وہ عدداً کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ صحابہؓ کے طریقہ پر چند لوگ بھی ہوں تو وہ سواد اعظم ہیں اور پیروی کے لائق ہیں۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی (۹۷۳ھ) حضرت سفیان الثوریؒ (۱۶۱ھ) سے نقل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

المراد بالسواد الاعظم ھم من کان من اھل السنۃ ولو کان واحداً فاعلم ذٰلک[۲]۔

ترجمہ۔ سوادِ اعظم سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل السنۃ والجماعۃ ہوں اگرچہ وہ ایک شخص ہی ہو۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:۔

لو ان فقیھا علیٰ رأس جبل لکان ھو الجماعۃ[۳]۔

ترجمہ۔ ایک فقیہ پہاڑ کی چوٹی پر کہیں تن تنہا بیٹھا ہو تو جماعت وہی ہوگا (نہ کہ عوام کی بھیڑ)

بڑے گروہ کی پیروی سے مُراد

بڑے گروہ کی پیروی سے پہلے درجہ میں صحابہ کرامؓ کی پیروی مراد ہے۔ وہی اس امت کے بڑے اور وہی اس کا سواد اعظم ہیں۔ ان کے بعد صرف علماء ہیں جن سے سواد اعظم منتج ہے نہ کہ عوام کا انبوہ

---

[۱] رواہ الطبرانی فی الکبیر جلد ۸ صفحہ ۱۷۹ مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۵۶ [۲] المیزان الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۸ [۳] شرح السنۃ صفحہ ۲۷۹

جو کسی بھی پیرایہ میں حق کا معیار نہیں بنتا۔ حضرت شیخ احمد رومی لکھتے ہیں:۔

تم کو چاہیے کہ صحابہ کرامؓ کے اعمال اور حالات کی تفتیش میں کوشاں رہیں کیونکہ سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا مقرب وہی ہے جو ان سے مشابہت زیادہ رکھتا ہو اور ان کے طریقے سے زیادہ واقف ہو۔ کیونکہ دین ان ہی سے حاصل ہوا ہے اور وہی لوگ صاحب شرع سے شریعت کی نقل میں اصل ہیں۔

اور حدیث میں جو آیا ہے کہ لوگوں میں اختلاف پڑے تو سوادِ اعظم (بڑے گروہ) کی پیروی کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حق کو اختیار کرو اور اس پر عمل کرو۔ اگرچہ اس پر عمل کرنے والے کم ہوں اور مخالف زیادہ ہوں۔ اس لیے کہ وہ حق ہے جس پر پہلی جماعت یعنی صحابہ کرامؓ ہوں اور بعد صحابہؓ کے انبوہِ باطل (بدعتیوں کی بھیڑ) کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا ہے ہدایت کی راہ مضبوطی سے اختیار کرو اس پر چلنے والوں کی کمی کا کچھ ضرر نہیں اور گمراہی کے رستے سے بچتے رہو اور اس میں مبتلا ہونے والوں کی کثرت سے دھوکہ نہ کھاؤ ـــ جب تم شریعت کے مطابق ہو جاؤ اور حقیقت کو سمجھ لو تو کچھ پرواہ نہ کرو اگرچہ ساری خلقت تمہاری رائے کے خلاف ہو جائے۔[1]

علم کی دنیا میں بندے تولے جاتے ہیں گنے نہیں جاتے اور بدعات کے اندھیروں میں گنے جاتے ہیں تولے نہیں جاتے۔ یہ وہ اندازِ فکر ہے جس کے سہارے بریلوی اپنے آپ کو اکثریت سمجھتے ہیں ـــ گو اس جہت سے بھی وہ اکثریت میں نہیں ہیں۔ اندھیرے میں جگنو بھی چمکے تو وہ نظر آتا ہے اور وہ اندھیرے پر غالب ہوتا ہے۔

احمد رضا خاں کے گرد ایک مختصر سی جماعت

مولانا معین الدین اجمیری خیر آبادی سلسلہ کے مشہور عالم گزرے ہیں۔ آپ دیوبندی نہیں

---

[1] مجالس الابرار مجلس ۱۸ ص ۱۷۲، ص ۱۷۳ طبع ۱۹۷۸ء کراچی

بریلوی انہیں اپنے مقتدر علماء میں شمار کرتے ہیں. خواجہ قمر الدین سیالویؒ ان کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ مولانا احمد رضا خاں کے معصر تھے. آپ ان کی جماعت کا آنکھوں دیکھا حال لکھتے ہیں:۔

کچھ مختصر سی بے ہنگام جماعت، ہاں میں ہاں ملانے والی اور ہم کو (مولانا احمد رضا خاں کو) مجدد ماننے والی سردست موجود ہے. اہل علم کے تسلیم نہ کرنے سے قادیانی کا کیا بگڑا جو اس کا خراب اثر ہم پر پڑے گا.[1]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اپنے وقت میں کسی بڑی جماعت کے مذہبی مقتدا، نہ تھے مختصر سے لوگ تھے جو انہیں ہر جگہ مجدد مشہور کر رہے تھے. اہل علم کے ہاں بریلویت اسی طرح کی ایک نئی تحریک تھی جس طرح قادیانیت اسلاف کے خلاف ایک نئی تحریک تھی. قادیانیوں نے ایک نبی بنا رکھا تھا اور بریلویوں نے مجدد — تاہم یہ صحیح ہے کہ بریلوی ان دنوں ایک بے ہنگام قسم کا ایک ٹولہ تھا اسے جماعت ہونے کی عزت کسی صورت میں حاصل نہ تھی.

یاد رکھیے: مولانا معین الدین اجمیری کی شہادت کہ مولانا احمد رضا خاں کے پیرو ایسے ہوتے ہیں. کسی دیوبندی کی شہادت نہیں. یہ بریلویوں کے ایک گھر کی آواز ہے. بریلوی ان دنوں کسی علمی حلقے کے آدمی نہ سمجھتے تھے.

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

---

[1] تجلیات انوار المعین صد

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں:-

فی القاموس السواد الشخص ومن البلدہ قراھا والعدد الکثیر ومن الناس عامتھم ومن القلب حبه والمراد الحث علی اتباع ما علیه الاکثر من علماء المسلمین قالوا وھذا فی عقائد۔[1]

ترجمہ: سواد نشان کو کہتے ہیں اور زمین میں اس کی آبادیوں کو۔ اور عدد کثیر کو۔ اور لوگوں میں عامۃ الناس کو (ان کے جمہور کو)۔ اور سواد قلب اس کے داغ کو۔ اس حدیث سے مراد لوگوں کو ان امور کی پیروی پر ابھارنا ہے (ترغیب دینا ہے) جس پر علماء کی اکثریت ہو۔ اور سواد اعظم کی یہ پیروی کہ جدھر زیادہ علماء ہوں ادھر چلو عقائد کے باب میں ہے۔

سو یہ بات صحیح نہیں کہ جدھر زیادہ عوام ہوں ادھر چلو بلکہ جدھر زیادہ علماء ہوں اس راستے کو اختیار کرو۔ سواد اعظم یہی علماء حضرات ہیں جدھر ان کی اکثریت ہوگی وہی راہ حق ہوگی۔

ہاں فروعات میں مقلدین اپنے امام مجتہد کی پیروی کریں گو اس کے پیرو گنتی میں کم ہوں۔ ائمہ اربعہ میں حضرت امام احمدؒ کے پیرو کم ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے زیادہ۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ حنبلی لوگ امام احمدؒ کی تقلید چھوڑ کر سب حنفی ہو جائیں۔ جدھر زیادہ علماء ہوں صرف وہ راہ زیادہ لائق اتباع ہے۔ یہ صرف عقائد کے باب میں ہے۔ یہ ہدایت اتباع فی الفروع کے باب میں نہیں ہے۔ سواد اعظم اہل علم کا وہ عظیم طبقہ ہے جو افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کی راہ چلا ہو یہی لوگ امۃ وسطا ہیں جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ وہ لوگوں کے لیے حق کا نشان ہیں حضرت علیؓ بھی سواد اعظم انہی لوگوں کو سمجھتے تھے۔ آپؓ فرماتے ہیں:-

وسیھلك فی صنفان محب مفرط یذھب به الحب الی غیر الحق ومبغض مفرط وخیر الناس فی حالا النمط الاوسط فالزموہ والزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعة۔[2]

---

[1] لمعات التنقیح جلد ۱ ص ۲۳۸ [2] نہج البلاغۃ جلد ۲ ص ۱۱

عوام کی رائے اور علماء کی رائے اگر ایک سی ہوتی تو حضرت عمرؓ کبھی یہ نہ کہتے :۔

تفقهوا قبل ان تسودوا[1]

ترجمہ۔ قیادت و سیادت پر آنے سے پہلے اپنے میں سمجھ پیدا کرو۔

یہ سمجھ والے لوگ فقہاء کہلاتے ہیں صحابہ مسجد میں جمع ہو کر نئے نئے پیش آنے والے مسائل میں مذاکرہ کرتے اور دلیل و برہان پر بات طے کی جاتی۔ عددی اکثریت کا وہاں کوئی تصور نہ تھا علمی قوت پر فیصلے ہوتے تھے۔ تابعین اور تبع تابعین میں بھی یہی منہاج تھا۔ چند جاہلوں (اس وقت کے بریلویوں) کے سوا کوئی اس طریق کار کا منکر نہ تھا۔

حافظ ابو بکر جصاص رازی (۳۷۰ھ) لکھتے ہیں :۔

وکان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم یجتمعون فی المسجد یتذاکرون حوادث المسائل فی الاحکام وعلیٰ هٰذا المنهاج جریٰ امر التابعین ومن بعدهم من الفقهاء الیٰ یومنا هٰذا وانما انکر هٰذا قوم حشو جهال قد حملوا اشیاء من الاخبار لاعلم لهم بمعانیها واحکامها فعجزوا عن الکلام فیها واستنباط فقهها وقد قال النبی صلی الله علیه وسلم رب حامل فقه غیر فقیه ورب حامل فقه الیٰ من هو افقه منه وهٰذه الطائفة المنکرة لذٰلک کمن قال الله تعالیٰ مثل الذین حملوا التورٰة ثم لم یحملوها کمثل الحمار یحمل اسفارا۔[2]

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مسجد میں جمع ہو کر حوادث مسائل کے احکام میں مذاکرہ کرتے اور اسی طریق پر تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء اس چوتھی صدی تک کام کرتے آرہے ہیں۔ اس اصول کا انکار ان جہلاء حشویہ کے سوا کسی نے نہیں کیا۔ انہوں نے چند روایات جمع کر رکھی ہیں جن کے معانی

---

[1] احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۸۴ [2] ایضاً صفحہ ۴۸۴

اور احکام کو وہ خود نہیں سمجھتے۔ ان میں بات تک کرنے کی انہیں ہمت نہیں۔ نہ وہ اس سے کوئی بات اخذ کر سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

بہت سے روایات اٹھانے والے خود فقیہ نہیں ہوتے اور کئی روایات اٹھانے والے حامل فقہ ایسے ہیں جو اپنے سے زیادہ جاننے والوں کو وہ بات پہنچا دیتے ہیں۔

علم کے ساتھ فیصلہ کرنے کے اس طریق کا منکر فرقہ حشویہ کا ایک گروہ ہے جو قرآن پاک کی اس آیت کا مصداق ہے:۔

مثال ان لوگوں کی جو دیئے گئے تورات پھر وہ اسے عملاً نہ اٹھا سکے ان کی مثال گدھے کی سی ہے جو اٹھائے پھرے کتابیں[1]

فرقہ حشویہ کی ان دنوں پہچان

(۱) یہ مسائل کو حل کرنے کے لیے علمی قوت کی بجائے عددی اکثریت کا سہارا لیں گے۔

(۲) پبلک میں علماء اور عوام کے اختلاف میں یہ عوام کا ساتھ دیں گے علماء کا نہیں۔

(۳) ان کے علما بس رسمی درجے کے ہوں گے فقہ سے وہ اپنے عقائد کہیں نہ دکھا سکیں گے۔

(۴) آنحضرت اور صحابہؓ کے طریقوں پر ان کا عمل بہت کم ہوگا فکرِ آخرت سے وہ بے پرواہ ہوں گے۔

(۵) وہ یہ اصول اٹھائے پھریں گے کہ جن امور سے شریعت نے روکا نہیں وہ سب جائز ہیں۔ صحابہ وتابعین یونہی علمی مذاکرے کرتے رہے جن امور پر منع کی نص نہ تھی وہ سب کام کھلے بندوں کرتے۔ یونہی وہ علمی بحثوں میں پڑے رہے۔ اصل چیزیں میں حلت ہے۔ تم روکنے والوں کو کہو منع کی دلیل لاؤ۔ اور ظاہر ہے کہ امرِ منفی کی دلیل کوئی کہاں سے لا سکے گا۔

---

[1] پ ۲۸۔ الجمعہ آیت ۵

سلف کی پیروی کی بجائے نفس کی پیروی

اہل سنت وہی لوگ ہیں جو اپنے دینی اعمال میں پہلوں کے پیچھے چلیں۔ اپنے مسائل خود ترتیب نہ دیں۔ اور ہر نئی چیز (بدعت) کو ''اس میں حرج کیا ہے'' کے بہانے داخلِ دین نہ کریں ـــــ دین کے نام پر کھانے پینے کی محفلیں ترتیب دینا اور مختلف بزرگوں کے نام سے مختلف ذائقوں کا حصول یہ اپنے نفس کی پیروی ہے سلف کی پیروی نہیں۔ اب جس کا دل چاہے سلف کی پیروی کرے اور جو چاہے نفس کی پیروی میں اپنی عاقبت برباد کرے۔

امتِ مسلمہ کسی ایک ملک میں منحصر اور محدود نہیں

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کسی ایک ملک میں منحصر اور محدود نہیں۔ آپ کی امت کا دائرہ پورے جہان میں پھیلا ہوا ہے بریلوی لوگ آپ کو ہند و پاکستان کے باہر کہیں نہ ملیں گے۔ مصر، شام، عراق۔ امارات، سعودی عرب۔ ترکی۔ ایران، ملیشیا۔ انڈونیشیا میں آپ کو ایک مسلمان بھی مولانا احمد رضا خاں کو امام ماننے والا نہ ملے گا۔ ان ممالک میں بریلویت کو کوئی جانتا بھی نہیں۔ اب صرف پاکستان یا ہندوستان میں چند مزارات کے گرد جمع ہونے والوں کو حضرت خاتم النبیینؐ کی امت کا سوادِ اعظم سمجھ لینا اس سے بڑی عالمی دینی جہالت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور ممالک تو ایک طرف رہے خود ہندوستان میں بھی بریلویوں کی کیا حیثیت ہے۔ اسے جناب محمد جیلانی ایڈیٹر ماہنامہ المیزان کی زبانی سنیئے :-

> یہ تلخ حقیقت تسلیم کیجئے کہ امام احمد رضا کا علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف نہ کرایا جا سکا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو امام احمد رضا کو جانتا بھی نہیں[1]۔

بریلوی اس تلخ حقیقت پر یونہی سیخ پا ہو رہے ہیں۔ علمی حلقوں میں ان کا تعارف کیسے

---

[1] ماہنامہ المیزان امام احمد رضا نمبر صہ ۲۸

ہوتا جب کہ ان کی کوئی ممتاز علمی حیثیت نہ تھی اور نہ ان کی زندگی میں وقت کے بڑے علماء میں کہیں ان کا شمار ہوتا تھا۔ آج کوئی انہیں اعلیٰ حضرت کہے یا ادنیٰ حضرت لیکن یہ تو بریلویوں کو آخر ماننا ہی پڑا کہ :۔

> طلباء اور ریسرچ اسکالرز کی میزوں تک اگر نظر آئیں گی تو بے گانوں کی کتب ہی نظر آئیں گی۔ نصف صدی کے طویل ترین عرصے میں احمد رضا کی یہی تصویر پیش کی جاتی رہی کہ تکفیر کی تلوار لے کر ہر کسی کو قابل گردن زدنی قرار دینے والے فرد کا نام ہے احمد رضا گویا احمد رضا اور سارے مسلمانوں کی تکفیر ایک عنصر کے دو نام ہیں۔ حرکت و عمل کی اسی توانائی کے ساتھ امام احمد رضا کو علمی حلقوں سے بے دخل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا جو اپنے نقطہ عروج کو پہنچنا چاہتا ہے۔[۱]

یہ سب صورت حال پاک و ہند کی ہے۔ یہاں مولانا احمد رضا خاں کا یہ حال ہے تو بیرونی دنیا میں انہیں کون جانتا ہوگا؟ راقم الحروف جب پاکستان میں تھا تو ایک دفعہ ان کے چند علماء سے ایک مجلس میں اس پہ گفتگو ہوئی۔ میں نے کہا کہ دنیوی تعلیم میں جو لوگ یہاں تعلیم یافتہ سمجھے جاتے ہیں وہ کون کون ہیں؟ ہم سب کا اس پہ اتفاق تھا کہ ان میں ڈاکٹر، انجینیر، اکاؤنٹنٹ، پروفیسر، وکلاء، سفراء، طلبہ اور ٹیچرز بھی آتے ہیں۔

میں نے کہا کہ ان میں سے کسی ایک طبقے کے افراد کو کسی شہر میں اکٹھا کر لیجئے اور ان سے برملا اپنے عقائد کے بارے میں استفسار کیجئے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ان پڑھے لکھے لوگوں میں آپ کے ساتھ کوئی نہیں۔ وہ کہنے لگے آپ ہمارے کون سے عقائد کو ان کے سامنے رکھیں گے؟ میں نے کہا۔ سر دست یہ تین باتیں اُن سے پوچھیں گے

(۱) انبیاء حقیقت میں انسان نہ تھے۔ صرف ظاہر صورت بشری میں دوسروں جیسے تھے جس طرح جبریل صورت بشری میں حضورؐ کے پاس آتے۔ مگر اندر سے وہ بشر نہ تھے۔ اسی

---

[۱] ماہنامہ المیزان احمد رضا نمبر ص ۲۴

طرح حضورؐ بھی حقیقت اور ذات میں بشر نہ تھے۔

(۲) اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زائرین کی دنیوی حاجات پوری کرتے ہیں۔ اپنی مشکلات میں ان کے پاس آنا اور ان سے مدد مانگنا اور ان کے حضور فریاد کرنا اور انہیں حاجات میں پکارنا بالکل جائز ہے

(۳) مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر وہابی کافروں کا قبضہ ہے۔ وہاں جا کر مسجد حرام اور مسجد نبوی کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ حج پر وہاں جاؤ تو بھی ان کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

وہ کہنے لگے کہ ہماری یہ تین باتیں تو واقعی یہ پڑھے لکھے لوگ نہ مانیں گے اور ان میں اکثریت یقیناً تم لوگوں کی ہی ہوگی۔ لیکن دیہات اور جنگلات کے جہلا کو ساتھ لیں اور وہ بھی تو آخر حضورؐ کی ہی امت ہیں۔ تو پھر کیا اکثریت ہماری نہ ہو جائے گی؟ پڑھے لکھے لوگوں میں آپ کی اکثریت ہے تو ان پڑھ لوگوں میں ہم اکثریت میں ہیں۔ بات برابر کی رہی۔

ان کا یہ جواب اتنا کمزور اور مضحکہ خیز تھا کہ پھر ہم نے اس کا جواب الجواب دینا مناسب نہ جانا۔

ان شواہد کی روشنی میں بریلوی حضرات سمجھتے ہیں کہ جاہلوں اور ان پڑھوں میں ان کی اکثریت ہے۔ ہم اس میں بریلویوں کی تردید نہیں کرتے۔

اکثریت معلوم کرنے کی ایک اور راہ

یہاں انگلستان کے کسی شہر میں بلا اطلاع دیئے وہاں کی تمام مسجدوں میں چلے جائیں اور ہر مسجد کے عصر و مغرب کے نمازیوں کو شمار کریں جہاں دیوبندی اور اہلحدیث امام ہیں۔ ان مسجدوں کے نمازی علیحدہ شمار کریں۔ آپ کو پتہ چلے گا کہ بریلویوں کے ہاں نمازی، دیوبندی نمازیوں کی نسبت دسواں حصہ بھی نہیں ہیں۔ ممکن ہے بریلوی علماء اس کے جواب میں کہیں کہ بے شک نمازیوں میں اکثریت تمہاری ہے لیکن بے نمازوں میں اکثریت ہماری ہے

ہم ان کے اس دعوے میں ان کی تردید نہیں کرتے. لیکن اس حقیقت سے تو وہ بھی بے خبر نہ ہوں گے کہ بے نمازوں میں بھی اکثریت ان کی نہیں. کیونکہ یہ بے نمازی نمازِ عید اور نمازِ جنازہ میں جب کبھی آجائیں تو بلا تفریق ہر امام کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں. سو یہ بریلوی کیسے ہوتے؟ بریلوی تو وہ ہیں جو مولانا احمد رضا خاں کے مذہب پر دیوبندیوں اور وہابیوں کے کفر میں شک کرنے والے کو بھی کافر سمجھیں اور ظاہر ہے کہ یہ ایک فیصدی سے زیادہ کہیں نہ ہوں گے۔

افسوس! کہ اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی انہیں سوادِ اعظم کا دعوے کرتے ہوتے کوئی حیا محسوس نہیں ہوتی۔

اکثریت معلوم کرنے کا ایک اور راستہ

ہند و پاک. بنگلہ دیش. برطانیہ. امریکہ تقریباً ہر جگہ تبلیغ کی دینی دعوت کے سالانہ اجتماع ہوتے ہیں. آپ کسی اجتماع میں تشریف لے جایئے بریلویوں کے سوا یہاں آپ کو ہر مکتبِ فکر کے مسلمان ملیں گے. اس تبلیغی محنت سے بریلویوں کے سوا اور کسی مکتبِ فکر کو اختلاف نہیں ہوتا. تبلیغ کے ان اجتماعات میں آپ مسلمانوں کی تعداد دیکھیں اور پھر اسی شہر میں بریلویوں کے سالانہ جلسے میں چلے جائیں. آپ خود جان لیں گے کہ اکثریت کن کی ہے۔

یہ بات حق اور بالکل صحیح ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت ہرگز بریلوی عقائد کی نہیں ہے. انگلستان میں جون ۱۹۸۰ء میں لوگوں نے ڈیوزبری کا تبلیغی اجتماع بھی دیکھا اور ۱۹۸۰ء ہی میں بریلویوں کی برمنگھم میں بین الاقوامی کانفرنس بھی دیکھی. جس میں بھیرہ ضلع سرگودھا (پاکستان) کے پیر کرم شاہ صاحب نے بڑے شد و مد سے یہ قرارداد پیش کی تھی کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے سعودی کنٹرول کو ختم کیا جائے۔ (دیکھئے روزنامہ جنگ ۱۹۸۰ء)

بریلوی سعودی عرب کے کیوں خلاف ہیں؟ صرف اس لیے کہ وہ شرک سے کیوں روکتے ہیں. جن حضرات کو یہ دونوں اجتماع (ڈیوزبری کا تبلیغی اجتماع اور برمنگھم کی بین الاقوامی

بریلوی کانفرنس) دیکھنے کا موقع ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ دینی حلقوں میں بریلویوں کی تعداد عام مسلمانوں کا بیسواں حصہ بھی نہیں ہے۔ تبلیغی اجتماعات میں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر کیا بریلویوں کے نشہ اکثریت کو اُتارنے کے لیے کافی نہیں ہے؟ نہیں تو ڈیوزبری جا کر دیکھ لیں۔

اگر آپ کو کبھی پاکستان جانے کا موقع ملے اور انہی دنوں وہاں رائے ونڈ کا سالانہ اجتماع آجائے تو خدارا اس تبلیغی اجتماع کا بھی نظارہ کریں۔ آپ دل و دماغ کی ہر دھڑکن میں محسوس کریں گے کہ بریلویوں کے دعوے اکثریت میں کوئی علمی اور تحقیقی شان نہیں ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی تو رائے ونڈ کے اس ایمان افروز اور روح پرور اجتماع کا سامنا کرتے کرتے تھک گئے مگر افسوس کہ عام بریلویوں کو ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا کہ مسلمانوں کی اکثریت ہرگز اُن کے ساتھ نہیں ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت مکہ اور مدینہ اور ان کے اماموں کے ساتھ ہے۔

اکثریت معلوم کرنے کا ایک اور طریقہ

آپ پاکستان ہندوستان، بنگلہ دیش اور انگلستان کے دینی مدارس کا رخ کریں۔ کسی ضلع کے دیوبندی دینی مدارس اور بریلوی مدارس کے طلبہ کی مجموعی تعداد ملاحظہ فرمائیں آپ کو خود پتہ چل جائے دینی تعلیم رکھنے والوں کی اکثریت کہاں ہے۔ ہم نے اس طریق سے ملتان اور راولپنڈی (پاکستان) کے دینی مدارس کا جائزہ لیا تو وہاں بریلویوں کی تعداد اہل حق کے مقابلہ میں ۱/۴ سے بھی کم نظر آئی اگر آپ پاکستان نہیں جا سکتے تو انگلستان میں ہی کبھی بعد اوقات سکول بلیک برن یا بولٹن پریسٹن اور لیسٹر وغیرہ کی مساجد کے طلبہ کی گنتی کریں۔ آپ کو بریلوی اکثریت کا سراب صاف نظر آجائے گا کہ دُور سے جو پانی نظر آرہا تھا وہاں ریت کے سوا کچھ بھی نہیں اور آگے یہ لوگ خدائے رب العزت کو حساب لینے کے لیے موجود پائیں گے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

میدانِ عرفات میں کن کی اکثریت ہوتی ہے؟

فریقین کی اکثریت و اقلیت کا فیصلہ ہر سال مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں حج کے موقعہ پر ہو جاتا ہے۔ ان موقعوں پر عالمِ اسلام کی اکثریت وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز بھی پڑھتی ہے انہیں مسلمان بھی سمجھتی ہے اور انہیں کے فیصلے پر عرفات میں حاضری دیتی ہے۔ اگر پھر بھی آپ اپنے کو زیادہ سمجھتے ہیں تو خدارا ان لوگوں کی بھی گنتی کیجئے جو وہاں جماعت سے نماز نہیں پڑھتے اور مسلمانوں کے اس ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو بھی دیکھیں جو مکہ اور مدینہ دونوں جگہوں میں نماز باجماعت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

یقین کیجئے رضاخانی عقیدوں کی بنا پر یہ لوگ کہیں بھی اکثریت میں نہ ہوں گے اور دنیا کا کوئی شریف انسان کارِ تکفیر میں ان کے ساتھ کندھا ملانے کو تیار نہ ہوگا۔

جہالت کے سہارے اکثریت کا دعوےٰ

ہاں جہالت کی بنا پر آپ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ اکثریت جاہلوں کی ہے اس لیے آپ اکثریت میں ہیں۔ اس طرح ہمیں بھی یہ تسلیم کرنے سے انکار نہ ہوگا کہ پڑھے لکھے لوگوں میں دیوبندی مسلک کے لوگ اکثریت میں ہیں اور ان پڑھوں میں بریلوی اکثریت میں ہوں گے۔ مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ ان پڑھ لوگ بھی رضاخانی نہیں ہیں۔ وہ مولانا احمد رضا خاں کے عقائد سے ہرگز متفق نہیں ہیں۔ یہ بات علیحدہ ہے کہ وہ عام رسم و رواج اور توہمات و بدعات میں گھرے ہوئے ہوں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ عام مسلمانوں کی تکفیر میں جری نہیں اور نمازِ جمعہ و عید اور نمازِ جنازہ میں وہ عام مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں۔

اکثریت معلوم کرنے کی ایک اور راہ

پاکستان میں غیر مذہبی سیاسی جماعتوں میں (جیسے مسلم لیگ، پیپلز پارٹی، نیشنل عوامی پارٹی وغیرہ) ہر عقیدے اور مسلک کے لوگ شامل ہیں خواہ وہ اہل سنت ہوں یا بریلوی. ان جماعتوں کو کسی ایک مسلک کا ترجمان نہیں کہا جا سکتا لیکن ملک میں کچھ ایسی مذہبی سیاسی جماعتیں بھی ہیں جو مستقل مسالک کی نمائندگی کرتی ہیں جیسے جمعیت علمائے اسلام پاکستان اور جمعیت علمائے پاکستان. اول الذکر اہل سنت والجماعۃ دیوبند مسلک سے تعلق رکھتی ہے اور ثانی الذکر مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب کی داعی ہے.

پاکستان میں الیکشن باقاعدہ ہوتے ہیں اور یہ مذہبی جماعتیں بھی اپنے اپنے اُمیدوار کھڑی کرتی ہیں. ان کا آپس میں مقابلہ اپنی اپنی فرقہ بندی کے ساتھ ہوتا ہے. سو ان کے ووٹوں کا باہمی تناسب مسلک کا پتہ دیتا ہے. پاکستان میں ۱۹۸۷ء کے عام انتخابات میں جھنگ شہر کی سیٹ پہ مولانا حق نوازؒ جمعیت علمائے اسلام کے امیدوار تھے اور ریاض حشمت جنجوعہ جمعیت علمائے پاکستان کے نامزد امیدوار تھے. مولانا حق نوازؒ نے چالیس ہزار کے قریب ووٹ لیے اور ریاض حشمت جنجوعہ نے تقریباً اٹھارہ ہزار ـــــ جھنگ شہر میں دیوبندی بریلوی حضرات کا تناسب یہی ہے.

اسمبلیاں ٹوٹنے کے باعث پاکستان کے عام انتخابات پھر ۱۹۸۹ء میں ہوئے. اس دفعہ بریلویوں کے دو نمائندے کھڑے تھے. ایک جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے اور دوسرا مولانا طاہر القادری کی طرف سے ـــــ ان دونوں نے مل کر ۱۸۷۷۹ ووٹ لیے اور یہ تقریباً وہی تعداد ہے جو پچھلے الیکشن میں مولانا ریاض حشمت کے ووٹوں کی تھی. اس میں جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے مولانا ایثار القاسمیؒ نے چونسٹھ ہزار ووٹ لیے.

لاہور کی ایک پرانی یاد کو بھی ساتھ ملا لیجئے. ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں ایک حلقے سے

جمعیت علمائے اسلام کے امیدوار مولانا عبید اللہ انورؒ اور جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے مولانا محمود احمد رضوی امیدوار تھے۔ کامیاب تو دونوں نہ ہو سکے لیکن دونوں حضرات کے ووٹوں کا تناسب لاہور کی صورت حال کا بھی کچھ پتہ دے گیا۔ اس حلقے میں دیوبندی حضرات کے ووٹ بریلویوں سے زیادہ تھے۔

یہ بات ہم نے صرف نمونہ کے طور پر کہی ہے ورنہ پنجاب میں جسے بریلوی حضرات اپنی اکثریت کا صوبہ کہتے ہیں اس کی باہمی تقابل کی ایک ایک سیٹ کا رزلٹ سامنے لایا جا سکتا ہے۔

بریلوی حضرات اس کے جواب میں کہتے ہیں دیوبندیوں کی یہ کثرت پنجاب کے صرف شہروں میں ہے، دیہات میں چونکہ تعلیم کم ہے وہاں ہماری اکثریت ہے۔ ان آبادیوں کو ساتھ شامل کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اکثریت ہماری ہے۔ بریلویوں کے اس جواب سے ہمیں زیادہ اختلاف نہیں۔ پڑھے لکھے حلقوں اور سنجیدہ آبادیوں میں بے شک بریلوی حضرات اقلیت میں ہیں۔ راقم الحروف پاکستان میں سنت نگر لاہور میں رہائش پذیر رہا ہے۔ اس جدید آبادی میں تعلیم یافتہ اور سمجھ دار لوگ نسبتہً زیادہ ہیں۔ اس میں دیوبندی مسلک کی بارہ مسجدیں ہیں اور بریلوی مسلک کی صرف دو۔

لاہور کی جدید آبادی زیادہ ماڈل ٹاؤن اور اس کے درمیان میں ہے۔ ماڈل ٹاؤن کی سب سے پہلی جامع مسجد کے خطیب مولانا بہاؤ الحق قاسمی امرتسر مسلک دیوبند کے تھے اور اس وقت سے لے کر اب تک یہ مسجد دیوبندی حضرات کے پاس ہے۔

ہم یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پنجاب کے تعلیم یافتہ حلقوں میں شہروں میں اور سنجیدہ آبادیوں میں آپ کو زیادہ اسی مسلک کے لوگ ملیں گے۔ اہلحدیث کے لوگ اور جماعت اسلامی کے ہم خیال بھی اگر ساتھ شامل کر لیے جائیں تو اتنی بات تو بہت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ بریلوی

عقائد و نظریات کا گراف پنجاب میں بھی بہت تیزی سے گر رہا ہے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے تقسیم ملک سے پہلے امرتسر کے اس ذہنی انقلاب کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

اب امرتسر میں چند لوگ اس عقیدے کے ہیں جن کا اظہار ان لفظوں میں کیا جاتا ہے ؎

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر اُتر پڑا ہے مدینے میں مصطفےٰ ہو کر

بہاولپور کا مولوی محمد یار جھوم جھوم کر یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم کا یہ تجزیہ صحیح ہے کہ اب اس عقیدے کے لوگ بہت کم رہ گئے ہیں۔ محمد یار مذکور کا مجموعہ اشعار دیوان محمدی کے نام سے چھپ چکا ہے۔ مولانا احمد سعید کاظمی امروہی نے اس کا مقدمہ ایک شعر کی شرح کے طور پر لکھا ہے اور اسے تاویلات کے بہت سہارے دیئے ہیں۔

یہ مجموعی صورت حال بتا رہی ہے کہ بریلوی ملنگ پہلے جن عقائد و نظریات کو برملا بیان کرتے تھے اب انہیں محسوس ہونے لگا ہے کہ عامۃ المسلمین انہیں دل سے قبول نہیں کرتے اور ان خرافات کے باعث وہ دن بدن ان کی جھولی سے نکل رہے ہیں اور ان کی اکثریت بُری طرح ٹوٹ رہی ہے۔

بڑے شہروں میں جہاں بھی پڑھے لکھے مسلمانوں کا ماحول ہوگا وہاں آپ کو دیوبندی حضرات کی مسجدیں ہی ملیں گی اور جہاں تعلیم و تمدن نہیں پہنچے وہاں بریلوی اطوار و رسوم کا دور دورہ ہوگا

باایں ہمہ یہ حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں یا بیرونی ممالک میں جہاں جہاں پاکستان اور ہندوستان بنگلہ دیش کشمیر اور برما کے لوگ آباد ہوئے ہیں ان میں بریلوی کہیں بھی اکثریت میں نہیں ہیں اور بریلویت وہاں اس قدر ناپسندیدہ سمجھی جاتی ہے جو لوگ مذہب سے علماً اور عملاً بالکل دور ہیں وہ بھی اپنے آپ کو بریلویت کے کھاتے میں ڈالنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے پیرو پیر بھی اپنے آپ کو سواد اعظم کہتے ہیں تو انہیں کون روک سکتا ہے؟ بتا اے عقل انسانی کوئی حل اس معمے کا نظر کچھ اور کہتی ہے خبر کچھ اور کہتی ہے

ے شمع توحید ص ۴۶

سنّت سے جو بے پروا نظر آئے اُسے اپنے کھاتے میں ڈالنا

عام لوگ جو کسی طرف نہیں انہیں بریلوی سمجھنا

مذہبی اختلاف کی پُرخار وادی میں اتنے لوگ زخمی ہوئے کہ اب عام لوگ کسی طرف ہونے کی ہمت نہیں رکھتے اور مل بیٹھنے کا جو موقعہ ہو وہ ہر طرف ہوتے ہیں. نماز جمعہ ہو یا نماز عید. جنازہ ہو یا تعزیت مقلد غیر مقلد اور دیوبندی بریلوی کے امتیاز کے بغیر آپ کو عام لوگ ایک دوسرے سے کھلے ملتے نظر آئیں گے مگر افسوس کہ بریلوی علماء تمام عام لوگوں کو اپنے کھاتے میں ڈالتے ہیں. ان کے ہاں ہر وہ شخص بریلوی ہے جس میں سنت کی پابندی نہ پائی جائے شلوار ہو تو ٹخنوں سے نیچے. رومال ہو تو بائیں کندھے پر. نعت خواں ساتھ ہو تو وہ پان خور ہو. سر پہ حاشیہ دار لگا ہو. یہ پہچان اس لیے عرض کر دی ہے کہ کہیں آپ حضرات انہیں دیکھ پائیں تو بغیر پوچھے پہچان لیں کہ یہ کس مذہب کے لوگ ہیں.

ہاں جو عام آدمی آپ نے اپنے کھاتے میں ڈالے ہیں بازاروں میں ہوں یا چوکوں پہ، اڈوں میں ہوں یا حجام کی دکانوں پہ بیٹھے بیشک یہ ہر جگہ کثرت سے ہوتے ہیں اس کے باوجود یہ اکثریت نہیں بن پاتے. معروف زندگی کے لوگ مختلف گرشوں میں اس کثرت سے پھیلے ہیں کہ وہ گو اختلافات سے کنارہ کش ہوں لیکن انہیں ذہن میں رکھنے کے بعد کوئی شخص ان عام آدمیوں کو جن میں خاص آدمیوں والی کوئی بات نہیں پائی جاتی اکثریت نہ کہہ سکے گا. بریلوی دوستوں کو ان عام لوگوں پر فخر نہ کرنا چاہیئے بعض مجالس یا مؤقر تذکروں میں عام آدمی کا کوئی کام نہیں ہوتا اسے صرف ہندسوں میں رکھا جاتا ہے. مثلاً یہ کہ جنگ کا اعلان ہوتے ہی ہزاروں آدمی چوکوں میں ٹیلی ویژن پر آکھڑے ہوتے. سلطان محمود غزنوی بیس ہزار فوج کے ساتھ ہندوستان پر حملہ آور ہوا. عام آدمی آپ کو اس ہجوم میں ملے گا اس کا اپنا کوئی چہرہ نہیں جو ہم اسے کسی خاص حلقے میں شمار کر سکیں.

ہم اپنے قارئین سے التماس کریں گے کہ ایسے عام آدمیوں کو اپنی اکثریت کا زینہ نہ بنائیں زینہ پاؤں پاؤں تلے رہنے کے لیے ہے اسے رہنما ہیں ہے جہاں یہ تھا. پاؤں اوپر اُٹھتے ہیں اور پڑھے لوگ آگے بڑھتے ہیں. عام آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر آپ کہاں تک پہنچ سکیں گے.

ہندو رسموں کے شیدائی بھی کیا ہمیں ہوں گے

ہندو رسموں کا بوجھ اُٹھا کر ہم نے اپنی زندگیوں کو بہت مشکل بنا لیا ہے. کسی عزیز کی آخرت کو رمانگی

کچھ کم درد انگیز منظر نہیں ہوتا مگر اب اس کی یاد میں محلے کے مولوی صاحب کی آئے دن کی دعوتیں تیجے ساتویں دسویں اور اکیسویں کے ختم اور پھر چالیسویں پر پوری برادری کے لیے خیمے اور قناتیں لگانا اور حلووں کے جلووں اور حلووں کے بلبوں نے اس غمزدہ کنبے کی اور کمر توڑ دی ہے. مگر مولوی صاحب ہیں کہ ایک ڈکار میں ان سب رسوم کو سنت کا نام دے دیتے ہیں اور اہلسنت کے نام سے غریبوں یتیموں بیواؤں اور مسکینوں کا مال کسی ہوشیاری سے اپنی سات آنتوں میں اتار دیتے ہیں

ہماری ان رسموں میں ہندو مسلم فاصلے نہیں رہے. سیاہ بدعات بجری میں لگے ہوئے پلاسٹک کے پودے ہیں اور سنت وہ سدا بہار پھول جو جڑوں سے یہاں تک آیا ہے بدعت کی طرح اکھڑا اکھڑا نہیں نہ وہ اجتثت من فوق الارض مالھا من قرار کا افسردہ منظر ہے

اہلسنت ایک قطار مسلسل تھی

اہلسنت قافلے کی شکل میں صحابہؓ کے پیچھے چلنا چاہتے ہیں. بریلوی قطار میں رہنے کی بجائے قطار توڑنے میں فخر محسوس کرتے ہیں. کوئی نگران لائن میں ہونے کو کہے تو اسے یہ مکروہ بات سننی پڑتی ہے. حرج کیا ہے؟ اور ان کے ساتھ ان پیروں کی بھی کمی نہیں جو اپنے گرد ہجوم چاہتے ہیں قافلہ نہیں. دیوبندی اور بریلوی میں آج قافلے اور ہجوم کا فرق رہ گیا ہے. ہجوم ہر طرف لڑھکتا اور جھکتا ہے اور قافلے ایک ہی سمت میں چلتے ہیں اہلسنت میں لفظ سنت خود ایک لائن کی نشاندہی کرتا ہے. مگر بدعات ہر ملک اور علاقے کی اپنی اپنی ہوتیں ہیں اسلام کی بین الاقوامی آواز کبھی نہیں بنیں.

بریلویّت اور مسلم لیگ

یہ دونوں لفظ پاکستان کے بنے نہیں ہندوستان سے پاکستان میں آئے ہیں. ہندوستان میں ان دونوں کا اپنے اپنے حلقے میں تعارف اور کردار کیا تھا. اس کے لیے آپ کو ایک صدی پیچھے جانا ہو گا اور پہلے اس ماحول کو جاننا ہو گا جہاں سے یہ دونوں لفظ پاکستان میں امپورٹ ہوتے ہیں.

دو سو سال پہلے کی بات ہے مٹھی بھر انگریزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہتھیڑ سے پورا ہندوستان فتح کرنے کا کھیل کھیلا. اس نے کسی ویسٹ انڈیا کمپنی کی بھی ضرورت محسوس نہ کی. یہ سفید فام قوم کس طرح برصغیر پاک و ہند کے کروڑوں انسانوں پر غالب آگئی. اس کے لیے انگریز حکومت کا فلسفہ عمل جاننے کی ضرورت ہے. ان کا یہ فلسفہ عمل یہ تھا "تقسیم کرو اور حکومت کرو" ہندوستان کے عوام کو زبان نسل رنگ برادری صوبائیت مذہب اور پیشے کے بندھنوں میں جکڑ کر سب اہل ہند کو آپس میں تقسیم کر دو اور چونکہ حکومت ہم نے مسلمانوں سے لی ہے انہیں سماجی اور تمدنی طور پر اتنا دبا دو کہ یہ پھر کبھی ہمارے خلاف اٹھ نہ سکیں انہیں اپنے ٹھکانے پر رکھنے کے لیے ہندو اکثریت کی مختلف پیمانوں سے حوصلہ افزائی کرو اور انہیں مسلمانوں کے گلے ڈالو اپنے استحکام کے لیے یہ طریق عمل اپنایا جائے جب تک یہ دو بڑی قومیں آپس میں نہ لڑیں ہمارے پاؤں یہاں نہ جم سکیں گے.

اس پس منظر میں یہ دو لفظ آپ کے سامنے آتے ہیں. ۱. بریلویت اور ۲. مسلم لیگ.

اب ان دونوں کے سماجی اور سیاسی مزاج کو ان کے کردار اور سیاست کے آئینہ میں دیکھئے اور غور کیجیے کہ ان میں سے کون انگریز حکومت کے اس فلسفہ عمل میں (کہ لوگوں کو آپس میں تقسیم کرو اور حکومت چلاؤ) اس کا ساتھی اور مربی تھا اور کس نے آگے بڑھ کر انگریزوں کے اس منشا کو پورا کیا.

۲۱/۴

مولانا احمد رضا خاں اگر کچھ بھی سیاسی فکر کے آدمی ہوتے تو کیا وہ مسلمانوں پہ بات بات میں کفر کے فتوے لگاتے سیاسی آدمی قوم کو ہمیشہ ایک قوم رکھنے کے درپے ہوتا ہے کیوں کہ اس نے سب کو ساتھ لینا ہوتا ہے۔ ہندوستان میں بقول حضرت شیخ الہندؒ دو ہی قومیں آباد تھیں۔ ہندو اور مسلمان — اب دو قومی نظریئے کے لیے ضروری تھا کہ مسلمانوں کو ہمیشہ ایک قوم بنا کر پیش کیا جاتا۔ ان کی آپس میں تقسیم در تقسیم کرتے چلے جانا اس سیاسی مقصد کے یکسر خلاف تھا۔ جس کے لیے حضرت شیخ الہندؒ تمام مسلمانانِ ہند کو ایک قوم کہہ رہے تھے۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں انگریزوں کی اس کوشش کہ لوگوں کو آپس میں تقسیم کرو اور حکومت چلاؤ میں انگریزوں کے ساتھ نہ تھے۔ وہ انگریزوں کی اس پالیسی کے ہرگز خلاف نہ تھے بلکہ ان کے ہمنوا تھے۔ ہندوستان میں مسلمانوں میں اکثریت اہل السنۃ والجماعۃ کی تھی۔ مولانا احمد رضا خاں نے تقریباً پچاس سال ان کی تقسیم میں محنت کی اور انہیں مستقل طور پہ دو حصوں میں تقسیم کر دیا — ان کا ایک معتقد سوانح نگار قاری احمد پیلی بھیتی لکھتا ہے :-

> مولانا احمد رضا خاں پچاس سال اسی جد وجہد میں منہمک رہے۔ یہاں تک کہ دو مکتبِ فکر قائم ہو گئے۔ بریلوی اور دیو بندی۔[1]

پھر مولانا احمد رضا خاں کے اپنے فتوے بھی دیکھیے کس طرح وہ ایک امت کو تار تار کرتے ہیں۔ اب جو لوگ مولانا احمد رضا خاں کو ہندوستان میں دو قومی نظریئے کا بانی قرار دیتے ہیں ان کے اس سفید بلکہ سیاہ جھوٹ پہ کیا عرقوب بھی کفِ افسوس نہ ملتا ہو گا کہ ہائے میں پیچھے رہ گیا۔

چودہویں صدی کا اس سے بڑا جھوٹ کیا ہو گا کہ جو شخص اپنے کردار میں مسلمانوں کو اتنے حصوں میں تقسیم کرنے کا مجرم ہو اور اس کی ہر کوشش تاجِ برطانیہ کو اس ملک میں استحکام دینا ہو اسے تمام مسلمانوں کے ایک قوم ہونے کا منادی بنا کر کھڑا کیا جائے دو قومی نظریہ کی بجائے مولانا احمد رضا

---

[1] سوانح اعلیحضرت از قاری احمد پیلی بھیتی ص۸

خاں کو چودہ قومی نظریئے کا بانی کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

مولانا احمد رضا خاں کا چودہ قومی نظریہ

مولانا احمد رضا خاں نے ہندوستان میں مسلمانوں کو کس طرح ایک قوم ہونے سے نکالا۔ اس کے لیے مولانا احمد رضا خاں کے یہ فتوے دیکھیئے:۔

وہابی قادیانی دیوبندی نیچری چکڑالوی جملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہو گا مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زنا خالص ہو گا اور اولاد ولد الزنا۔[1]

جو شخص وہابیوں اور دیوبندیوں کے کفر کا قائل نہ (جیسے مولانا محمد علی جوہر قائد اعظم علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی خاں وغیرہ) اس کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:۔

بلاشبہ اس سے بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا اس سے بغض، اس کی اہانت اس کا رد فرض ہے اور توقیر حرام و ہدم اسلام — اسے سلام کرنا حرام — اس کے پاس بیٹھنا حرام — اس کے ساتھ کھانا پینا حرام — اس کے ساتھ شادی بیاہت حرام اور قربت زنا خالص — اور بیمار پڑ جائے تو اسے پوچھنے جانا حرام — مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام — اسے مسلمانوں کا سا غسل و کفن دینا حرام — اس پہ نمازِ جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر ہے — اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اُٹھانا اور اس کے جنازے کی مشایعت — اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام — اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام — اس کے دعائے مغفرت یا ایصالِ ثواب حرام بلکہ کفر ہے۔[2]

آپ کے پیرو جب آپ کے نقشِ قدم پہ چلے تو انہوں نے مولانا حالی کو صفِ اسلام میں

---

[1] ملفوظات حصہ چہارم ص۱۰ [2] عرفانِ شریعت ص۲۹

رہنے دیا نہ ڈاکٹر اقبال کو بریلوی مکتب فکر کا پنجاب میں سب سے پہلا ادارہ حزب الاحناف ہند لاہور تھا جس کے بانی مولانا دیدار علی شاہ خطیب جامع مسجد وزیر خاں تھے۔ انہیں جاننے کے لیے اتنا جاننا کافی ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے احناف کو جو یقیناً یہاں کے مسلمانوں کا سوادِ اعظم تھے یکایک حزب بنادیا اور لاہور میں حزب الاحناف ہند کا ایک بورڈ لگا دیا۔ میاں شجاع الرحمٰن صاحب حال میئر لاہور کارپوریشن کے والد میاں غلام قادر صاحب نے بہت اصرار کیا کہ حضرت اس کا نام سواد اعظم احناف رکھیں مگر وہ مولانا کا دیدار قبولیت نہ پا سکے۔ اس دار العلوم حزب الاحناف ہند کے مولانا ابو الطاہر محمد طیب دانا پوری کا فتوے ملاحظہ ہو:۔

دین فروش دنیا خر مولویوں میں اشرف علی تھانوی حسین احمد اجودھیا باشی عطاء اللہ بخاری ابو الکلام آزاد محمد علی جناح عنایت اللہ مشرقی عبد الشکور کاکوروی وغیرہم مشہور و معروف ہیں۔[1]

یہی صاحب ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:۔

بحکم شریعت مسٹر جینا اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنیاد پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے۔[2]

جن لوگوں کے یہ نظریات ہوں ان کے بارے میں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ مسلمانوں کو ایک قوم بنانے کے داعی ہوں گے۔ خود سوچیں اور انصاف کریں۔ سیاسی فکر رکھنے والوں کے کیا یہی لچھن ہوتے ہیں۔ چودھویں صدی تک تو بریلویوں کا یہی کردار رہا ہے کہ جہاں تک ہو سکے مسلمان کہلانے والوں کو آپس میں ایک قوم نہ رہنے دو۔ لیکن جونہی پندرہویں صدی ہجری کا چاند قریب الطلوع ہوا بریلویوں نے ۲۵ صفر ۹۹ھ آرام باغ کراچی میں یوم رضا منانے کا اعلان کر دیا اور آپس میں طے کیا کہ پاکستان میں دو قومی نظریئے کا بانی ڈاکٹر اقبال کی بجائے مولانا احمد رضا خاں کو بنایا جائے۔

روزنامہ نوائے وقت نے اپنی ۲۷ جنوری ۱۹۷۹ء کی اشاعت میں بریلوی جماعت کے سیاسی

---

[1] قہر القادر ص۳ مصنفہ ابو الطاہر دانا پوری [2] تجانب اہل السنۃ ص۱۱۲

قائد مولانا نورانی کا یہ بیان بڑی آب و تاب سے شائع کیا:۔

پاکستان کا قیام حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی کے علمی جہاد کے نتیجے میں عمل میں آیا جنہوں نے آج سے ۵۸ برس قبل مسلمانوں کے ایک قوم ہونے کا اعلان کیا۔

مولانا نورانی کا یہ بیان ۱۹۷۹ء کا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کا مسلمانوں کے ایک قوم ہونے کا اعلان اس سے ۵۸ برس پہلے ۲۵ صفر ۱۹۲۱ء کا ہے۔ گویا مولانا احمد رضا نے ۲۵ صفر ۱۹۲۱ء کو ہندوستان میں دو قومی نظریئے کی بنا رکھی تھی ــــ یہی دن مولانا احمد رضا خاں کا یوم وفات ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی زندگی کے آخری دن ہندوستان کے سب مسلمانوں کو ایک قوم کہا اور اس سے پہلے آپ ساری زندگی مسلمانوں کی باہمی تقسیم میں لگے رہے اور ہمیشہ چودہ قومی نظریئے کی تلقین کرتے رہے۔

اگر مولانا نورانی نے اپنے مندرجہ بالا بیان میں جھوٹ نہیں بولا تو مولانا احمد رضا خاں کا اپنے یوم وفات کا یہ بیان غالباً اس وقت کا ہو گا جب آخرت کا نقشہ کھل چکا ہو گا اور نبضیں ابھی چل رہی ہوں گی ــــ اور خان صاحب کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ عمر بھر میں جس مشق تکفیر میں لگا رہا وہ بات غلط تھی۔ ہندوستان کے سب مسلمان ایک قوم ہیں اور ان میں جو باہمی تفریق قائم کرتا رہا میری یہ کاوش غلط تھی۔

قرآن کریم نے بجا کہا ہے:۔ پ ۲۶ ق ۲۲

فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید۔

روح پرواز کرنے سے پہلے سب پردے اُٹھ جاتے ہیں اور نظر تیز ہو جاتی ہے۔

اس وقت انگریز کی دی ہوئی عینک اُتر گئی ہو گی اور مولانا نے مسلمانانِ ہند کو ان کی اصل صورت میں دیکھ لیا ہو گا۔

مولانا نورانی نے مولانا احمد رضا خاں کی اس ایک دن کی حق گوئی کو جو علمی جہاد کہا ہے یہ بات ہمیں سمجھ میں نہیں آئی بستر مرگ پر کون سا جہاد ہوتا ہے۔ داناؤں نے درست کہا ہے

دروغ گو را حافظہ نباشد۔

نوٹ : حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے خطبہ علی گڑھ میں ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء کو ہندوستان میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے دو قوم ہونے کا واضح الفاظ میں اعلان کر دیا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں کو اگر یہ بات سمجھ میں آئی تو اس سے کم از کم ایک سال بعد آئی اور وہ بھی بستر مرگ پر ۔۔۔ پھر معلوم نہیں انہوں نے اس دو قومی نظریہ کو پھر فروغ کہاں دیا ہو گا۔ اسی دنیا میں یا عالم برزخ میں۔

مولانا نورانی کا اگر یہ ۱۹۷۹ء کا بیان صحیح ہے اور واقعات کے مطابق ہے تو اسے اگر مولانا احمد رضا خاں کا اپنی سابق تکفیری کارروائیوں سے توبہ نامہ سمجھیں تو مسلمانوں کے ذہن میں اس حسن ظن کی بھی گنجائش ہونی چاہیئے۔

مولانا نورانی کے اس اعلان کے گیارہ سال بعد بریلویوں نے مولانا احمد رضا خاں کی یاد کی بڑی گیارہویں منائی اور ان کے ادارہ معارف نعمانیہ نے لاہور سے امام احمد رضا خاں بریلوی کو ایک ہمہ جہت شخصیت ثابت کرنے کے لیے ایک پمفلٹ ۱۹۹۰ء میں شائع کیا۔ اس کے ص۱۶ پر یہ عبارت نظر سے گزری :۔

> دو قومی نظریہ کے فروغ کے لیے مدبرانہ دور بینی کی سیاست پہ کاربند رہنا امام احمد رضا خاں جیسے آہنی اعصاب رکھنے والے انسان ہی کا کام تھا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا کے یہ اعصاب کیا صرف یوم وفات پر ہی آہنی بنے اور اسی دن انہوں نے دو قومی نظریہ کو فروغ دیا یا اس سے پہلے بھی مجاہدین آزادی کے تذکروں میں کسی نے مولانا احمد رضا خاں کا نام کہیں پڑھا ہے جہاں تک ہمیں دیکھنے کا موقع ملا ہے ہم نے تاریخ آزادی کے تمام مختلف تذکروں کو مولانا احمد رضا خاں کے ذکر سے خاموش ہی پایا ہے۔ البتہ انگریز مؤرخین کے ہاں یہ بات ملتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے فتوے اکثر پرو گورنمنٹ ہوتے تھے۔

ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کے فتوے پرو گورنمنٹ

کیوں ہوتے تھے؟ ہمیں اس وقت یہاں یہ سمجھانا ہے کہ:

مولانا احمد رضا خاں اپنے عمل و کردار میں ہرگز اس پوزیشن میں نہ تھے کہ تمام مسلمانوں کو ایک قوم کہیں۔ نہ وہ اپنے حلقہ کے سوا کسی اور حلقہ اسلام کو مسلمان سمجھنے کے لیے تیار تھے۔ یہ تاریخ بنانا نہیں تاریخ بگاڑنا ہے۔ بریلویت پر جس کی بھی تحقیقی نظر ہوگی وہ ایک لمحہ کے لیے بھی یہ باور نہیں کر سکتا کہ مولانا احمد رضا خاں نے کبھی مسلمانوں کو متحد کرنے یا انہیں ایک قوم کے طور پر کھڑا کرنے کی کوئی سعی کی ہو — دو قومی نظریئے کا اعلان تو بڑی اونچی بات ہے۔

مسلم لیگ کا قومی کردار

مسلم لیگ آل انڈیا نیشنل کانگریس کے مقابل عمل میں آئی تھی اسے ہر قدم پر مسلمانوں کی عددی کثرت درکار تھی۔ ان کے ہاں مسلمان کہلانے والے کسی طبقے کو اپنے سے باہر کرنے کا تصور نہ تھا۔ یہ لوگ تحقیقی درجے میں مسلمانوں کی ایک تنظیم نہ تھے۔ قومی سطح پر مسلمانوں کا ایک سنگم تھے۔ یہ لوگ انگریزوں کے سامنے یہ بات رکھے ہوئے تھے کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی کثرت یہاں کی اکثریت کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑی جا سکتی — ظاہر ہے کہ اس نصب العین میں مسلم لیگ کو ایک ایک فرد اور ہر ایک جماعت کی ضرورت تھی۔ گو وہ تحقیقی طور پر مسلمان نہ ہو محض قومی سطح پر اسے مسلمان کہا جاتا ہو۔

مسلم لیگ کی یہ ایک سیاسی چال تھی کہ جس طرح بھی ہو سکے مسلمانوں کو اس ملک میں ایک بڑی تعداد کہا جا سکے اور یہ موقف اپنی ذات میں کوئی غیر اسلامی موقف نہ تھا۔ لڑائی ایک چال ہے جس طرح بھی لڑی جا سکے۔ آل انڈیا مسلم لیگ میں مرزائیوں ملحدوں اسماعیلیوں اثنا عشریوں اور سرسید کے ہم خیال معتزلہ اور منکرین شریعت ملنگوں کو جذب کرنے میں ایک یہی مصلحت کارفرما تھی۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان بنتے ہی مسلمانوں نے قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کا اعلان کیا اور وہ بالآخر ایک غیر مسلم اقلیت تسلیم کر لیے گئے۔

بریلویت اور مسلم لیگ میں نسبت تضاد

① بریلوی حضرات دوسرے مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ رکھنے کو تیار نہ تھے ــــ مسلم لیگ والے غیر مسلموں (جیسے قادیانی) کو بھی مردم شماری میں ساتھ رکھے ہوئے تھے۔

② بریلویوں کے ہاں دیوبندی اہلحدیث وہابی اور جماعت اسلامی اور کئی دوسرے اور گروپ صف اسلام میں شامل نہیں اور مسلم لیگ میں یہ سب فرقے بلکہ کئی غیر مسلم فرقے بھی داخل تھے۔

③ بریلویت میں تنگی اور تعصب کار فرما ہے اور مسلم لیگ میں سیاست اور وسعت عمل کار فرما رہی۔

④ بریلویت صرف ایک تحریک تھی تنظیم نہیں ــــ مسلم لیگ ایک تنظیم تھی اور اس کے سامنے ایک پروگرام تھا۔

⑤ بریلویوں میں جدید تعلیم یافتہ لوگ بہت کم تھے ــــ مسلم لیگ میں جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی کثرت تھی۔

اس پس منظر میں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ بریلوی زعماء میں سے کوئی مسلم لیگ کے ساتھ ہو۔ بریلویوں نے مسلم لیگ کا نام مظلم لیگ (اندھیرے لانے والی لیگ) رکھا ہوا تھا۔ ان لوگوں کے ہاں پاکستان گویا ایک اندھیرا ہے جو مسلم لیگ نے پھیلایا ہوا ہے

بریلوی زعماء کے مسلم لیگ کے خلاف فتوے

بریلوی فرقے کے بانی مولانا مولانا احمد رضا خاں پاکستان بننے سے ربع صدی پہلے ۱۹۲۱ء میں فوت ہو چکے تھے۔ مگر تین مقامات پر ان کے اثرات کی خاصی چھاپ تھی۔ ۱۔ ان کا پیر خانہ مارہرہ شریف۔ ۲۔ آستانہ بریلی۔ ۳۔ حزب الاحناف ہند لاہور جس کے ناظم اعلیٰ مولانا ابو البرکات تھے ــــ تحریک پاکستان کے وقت مولانا احمد رضا خاں کے مسلکی جانشین مولانا حشمت علی لکھنوی تھے۔ بریلویوں

ہیں انہیں مظہر اعلیٰ حضرت کہا جاتا تھا۔

راندیر کے سید عبد القادر قادری کا فتوےٰ ملاحظہ ہو :۔

اپنے ایمان و اسلام کو نیز جمیع اہل اسلام کو مرتدین و بد مذہب دیابنہ و ہابیہ نیاچرہ و گاندھویہ ولیگیہ وغیرہم کے ناپاک حملوں سے بچائیں۔[1]

اب مارہرہ شریف کے سجادہ نشین سے مسلم لیگ پر یہ الزام سنیئے کہ یہ لوگ مسٹر جناح کو سیاسی پیغمبر مانتے ہیں :۔

کون سے قرآن سے یہ ثابت ہے کہ حضور اقدس محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کا کوئی نیا سیاسی پیغمبر اور وہ بھی ایک بد مذہب رافضی ہو سکتا ہے انہیں آج کے لیگیوں نے کل کے خلافتیوں کی حیثیت دی ہے کل ایک مشرک گاندھی کو امام مہدی بلکہ نبی بالقوہ بلکہ معناً بالفعل نبی کہہ دیا تھا تو آج لیگ کی آزادی کے زمانہ میں ان سے ایک رافضی کو مسلمانوں کا سیاسی پیغمبر کہہ دینا کیا بعید ہے۔[2]

قارئین غور فرمائیں بریلویوں نے اس لیگ کانگریس کشمکش میں کس طرح ختم نبوت کی بحث یہاں شروع کر دی ہے۔ نہ کوئی مسلمان گاندھی کو نبی سمجھتا تھا نہ مسٹر جناح کو ——— مگر بریلوی مفتیوں کی چابک دستی ملاحظہ کریں کس پھرتی سے اس سیاسی بحث میں نبی کا لفظ لے آئے ہیں۔ غلام بھیک نیرنگ نے کہیں سیاسی پیغمبر کا لفظ کہا ہوگا۔ بریلوی مفتی یہاں نبی بالقوہ اور نبی بالفعل کے اسلامی لفظ لے آئے۔ قائد اعظم کے بارے میں حقیر امداد رسول محمد میاں قادری کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:۔

کسی بھی بد دین بد مذہب کو قائد اعظم و سیدنا وغیرہ وغیرہ القاب مدح و تعظیم سے خطاب کرنا شرعاً سخت شنیع و قبیح و فظیع اشد محظور و ممنوع و حرام صریح مخالف قرآن مجید و حدیث حمید ہے۔[3]

---

[1] مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری صفحہ ۲۹ [2] ایضاً صفحہ ۸ [3] ایضاً صفحہ ۱

کیا کوئی سچا ایماندار مسلمان کسی کتے اور وہ بھی دوزخیوں کے کتے کو اپنا قائد اعظم سب سے بڑا پیشوا اور سردار بنانا پسند کرے گا۔[1]

جو شخص مسلم لیگ کے اس اسلام کش اتحادی جھنڈے کے نیچے آجائے گا وہ جنتی نہیں بلکہ دوزخ کے عذاب الیم کی طرف جائے گا۔[2]

بریلوی نقطۂ نظر میں مسلم لیگ میں شامل ہونا بے شک جہنمی ہونا ہے مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ تحریک آزادی میں مسلمان آخر کدھر جائیں؟ اس کا جواب بھی مارہرہ شریف کے سجادہ نشین سے سُنیں۔ یہ مارہرہ شریف کیا ہے؟ مولانا احمد رضا خاں کا پیرخانہ حضرت کا جواب یہ ہے:۔

صراط مستقیم یہی اور صرف یہی ہے کہ وہ نہ کانگریس میں ملیں نہ لیگ میں جڑیں نہ احراری بنیں نہ جمعیتی بلکہ تمام مشرکین وکفار و مرتدین و مبتدعین فجار سے قطعاً علیحدہ ہو کر خالص حقیقی سچے دین و مذہب اسلام وسنت کی فرمانبرداری اور اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم ہی کی محبت واطاعت شعاری اختیار کریں۔[3]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں بریلویوں کی اپنی کوئی سیاسی جماعت نہ تھی۔ آج پاکستان میں جمعیت علمائے پاکستان صرف اس لیے بنی ہے کہ یہاں انگریز کا سایہ عاطفت نہیں ہندوستان میں جب تک تاج برطانیہ رہا مولانا احمد رضا خاں کے پیرو کسی تحریک آزادی ہند میں شامل نہ ہوئے۔ ان کے نزدیک انگریزی حکومت ایک سایہ رحمت تھی جو انہیں دیوبندیوں سے بچائے ہوئے تھی۔

یہ تمام فتوے بریلویوں کی تاریخی دستاویز مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری شائع شدہ ۱۹۳۹ء سے لیے گئے ہیں۔ اسے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ نے شائع کیا ہے: تاریخ آزادی ہند پر یہ بریلویوں کی پہلی کتاب ہے۔

---

[1] مسلم لیگ کی بخیہ دری ص ۳ [2] ایضاً ص ۲۱ [3] ایضاً ص ۲۰

آیئے اب آپ کو لاہور لے چلیں

مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے کا مرکز لاہور میں انجمن حزب الاحناف ہند تھی۔ انہوں نے اس وقت جو فتوے شائع کیا وہ بریلویوں میں **فتوے مبارکہ** کہلاتا ہے۔ انجمن حزب الاحناف لاہور سے سات سوال کیے گئے۔ اس وقت انجمن کی روح رواں ان کے حقیر فقیر درماندہ از نفسِ شریر مولانا ابوالبرکات اور ان کے شاگرد فقیر ابوالطاہر محمد طیب داناپوری تھے مولانا ابوالبرکات نے ان سات سوالوں کا جواب لکھا اور ابوالطاہر محمد طیب داناپوری نے اس پر دستخط کیے ـــــ ان دو حضرات کے دستخطوں اور انجمن کی دو مہروں سے یہ **فتوے مبارکہ** شائع کیا آج کل حزب الاحناف میں ان کے جانشین مولانا محمود احمد رضوی ہیں۔

وہ سات سوالات اور ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کا خیال ہے کہ ضرورت وقت کا خیال کرتے ہوئے تمام کلمہ گو کو ایک جگہ ہو جانا چاہیئے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو۔

اور بکر یہ کہتا ہے کہ جب شریعتِ مطہرہ نے اہل بدعت اور اہل ہوا سے اتفاق و اتحاد کرنا ناجائز و ممنوع رکھا ہے تو وہ تمام ۷۲ فرقے جن میں اہل ہوا اور اہل بدعت ہی نہیں بلکہ اکثر و بیشتر منافقین و مرتدین شامل ہیں۔ ان سے اتحاد و اتفاق کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔ اہل ندوہ کے خیال اور اقوال بھی اسی طرح کے تھے کہ کسی کی تکفیر جائز نہیں۔ تمام کلمہ گو حق پر ہیں جملہ مدعیان اسلام خواہ وہ کسی مذہب و مشرب کے ہوں سب متفق ہو جائیں۔ مگر علمائے حرمین طیبین نے ان کو گمراہ خارج از اسلام بتایا۔ ان کے ساتھ مجالست و موافقت کو قطعاً حرام بیان کیا۔ ان پر کفر

کے فتوے دیئے۔ لہٰذا علمائے سنت ان چند باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے غیر جانبدارانہ بحکم شرع جواب عنایت فرمادیں۔

(۱) یہ جماعت مسلم لیگ کیسی ہے۔ کیا ان سے ہم اہلسنت کا اتفاق اتحاد شرعاً جائز ہے؟ اور کیا ان لیڈروں کا رہنما ہونا درست ہے اور ان پر اعتبار صحیح ہے؟

(۲) مسلم لیگ کی حمایت کرنی اس میں چندے دینا اس کا ممبر بننا اس کی اشاعت و تبلیغ کرنا کیسا ہے؟

(۳) ان کے احوال و اقوال سے گمراہی ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

(۴) جب کہ ہنود بر سر پیکار اور مسلمانوں کے دشمن ہیں تو موجودہ صورت میں شریعت مطہرہ یہ اجازت دیتی ہے کہ تمام کلمہ گو جن میں رافضی خارجی قادیانی وہابی نیچری چکڑالوی سبھی ہیں۔ اہلسنت کو ان سب سے متفق و متحد ہونا چاہیئے؟

(۵) کیا ایسی صورت میں مصلحت وقت اجازت دیتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان واجب الاذعان فلا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم کو پس پشت ڈال دیا جائے؟

(۶) جو شخص اپنے کو سنی کہتا ہو اور پھر مسٹر جناح کو رافضی بلکہ نیچری جانتے ہوئے اپنا پیشوا مانے اور قائد اعظم لکھے اور اس کی حمایت کرے۔ مبلغ بن کر لوگوں کو اس کی طرف ترغیب دلائے وہ کیسا ہے اور اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۷) زید و بکر میں سے اپنے اپنے قول میں کون حق پر ہے۔ بینوا توجروا عند المولی الجلیل

الجواب

ان سوالات کے مختصر جوابات عرض ہیں۔ وباللہ التوفیق

(۱) لیگ میں مرتدین منکرین ضروریاتِ دین شامل ہیں۔ اس لیے اہل سنت و جماعت کا ان سے اتفاق و اتحاد نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ توبہ کریں۔ لیگ کے لیڈروں کو رہنما سمجھنا یا ان پر اعتبار کرنا منافقین و مرتدین کو رہنما بنانا اور ان پر اعتبار کرنا ہے جو شرعاً ناجائز ہے کسی طرح بھی

جائز نہیں۔

(۲) لیگ کی حمایت کرنا — اور اس میں چندے دینا — اس کا ممبر بننا — اس کی اشاعت و تبلیغ کرنا — منافقین و مرتدین کی جماعت کو فروغ دینا اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔

(۳) لیگی لیڈروں کے افعال و اقوال سے ان کی گمراہی مہر نیمروز سے زائد روشن ہے۔ مرتد تھانوی کو لیگیوں کی تقریروں میں شیخ الاسلام اور حکیم الامت کہا جاتا ہے۔ اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ مسٹر محمد علی جناح کو قائد اعظم سیاسی پیغمبر ہندو مسلم اتحاد کا پیامبر بتایا جاتا ہے ۱۹۲۰ء و ۱۹۲۱ء کے خلافتی دور کا ندھویت والے اسلام کش اور ایمان سوز ہندو مسلم اتحاد کی یاد میں ترانے گائے جاتے ہیں۔ مسٹر جناح کو قائد ملت رہبر اعظم رہنمائے محترم مخدومنا ذات گرامی تم سلامت رہو ہزار برس۔

مسلم ہے تیرا غم خوار جناح رہبر ہے تیرا سردار جناح

وغیرہ کہا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ لوگ جو ساڑھے تیرہ سو برس والے اصلی سچے مذہب اہلسنت پر قائم ہیں وہ اس مسلم لیگ کی شرکت و ممبری کو کیوں کر روا رکھ سکتے ہیں۔

(۴) صورت مسئولہ میں مرتدین و منافقین سے اتحاد و اتفاق ہرگز جائز نہیں جب تک وہ باعلان اپنے عقائد باطلہ کفریہ شرکیہ سے توبہ نہ کریں۔

(۵) مصلحت وقت کوئی شئے نہیں شریعت مطہرہ عین مصلحت ہے۔ اس سے روگردانی کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ فرامین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنا ہر لحظہ و ہر آن فرض ہے خواہ دنیا بھر میں ایک ہی مسلمان رہے۔

(۶) اس شخص پر واجب و لازم ہے کہ فوراً توبہ کرکے سچا پکا مسلمان بن جائے۔ اگر رافضی کی تعریف حلال اور جناح کو اس کا اہل سمجھ کر کرتا ہے تو وہ مرتد ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے کلی مقاطعہ کریں یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔

(۷) زید سخت غلطی پر ہے۔ اس کو اپنے نفس کی اصلاح کرتے ہوئے فرمان خداوندی پر ایمان لانا چاہیئے۔ مصلحت وہی ہے جو اللہ اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائیں بجہ حق

پر ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے حق پر ثابت و مستقیم رکھے۔

اگر آپ اس سے زیادہ مسلم لیگ کی خباثتیں دیکھنا چاہیں تو جماعت مبارکہ اہل سنت مارہرہ ضلع ایٹہ سے مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری اور احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔

حقیر فقیر درماندہ از نفس شریر ابوالبرکات سید احمد غفرلہ

ناظم دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور

الجواب: ما حررہ استاذنا العلامہ فہو حق و صواب فقیر ابوالطاہر محمد طیب قادری برکاتی داناپوری غفرلہ ذنبہ المعنوی والصوری

مولانا ابوالطاہر محمد طیب قادری برکاتی داناپوری نے مسلم لیگ کا نام "مظلم لیگ" رکھا۔ آپ ایک مقام پر لکھتے ہیں:-

پھر انہی دین فروشوں سے چند دنیا پرستوں نے ایک جماعت بنائی جس کا نام مسلم لیگ بلفظہ مظلم لیگ ہے

آئیے اب ذرا بریلی کا رُخ کریں

مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی نے انگریزوں کے حلیف شریف مکہ کی حمایت میں الحجۃ الداہرہ لکھ کر سرکاری حلقوں سے بہت دادِ تحسین حاصل کی. آپ کی یہ سیاسی پالیسی اپنے والد مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے کی تائید میں تھی کہ مسلمانانِ ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں[1].

مولانا احمد رضا خاں کو مرزا غلام احمد کی طرح انگریزیہ حکومت کی خیر خواہی ورثہ میں ملی تھی.

مولانا ظفر الدین بہاری حیات اعلیحضرت میں لکھتے ہیں:۔

آپ کے پردادا حافظ کاظم علی خاں نے انگریزی حکومت کی پولٹیکل خدمات سرانجام دیں.[2]

آپ کے دادا رضا علی خاں ۱۸۵۷ء میں بریلی میں کس اطمینان سے بیٹھے تھے اسے سطور ذیل میں پڑھیں. شاہ ماناقادری لکھتے ہیں:۔

مسلمانوں کو گرفتار کر کے تختہ دار پر چڑھایا جا رہا تھا. مولانا رضا علی خاں اس زمانے میں بریلی میں ذخیرہ میں قیام فرما تھے ..... مولانا صاحب نے باوجود لوگوں کے اصرار کے بریلی نہ چھوڑی.[3]

مولانا احمد رضا خاں کے والد مولانا نقی علی خاں کو مرغ بازی اور بٹیر بازی نے کسی خاص سیاسی کام کا موقع نہ دیا. مولانا عبدالصمد مقتدری آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

رؤسار بدایوں و کھیڑہ بزرگ کے خصوصی مشاغل مرغ بازی اور بٹیر بازی وغیرہ سے دلچسپی لیتے تھے.[4]

البتہ مولانا احمد رضا خاں نے جنگِ عظیم اول کے دوران انگریزیہ حکومت کی حمایت مسلسل

---

[1] دیکھئے دوام العیش صـ۱۴ مولانا احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ بریلی [2] حیات اعلیحضرت صـ۲
[3] حیات اعلیحضرت صـ۲ [4] رسالہ نذرانہ عرس صـ۳

جاری رکھی۔ مسلسل سے مراد یہ ہے کہ یہ سلسلہ خاندان سے چلا آرہا تھا۔ انگریز مؤرخ فرانسس رابنسن لکھتا ہے :-

ان کا معمول کا طریق کار حکومت کی حمایت تھی اور جنگ عظیم اول اور تحریک خلافت میں انہوں نے مسلسل حکومت کی حمایت جاری رکھی اور ۱۹۲۱ء میں بریلی میں ترک موالات کے مخالف علماء کی ایک کانفرنس منعقد کی۔[1]

تقریباً پندرہ سال بعد مسلم لیگ کی تحریک چلی۔ دو تین سال بعد بریلی میں مولانا احمد رضا خاں کے عرس کے موقع پر ان کے حلقے کے علماء مختلف اطراف و جوانب سے اکٹھے ہوئے اور مسلم لیگ زیر بحث آئی۔ مسلم لیگ سے متعلق چند سوالات اٹھائے گئے اور اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی سجادہ نشین سلسلہ برکاتیہ مولانا سید آلِ مصطفیٰ قادری اور مولانا حشمت علی خان نے ان کے جو جوابات دیئے وہ الجوابات السنیہ کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ یہ جوابات مولانا احمد رضا خاں کے آستانہ بریلی کی سیاسی آواز تھی :-

لیگ میں مذکورہ بالا قبائح شرعیہ اور محرمات دینیہ موجود ہیں اس کی شرکت و رکنیت عوام اور علماء دونوں کے لیے حرام ہے۔[2]

مسلم لیگ کے خلاف بریلویوں کے یہ فتوے ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء کے ہیں جو بر موقع عرس مولانا احمد رضا خاں بریلوی آستانہ بریلی میں لکھے گئے۔ بریلویوں کو اعتراف ہے کہ مولانا احمد رضا خاں تحریک آزادئ ہند سے ہر قدم پر الگ رہے۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور نے اپنی ۲۷ صفر ۱۳۹۹ھ کی اشاعت میں بریلویوں کا یہ اپنا اقرار شائع کیا ہے :-

"خان صاحب بریلوی تحریک آزادی سے بالکل الگ رہے"

اب ظاہر ہے کہ خانصاحب کے بعد ان کے دین و مذہب کے پیرو کس طرح مسلم لیگ کا ساتھ دیتے۔

---

[1] سیپریٹزم امینگ انڈین مسلمز ص   [2] الجوابات السنیہ ص ۱۳

بریلویوں کے مسلم لیگ سے بگڑنے کی وجہ

مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن سجادہ نشین آلو مہار شریف نے عرس کے موقعہ پر کہا. ہم مسلم لیگ کے صرف اس لیے مخالف تھے کہ اس میں قادیانی شامل ہیں اور سر ظفر اللہ خاں کی سیاست کارفرما ہے. ہم اس صورت میں مسلم لیگ کا ساتھ کیسے دے سکتے تھے.

جواباً عرض ہے ہم بات صاحبزادہ کی نہیں کر رہے. موضوع سخن یہ تھا کہ آستانہ بریلی اور مشائخ مارہرہ کیوں مسلم لیگ کے خلاف تھے. صاحبزادہ صاحب مجلس احرار اسلام میں تھے. احرار کے مسلم لیگ سے دور رہنے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے. لیکن بریلوی من حیث الجماعۃ مسلم لیگ کے کیوں خلاف رہے. اس کا جواب مسلم لیگ میں علمائے دیوبند کی شمولیت یا علمائے دیوبند کی مسلم لیگ کی حمایت ہے.

مظہر اعلیحضرت مولانا حشمت علی خاں اپنے مسلم لیگ سے بگڑنے کی وجہ لکھتے ہیں:-

تھانوی کو لیگیوں کی تقریروں تحریروں میں شیخ الاسلام تھانہ بھون کہا جاتا ہے (اخبار الامان ۵. اپریل ۱۹۳۸ء) حکیم الامۃ لکھا جاتا ہے (اخبار الامان ۹. فروری ۱۹۳۹ء واخبار وحدت مورخہ ۸. فروری ۱۹۳۹ء) لیگ کے اجلاس میں تھانوی کا پیغام خاص احترام واہتمام سے لیا اور سنا جاتا ہے (اخبار الامان ۲۸. دسمبر ۱۹۳۸ء) اسی تھانوی کے مرید مظہر الدین شیر کوٹی جو تھانوی کو اس کے ان اقوال کفریہ کے باوجود اپنا مرشد اور مقتدائے اسلام ومعظم دینی مانتے ہیں جو سہ شنبہ ۱۴. مارچ ۱۹۳۹ء کو دہلی میں قتل کیے گئے ان کو شہید ملت کا خطاب دیا جاتا ہے (اخبار الامان ۲۸. مئی ۱۹۳۹ء) لیگ کے جلسے میں حضرت مولانا اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں.[1]

---

[1] احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ صلا۲ مصنفہ مولانا حشمت علی خاں

حقیر اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی لکھتے ہیں :۔

الامان و وحدت کے ایڈیٹر و مالک مظہر الدین شیر کوٹی عقیدۃً وہابی دیوبندی اشرف علی تھانوی کے مرید محمود حسن دیوبندی کے شاگرد تھے۔[1]

مسلم لیگ کے اجلاس دہلی میں حکیم الاسلام قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند کے بھائی کچھ امدادی رقم لے کر پہنچے۔ مولانا مظہر الدین شیر کوٹی نے اپنے اخبار وحدت میں ان کا کچھ عزت سے ذکر کر دیا۔ اس پر یہ بریلوی حضرات بگڑے۔ حقیر اولادِ رسول لکھتا ہے :۔

مظہر الدین کے پرچہ وحدت دہلی ۱۷ فروری ۱۹۳۹ء میں کئی جگہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مدظلہٗ کے ساتھ تھانوی سے اپنے اظہارِ عقیدت کے علاوہ ایک جگہ انہیں محمد طاہر اور ان کے دادا نانوتوی کا ذکر ان الفاظ میں ہے۔ بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے حقیقی پوتے اور خاندانِ قاسمی کے چشم و چراغ مولانا قاری محمد طاہر صاحب قاسمی بن حافظ احمد اپنی طرف سے اور دیگر حضرات دیوبند کی جانب سے چندہ لے کر دہلی تشریف لائے۔[2]

مسلم لیگ میں علمائے دیوبند کا موجود ہونا بریلویوں کے لیے مانع رہا

علمائے دیوبند مجلس احرار میں بھی تھے جمعیت علمائے ہند میں بھی تھے کانگریس میں بھی تھے اور مسلم لیگ میں بھی۔ لیکن اکثریت ان کی مسلم لیگ میں تھی۔ اخبار وحدت کی ۸ فروری ۱۹۳۹ء کی اشاعت میں دیکھیے۔ حقیر اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی لکھتے ہیں :۔

لیگی فخر سے کہتے ہیں کہ کیا حکیم الامۃ مولانا اشرف علی لیگ کے حامی نہیں اور نہ اور اکثر علمائے دیوبند لیگ میں موجود ہیں۔[3]

یہ مسلم لیگ اور بریلویوں کا کھلا اقرار ہے کہ علمائے دیوبند کی اکثریت مسلم لیگ کے ساتھ

---

[1] مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص۴۲ [2] ایضاً ص۵ [3] ایضاً ص۶

تھی. دارالعلوم دیوبند کے سات بڑے عہدیداروں میں سے پانچ علی الاعلان مسلم لیگ کے ساتھ تھے.

۱. سرپرست. ۲. شیخ الحدیث. ۳. صدر مہتمم مہتمم. ۵. شیخ التفسیر ۶. مفتی اعظم. شیخ الادب والفقہ.

(۱) سرپرست. حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ.

(۲) صدر مہتمم. شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ.

(۳) مہتمم. حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ.

(۴) شیخ التفسیر. حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ.

(۵) مفتی اعظم. مفتی محمد شفیع صاحبؒ.

یہ حضرات تقسیم ہند کے مسئلہ میں مسلم لیگ کے ساتھ تھے. سو یہ کہنا غلط ہے کہ علماء دیوبند کی اکثریت پاکستان کے خلاف تھی.

بریلویوں کا دو قومی نظریئے کا سہرا اپنے خان کے سر باندھنا

بریلویوں نے تحریک پاکستان کا سہرا احمد رضا خاں کے سر پہ باندھنے کے ڈاکٹر علامہ اقبال کو ہمیشہ گرانے کی کوشش کی ہے. مشہور عام طور پر یہ ہے کہ ڈاکٹر اقبال دو قومی نظریئے کے موسس تھے.

اپنی ملت کا قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پہ انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

تاہم یہ المیہ ہے کہ بریلویوں نے علامہ اقبال کی سخت توہین کی ہے. حزب الاحناف بند کے مولانا ابو الطاہر محمد طیب داناپوری علامہ اقبال کے متعلق لکھتے ہیں.

ڈاکٹر صاحب کی زبان پر ابلیس بول رہا ہے۔[1]

دیکھئے ترجمانِ حقیقت ڈاکٹر علامہ اقبال پر کس انداز میں طنز کرتے ہیں:۔

یہ ترجمانی حقیقت ہے یا ترجمانی ابلیسیت۔[2]

بریلویوں کے مولوی بدرالدین قادری رضوی نے مولانا احمد رضا خاں کی سوانح حیات میں ڈاکٹر اقبال کے بارے میں یہ عنوان قائم کیا ہے۔ نام نہاد مفکر اسلام۔ اور اس میں یہی جذبہ کارفرما ہے کہ دو قومی نظریئے کا بانی ڈاکٹر محمد اقبال کو نہیں مولانا احمد رضا خاں کو مانا جائے۔ اسے سفید جھوٹ کہیں یا سیاہ جھوٹ، پاکستان میں مڈل پاس بچے بھی جانتے ہیں کہ ڈاکٹر اقبال کون تھا اور مولانا احمد رضا خاں کی تو ۱۹۷۶ء تک برصغیر میں یہ حالت ہے کہ:۔

جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو احمد رضا خاں کو جانتا بھی نہیں۔[3]

اس وقت ہم دونوں میں تقابلہ نہیں کر رہے نہ یہ موضوع سخن ہے کہ ان میں مسلمان قوم کو جوڑنے والا کون تھا اور توڑنے والا کون؟ کس نے سب مسلمانوں کو ایک قوم کہا اور کس نے ایک قوم کے ٹکڑے ٹکڑے کیئے۔ اس وقت ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ بریلویوں کے ہاں ڈاکٹر محمد اقبال کا کیا مقام ہے؟ مولوی بدرالدین نام نہاد مفکر اسلام کے تحت لکھتا ہے:۔

ڈاکٹر سر اقبال نے اپنی شاعری کے بل بوتے پر اسلام کو کچھ کم دھکا نہیں پہنچایا ہے۔ انہیں باتوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خود ساختہ مفکر اسلام نے اپنے فارسی اور اردو کلام میں الحاد دہریت بے دینی و نیچریت کا بیج کس قدر بویا ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔[4]

اس پر بریلوی مولوی نے پھر آگے جا کر لکھا ہے:۔

نیچریوں کا شور ہے کہ سر محمد اقبال ترجمان حقیقت اور مفکر اسلام ہیں۔ ایشیا کے

---

[1] تجانب اہل سنت صـ ۳۴۰ [2] ایضاً صـ ۳۳۶ [3] ماہنامہ المیزان احمد رضا نمبر صـ ۲۸
[4] سوانح اعلیحضرت مولانا احمد رضا خاں صـ ۲۸

شعراء ان کے سامنے سرِ نیاز خم کرتے ہیں۔ یورپ کے فلاسفر ان کا علمی لوہا تسلیم کر چکے ہیں۔ لیکن میری طرف سے گزارش ہے کہ وہ سبھی کچھ ہیں لیکن بتاؤ مسلمان بھی ہیں[1]۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

بریلوی صرف علمائے دیوبند کو ہی کافر نہیں کہتے۔ ان کے شوق تکفیر سے کوئی بچا ہوا نہیں۔ حزب الاحناف ہند لاہور کے روح رواں جو مولانا ابو البرکات کے بعد ان کے دوسرے درجے کے مفتی سمجھے جاتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں :-

دین فروش و دنیا خر مولویوں میں اسماعیل دہلوی، سرسید احمد خاں، قاسم نانوتوی رشید احمد گنگوہی آنجہانیاں اور ایں جہانیاں میں اشرف علی تھانوی حسین احمد اجودھیا باشی، عطاء اللہ بخاری، ابو الکلام آزاد، محمد علی جناح، عنایت اللہ مشرقی عبد الشکور کاکوروی وغیرہم مشہور و معروف ہیں[2]۔

دنیا خر مولویوں میں محمد علی جناح کا نام مصنف کے علم و شعور کا پتہ دیتا ہے۔ بریلویوں کے دانا پوریوں کا یہ حال ہے تو نادان پوریوں کا کیا حال ہوگا یہ آپ فیصلہ کریں۔

مصنف کا اس بھڑک سے دم نہ بھرا تو! پر ایک اور اضافہ کیا :-

نیز حسن نظامی شبیر احمد دیوبندی کفایت اللہ شاہجہانپوری احمد سعید دہلوی ڈاکٹر اقبال عبد الماجد دریاآبادی محمد علی جوہر عبد الغفار خاں سرحدی۔

ہم ایک شعر عرض کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

گھائل تری نظر کا بنوع دگر ہر ایک
زخمی کچھ ایک بندہ درگاہ ہی نہیں

بلت دو قومی نظریئے کی پل رہی تھی کہ کس ستمگری اور تاریخی جھوٹ سے اس کا بانی مولانا احمد رضا

---

[1] سوانح اعلیحضرت مولانا احمد رضا خاں ص۴۲ [2] تہر القادر ص۴

خاں کو بنا دیا گیا اور کس بے دردی سے ڈاکٹر اقبال کو اس کرسی سے اٹھا دیا گیا۔

بریلویت اور مسلم لیگ کی بحث ختم ہو چکی۔ اب ہم اس کے دوسرے باب بریلویت اور پاکستان کا آغاز کرتے ہیں۔

بریلویت اور پاکستان

پاکستان سابق ہندوستان میں بنا۔ ایک دارالاسلام ہے جسے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی اساس پر قائم کیا گیا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ تھا کہ پورا ہندوستان دارالاسلام ہے۔ ان کے ہاں جب پورا ہندوستان دارالاسلام تھا تو ظاہر ہے کہ وہ پھر ایک چھوٹے سے دارالاسلام کی کیسے حمایت کر سکتے تھے۔ یہ تو ان کے لیے بہتر ہوا کہ وہ قیامِ پاکستان تک زندہ نہ رہے ورنہ مسلمانوں کو پاکستان کی حمایت سے روکنے کے لیے ان کا یہ اعلان ہی کافی تھا۔

دارالاسلام کے دو ٹکڑے کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

چنانچہ بریلویوں نے قیام پاکستان کی آخر تک مخالفت کی اور جب انہیں معلوم ہو گیا کہ انگریز سرکار ہندوستان کی تقسیم پر آمادہ ہو گئی ہے انہوں نے ۱۹۴۷ء میں بنارس کانفرنس منعقد کر کے مسلمانوں میں داخلہ لے لیا۔ تاہم حزب الاحناف لاہور کے حضرات اپنے موقف پر ثابت قدم رہے اور آخر تک پاکستان کی مخالفت کرتے رہے۔ وہ اس زمین کو پاکستان ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ جس میں دیوبندی اہلحدیث جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت کے لوگ بھی آ گھسے ہوں۔ انہیں اپنے سوا باقی سب لوگوں کے کافر ہونے کا عقیدہ مملکت خداداد پاکستان کو پاکستان تسلیم کرنے سے روکتا تھا۔ خاص طور پر ان کا یہ عقیدہ کہ مولانا حالی۔ مولانا محمد علی جوہر۔ ڈاکٹر علامہ اقبال اور محمد علی جناح کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ انہیں کسی صورت میں اس خداداد سرزمین کو پاکستان تسلیم کرنے کی اجازت نہ دیتا تھا۔

کیا قائد اعظم اور نوابزادہ لیاقت علیخاں بریلویوں کے اس عقیدے سے ناواقف تھے؟

پاکستان کے یہ صف اوّل کے قائدین بریلویوں کے اس موقف سے ناآشنا نہ تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور سردار عبدالرب نشتر نے انہیں بریلویوں کی یہ مجبوری اچھی طرح سمجھا دی تھی کہ وہ کسی طرح مولانا احمد رضا خاں اور حزب الاحناف لاہور کے دین و مذہب سے نکلنے کے لیے تیار نہیں اور پاکستان کے سب مسلمانوں کو ایک صف اسلام میں جگہ دینے کے لیے تیار نہیں۔

مولانا احمد رضا خاں اور پیر جماعت علی شاہ صاحب

تحریک پاکستان میں جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کے ساتھ مل گئے تھے۔ مگر مولانا احمد رضا خاں کے پیرو اور حزب الاحناف لاہور کے مولانا ابوالبرکات دیوبندیوں کے ساتھ ایک قوم ہونے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہ تھے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے پوتے سید اختر حسین لکھتے ہیں :-

> حضرت قبلہ عالم کھڑے ہو گئے اور آپ نے علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب کو گلے لگایا اور فرمایا آپ میرے بھائی ہیں [1]

جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب اور ان کے پیرو اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور ان کے پیرو تو سب ایک قوم ہو گئے اور آپس میں بھائی بھائی بن گئے لیکن مولانا احمد رضا خاں کے پیرو اس ایک قومی صف میں نہ آئے اور اس کا قائد اعظم اور قائد ملت نوابزادہ لیاقت علی خاں کو پورا پورا احساس تھا۔

---

[1] سیرت امیر ملت صفحہ ۱۴۴

پاکستان کی دینی صف بندی علماء دیوبند کی قیادت میں

پاکستان کی سیاسی جدوجہد مسلم لیگ کے ہاتھ میں اور دینی قیادت دیوبندیوں کے ہاتھ میں تھی. پاکستان کو اسلامی سٹیٹ میں ڈھالنے کے لیے حکومتِ پاکستان کا پہلا قدم تعلیماتِ اسلامیہ کے بورڈ کا قیام تھا۔ اس میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ جیسے حضرات تھے. صرف ایک شیعہ عالم تھا.

اس بورڈ میں کوئی بریلوی عالم نہ تھا کیونکہ بریلویوں کے ہاں کسی متحدہ اسلامی پلیٹ فارم کا کوئی تصور نہ تھا۔ ان کے سر پہ یہی بھوت سوار تھا کہ مولانا اشرف علیؒ نے حفظ الایمان میں یوں لکھا ہے. اور مولانا اسماعیل شہیدؒ نے تقویۃ الایمان میں یوں لکھا ہے ہم ان کے پیروؤں کے ساتھ کسی طرح ایک متحدہ اسلامی پلیٹ فارم پہ جمع ہو سکتے ہیں؟ کبھی نہیں اور ہرگز نہیں۔

پاکستان میں مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب کے پیروؤں میں مولانا سردار احمد گورداسپوری مولانا ابو البرکات الوری مفتی احمد یار نعیمی گجراتی مولانا محمد عمر اچھروی مولانا عبد الغفور ہزاروی اور مولانا احمد سعید کاظمی امروہی تھے. ان میں صرف مولانا ابو الحسنات تھے جن کی پاکستان کے نئے تقاضوں اور مسئلہ کشمیر پہ گہری نظر تھی. ان ایک کے سوا کوئی بریلوی عالم مغربی پاکستان میں دیوبندیوں کے ساتھ ایک متحدہ اسلامی پلیٹ فارم پر آنے کے لیے تیار نہ تھا —— اس کا نتیجہ یہ تھا کہ پاکستان میں دینی صف علماء دیوبند کے ہاتھ میں رہی تحریک پاکستان میں یہی لوگ آگے آگے تھے اور اب تعمیر پاکستان میں بھی اسلامی وحدت کی سعادت انہی کا نصیب تھی.

حکومتِ پاکستان نے پاکستان ریڈیو پر درسِ قرآن کا پروگرام بنایا تو اس کے لیے حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ مقرر ہوئے اور ملک بھر میں نہ کہیں یہ سوال اٹھا کہ یہ دیوبندی ہیں اور نہ کوئی ممتاز بریلوی عالم آگے بڑھا کہ میں اس خداداد سلطنت پاکستان میں علماء دیوبند اور وہابیوں کے ساتھ ایک صف اسلام میں کھڑا ہونے کو تیار ہوں —— الحاصل بریلویوں کا یہ عقیدہ کہ وہ اپنے سوا باقی سب

فرقوں کو کافر سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ اکٹھا اٹھنا بیٹھنا حرام جانتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حدِ فاصل تھی جو بریلویوں کو پاکستان میں کسی قومی سطح پر کہیں بیٹھنے کی جگہ نہ دیتی تھی۔

پاکستان میں جمعیت علمائے پاکستان کا قیام

مولانا ابوالحسنات نے جمعیت علمائے پاکستان کے نام سے بریلوی علماء کی ایک سیاسی تنظیم کی اور ان میں یہ ذہن پیدا کرنے کی کوشش کی کہ پاکستان ہم سب کا مشترکہ ملک ہے۔ ہمیں اس میں آبرومندانہ زندگی گزارنے کے لیے دیوبندیوں کے ساتھ ملنا ہو گا۔ ورنہ ہم اس ملک میں کسی قومی سطح پر کبھی نظر نہ آسکیں گے۔ آپ نے ہائی کورٹ کے ججوں کے سامنے اپنے اور دیوبندیوں کے اختلافات کا یہ حاصل بیان کیا:۔

> میں اعلان کئے دیتا ہوں کہ اساسی عقائد کے اعتبار سے دونوں مکتبوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ بریلوی علماء حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ توہین کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور دیوبند کے علماء بھی اصولی طور پر اس کلیہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ دونوں سلسلوں کے علماء کے درمیان بعض عبارتوں کے متعلق رائے کا اختلاف ہے۔ بریلوی علماء دیوبندی علماء کی بعض تحریروں پر معترض ہیں اور یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان تحریروں کے ظاہری معانی کو صحیح سمجھنے والا شخص گمراہ ہے۔ دیوبندی اپنے اکابر کی ان تحریروں کو قابلِ گرفت یا موردِ تنقید خیال نہیں کرتے لیکن اصول و اساس میں بریلوی علماء سے سو فیصدی متفق ہیں[1]

افسوس کہ دوسرے بریلوی علماء نے مولانا ابوالحسنات کی اس پالیسی کی حمایت نہ کی۔ اور تو اور خود ان کے بھائی مولانا ابوالبرکات ناظم اعلیٰ حزب الاحناف لاہور مسلمانوں کے اس ایک قومی تصور کو کسی قیمت پر ماننے کے لیے تیار نہ ہوئے ——— بریلویوں میں صرف مولانا عبدالستار خاں نیازی ہیں

---

[1] روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ اپریل ۱۹۵۵ء

جنہوں نے بار بار اپنے علماء پر زور دیا کہ وہ اپنے ان اعتراضات کے بارے میں جو انہوں نے علماء دیوبند کی بعض عبارات پر نظر رکھتے ہیں علمائے دیوبند کے جواب کو جو انہوں نے المہند کے نام سے اپنے عقائد کی وضاحت میں دیا ہے قبول کرلیں. اس سے دیوبندی بریلوی نزاع ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی مگر افسوس کہ بریلویوں نے اس فارمولائے اتحاد میں مولانا عبدالستار خاں نیازی کا ساتھ نہ دیا. مگر افسوس بالائے افسوس یہ بات ہے کہ اپنے صحیح موقف پر مولانا عبدالستار خاں نیازی نے اپنا علیحدہ پلیٹ فارم نہ بنایا اور وہ اسی ریلے میں بہہ گئے جس میں بریلوی علماء شروع سے قومی سطح سے کٹ کر بہتے چلے آرہے تھے.

کیا بریلوی علماء کسی قومی سطح پر قوم کی قیادت کے اہل ہیں؟

فرض کیجئے جمعیت علمائے پاکستان اسمبلی میں اس پوزیشن میں آجاتی ہے کہ وہ پاکستان میں اپنی حکومت قائم کرے تو کیا آپ امید کر سکتے ہیں کہ بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب پر چلتے ہوئے پاکستان میں کوئی کامیاب حکومت قائم کر سکیں گے؟

بریلوی وہابیوں کو کافر سمجھتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے. سعودی عرب کے دینی سٹیج پر علمائے آل شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروؤں کا قبضہ ہے. اس صورت میں کیا مولانا نورانی سعودی عرب کے خلاف اعلان جنگ کریں گے؟ کیا وہ اپنے اس عقیدے پر کھڑے ہوں گے کہ ارض حجاز کو کافروں کے قبضہ سے نکالا جائے. اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا وہ مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب پر رہے؟

اس تفصیل سے یہ بات کھل کر عوام کے سامنے آتی ہے کہ بریلوی علماء اپنے عقیدہ پر رہتے ہوئے پاکستان میں کبھی کسی قومی سطح پر نہیں آسکتے. نہ یہ بریلویت کو چھوڑنے کے لیے تیار ہیں نہ دنیا کے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ایک صف اسلام میں آنے کے لیے تیار ہیں.

پاکستان میں نظام ادائے زکوٰۃ

پاکستان میں نظام ادائے زکوٰۃ کس وجہ میں قائم ہے۔ حکومت تمام بنکوں سے جمع شدہ سرمائے پر ان سے زکوٰۃ وصول کرتی ہے۔ غیر مسلموں سے زکوٰۃ نہیں لی جاتی۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے غیر مسلم جزیہ دینے کے پابند ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر مولانا نورانی پاکستان میں حکومت بنانے کی پوزیشن میں آجائیں تو کیا وہ دیوبندیوں وہابیوں تبلیغیوں اور جماعت اسلامی کے پیروؤں سے زکوٰۃ وصول کریں گے — یا ان پر جزیہ عائد کریں گے — اگر وہ ان سے زکوٰۃ وصول کرتے ہیں تو وہ مولانا احمد رضا خاں کے مذہب سے نکل گئے اور بریلوی نہ رہے اور اگر وہ ان اقوام پر جزیہ عائد کرتے ہیں تو کیا پاکستان کی زمین ان کے اس فرقہ وارانہ فیصلہ کو قبول کرلے گی اور بین الاقوامی طور پر اس پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ مولانا نورانی نے کیا اسے بھی کبھی سوچا ہے۔

پاکستان اور سعودی عرب کی غیر متزلزل دوستی

مولانا نورانی اپنے ایک دورہ میں یہاں تشریف لائے۔ راچہ ایل میں ان کی تقریر تھی جلسہ میں ایک شخص نے ان سے کھلے بندوں سوال کیا پاکستان اور سعودی عرب کی دوستی چالیس سال سے غیر متزلزل آرہی ہے اور خدا اسے قائم رکھے۔ لیکن آپ جو وہابیوں کو کافر سمجھتے ہیں اور مکہ و مدینہ آپ کے اعتقاد میں مقبوضات کفار ہیں تو اگر آپ پاکستان میں وزارت بنانے کی پوزیشن میں آجائیں تو کیا آپ استخلاص حرمین کے لیے سعودی عرب کے خلاف اعلان جنگ کریں گے؟ ان عرب ممالک کے ساتھ آپ کی خارجہ پالیسی کیا ہوگی؟

مولانا نے کہا ہم جب پاکستان میں برسر اقتدار آنے کے بغیر ہی استخلاص حرمین کی تحریک اُٹھا رہے ہیں کہ جس طرح بھی ہو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو سعودی کنٹرول سے آزاد کرایا جائے تو آپ کو ہمارے برسر اقتدار آنے کی صورت میں ہمارے ایمان و عمل میں کیوں شبہ ہونے لگا ہے۔ ہمارے پیر

کرم شاہ صاحب دامت برکاتہم نے اس کے لیے کیا کانفرنس نہیں کی؟

وہ شخص پھر کھڑا ہوا۔ اس نے کہا میرے سوال کا جواب نہیں آیا۔ سوال یہ ہے کہ جمعیت علماء پاکستان کے برسر اقتدار آنے پر کیا آپ سعودی عرب سے محاذ آرائی کریں گے؟

مولانا نے لوگوں سے کہا۔ درود شریف پڑھو — دیار غیر میں ہم اپنی نئی خارجہ پالیسی کا اعلان کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔

بریلویت کسی قومی سطح پر کوئی وجود نہیں رکھتی

ان حالات پر ہر شخص سوچ سکتا ہے کہ پاکستان میں بریلویت کسی قومی سطح پر کوئی وجود نہیں رکھتی — جب تک یہ لوگ مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب پر رہیں گے اور اپنے سوا باقی سب فرقوں کو کافر سمجھتے رہیں گے۔ یہ دوسرے فرقوں کے ساتھ مل کر پاکستان میں کسی قومی سطح پر نہیں آسکتے۔

مولانا احمد رضا خاں کے اس باندھے بند کو پہلے مولانا ابوالحسنات خطیب جامع مسجد وزیر خاں نے توڑا اور آل پارٹیز ختم نبوت کی مجلس عمل میں امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا محمد داود غزنویؒ مولانا محمد علی جوہرؒ اور مولانا سید نورالحسن شاہ بخاریؒ کے ساتھ جمع ہوئے اور قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کا مطالبہ کیا۔

مولانا ابوالحسنات کے اس اقدام پر انہیں مولانا سردار احمد لائلپوری اور مولانا محمد عمر اچھروی سے کیا کچھ سننے کی نوبت آئی یہ دلآزار داستان اس وقت ہمارا موضوع نہیں۔ مولانا احمد سعید کاظمی مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب سے کسی درجے میں نکلے اور جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ اور مولانا عبدالرشید صاحب نعمانیؒ کے ساتھ مل کر جامعہ اسلامیہ بہاولپور کی مدرسی اختیار کی۔ انہوں نے یہاں دیوبندی علماء اور طلبہ سے ملنا جلنا حرام نہ جانا۔ مولانا احمد سعید کاظمی کا مولانا احمد رضا خاں کے فتاوے اعرفان شریعت سے یہ کھلا تصادم تھا۔

ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ دوسرے بریلوی علماء دیوبندی علماء کے ساتھ اس

مل بیٹھنے پر کس طرح کبیدہ اور آبدیدہ ہوئے. لیکن ہمیں یہ بات کہنے میں کوئی باک نہیں کہ بریلوی عوام نے پاکستان کے ان حالات میں مولانا ابوالحسنات مولانا احمد سعید کاظمی کے اس اتحاد بین المسلمین کو دل کی گہرائی سے کبھی اور کہیں قبول نہیں کیا۔ اور وہ بدستور مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب پر رہنا چاہتے ہیں اور وہ پاکستان میں تمام مسلمانوں کے ایک قوم ہونے کے نظریہ پر جو پاکستان کی جان اور اساس ہے کسی قیمت پر جمع ہونے کے لیے تیار نہیں.

ایک بریلوی اسلامی سلطنت کا تصور

(۱) اقتصادی امداد اور جدید اسلحہ کے لیے کسی ملک سے درخواست نہ کی جائے. وفاقی حکومت کے سینئر وزیر کو بغداد شریف بھیجا جائے. وہ حضرت غوث پاک کے روضہ پاک پر حاضر ہو کر امداد کے لیے التجا کرے اور جو کچھ وہاں سے ملے وہ پاکستان لانے کا انتظام کرے. اور پہلے وہ آپ کی منقبت میں یہ پڑھے ؎

احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث[1]

(۲) اسمبلی کا اجلاس تلاوت قرآن کریم کی بجائے صلوٰۃ وسلام سے شروع ہو اور اختتام اجلاس پر سب کھڑے ہو کر حضور پر صلوٰۃ وسلام پڑھا کریں کہ اب دنیا کا سارا نظام حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی چلا رہے ہیں کوئی شکایت ہو تو ان کو کہو حکومت کو نہیں ؎

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے

کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر[2]

(۳) یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر وہابیوں کا قبضہ ہے اور وہابی کافر ہیں بغداد شریف سے امداد پہنچے پر سعودی حکومت کو جنگ کی دھمکی دی جائے کہ یا تو حرمین شریفین کو بین الاقوامی کنٹرول میں دے دو جیسا کہ پیر کرم شاہ صاحب نے برمنگھم کے تاریخی اجلاس میں مطالبہ کیا تھا

---

[1] حدائق بخشش جلد ۲ ص ۱۰۴ [2]

یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ ہم مکہ اور مدینہ کو کافروں سے چھڑا کر دم لیں گے

④ پاکستان میں اب غیر مسلم اقلیتیں چار ہیں۔ ۱۔ ہندو۔ ۲۔ عیسائی۔ ۳۔ سکھ اور ۴۔ قادیانی پاکستان کے اسلامی مملکت بننے کے بعد یہاں اقلیتوں کی تعداد گیارہ ہو جائے گی۔ ۵۔ اہلحدیث (سب غیر مسلم)۔ ۶۔ دیوبندی (سب غیر مسلم)۔ ۷۔ جماعت اسلامی (سب غیر مسلم)۔ ۸۔ پرویزی۔ جو سُنت کو ابدی مآخذ اسلام نہیں سمجھتے۔ ۹۔ تبلیغی جماعت۔ ۱۰۔ شیعہ اسماعیلی۔ ۱۱۔ شیعہ اثنا عشری۔

⑤ ہر ماہ اسمبلی ہال میں گیارھویں شریف کا ختم ہوا کرے گا اور اس کا خرچہ سب گورنمنٹ کے فنڈ سے لیا جایا کرے گا۔

⑥ سب بڑے بزرگوں کے سالانہ عرس ہوں گے اور ان دنوں سرکاری چھٹی کی جایا کرے گی۔ اگر ان عرسوں کی تعداد ۳۶۵ تک بڑھ جائے تو ہر روز آدھا دن سکول لگیں گے آدھا دن دفتروں میں کام ہو گا اور باقی سارا دن عاشقانِ اولیاء کرام عرس کے لنگروں میں گزارے گی۔

⑦ جب تک کہ مکرمہ سے سعودی حکومت پیچھے نہیں ہٹتی حج ملتوی قرار دیا جائے گا جیسا کہ پہلے آستانہ بریلی سے حکم صادر ہوا تھا کسی کو وہابیوں کے حج پر جانے کی اجازت نہ ہو گی۔ حج کی تاریخ مقرر کرنے میں کسی وہابی پر اعتماد نہ کیا جائے گا۔

⑧ اہلحدیث۔ دیوبندی اور دوسرے غیر مسلموں پر جزیہ علائد کیا جائے گا۔ ان سے زکوٰۃ نہ لی جائے گی۔ زکوٰۃ صرف بریلویوں سے لی جائے گی باقی تمام دینی جماعتیں جزیہ ادا کریں گی یہ وہ ٹیکس ہے جو غیر مسلموں پر ان کے جان و مال کی حفاظت کے عوض وصول کیا جاتا ہے۔

⑨ بریلویوں۔ دیوبندیوں اور اہلحدیث کے قبرستان اپنے اپنے ہوں گے۔ حدیث کی رو سے قبرستان دار قوم مؤمنین ہے۔ دیوبندی اور اہلحدیث جو مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک غیر مسلم ہیں مسلمانوں (بریلویوں) کے قبرستان میں جگہ نہ پا سکیں گے۔

⑩ نکاح میں کم از کم دو گواہ سامنے ہونے کی عائلی قوانین میں ضرورت نہ رہے گی۔ ایک گواہ بھی سامنے ہو تو دوسرے گواہ حضور خاتم النبیین کو (جو ہر جگہ حاضر اور موجود ہیں اور شاہد گواہ ہیں) بنا لیں گے۔

(۱۱) ملک کی تمام شاہی مسجدیں جن کے امام اور خطیب دیوبندی ہیں غیر مسلموں کے عبادتخانوں میں بدل دیجائیں گی۔

یہ وہ رہنما اصول ہیں جن پر بریلوی اسلامی سلطنت قائم کی جاسکتی ہے۔ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک مسلم قوت بننا ان کے نصیب میں نہیں ہے۔ قائداعظم نے سب مسلمانوں کو ایک چھتری کے نیچے جمع کیا اور ان کے لیے پاکستان مانگا وہ انہیں مل گیا۔ معلوم نہیں بریلوی حضرات باوجودیکہ مسلمانوں میں یہ اکثریت میں نہیں ہیں انہوں نے صرف اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ کیوں بنا رکھی ہے۔

تاہم ان خوش قسمتوں کی بھی کمی نہیں جنہوں نے حق معلوم ہو جانے کے بعد سرعام مولانا احمد رضا خاں سے بغاوت کی اور ان کے فتوی تکفیر کو درخود اعتنا نہ سمجھا۔ ہندوستان اور پاکستان کے موجودہ حالات میں اس بات کی قطعاً گنجائش نہیں کہ کوئی سعادت مند مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے پر عمل پیرا ہو سکے۔

بریلوی اسلامی سلطنت کا یہ تصور ایک ایسا خواب ہے جس کی تعبیر کبھی نہ نکلے گی۔ بریلویت کا گراف جس تیزی سے گر رہا ہے یہ کسی سے مخفی نہیں۔

مولانا محمد عمر اچھروی کے صاحبزادہ پیر عبدالوہاب صدیقی انگلینڈ میں

بریلویت کے گرتے گراف نے مولانا عبدالوہاب کو انگلینڈ میں اپنے مسلک کی تبدیلی پر آمادہ کیا اور آپ نے نہ صرف اعلان کیا کہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز جائز ہے بلکہ اس کا عملی مظاہرہ بھی کیا روزنامہ جنگ لندن میں آپ ان کی اس ہمت کا مطالعہ کریں اور خود بھی اگر آپ بریلوی ہیں تو ترک بریلویت کا ارادہ کریں۔

اعلیٰ حضرت کے باغی
بریلویّت کے بجھے چراغ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد :-

مولانا احمد رضا خاں اپنے دور میں سیاسی سطح پر پرو برٹش سمجھے جاتے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ زندگی بھر ان تمام قوتوں سے برسرپیکار رہے جو ہندوستان میں کبھی آزادی کا دم مارتی تھیں۔ آپ کی تحریک خلافت کی مخالفت آپ کے انگریزوں کے خیر خواہ ہونے کی ایک تاریک مثال ہے جب لوگ چڑھتے سورج کو سلام کرتے ہوں لوگوں کا انگریزوں کی رضاجوئی کے لیے ایسی شخصیتوں کے گرد جمع ہو جانا کوئی تعجب زا امر نہیں ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے گرد بھی کئی ایسے لوگ آ بیٹھے جو علماً اور عملاً مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے پر نہ چل سکتے تھے جو انہوں نے دیوبندیوں کے بارے میں دے رکھا تھا۔ (ملاحظہ کیجیے) :-

> اسے سلام کرنا حرام — اس کے پاس بیٹھنا حرام — اس کے پاس کھانا پینا حرام — اس کے ساتھ شادی بیاہت حرام — بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام — مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت، اسے مسلمانوں کا سا کفن دینا — اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر — اس کے لیے دعائے مغفرت — یا ایصالِ ثواب حرام بلکہ کفر۔[1]

بریلویوں کے ہاں یہ مقام عرفان ہے کہ کسی دیوبندی پر ان کی نظر نہ پڑے کوئی سامنے آئے یہ آنکھیں بند کریں۔ تاریخ گواہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے اس فتویٰ پر شاید ہی کبھی عمل ہوا ہو۔ جو لوگ سرکار انگلشیہ کو خوش کرنے کے لیے اعلیٰ حضرت کے ارد گرد بیٹھے وہ بھی موقعہ ملنے پر اعلیحضرت کو چھوڑ جاتے — کچھ لوگ کچھ دیر ساتھ چلے مگر ان میں سے بھی کئی اس

---

[1] عرفانِ شریعت صہ ۳۹

فتوے کو رد کرتے ہوئے ان کی حدود سے نکل گئے۔ آج کی اس مجلس میں ہم اعلیحضرت کے ان چند باغیوں کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے اعلیحضرت کے لگائے باغ کے گرد بیوفائی کی نہایت پُرخار تار بچھا دی کہ کوئی اس نئے مذہب کو لائق عمل نہ سمجھے۔

اعلیحضرت کے پہلے دس باغی ملاحظہ فرمائیں۔ انکے بعد اس راہ کو چھوڑنے والوں کی لمبی قطار ہے۔

(۱) حضرت مولانا عبدالمقتدر بدایونی

بیشتر عقائد میں علمائے بدایوں مولانا احمد رضا خاں کے ساتھ تھے۔ علماء دیوبند کی مخالفت میں اعلیحضرت کبھی کبھی انہیں بلا کر اپنے ہاں مواعظ کرالیا کرتے تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بھی بریلی میں مواعظ ہوتے تھے اور ان کے اثرات کو روکنے کے لیے بھی مولانا احمد رضا خاں کے پاس علماء بدایوں کو بلانے اور ان کے جلسے کرانے کے بغیر اور کوئی چارہ نہ تھا۔ لیکن جب اعلیحضرت نے جمعہ کی اذان کا مسئلہ اٹھایا (جو حضرت عثمان غنیؓ کے دور سے اسی نہج پر چلی آ رہی ہے) اور علمائے بدایوں پر عثمانی تھے بدپرستی کا الزام لگایا کہ یہ حضرت عثمانؓ کی پیروی میں حق پر نہیں تو علماء بدایوں کھل کر اعلحضرت کے خلاف ہو گئے اور اعلیحضرت علماء بدایوں کے علمی اثر کو توڑ نہ سکے اور اب تک بریلوی مساجد میں جمعہ کی اذان اعلیحضرت کے باغیوں کے موقف کے مطابق ہو رہی ہے اور کسی بریلوی مسجد میں یہ کی اذان مولانا احمد رضا خان کے طریقے پر نہیں دی جا رہی۔ یہ ان بریلوی حضرات کی مولانا احمد رضا خاں سے کھلی بغاوت ہے۔ سو اعلیحضرت کے پہلے باغی علماء بدایوں تھے۔

(۲) حضرت مولانا معین الدین اجمیری

کچھوچھوی صاحبزادگان۔ مدنی میاں اور ہاشمی میاں نے اعلیحضرت کی یاد میں ماہنامہ المیزان کا ایک خاص نمبر امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء میں نکالا۔ اس کے صفحہ پر انہوں نے بڑے اکرام و احترام

سے حضرت مولانا معین الدین اجمیری کا نام ذکر کیا ہے. حضرت مولانا معین الدین اجمیری اجمیر میں صدر مدرس تھے. انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف ان کی زندگی میں دو کتابیں لکھیں. ۱. القول الاظہر. ۲. تجلیات انوار المعین ـــــ رضاخانیت کے قلعے میں یہ دوسرا شگاف تھا. یہ دونوں کتابیں راقم الحروف کے مبسوط مقدمہ کے ساتھ پاکستان میں ایڈٹ ہو چکی ہیں. وہاں کے اونچے علمی حلقوں میں اس مقدمے اور ان کتابوں کو بڑی مقبولیت حاصل ہے.

ہمیں اس وقت ان کتابوں کی تفصیل بتانی مقصود نہیں. یہاں ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا اجمیری نے جس ہمت سے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف قلم اٹھایا وہ اپنی مثال آپ ہے. القول الاظہر ایک مسئلہ کے بارے میں ہے اور تجلیات خود اعلیٰ حضرت کے بارے میں ہے. مولانا احمد رضا خاں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے القول الاظہر کا جواب دیا ہے مگر اہل علم جانتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں. مولانا اجمیری نے اعلیٰ حضرت کو ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں.

③ مولانا حامد رضا خاں

مولانا احمد رضا خاں نے اپنی وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے نہایت لذیذ اور پُرتکلف کھانوں کی ایک فہرست تیار کی تھی. اور وصیت کی تھی کہ ہفتہ میں دو تین بار یہ کھانے مجھے بھیج دیا کریں. مگر اس بات کا ہمیں کوئی ثبوت نہیں ملا کہ اعلیٰحضرت کے ان دو صاحبزادوں نے کبھی اعلیٰ حضرت کی قبر پر یہ بارہ کھانے بھیجے ہوں. صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ دفن کے وقت ایک صاحب گھر کا بنا دودھ کا برف قبرستان میں لے آئے تھے. پھر اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ وہ دودھ کہاں گیا اور کہاں رکھا گیا.

یہ صرف دودھ کا برف قبر پر کیوں لے گئے؟ یہ اسی لیے کہ اس فہرست میں دودھ کا برف دو دفعہ مذکور ہے. اس کے بعد کہیں پتہ نہیں چلتا کہ صاحبزادہ نے کبھی آپ کو دودھ کا برف اور ماش کی پھریری دال بھیجی ہو. پھر اعلیٰ حضرت کی فرمائش تو ہفتے میں دو تین بار بھیجنے کی

تھی. ان صاحبزادوں نے اعلیٰحضرت کے اس ارشاد پہ ایک ہفتہ بھی عمل نہ کیا. کیا یہ ایک کھلی بغاوت نہیں تو اور کیا ہے؟

④ مولانا خلیل احمد برکاتی

بریلوی علماء بڑے فخر و اعزاز سے اپنی برکاتی نسبت کا اظہار کرتے ہیں. جناب برکات احمد وہ بزرگ تھے جن کے بارے میں ان کے ہاں مشہور ہے کہ آنحضرتؐ ان کی نماز جنازہ میں بنفس نفیس تشریف لائے تھے. لاہور میں مدرسہ حزب الاحناف کی مسجد پہ اب تک جامع مسجد برکاتی لکھا ہوا ہے. اسی برکاتی سلسلہ کے یہ ایک مشہور عالم تھے جو مولانا احمد رضا خاں کے طریقہ پر تھے آپ پہ اللہ تعالیٰ کا کرم خاص ہوا کہ آپ نے دیوبندی بریلوی عقائد میں اصل نزاع معلوم کرنی چاہی. جب آپ کو دو حلقوں میں کوئی اصولی اختلاف نہ ملا تو آپ نے یکا یک علماء دیوبند کی تکفیر سے زبان روک لی اور اس پہ انکشاف حق کے نام سے ایک کتاب لکھی. آپ کے حلقہ احباب کے بریلوی علماء آپ پر بہت جھپٹے لیکن آپ نے اس حق کو جو آپ پہ کھل چکا تھا نہ چھوڑا اور آخر تک اسی مسلک پر رہے. یہ کتاب پڑھنے کے لائق ہے اور غور سے دیکھا جائے تو یہ کتاب مولانا احمد رضا خاں کی دیانت و امانت کا ایک دلسوز مرثیہ ہے. یہ اعلیٰحضرت کے خلاف ان کی وفات کے بعد ہوئے اور بالآخر اسی پہ زندگی تمام کی.

⑤ حضرت مولانا کرم دین دبیر

یہ پنجاب میں بریلوی مسلک کا ستون تھے اور ایک بڑے درجے کے عالم تھے جہلم کی تحصیل چکوال کے رہنے والے تھے. آپ کی مخالفت کا زیادہ زور قادیانیت اور شیعیت کی طرف رہا ہے. مرزا غلام احمد سے آپ کے عدالتی معرکے بھی ہوئے. شیعوں کے خلاف کتاب آفتاب ہدایت انہی کی تصنیف ہے جہلم کے ان پسماندہ علاقوں میں جہاں شیعیت ایک

بڑی قوت تھی۔ حالات کا تقاضا تھا کہ یہاں اہل السنتہ والجماعتہ کے آپس کے اختلافات زیادہ نہ چھیڑے جائیں۔ تاہم ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔

جب سلانوالی ضلع سرگودھا میں مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مولوی حشمت علی مناظرہ کے لیے آئے تو ان کی پوری جماعت میں صرف مولانا کرم دین تھے جنہوں نے بریلوی جماعت کی صدارت اپنے ذمہ لی اور میدانِ مناظرہ میں خم ٹھونک کر آئے۔ اہل سنّت کی طرف سے مولوی حشمت علی کے مقابل حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم کھڑے ہوئے۔ اب تک مولانا کرم دین نے علماء دیوبند کو قریب سے دیکھا سُنا نہ تھا۔ آپ نے اس مناظرہ میں اپنی جماعت کی نمائندگی تو کی لیکن مولانا محمد منظور نعمانی کی ایک تقریر سُن کر ہی آپ کا دل ہل گیا اور چندے بعد آپ مولانا احمد رضا خاں کی جماعت سے نکل گئے۔ آپ پھر سیدھے دیوبند پہنچے اور اکابرِ دیوبند کی خدمت میں حاضری دی اور اپنے بیٹوں کو تعلیم کے لیے ان کے سپُرد کیا۔ چکوال کے مولانا قاضی مظہر حسین صاحب آپ کے ہی فرزندِ ارجمند ہیں جو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد بھی ہیں اور خلیفہ بھی۔ اعلیحضرت کے باغیوں میں یہ پانچویں سوار ہیں جو مناظرہ سلانوالی کے ذریعہ بریلویت سے ٹوٹے۔

⑥ مولانا سلطان محمود صاحب آف تلیری (مظفر گڑھ)

یہ بہاول پور کے مناظرہ میں مولانا غلام دستگیر قصوری کی طرف سے حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کے مقابل کھڑے ہوئے تھے۔ آپ نے پہلی بار علماء دیوبند کو قریب سے دیکھا اور اُن کے علم و تقویٰ سے متاثر ہوئے، اور پھر کھُل کر علماء دیوبند کے ساتھ ہو گئے۔

○ مولانا مفتی احمد یار بدایونی ثم گجراتی

مولانا احمد رضا خاں نے دیوبندیوں سے ملنے جُلنے اور سلام کہنے تک کو حرام ٹھہرا

رکھا تھا۔ مگر حضرت مفتی صاحب کس عقیدت سے حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اسے مولوی محمد شفیع اوکاڑوی کی زبان سے سُنیئے :-

گذشتہ سال ۱۳۸۷ھ میں حضرت مولانا مفتی احمد یار صاحب بدایونی ثم گجراتی اور میں نے دیوبند کے مہتمم مولوی قاری محمد طیب صاحب کو دیکھا کہ وہ جالیوں کے آگے چہرۂ انور کے سامنے ہاتھ چھوڑ کر کھڑے سلام پڑھ رہے ہیں جب وہ فارغ ہو کر ایک طرف ہوئے تو میں اور مفتی صاحب دونوں اُن کے پاس گئے۔[1]

اس موقع پر صرف مولانا محمد عمر اچھروی اعلیٰ حضرت کے وفادار رہے اور انہوں نے لکھا اور جلسوں میں قسمیں کھا کھا کر بیان کیا کہ :-

دیوبندی تو روضۂ رسول کے قریب نہیں بھٹک سکتا۔[2]

(۷) ابوالحسنات مولانا محمد احمد قادری خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور

آپ پنجاب میں مولانا احمد رضا خاں کے مسلک کا مرکزی کردار تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ کچھ دن امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے قریب رہے۔ اب آپ کی یہ رائے نہ رہی کہ علماء دیوبند اور بریلویوں میں عقائد کا اختلاف ہے آپ نے اس بارے میں ہائی کورٹ میں جو بیان دیا وہ روزنامہ مغربی پاکستان کی ۲۰ اپریل کی اشاعت میں پوری طرح محفوظ ہے۔ اس سے پہلے مولانا احمد رضا خاں کا یہ پراپگنڈا تھا کہ علماء دیوبند کے عقیدہ میں حضورؐ کا علم معاذ اللہ چوپایوں کے علم کے برابر ہے۔ (استغفر اللہ)

مولانا ابوالحسنات نے کھلے بندوں مولانا احمد رضا خاں کے اس پراپگنڈے سے بغاوت کی اور عدالت میں بیان دیا :-

---

[1] راہِ عقیدت صفحہ ۲۱ تصنیف محمد شفیع اوکاڑوی [2] مقیاس حنفیت صفحہ ۴

مجھے کہا گیا ہے کہ میں معین طور پہ بیان کروں کہ بریلویوں اور دیوبندیوں کے درمیان اساسی عقائد کے اعتبار سے کیا اختلاف ہے ؟ میں اعلان کیے دیتا ہوں کہ اساسی عقائد کے اعتبار سے دونوں مکتبوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ بریلوی علماء حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ توہین کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور دیوبند کے علماء بھی اصولی طور پر اس کلیہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ دونوں سلسلوں کے علماء کے درمیان بعض عبارتوں کے متعلق رائے کا اختلاف ہے۔[1]

مولانا مفتی احمد یار گجراتی بھی بولے اور احمد رضا خاں کی تردید کی۔

مخالفین یہ مانتے ہیں کہ تمام مخلوق کے مجموعی علوم سے علم مصطفیٰ زیادہ ہے۔[2]

آغا : تیغ درمیان کن۔ اب کیا جھگڑا رہا علماء دیوبند تو حضورؐ کے علم کی شان مانتے ہیں اب یہ علماء لاکھ اپنے آپ کو بریلوی کہیں اور اس پر قسمیں کھائیں لیکن اس میں کسی منصف مزاج کو تامل نہ ہوگا کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں کے بیان کردہ اس مسلک کو جو انہوں نے حفظ الایمان کے حوالے سے علماء دیوبند کے ذمہ لگایا تھا علماء دیوبند کا عقیدہ نہیں سمجھتے اور نہ انہیں کسی پیرایہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا مرتکب کہتے ہیں۔ کیا یہ ان حضرات کی اعلیحضرت سے کھلی بغاوت نہیں ہے ؟ کہ علماء دیوبند حضورؐ کے علم کی شان مانتے ہیں۔

⑧ مولانا احمد سعید کاظمی ملتان

آپ جب جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں استاد تھے تو وہیں حضرت مولانا شمس الحق افغانی اور مولانا عبدالرشید نعمانی بھی استاد تھے۔ مولانا کاظمی کا ان حضرات سے اس طرح ملنا جلنا تھا کہ جتنا آج مولانا حامد سعید کاظمی اور مولانا قاری محمد حنیف جالندھری کا دوستانہ ہے۔ حضورؐ کے

---

[1] روزنامہ نوائے وقت ۲۰ اپریل ۱۹۵۵ء [2] مواعظ نعیمیہ صہ ۱۹۳

شان و مرتبہ میں اختلاف رکھنے والے کبھی اس طرح شیر و شکر نہیں ہو سکتے۔ آپ جب ان علماء دیوبند سے سلام کرتے یا مصافحہ کرتے تو کیا یہ ان کی اس فتویٰ سے کھلی بغاوت نہ ہوئی ہوگی کہ ان حضرات سے ملنا جلنا سلام و کلام حرام ہے۔ کیا مولانا کاظمی منافقانہ طور پر سلام کرتے تھے؟

⑨ مولانا محمد عمر اچھروی کی جامعہ اشرفیہ لاہور میں حاضری

مولانا محمد عمر اچھروی جب اپنے بیٹے عبدالوہاب کو لے کر جامعہ اشرفیہ لاہور میں آئے تو آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ آپ نے کتنے طلبہ اور کتنے علماء سے مصافحہ کیا ہوگا۔ آپ ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے تھے میرا یہ عقیدہ نہیں کہ دیوبندیوں سے ملنا جلنا اور سلام کرنا حرام ہے میں اعلیحضرت کے اس فتویٰ سے متفق نہیں ہوں۔

اب آپ یہ فیصلہ فرمائیں کیا یہ اعلیحضرت سے کھلی بغاوت نہیں؟

آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالوہاب اچھروی مقیم کاونٹری (انگلینڈ) بھی عام مجالس میں اپنے والد کے اس مسلک کا ذکر کرتے ہیں اور کھلم کھلا کہتے ہیں کہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز جائز ہے۔

مولانا عبدالرشید ربانی انگلینڈ میں دیوبندی جماعت کے مقتدر عالم ہیں۔ آپ مدتوں جمعیت علماء برطانیہ کے جنرل سیکرٹری رہے۔ مولانا عبدالوہاب نے جب اعلیحضرت کے مسلک سے بغاوت کی تو کھلے بندوں مولانا عبدالرشید ربانی کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

⑩ مولانا شاہ احمد نورانی

پاکستان میں دس نمبر کے بریلوی عالم مولانا شاہ احمد نورانی ہیں۔ آپ کی دینی وحدت حضرت مولانا مفتی محمود کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمن اور مولانا مودودی کے جانشین قاضی حسین احمد سے ہے۔ کہاں مولانا احمد رضا کا سب سے دور رہنے کا عقیدہ اور کہاں مولانا نورانی کا دیوبندیوں اور جماعت اسلامی سے دینی وحدت کا نعرہ — یہ وہ حالات ہیں جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کو پوری امت میں بالکل اکیلا چھوڑ دیا ہے۔

پاکستان کی پہلی نصف صدی کے آخر میں
دیوبندی اور بریلوی علمائ کے مُشترکہ دسترخوان

ہندوستان ہو یا پاکستان — انگلینڈ کی مسلم آبادیات ہوں یا امریکہ کی مسلم آبادیاں — جہاں بھی دیوبندی اور بریلوی دونوں حلقے موجود ہیں اب ان میں وہ تناؤ اور تعصب نہیں جو مولانا احمد رضا خاں کے عرفانِ شریعت کے فتوے کی رُو سے پڑھا اور سُنا جاتا رہا ہے۔ اب بریلوی وہ بریلوی نہیں جو مولانا احمد رضا خاں کے روحانی اور علمی وارث کہے جاسکیں۔ ان کے اپنے پیرو ان کے موقف کو ناقابلِ عمل سمجھ کر اعلیحضرت سے آہستہ آہستہ باغی ہوتے گئے۔ اور آج دونوں اس سطح پر آگئے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے آئندہ چند سالوں میں بریلویت شاید پُوری کی پُوری پھر اہل سنت میں آملے گی

صاحبزادہ فضل کریم اور صاحبزادہ فضل رحیم

یہ صاحبزادہ فضل کریم کون ہیں؟ مولانا سردار احمد لائلپوری سابق مدرس مدرسہ منظہر الاسلام بریلی کے صاحبزادہ حال مقیم فیصل آباد — اور یہ صاحبزادہ فضل رحیم کون ہیں؟ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ خلیفہ اعظم حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے چھوٹے صاحبزادے پاکستان کی مختلف دینی تحریکات میں اور ملتان کے مشترکہ ملی اور قومی مسائل میں یہ دونوں صاحبزادگان بارہا اکٹھے دیکھے گئے اور بہت دوسرے موقعوں پر انہیں ایک دسترخوان پر کھانا کھاتے بھی پایا گیا — کہاں گیا مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ عرفانِ شریعت کہ اکٹھے بیٹھنا حرام ہے۔

مولانا مفتی محمد حسین نعیمی اور مولانا مفتی عبدالرحمٰن اشرفی

یہ مفتی محمد حسین نعیمی کون ہیں ؟ مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے شاگرد مولانا نعیم الدین مراد آبادی مولانا احمد رضا خاں کے دست راست تھے اور ان کے ترجمہ کنز الایمان پر پہلا حاشیہ انہی کا ہے مفتی محمد حسین جامعہ نعیمیہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں دوسری طرف مفتی عبد الرحمٰن صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور کے نائب مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں مفتی محمد حسین صاحب نعیمی کو بارہا مولانا عبد الرحمٰن صاحب کے ساتھ اکٹھے اٹھتے بیٹھتے اور نمازیں پڑھتے دیکھا گیا بریلوی اکابر علماء کی یہ روش بتا رہی ہے کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے فتویٰ عرفان شریعت کو کبھی قابل عمل نہیں سمجھا۔

بریلویوں کی عقل اور سمجھ و بوجھ

پڑھے لکھے لوگ بریلوی کہلانے سے کیوں گریز کرتے ہیں ؟ محض اس لیے کہ ان لوگوں نے اسلام کے نام پر جو دین کا ڈھانچہ بنا رکھا ہے وہ کھانے پینے کا ایک خوانچہ ہے۔ فطرت اور عقل سلیم اسے دین خداوندی تسلیم نہیں کرتے علم و استدلال کی کوئی قوت ان کی پشت پر نہیں ہوتی چند سطحی باتیں ان کا پیمانہ عقیدت ہیں جس پر یہ انبیاء و اولیاء کی شان کو تولتے ہیں بقول پروفیسر مسعود احمد مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ آپ اس دور میں جاہلوں پیشوا سمجھے جاتے ہیں۔[1]

مولانا احمد رضا خاں کی نظر میں بھی ان کے پیرو زیادہ تر عقل و دانش سے دور اور علم و فراست سے نفور ہوتے ہیں یہ لوگ بھیڑوں کی ایک بھیڑ واقع ہوئے ہیں۔ ان کے گلہ بان چند علماء ہیں جو انہیں اپنے مقاصد کے تحت استعمال کرتے ہیں۔ انہیں نہ زندگی کا شعور کا ہوتا ہے نہ آخرت کا — بقول احمد رضا خاں یہ بھولی بھیڑیں ہیں جنہیں ان کے مولویوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا مغالطہ دے کر اپنے پیچھے لگا رکھا ہے۔ چنانچہ خان صاحب خود بھی انہیں مخاطب کر کے اسی طرح لکھتے ہیں :-

تم مصطفٰے کی بھولی بھیڑیں ہو۔[2]

---

[1] دیکھیے المیزان کا احمد رضا نمبر ص ۲۸ [2] وصایا شریف ص ۴

مولانا ابوالطیب داناپوری بھی اپنے بریلویوں کو اسی طرح ذکر کرتے ہیں کہ یہ بھیڑیں ہیں جو ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں :-

مصطفےٰ پیارے کی سیدھی سادھی بھیڑو ! ہوشیار بھیڑیئے بکریوں کے لباس میں تمہارے ساتھ آملے ہیں۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ امت کو چوپایوں کا گلہ قرار دینا اور آپ کی ملت بیضا کو بھیڑیں قرار دینا اور نابکار کفار کو ہوشیار کہنا یہ انہی لوگوں کا شعور ہو سکتا ہے۔ جو کتاب وسنت کے نور سے بے نور ہوں۔ ورنہ قرآن کریم تو کافروں کو چوپایوں کے درجہ میں رکھتا ہے نہ کہ مومنوں کو ــــ اولئک کالانعام بل ھم اضل کن لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے یہ اہل علم سے مخفی نہیں۔

بھیڑیں پیچھے لگانے کی ایک واردات

پاکستان، ہندوستان میں اور یہاں انگلینڈ میں بھی دیوبندیوں اور بریلویوں کی مسجدیں ایک سی ہیں۔ دونوں کے محراب سمتِ کعبہ میں ہیں اور دونوں کا قبلہ مکہ مکرمہ کی مسجد حرام ہے۔ اب دیکھیے مولانا محمد عمر اچھروی کس طرح اپنی بھیڑوں کو باور کراتے ہیں کہ دیوبندی امام مصلے پر کھڑا کس طرح گنگوہ کی طرف مڑ جاتا ہے۔ آپ نے کسی مسجد کا حوالہ نہیں دیا، تاکہ کوئی جاکر تحقیق نہ کرلے۔ مکہ مکرمہ کا نام لے کر کہا کہ وہ وہاں دیکھ آئے ہیں کہ مسجد صولتیہ کا امام نماز میں گنگوہ کی طرف رخ کرتا ہے ــــ پس پھر کیا ہوا سب بھیڑیں مولوی محمد عمر کے پیچھے لگ گئیں اور پوری وادی یارسول اللہ کے نعروں سے گونج اٹھی۔ ایسا کوئی شخص بھی نہ اٹھا جس نے اپنے روزمرہ کے تجربات اور مشاہدات سے ان کی تردید کی ہو ــــ اور کہا ہو کہ دھوکہ منڈی کا مال یہاں نہیں چلے گا ــــ کوئی مسلمان کسی اور سمت کو قبلہ نہیں بناتا ــــ بہرحال مولانا محمد عمر

---

[1] عجائب اہل السنۃ ص ۵۷

کی بات سنئے اور ان بھولی بھیڑوں کی عقل و سمجھ پر سر دُھنیے. مولانا محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں:-

مدرسہ صولتیہ کی مسجد میں محراب کے اندر ایک چھوٹا سا محراب بنا ہوا تھا.
جس میں امام کھڑے ہو کر اپنا رُخ ہندوستان کے گنگوہ کی طرف رکھتا
ہے فقیر نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے.[1]

یہاں کے بریلوی علقوں میں اب بھی کئی ایسے پیرانِ عظام ہیں جو قسمیں کھا کھا کر لوگوں کو باور کراتے ہیں کہ دیوبندی نماز میں اپنا رُخ گنگوہ کی طرف کرتے ہیں اور لوگوں کو پتہ نہیں چلنے دیتے کہ وہ کعبہ کی سمت میں نہیں ہیں. پھر ان کی بھیڑیں ان کے اس پیغام کو لے کر ہر قریہ اور گاؤں میں پہنچ جاتی ہیں اور ہر جگہ پروپیگنڈا کرتی ہیں کہ دیوبندی اس قبلے کو نہیں مانتے.

یہ وہ فضا ہے جو آج پڑھے لکھے طبقے میں بریلویوں کے بارے میں پائی جاتی ہے ہمیں خوشی ہے کہ مولانا مدنی میاں اور ہاشمی میاں نے بھی ماہنامہ المیزان میں کھلے بندوں اس صورت حال کا اعتراف کیا ہے:-

آج کا سنجیدہ انسان اس طرف رُخ کرنے سے جھجکتا ہے. عام طور پر امام
احمد رضا خاں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مکفر المسلمین تھے.[2]

ایک سوال اور اُس کا جواب

بریلویوں میں پروفیسر طاہر القادری اچھے پڑھے لکھے آدمی سمجھے جاتے ہیں. پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی سند بھی لے چکے ہیں. اگر آج کے پڑھے لکھے لوگ بریلوی کہلانے میں کچھ ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں تو پروفیسر طاہر القادری جیسا آدمی ان لوگوں میں کیوں موجود ہے یہ صرف اس لیے کہ طاہر القادری صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کا مسئلہ تکفیر میں ساتھ چھوڑ دیا ہے وہ دیوبندیوں کو سرِعام مسلمان کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز جائز سمجھتے ہیں.

---

[1] مقیاس حنفیت صہ ۱۹۹ [2] المیزان احمد رضا نمبر صہ ۲۹

بریلویوں کی مذہبی خودکشی

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصًا علی سید الرسل وخاتم الانبیاء وعلی آلہ الاتقیاء واصحابہ الاصفیاء اما بعد :

یہ صفحہ زمین حق و باطل کی آماجگاہ ہے اور یہاں خیر و شر کی قوتیں ایک دوسرے کے خلاف ہمیشہ سے ٹکراتی چلی آئی ہیں لیکن قدرت کا ہاتھ ساتھ ساتھ ایسے غیبی حالات بھی پیدا کر دیتا ہے کہ باطل کو ثبات و قرار نہیں ہوتا اور مجبورًا اسے اپنے آپ کو ٹھنڈا کرنا پڑتا ہے۔ قرآنی فیصلہ ہے۔

قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقًا۔

ترجمہ۔ اور کہہ دیجیے کہ حق آیا اور باطل گیا گزرا ہوا۔ واقعی باطل چیز تو یوں ہی آتی جاتی رہتی ہے۔

حق و باطل کی معرکہ آرائی

ہم یہ دیکھتے رہتے ہیں کہ باطل کبھی اپنے پیروں پر نہیں چلا۔ حق اپنے پیروں پر چلتا ہے اسے کسی کے دھکیلنے کی ضرورت نہیں۔ مگر باطل کو چلنے کے لیے پاؤں لگانے پڑتے ہیں۔ جیسے عرب ممالک اپنی بنا سے قائم تھے لیکن اسرائیل کو وہاں جگہ دینے کے لیے امریکہ اور برطانیہ کو اسے پاؤں لگانے پڑے اور اب یہ اُن کا کاشتہ استعمار انہی کے سہارے کھڑا ہے۔

مسلمان ہندوستان میں انگریزی حکومت کی سخت مخالفت کے باوجود قائم رہے اور اپنے پاؤں پر چلتے رہے لیکن قادیانیت کا پودا انگریزوں کے پانی دینے کے بغیر کہیں کھل نہ سکا باطل کا درخت ہمیشہ اُکھڑا اُکھڑا رہا ہے اور اسے اپنے پاؤں پر کہیں قرار نہیں ملا۔ پھر وقت آیا کہ یہ غیر اسلامی تحریک قانونًا بھی غیر اسلامی قرار پائی۔ قرآن کریم میں ہے۔

ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ ن اجتثت من فوق الارض مالھا من قرار۔

ترجمہ۔ اور گندہ کلمہ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خراب درخت ہو کہ وہ زمین کے اُوپر ہی اُوپر اکھاڑ لیا جاوے اس کو کچھ ثبات نہ ہو۔

سو یقین رکھیے کہ باطل آخر اکھڑ کر رہتا ہے اور اس کے پرستار خود اپنی نظر و فکر کے ٹکراؤ میں کھو جاتے ہیں۔

باطل کے جھاگ کا ریلا

جھاگ کے ریلے بہت اُونچے اٹھتے ہیں لیکن آہستہ آہستہ گھُل جاتے ہیں۔ باطل کا ظہور و ورود بھی کچھ اسی شان سے ہوتا ہے کہ شروعات میں باطل کا جھاگ بہت اُونچا اٹھتا ہے مگر وہ جلد اپنے پاؤں چھوڑ دیتا ہے اور آہستہ آہستہ اتر جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:۔

فاما الزبد فیذهب جفاء واما ما ینفع النّاس فیمکث فی الارض کذٰلک یضرب الله الامثال۔

ترجمہ۔ سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کے کار آمد ہے وہ دنیا میں رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان کرتے ہیں۔

حضرت مولانا ابو محمد عبد الحق رح لکھتے ہیں:۔

اسی طرح گو باطل بظاہر حق سے مشابہ ہے مگر جس طرح جھاگ اڑ جاتے ہیں اور پانی رہ جاتا ہے اسی طرح حق باقی رہتا ہے ملمع کاری چند روز میں کھل جاتی ہے[1]۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رح لکھتے ہیں:۔

جب وحی آسمانی دینِ حق کو لے کر اُترتی ہے تو قلب بنی آدم اپنے اپنے ظرف اور استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں پھر حق اور باطل باہم بھڑ جاتے ہیں تو میل اُبھر آتا ہے۔ بظاہر باطل جھاگ کی طرح حق کو دبا لیتا ہے لیکن اس کا یہ اُبال عارضی اور بے بنیاد ہے تھوڑی دیر کے بعد اس کے جوش و خروش کا پتہ نہیں رہتا۔ خدا جانے کدھر گیا جو اصلی اور کار آمد چیز جھاگ کے نیچے دبی ہوئی

---

[1] تفسیر حقانی جلد ۴ صد ۲۷۵

تھی (یعنی حق و صداقت) بس وہ ہی رہ گئی۔

آپ یہ بھی لکھتے ہیں:۔

دنیا میں جب حق و باطل بھڑتے ہیں یعنی دونوں کا جنگی مقابلہ ہوتا ہے تو گو برائے چندے باطل اُونچا اور پھولا ہوا نظر آئے لیکن آخر کار باطل کو منتشر کر کے حق ہی ظاہر و غالب ہو کر رہے گا۔[1]

یہ صحیح ہے کہ باطل اپنی اُبھار اور شان و شوکت کے ساتھ جتنا تیز چلتا ہے اتنی ہی جلدی وہ پیچھے جاتا ہے۔ باطل کا شور و غوغا زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن حق کو غلبہ اور قرار ملتا ہے ؎

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

مسلمانانِ ہند کا سیاسی زوال

ہندوستان میں مسلمان اپنے سیاسی زوال کے باوجود ایک امت تھے۔ اس وحدت کے سہارے وہ پھر سنبھلنے کی کوشش میں تھے کہ بدایوں اور بریلی سے الزام تراشی کا جھاگ بڑی تیزی کے ساتھ اُبھرا اور مولانا فضل رسول بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے مسلمانوں کی وحدتِ ملی پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ سوادِ اعظم اہل السنۃ والجماعت کو دو حصوں میں منقسم کر دیا۔

الزام تراشی کا یہ شجرہ خبیثہ مسلمانوں کو مسلمانوں کی ہی تکفیر کی دعوت دیتا رہا۔ مگر حق کا شجرہ طیبہ اپنے پاؤں پر کھڑا رہا۔ اختلافات کی آندھیاں چلتی رہیں، الزامات لگتے رہے۔ جب کبھی بلت کھلتی اندھیروں کے بادل چھٹتے جاتے اور اب دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں بیس[2] لاکھ فرزندانِ توحید کے اجتماعِ عظیم نے ایک کھلی شہادت دی کہ حق کا پودا اپنے پاؤں پہ کھڑا ہے۔ کوئی بادِ مخالف اسے اکھاڑ نہ سکی اور اس کا جوہرِ عمل سدا بہار ہے ؎

چلی سمتِ غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہیں وہ ہری رہی

مولانا احمد رضا خاں کی پچاس سالہ محنت

سواد اعظم اہل السنۃ والجماعۃ کو دو ٹکڑے کرنے کا سہرا مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے سر ہے۔ آپ نے اس اہم کام کے لیے پچاس سال محنت کی۔ ان کے معتقد جناب قاری احمد پیلی بھیتی رقمطراز ہیں:-

مولانا احمد رضا خاں صاحب پچاس سال مسلسل اسی جدو جہد میں منہمک رہے یہاں کہ مستقل دو مکتبۂ فکر قائم ہو گئے۔ بریلوی اور دیوبندی یا وہابی[1]

مولانا احمد رضا خاں بریلوی پچاس سال سے انگریزی حکومت کے سائے تلے اسی جدوجہد میں منہمک رہے کہ کسی طرح اہل السنۃ مسلمانوں کے دو ٹکڑے کیے جائیں۔ اسی مذہبی تقسیم کی غرض یہ تھی کہ انگریزی حکومت مضبوط ہو۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے ایک بیان سے پتہ چلتا ہے۔ کہ انہیں وزیر اعظم تک بننے کی یہاں امید لگ گئی تھی۔ ایک جگہ خود لکھتے ہیں:-

کافی سلطان نعت گویان ہے رضا ۔۔۔ انشاء اللہ میں وزیر اعظم[2]

(سلیس) اے رضا: بادشاہ یہ حکومت ہم نعت خوانوں کو کافی ہے۔ انشاء اللہ میں جلد وزیر اعظم بنا کہ بنا۔ حکومت کی سرپرستی ہمیں حاصل ہے میں اس کا وزیر اعظم بن کر رہوں گا۔ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی وزیر اعظم نہ بن سکے۔ صرف امت کی تفریق کا سہرا باندھ اعلیحضرت ہوئے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے دو ٹکڑے

اہل السنۃ والجماعۃ کے دو ٹکڑے ہونے پر کون مسلمان ہے جس کا دل نہ دُکھتا ہو مسلمانوں کی مثال ایک انسان کی ہے۔ جس طرح اس ایک انسان کے تمام اعضاء صحیح وسالم ہوں تو اُسے کوئی دُکھ

---

[1] سوانح اعلیٰ حضرت ص۸ [2] حدائق بخشش حصہ سوم ص۱۰۱ بریلوی تاویل کرتے ہیں کہ یہاں حکومت کا وزیر اعظم ہونا مراد نہیں بلکہ نعت خوانی میں وزیر اعظم ہونا مراد ہے۔ یہ بات درست نہیں کیونکہ مولانا شاعری میں بلکہ اس کی ہر صنف میں اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتے تھے اپنے آپ کو وزیر اعظم نہیں مانتے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں خود لکھتے ہیں:-

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم ۔۔۔ جس سمت جل گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں[ص۴۵ ج۱]

نہیں لیکن اس کے کسی حصے کو کوئی تکلیف ہو تو سارا بدن آزردہ ہوتا ہے. کسی حصہ بدن کو اس سے جدا کر دیا جائے تو اس کے سارے بدن کو تکلیف ہوتی ہے اور اسے دکھ پہنچتا ہے. اسی طرح اس امت کو جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وحدت میں جوڑا تھا. مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اسے توڑ دیا. جناب پیر کرم شاہ صاحب بھیروی ایک جگہ اہل السنۃ کی اس باہمی تفریق پہ اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

اس باہمی اور داخلی انتشار کا سب سے المناک پہلو اہل السنۃ والجماعۃ کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے. دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں. اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی اور صفاتی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت قرآن کریم. قیامت اور دیگر ضروریاتِ دین میں کلی موافقت ہے. لیکن بسا اوقات طرزِ تحریر میں بے احتیاطی اور طرزِ تقریر میں بے اعتدالی کے باعث غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور باہمی سوءظن ان غلط فہمیوں کو ایک بھیانک شکل دیدیتا ہے[1]

آیئے حالات کی روشنی میں جائزہ لیں کہ باطل کا درخت کیسے اکھڑتا ہے اور تکفیر کی گولہ باری کرنے والے خود اپنے پاؤں کیسے واپس لوٹتے ہیں. یہ واقعات جہاں ایک طبقے کے غلط کردار کی ایک تاریخ ہیں وہاں ان میں اُمید کی ایک کرن بھی موجود ہے کہ بہت دُور تک نکل جانے کے باوجود کبھی کبھی احساس زیاں ان کے دلوں میں بھی چٹکیاں لیتا رہا ہے. اسی اصول پر چند تحقیقیں ہدیۂ قارئین ہیں کہ یہ لوگ کس طرح اپنے دن کے کاتے ہوئے سُوت کو شام کو تار تار کرتے رہے اور کس طرح ان کے اپنے ہاتھوں اُن کی محنتوں کا خون ہوتا رہا.

ولا تکونوا کالتی نقضت غزلہا من بعد قوۃ انکاثا.

مخالف لشکروں سے معرکہ آرائی تو لوگوں نے عام دیکھی ہو گی. لیکن خود اپنے لشکروں سے ہی پنجہ آزمائی کے نمونے بہت کم نظروں سے گزرے ہوں گے. ان فرضی اختلافات اور لفظی نزاعات

---

[1] ضیاء القرآن حصہ اول ص۹

کو اگر ذرا دھیان سے سُنا جائے تو باطل کے گھروندے بالکل پیوستِ زمین ہوتے نظر آتے ہیں۔ بریلویوں کی یہ مذہبی خودکشی بتا رہی ہے کہ انجام کار انگریزی دور کی تمام باطل تحریکات ختم ہو کے رہیں گی اور ملتِ اسلامی پر وحدت کا آفتاب پھر سے طلوع ہو کر رہے گا۔

؎ نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

مذہبی خودکشی کی المناک داستان

الحمد لاھله ولاحد لمحامده والسلام الاکمل علیٰ رسوله ولاعد لمکارمه وعلیٰ اٰله الاطھم ولاھدم لمعالمھم ولاحك لمکارھم۔

خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے برطانوی ہند کو جونہی دار الحرب قرار دیا انگریزی عملداری میں ہر طرف سے اس خاندان پر یلغار ہونے لگی حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اس تیر آزمائی کا نقطہ آغاز تھے۔ شرک و الحاد کی موجیں مسلمانانِ ہند پہ بُری طرح اُمڈ رہی تھیں اور حضرت شاہ صاحبؒ امت کے عقیدۂ توحید کی نشر و حفاظت میں جان کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ فردینان توتل لغتِ عربی کی مشہور کتاب المنجد میں لکھتا ہے:۔

اسماعیل (۱۷۸۱-۱۸۳۱) ولد فی دھلی افزعته موجة الشرك التی طغت علیٰ مسلمی الھند فاخذ یبشر بتعالیم الاسلام۔ رحل ۱۸۲۷ الیٰ بشاور فاعلن الجهاد علی السیخ (SIKHS) وقتل عن یدھم۔ عن کتبه تقویة الایمان فی التوحید وھی بلغة الاردو ورسالہ اصول الفقه۔[1]

ترجمہ۔ اسماعیل شہیدؒ (۱۸۳۱ء) دہلی میں پیدا ہوئے۔ شرک کی موجیں مسلمانانِ ہند پر چڑھ آئیں تو آپ بہت پریشان ہوئے اور تعلیماتِ اسلامی شروع کیں۔ ۱۸۲۷ء میں پشاور گئے اور سکھوں سے جہاد کیا اور ان کے ہاتھوں مارے گئے۔ آپ کی کتابوں میں توحید کے موضوع پر تقویۃ الایمان ہے جو اردو میں ہے اور اصولِ فقہ میں رسالہ ہے۔

اہل بدعت کے مذہبی اور سیاسی الحادات اسی دور سے شروع ہوتے ہیں اور یہی وہ شخصیت کریمہ ہے جو اپنوں اور بیگانوں کا بیک وقت تختہ مشق بنی۔ مگر اسے قدرت کا کرشمہ کہیئے یا حضرت شہیدؒ

---

[1] المنجد معجم الاعلام المشرق والمغرب صہ ۲۳ طبع بیروت المطبعۃ الکاثولیکیۃ

کی کرامت صادقہ کہ اہل باطل نے جس شخصیت کے خلاف ہر طرف سے کانٹوں کی باڑ کھینچی۔ وہ خود اسی میں اُلجھ کر رہ گئے یہیں سے ان کی مذہبی کشمکش شروع ہوئی اور یہیں سے ان کی مذہبی خودکشی کا آغاز ہو گیا۔ اُن کے دن کو سُوت کاتنے اور شام کو خود ہی اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے دونوں پہیئے متوازی چلتے رہے۔ اسی نام گرامی سے ہم اس بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ کی شخصیت سے کون واقف نہیں۔ آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے خاندان کے چشم و چراغ اور اپنے عقائد و نظریات میں اپنے خاندان کے مکمل ترجمان تھے۔ اس خاندان کے تمام حضرات خصوصاً حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ شرک و بدعت کے سخت مخالف رہے تھے۔ آپ کے بھتیجے اور شاگرد حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ بھی انہی کے نقش قدم پر چلے اور جن بدعات کے خلاف حضرت شاہ صاحب نے آواز اٹھائی تھی حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ بھی اُنہی کے خلاف رہے۔ سیرت سید احمد شہیدؒ میں ہے:۔

> ایک موقع پر شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ تفسیر قرآن میں عبدالحی میرا نمونہ ہے اور تحریر میں رشید الدین۔ حدیث میں حسن علی اور فقہ میں اسحٰق (رحمہم اللہ اجمعین) حضرت شاہ صاحب کے بارے میں پوچھا تو فرمایا:۔
>
> اسماعیل کا علم کسی شعبے میں محدود نہیں جن لوگوں نے میرے عہد شباب کا علم دیکھا ہے اس کا نمونہ دیکھنا ہو تو اسماعیل کو دیکھ لیں۔[۱]

اسی طرح مولانا فضل حق خیر آبادیؒ جن کی بریلویوں نے اپنی مشہور کتاب انوار آفتاب صداقت میں بہت تعریف کی ہے۔ جب انہیں خبر ملی کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید ہو گئے ہیں تو طلباء کو سبق پڑھانا منقود کر دیا اور گھنٹوں بیٹھے روتے رہے۔ اس کے بعد فرمایا:۔

> اسماعیل کو ہم مولوی نہ جانتے تھے۔ وہ امت محمدیہ کا حکیم تھا کوئی شئے نہ تھی

---

[۱] سید احمد شہیدؒ صفحہ ۱۱۸

جس کی اہمیت اور عظمت اس کے ذہن میں نہ ہو۔[1]

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اس امت کے حکیم تھے اور آپ بدعات کے سخت مخالف تھے اس وقت مسلمانوں میں ہندوؤں کے رسم و رواج عود کر رہے تھے۔ آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں عوامی اصلاح و ارشاد کی مہم چلائی اور توحید اسلام کو شرک کی ہر باریک سے باریک آلائش سے پاک دیکھنے کے لیے کمر ہمت باندھی۔ ہر طرح کی صعوبتوں کو برداشت کیا اور قرآن و حدیث کی روشنی میں کتاب تقویۃ الایمان تالیف فرمائی۔ بہت سے گھرانے جو ہندوانہ رسم و رواج میں گھرے ہوئے تھے اس کتاب کی بدولت ورطۂ ظلمت سے نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو توحید اسلام کی روشنی پھر سے دکھائی۔ آپ نے اس مسئلہ میں شرک کو بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں اس کتاب سے بہت نالاں تھے۔ آپ کے شاگرد ہندوازم کی نشأۃ جدیدہ ہو رہی تھی۔ سو آپ اس واضح توحید کو کیسے گوارا کر سکتے تھے۔ آپ نے مولانا شہیدؒ کے خلاف بڑی تیز مہم شروع کی۔ مولانا احمد رضا خاں نے پوری کوشش کی کہ کسی طرح تقویۃ الایمان سے کفریہ الفاظ ثابت کیے جائیں اور وہ ان کے سہارے شاہ صاحبؒ پر حکم کفر جاری کر سکیں۔ مگر ان کی یہ تمنا پوری نہ ہوئی۔ گو مولانا احمد رضا خاں نے قصداً شاہ اسماعیل شہیدؒ کے ذمہ ایسے ایسے عقائد لگائے کہ شیطان بھی کانوں پر ہاتھ دھرتا رہ گیا ہوگا۔

مولانا شہیدؒ کے خلاف بڑا الزام

دنیا میں گمراہ لوگ تو بہت ہوئے۔ ایسے بھی ہوئے جنہوں نے خدائی کے دعوے کیے بڑے بڑے مدعی نبوت پیدا ہوئے۔ مگر کسی نے خدا کی شان میں ایسے گستاخانہ کلمات کبھی نہ کیے جو مولانا احمد رضا خاں نے کیے اور مزے لے لے کر بات بڑھاتے چلے گئے۔ ان الفاظ کے بیان سے زبان تھراتی ہے اور قلم لرزتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں شاہ اسماعیل شہیدؒ پر الزام تراشی کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے بارے میں جو زبان استعمال کرتے ہیں اسے ملاحظہ کیجئے:۔

---

[1] جماعت مجاہدین ص ۱۲۹

اس کا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے۔ ایسے کو حس کا بہکنا بھولنا سونا۔ اُونگھنا۔ غافل رہنا۔ ظالم ہونا حتیٰ کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے۔ کھانا پینا۔ پیشاب کرنا۔ پاخانہ پھرنا۔ ناچنا۔ تھرکنا۔ نٹ کی طرح کلا کھیلنا۔ عورتوں سے جماع کرنا۔ لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتیٰ کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا کوئی خباثت، کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں۔ وہ کھانے کا منہ بھرنے کا پیٹ اور مردمی اور زنی کی علامتیں (یعنی آلہ تناسل اور شرمگاہ) بالفعل رکھتا ہے۔ صمد نہیں جوف دار کھگل ہے۔ سبوح و قدوس نہیں خنثیٰ مشکل ہے یا کم از کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے اور یہی نہیں اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے۔ ڈبو بھی سکتا ہے۔ زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے۔ اس کے ماں باپ جورو بیٹا سب ممکن ہے۔ بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے۔ ربڑ کی طرح پھیلتا اور سمٹتا ہے۔ بہ بہا کی طرح چو مکھا ہے[1]

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں جو گندے اور گستاخانہ کلمات استعمال کیے ہیں اُن سے ہر شریف انسان کانپ اُٹھتا ہے۔ اگر شرافت کے نام سے انہیں چڑ تھی تو تختۂ مشق کسی فریقِ مخالف کو بنانے کے لیے کیا اُن کے سامنے خدا ہی کا نام رہ گیا تھا؟ ان الفاظ کی مشق کے لیے انہوں نے خدا کا نام آخر کیوں تجویز کیا؟ یہ سوچنے کی بات ہے۔

بہرحال اگر یہ عقائد جو مولانا احمد رضا خاں نے مولانا شہیدؒ کی طرف منسوب کیے ہیں اگر واقعی یہ ان کے عقائد تھے تو پھر کسی شخص کو ایسے عقائد رکھنے والے کے کفر میں شبہ نہ ہو سکے گا اور اس سے بڑھ کر کیا کفر ہو سکتا ہے کہ خدا کے بارے میں اس قسم کی گستاخی کی جائے اور اس قسم کے عقائد رکھے جائیں۔ ایک عالم اور مفتی تو بہت دُور کی بات ہے۔ ایک آدمی جس نے صرف کلمہ پڑھا ہے۔ خدا کے بارے میں ایسے عقائد رکھنے والے اور ایسی گندی زبان استعمال کرنے والے کو کبھی مسلمان نہیں سمجھ سکتا۔

---

[1] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد اصـ۴۵

اسے مسلمان سمجھنا خود اس کے کافر ہونے کی دلیل ہے۔

اپنے آپ سے ٹکراؤ اور فتوئے عدم تکفیر

مولانا احمد رضا خاں نے مولانا شہیدؒ کے عقائد کفریہ ثابت کرنے کے لیے ستّر سے زیادہ وجوہ تلاش کیے۔ لیکن اتنے کفریات کے باوجود ان کی عدم تکفیر کا اعلان کیا علماء محتاطین کو انہیں کافر کہنے سے روکتے رہے۔ یہ ان کا اپنے ہی لشکر سے ٹکراؤ تھا۔ آپ مولانا شہید کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں :-

علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے۔ وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ والسداد یہی جواب ہے یہی فتویٰ دیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے[1]

مولانا احمد رضا خاں نے مولانا شہیدؒ کے خلاف جو تیز مہم چلائی تھی۔ اب خود ہی اپنی بنائی ہوئی ساری عمارت منہدم کر دی قرآن کریم اس شکست خوردہ سیرت کا یوں نقشہ کھینچتا ہے :-

ولا تکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثًا۔ (سورۃ النحل ع ۱۳)

ترجمہ۔ اور تم نہ ہو جاؤ اس عورت کی طرح جو اپنا سُوت کاتنے کے بعد اُسے ریزہ ریزہ کر دیتی تھی۔

ایک عورت ریطہ بنت سعد بنت تمیم تھی جو دیوانی تھی وہ روزانہ دوپہر تک سُوت کاتا کرتی اور اپنی لونڈیوں سے بھی کتواتی تھی۔ مگر شام کو خود ہی اُسے وہم کی وجہ سے ریزہ ریزہ کر ڈالتی مولانا احمد رضا خاں بھی دن بھر کُفریات کے پُرزے پُرزے جمع کرتے رہے اور شام کو اسی دن کے کاتے ہوئے سارے سُوت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اعلان کر دیا کہ کوئی مولانا اسمٰعیل کو کافر نہ کہے یہی

---

[1] تمہید ایمان صـ ۴۶

فتوے ہے۔ یہی مذہب ہے اور اسی میں سلامتی ہے۔ مذہبی خود کشی کی اس سے بڑھ کر مثال اور کیا ہوگی؟

جناب پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کا فتویٰ

کاش کہ مولانا احمد رضا خاں شروع سے ہی حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی بات مان لیتے۔ حضرت پیر صاحب کا علمی اور فکری مقام مولانا احمد رضا خاں صاحب سے بدرجہا اونچا تھا انہیں پیر صاحب کی بات مان لینی چاہیئے تھی۔ جناب پیر مہر علی شاہ صاحبؒ ایک مقام پہ لکھتے ہیں:۔

> اس مقام پر امکان یا امتناع نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ما فی الضمیر ظاہر کرنا مقصود ہے نہ تصویب یا تغلیط کسی کی فریقین اسمٰعلیہ و خیر آبادیہ میں سے۔
> شکر اللہ تعالیٰ سعیہم۔ راقم سطور دونوں کی ماجور و مثاب جانتا ہے۔[۱]

جب پیر مہر علی شاہ صاحبؒ جیسے بزرگ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے نظریات و عقائد کے بارے میں یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو کیا حق پہنچتا تھا کہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی طرف اپنی مزعومہ کفریات کی نسبت کرتے اور امت میں تفرقہ ڈالتے۔

علماء دیوبند پہ مولانا احمد رضا کا فتویٰ

علماء دیوبند چونکہ ولی اللٰہی خاندان کے ترجمان تھے اور ان کے عقائد وہی تھے جو حضرات صحابہ کرامؓ۔ اولیاء عظام اور تمام اہل السنۃ والجماعۃ کے تھے۔ تو مولانا احمد رضا خاں کو جو بغض ولی اللٰہی خاندان سے تھا۔ وہی ان کے شاگردوں اور نمائندوں سے ہونا ضروری تھا چنانچہ اسی بغض و حسد کی آگ نے مولانا احمد رضا خاں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ان حضرات کی تکفیر علماء حرمین سے اردو سے واقف نہ تھے کسی حیلے بہانے سے کرالیں اور پھر ان حضرات کی عام تکفیر کرتے رہیں چنانچہ مولانا

---

[۱] فتاویٰ مہریہ ص۱۵

احمد رضا خاں نے فتوے صادر فرمایا ۔

جو انہیں کافر نہ کہے جو ان کا پاس لحاظ رکھے جو اُن کے استاد یا رشتے یا دوستی کا خیال کرے وہ بھی انہیں میں سے ہے ۔ انہیں کی طرح کافر ہے ۔ قیامت میں ان کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا ۔[1]

مولانا احمد رضا خاں نے دیوبندیوں کے بارے میں یہ بھی لکھا ۔

من شك فی كفره وعذابه فقد كفر ۔ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے ۔[2]

پھر یہ بھی لکھتے ہیں ۔

بلاشبہ اس سے دُور بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا اس سے بغض اس کی اہانت اس کا رد فرض اور توقیر حرام و ہدم اسلام اسے سلام کرنا حرام ۔ اس کے پاس بیٹھنا حرام اس کے ساتھ کھانا پینا حرام ۔ اس کے ساتھ شادی بیاہت حرام اور قربت زنا خالص اور بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت اسے مسلمانوں کا سا غسل و کفن دینا حرام ۔ اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا ۔ اس کے جنازے کی مشایعت حرام اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام ۔ اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام ۔ اس کے لیے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر ۔[3]

ایک مقام پر یہ بھی لکھتے ہیں ۔

علماء کرام حرمین شریفین نے دیوبند کے پیشواؤں پر نام بنام حکم ارتداد دیا اور فرمایا ۔ من شك فی كفره وعذابه فقد كفر ۔ جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی مسلمان نہیں ۔ پھر ان لوگوں کو عالم دین سمجھنا یا ان سے کوئی شرعی فتویٰ طلب کرنا کیسے حلال ہو سکتا ہے حرام حرام ۔ سخت حرام ہے ۔[4]

---

[1] احکامِ شریعت ص ۔ [2] عرفانِ شریعت ص ۔ [3] ایضاً ص ۳۳ [4] ایضاً ص

صبح کا کاتا ہوا سُوت شام کو ریزہ ریزہ

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اس فتویٰ میں حرام حرام کی گیارہ مرتبہ گردان کی ہے اور بڑے زور شور کے ساتھ فتوے صادر فرمایا ہے۔ اب چاہیئے تو یہ تھا کہ کوئی بھی بریلوی دیوبندیوں سے کسی قسم کی مناسبت نہ رکھتا مگر افسوس کہ بریلویوں نے خود ہی اس صبح کے کاتے ہوئے سُوت کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

کچھوچھوی صاحب نے دیوبندی امام کی اقتدار کی

مولانا سید محمد کچھوچھوی صاحب نے دھوراجی کاٹھیاواڑ کے دیوبندی امام کے پیچھے ۲۰ رمضان ۱۳۵۸ھ کو فاروقی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی۔ بریلویوں کے مولوی حشمت علی صاحب نے کچھوچھوی صاحب کے خلاف ایک رسالہ بنام "ستر باادب سوالات" تحریر فرمایا۔ اس میں آپ کچھوچھوی صاحب کی دیوبندی امام کی اقتدار کا یوں ذکر کرتے ہیں :۔

> مرتد دیوبندی امام نے خطبہ پڑھا جمعہ پڑھایا جس وقت وہ منبر پر چڑھا اسی وقت ایک سُنی امام نے پکار کر اعلان کر دیا کہ بھائیو! یہ امام دیوبندی وہابی ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی۔ یہ سُن کر مسلمانانِ اہل سنت اس مسجد سے باہر چلے گئے۔ مدرسہ مسکینہ دھوراجی کے صدر المدرسین مفتی عبدالعزیز خاں صاحب نعیمی فتحپوری نے بھی جو صف اول میں کچھوچھوی صاحب کے متصل ہی بیٹھے ہوئے تھے کچھوچھوی صاحب سے کہا کہ حضرت یہ امام دیوبندی وہابی ہے یہاں سے تشریف لے چلئے کسی اور مسجد میں سنی امام کی اقتدار کر کے نماز جمعہ ادا کیجئے۔ جب کچھوچھوی صاحب بالکل خاموش بیٹھے رہے تو خود مفتی صاحب مذکور بھی سنی مسلمانوں کے ساتھ فوراً چلے آئے اور ناگانی شاہ کے تکیے کی مسجد میں سنی امام کے پیچھے جمعہ ادا کیا۔ مگر کچھوچھوی صاحب نے اس اعلان کے بعد اسی مرتد دیوبندی امام کی اقتدا میں جمعہ پڑھا۔[1]

کچھوچھوی صاحب کے صاحبزادوں مدنی میاں اور ہاشمی میاں ایڈیٹر ماہنامہ المیزان بمبئی مولانا حشمت علی خاں اور ان کے بھائی محبوب علی خاں سے اسی لیے ناراض ہوئے کہ انہوں نے ان کے والد کی اس مذہبی خودکشی سے پردہ کیوں اٹھایا۔ پھر یہ ناراضگی یہاں تک بڑھی کہ کچھوچھوی صاحبان نے مولانا احمد رضا خاں کی حدائقِ بخشش حصہ سوم کے بعض اشعار کا محض اس لیے انکار کر دیا کہ اس کے مرتب مولانا محبوب علی خاں مذکور تھے۔ حالانکہ یہ صاحب ساری جماعت کے محبوب رہ چکے تھے اور مولانا احمد رضا خاں کے قلمی مسودات اور بیاض سب انہی کی تحویل میں رہتے تھے۔

مُفتی مظہر اللہ صاحب دہلوی کا فتوےٰ

بریلویوں کے مفتی مظہر اللہ صاحب دہلوی کے صاحبزادے مسعود احمد صاحب جو آج کل مولانا احمد رضا خاں کی حمایت میں بہت پیش پیش ہیں اور اس دور میں ان کے نقیبِ خاص واقع ہوئے ہیں آپ کے والد کے فتاوے کی کتاب "فتاویٰ مظہری" بریلویوں کے ہاں بڑی مقبولیت رکھتی ہے اس میں مفتی مظہر اللہ صاحب نے علماء دیوبند کی تکفیر میں مولانا احمد رضا خاں کی بنائی ساری عمارت دھڑام سے نیچے گرا دی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

> قسامِ ازل نے کسی کو سمجھ ہی ایسی عطا فرمائی ہو کہ اس کی سمجھ میں کسی عبارت کے ایسے ظاہری معنی نہیں آتے جو موجبِ کفر ہوں تو ایسے شخص کی دیانۃً تکفیر نہیں کی جا سکتی کہ وہ ایسے معنی کا قائل نہیں جو موجبِ تکفیر ہیں۔[1]

کسی عبارت کی مراد وہی معتبر سمجھی جائے گی جو مصنف بتلائے۔ آج بھی ملتِ اسلامی راہِ اتحاد میں ماضی کی شوکت کو تازہ کر سکتی ہے۔

مفتی مظہر اللہ صاحب دہلوی اسی لیے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا ذکر نہایت اچھے الفاظ میں کیا کرتے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں کے مذکورہ فتویٰ کے مطابق تو دیوبندی حضرات سے میل جول

---

[1] فتاویٰ مظہری ص ۳۷۸

سلام و تعظیم ہر چیز حرام تھی۔ یُوں کہیئے مولانا احمد رضا خاں کے دن کے کاتے ہوئے سُوت کو مفتی مظہر اللہ صاحب نے ایک ہی جھٹکے میں ریزہ ریزہ کر دیا۔ فجزاہ احسن الجزاء۔

پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پُوری کا عمل

پیر جماعت علی شاہ صاحب بھی بریلویوں کے ہاں بڑے مقبول بزرگ تھے۔ آپ کو اپنے حلقوں میں کہیں کوئی ایسی درسگاہ نہ مل سکی جہاں حدیث کی کتابیں پڑھائی جاتی ہوں۔ آپ نے اپنے صاحبزادے اور جانشین مولانا محمد حسین صاحب کو حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے حدیث کی تعلیم حاصل کی اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے ان کی دستار بندی کی۔ اگر پیر صاحب واقعی مولانا احمد رضا خاں کے ہم خیال اور ہم اعتقاد تھے تو اس سے بڑھ کر ان کی مذہبی خودکشی کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟

علی پُور میں شیخ الہندؒ کے تبرکات

حضرت شیخ الہندؒ کی عطا فرمودہ دستار علی پور میں بطور تبرک اب تک محفوظ رکھی ہوئی ہے۔ اس سے بڑھ کر اُن کے ہاں مولانا احمد رضا خاں کے مذکورہ فتوے کی تردید اور کیا ہوگی۔

مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ کہ "علماء دیوبند سے میل جول سلام کلام سب حرام ہے" کہاں گیا بریلوی حلقے اپنے دن کے کاتے ہوئے سوت کو شام کے وقت ریزہ ریزہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ صرف حق کی شان ہے کہ سدا بہار رہے۔

وہابیہ کی حکومت نہ ہو سکنے کا دعویٰ

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے وقت میں نہ اسرائیل کی حکومت تھی نہ حرمین شریفین پر اہل نجد کا قبضہ تھا۔ مگر ایسے حالات محض اتفاقی تھے۔ شریعت کے کسی اصول کے تحت ان کی حکومت کے نہ بن سکنے کی خبر نہ تھی۔ نہ یہ خدائی فیصلہ تھا کہ ان کی حکومت کبھی کہیں نہ ہو سکے گی۔

مولانا احمد رضا خاں نے محبت و عداوت کی بحث میں یہ اصول پیش کیا ہے کہ جو کفر عداوت پر مبنی ہو اسے دنیا میں کہیں عزت نہیں ملتی اور جو کفر محبت کی راہ سے آئے اسے اقتدار ملتا ہے. خان صاحب اس تفصیل میں بریلویوں کو تسلی دے رہے ہیں کہ تمہارے کفر و شرک کے عقائد محبت کی راہ سے آرہے ہیں اس لیے تم زیادہ پریشان نہ ہو. عداوت والے کفر سے تو تم دنیا میں بہتر رہو گے. افسوس کہ خانصاحب کے ذہن میں یہ نہ آیا کہ کفر کفر ہے خواہ وہ کسی راستے سے آئے. مومن کا سرمایۂ حیات ایمان اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا ہے.

مولانا احمد رضا خاں نے اسلام کے فلسفۂ حکمت پر یہ افتراء باندھا ہے :-

نصرانی اور یہودی کافر دونوں ہیں. ایک محبوبانِ خدا کی محبت میں، دوسرے عداوت میں. قرآن عظیم میں یہودیوں کو مغضوب علیہم اور نصاریٰ کو ضالین فرمایا یہی وجہ ہے کہ آج روئے زمین پر کوئی یہودی ایک گاؤں کا بھی حاکم نہیں. بخلاف نصاریٰ کے کہ ان کی سلطنت ظاہر ہے اور بعینہٖ یہی مثال روافض و وہابیہ کی ہے کہ روافض مثل نصاریٰ کے محبت میں کافر ہیں اور وہابیہ مثل یہود کے عداوت میں. چنانچہ روافض کی حکومت ایران کا تخت موجود ہے اور وہابیہ کی ایک پٹیہ بھی کہیں نہیں.[۱]

ناظرین کو معلوم ہے کہ اسرائیل یہودیوں کی سلطنت ہے اور سعودی عرب میں انہی لوگوں کا قبضہ ہے جو اعلیحضرت کے فلسفۂ شریعت میں ایک پٹیہ (جھونپڑی) کے مالک بھی نہ ہو سکتے تھے. آجکل بھی آپ کو ایسے کئی پیر ملیں گے جن کی پیشگوئیوں کا یہ حال ہو. فاعتبروا یا اولی الابصار.

وہابیہ کی حکومت کے موجود ہونے کا دعویٰ

مولوی محمد عمر اچھروی سے پوچھا گیا کہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کے متولی آج کل وہابی ہیں تو آپ نے جواب دیا :-

---

[۱] احکام شریعت حصہ دوم ص ۲۲۳

وہابیوں کا وہاں جانا مضر حرمین نہیں ہے[1]

بریلویوں نے اسی عبارت میں تسلیم کیا ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر وہابیوں کی سلطنت موجود ہے۔ اب آپ اس کی روشنی میں سوچیں کہ بریلویوں کے ہاں مولانا احمد رضا خاں کے اس عقیدے کا کیا حشر ہوا ہوگا کہ وہابیوں کی حکومت دنیا میں کہیں پر بھی نہ ہو سکے گی۔ مولانا احمد رضا خاں کے اسی دن کے کاتے سوت کو اسی جماعت کے ایک فرد (مولوی محمد عمر اچھروی) نے شام کو تار تار کر دیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

آپ کہیں گے کہ بریلوی کیا عجیب قوم ہیں کہ بیک وقت تضادات پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہابیہ کی حکومت دنیا میں کہیں نہیں ہو سکتی اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ سعودی عرب پر وہابیوں کی حکومت موجود ہے۔ ہمیں اس پر تعجب نہیں۔ قرآن کریم علماء یہود اور رہبان و نصاریٰ کی ایسی صفات سے پردہ اٹھا چکا ہے کہ ان کے اختلافات علمی نہیں زیادہ تر شکمی تھے۔ قرآن کریم کہتا ہے:۔

یا ایھا الذین امنوا ان کثیرًا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ۔ (پ۱۰ التوبہ ع ۵)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! بیشک بہت سے مولوی اور پیر لوگوں کا مال بڑے غلط طریقوں سے کھا جاتے ہیں اور وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

اس آیت شریفہ میں خبر دی کہ مذہبی دنیا میں بھی وہ لوگ موجود ہیں جن کی نظریں ہمیشہ قوم کے مال پر لگی رہتی ہیں اور مختلف حیلوں سے وہ اسے ہڑپ کرتے رہتے ہیں۔

آیت احبار و رہبان مسلمانوں کو شامل نہیں

مفتی احمد یار گجراتی صاحب نے آئینے میں جب اپنی صورت دیکھی تو جھٹ دعوٰے کر دیا کہ

---

[1] مقیاس الحنفیت ص۳ یعنی وہابیوں کے حرمین پر قابض ہونے سے حرمین کی شان میں کوئی فرق نہیں آجاتا۔ یا مراد یہ ہے کہ بریلوی عقیدہ میں وہاں کافر جا سکتے ہیں۔

کہ مسلمانوں کے مولوی اور پیر گو کتنے ہی طریقوں سے لوگوں کا مال ہضم کریں اس آیۃ کے حکم میں نہیں آتے۔

اس آیت میں مسلمانوں کے مولوی پیر داخل نہیں جیسا کہ آجکل بعض وہابیوں نے سمجھ رکھا ہے۔[1]

اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ مسلمان پیر مسلمانوں کا مال اڑانے کے گو کتنے ہی حیلے اور فریب اختیار کریں۔ وہ اس آیت کی وعید میں ہرگز نہ آئیں گے انہیں کھلی چھٹی ہے کہ وہ بریلوی بن کر سترہ کھانے[2] بیک ڈکار ہضم کرتے رہیں اور کوئی انہیں ٹوکنے والا نہ ہو۔

آیت احبار و رہبان مسلمانوں کو بھی شامل ہے

اُن کے ایک پیر نے بیرون ملک کچھ عرصہ قیام کیا تو انہیں ان کا ضمیر ملامت کیے بغیر نہ رہ سکا انہوں نے صاف لکھ دیا کہ یہ آیت مسلمانوں کو بھی شامل ہے اور بقول مفتی احمد یار خاں یہ پیر صاحب بھی وہابی ہو گئے۔ یہ پیر صاحب کون ہیں؟ یہ بھیرہ کے پیر کرم شاہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

صحیح قول یہ ہے کہ اس میں اہل کتاب اور مسلمان سب داخل ہیں جس میں یہ خرابی ہو گی وہ اس سزا کا مستحق ہو گا۔ وقال ابوذر وغیرہ المراد بھا اھل الکتٰب وغیرھم من المسلمین وھو الصحیح (قرطبی) کیونکہ اگر صرف اہل کتاب مراد ہوتے تو پھر الّذین کے اضافہ کی ضرورت نہ تھی۔[3]

ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ نکتہ مفتی احمد یار صاحب کو کیوں سمجھ میں نہ آیا اور انہوں نے بلا وجہ اس بات کے قائل کو وہابی قرار دے دیا۔ پیر کرم شاہ صاحب کی اس مذہبی خودکشی کے بعد اب ایک اور بریلوی بزرگ کی خودکشی کا المناک منظر دیکھئے۔

مولانا احمد سعید کاظمی کی مذہبی خودکشی

صدر ایوب خاں کے دور میں جامعہ اسلامیہ بہاول پور میں ایک دینی درسگاہ قائم ہوئی۔

---

[1] نور العرفان ص ۲۹۵ [2] مولانا احمد رضا خاں کی وصیت والے [3] ضیاء القرآن ص ۲۴۱

جس کے بارے میں حکومت پاکستان نے طے کیا کہ دیوبندی اور بریلوی علماء مل کر پڑھائیں اور ایک ایسا ماحول پیدا کیا جائے جہاں دیوبندی اور بریلوی طلبہ اور علماء اکٹھے مل کر رہ سکیں۔

مولانا ابو البرکات سید احمد کو دعوت دی گئی کہ وہ اس مدرسہ کے مدرس بنیں۔ آپ نے انکار کر دیا۔ آپ کے انکار کی ایک وجہ یہ بھی کہ مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کے مطابق دیوبندی علماء سے کسی سطح پر اشتراک نہیں ہو سکتا تھا جہاں دیوبندی علماء بھی موجود ہوں گے وہاں ان سے ملنا جلنا سلام و کلام بھی ہوا کرے گا۔ دیوبندی طلبہ سے بھی واسطہ پڑے گا۔ باہمی اختلافات کی بھی وہاں پر اجازت نہ ہوگی۔ مگر چونکہ تنخواہ زیادہ تھی مولانا احمد سعید کاظمی نے یہ ملازمت قبول کر لی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہیئے کہ مذہبی خودکشی کر لی۔

قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی نمازِ جنازہ میں شرکت

مولانا احمد سعید کاظمی نے مشہور دیوبندی عالمِ دین حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ صدر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور دیوبندی امام کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ روزنامہ مشرق کی رپورٹ ملاحظہ کیجیے:۔

> ملتان اور شجاع آباد کے دینی مدارس آج بھی بند رہے۔ نماز جنازہ میں جن معروف شخصیتوں نے شرکت کی ان میں مفتی محمود۔ مولانا ابوذر بخاری۔ مولانا احمد سعید کاظمی مولانا خدا بخش۔ مولانا عبد اللہ درخواستی۔ مولانا خیر محمد۔ مولانا محمد علی جالندھری مولانا عبید اللہ انور۔ مولانا لعل حسین اختر۔ مولانا تاج محمود۔ مولانا حبیب اللہ۔ مولانا غلام جیلانی اور مولانا دوست محمد صاحبان شامل ہیں[1]

آپ نے بریلوی علماء کو بہت سمجھایا مگر انہوں نے آپ کی بات نہ مانی۔

مولانا احمد سعید کاظمی کے اس عمل نے مولانا احمد رضا خاں کے کاتے ہوئے سوت کو ریزہ

---

[1] روزنامہ مشرق ۲۵ نومبر ۱۹۶۶ء

ریزہ کر دیا۔ مذہبی خودکشی کی اس سے بڑھ کر کیا مثال ہوگی؟ بریلوی کہتے ہیں کہ حکومت کے زیر اثر یہ مجبوری تھی۔ مولانا احمد سعید کاظمی نے اقتداء کی نیت نہ کی تھی۔ مگر شرعاً یہ لائق قبول نہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ مولانا احمد سعید کا ضمیر اس وقت بالکل مردہ ہو چکا تھا اور وہ ایک طرف کھڑے نہ رہ سکتے تھے جب کہ چودھری ظفر اللہ خاں قائداعظم کے جنازہ میں شریک نہ ہوا تھا۔

مولانا عبدالحامد بدایونی کی مذہبی خودکشی

مولانا عبدالحامد بدایونی گو مولانا احمد رضا خاں کو اپنا دینی پیشوا نہ مانتے تھے اور بدایونیوں اور بریلویوں میں اختلافات کی آندھیاں بھی خوب چلی تھیں۔ تاہم عوام انہیں اسی مکتب فکر کے قریب جانتے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ علماء دیوبند کے خلاف بدایونی اور بریلوی دونوں طبقے اکٹھے ہو جاتے تھے اب دیکھئے مولانا بدایونی کس طرح مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔

مس فاطمہ جناح کی نمازِ جنازہ میں شرکت

مس فاطمہ جناح کا انتقال کراچی میں ہوا۔ دیوبند کے سابق مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس نمازِ جنازہ میں مولانا عبدالحامد بدایونی بھی شامل تھے۔[1]

غور کیجئے کہ مولانا عبدالحامد بدایونی نے مولانا احمد رضا خاں کے مذکورہ فتوے کو کس بے دردی سے تار تار کیا۔ جن کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا سلام وکلام ان کے جنازے کی مشایعت حرام تھی۔ ان کی اقتداء کی اور وہ بھی نماز میں۔ یہ مذہبی خودکشی نہیں تو اور کیا ہے؟

صاحبزادہ فیض الحسن کی مذہبی خودکشی

صاحبزادہ فیض الحسن نقشبندی سلسلے کی مشہور گدی آلو مہار کے سجادہ نشین ہیں اور مدتوں

[1] دیکھئے روزنامہ امروز ۱۳۔ جولائی ۱۹۶۷ء

مجلس احرار اسلام کے سرگرم ممبر رہے۔ پھر بریلوی اسٹیج کو زینت بخشی اور بریلوی عقائد و افکار کی نشر و اشاعت میں سرگرمی سے کوشاں رہے۔ لیکن جب بھی وقت آیا آپ نے مذہبی خودکشی سے گریز گوارا نہ کیا اور دیوبندیوں کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔

صاحبزادہ صاحب مولانا احتشام الحق تھانوی کی اقتدار میں

صاحبزادہ فیض الحسن صاحب نے صدر ایوب کی والدہ کی نماز جنازہ مشہور دیوبندی عالم مولانا احتشام الحق تھانوی کے پیچھے پڑھی۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور کے مطابق صدر ایوب کی والدہ کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں میں ان حضرات کے نام بھی ملتے ہیں :۔

خان بہادر خاں۔ گورنر امیر محمد خاں۔ صاحبزادہ فیض الحسن۔ پیر آف دیول شریف۔[1]

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ یہ چونکہ صدر کی والدہ تھیں۔ اس لیے صاحبزادہ صاحب پیچھے نہ رہ سکتے تھے۔ بریلویوں کی اس توجیہ سے ہم مطمئن نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ مذہبی خودکشی کے لیے یہ دلیل کافی نہیں سمجھی جا سکتی۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی کی مذہبی خودکشی

مولانا عبدالستار خاں نیازی گو عربی کے عالم نہیں لیکن چونکہ انگریزی جانتے ہیں اس لیے اپنے علماء میں ایک مقام رکھتے ہیں۔ آپ بریلوی عقائد میں جتنے متشدد ہیں اتنے ہی اپنی مذہبی خودکشی میں تیز اور جلد باز ہیں جب مسلم لیگ کے اسٹیج پر تھے تو حضرت مولانا غلام مرشد کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے قائد اعظم کی نماز جنازہ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی اقتداء میں ادا کی۔ لیکن جب بریلویت میں کھلے تو علماء دیوبند کو سکھوں سے بدتر کہنے لگے۔ مگر دیوبندیوں کے پیچھے نماز پھر بھی پڑھ لیتے تھے۔

---

[1] روزنامہ نوائے وقت ۲۷ جولائی ۱۹۶۵ء

مولانا داؤد غزنوی کی نماز جنازہ میں شرکت

بریلوی جماعت کے ایک عالم مولانا عبدالرحمٰن چشتی نے بتلایا کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی مشہور اہل حدیث عالم مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی نماز جنازہ میں شامل تھے. آپ بتلاتے ہیں کہ مولوی عبدالستار خاں کو میں نے دیکھا کہ وہ ایک وہابی امام کی اقتدا میں مولانا داؤد غزنوی کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں انہوں نے یہ بھی بتلایا کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی کھڑے تھے اور مرحوم کی خدمات کو یاد کر رہے تھے اور رو بھی رہے تھے. جب انہوں نے مجھے دیکھا تو آنکھیں نیچی کرلیں اور پونچھ لیں.

غور کیجئے اور خاں صاحب کی بریلوی مذہب کی اس مذہبی خودکشی کو پڑھیئے. آپ نے بڑے خان صاحب کی روح کو کتنا صدمہ پہنچایا ہوگا اور مولانا احمد رضا خاں کی روح آپ پر کیا فتویٰ دیتی ہوگی؟

بریلویوں کا جواب کہ وہابی مسلمان ہیں

مولانا عبدالستار خاں نیازی کے اس عمل کے جواز میں بریلوی کہتے ہیں کہ وہابی مسلمان ہیں (انہیں چڑ صرف دیوبندیوں سے ہے) بریلویوں کے مولوی غلام محمود پپلانوی لکھتے ہیں:

> وہابی دو قسم کے ہیں. ایک مسلمان وہابی، دوسرا منافق. اوّل وہ ہیں جو دلوں اور زبانوں سے کہتے ہیں کہ ہم غیر مقلد ہیں. کسی امام کی تقلید ائمہ اربعہ وغیرہ سے علی التعین نہیں کرتے. قواعد عقائد اس قوم کے معلوم ہیں. لیکن غیر مضبوط. دوسرے وہ جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں اہل السنۃ والجماعۃ ہیں[1]

اس عبارت میں مولوی صاحب نے کس صراحت سے غیر مقلد وہابیوں کا مسلمان ہونا تسلیم کیا ہے. کیا یہ ان کے وہابیوں پر عام فتوے کفر کے خلاف مذہبی خودکشی نہیں.

---

[1] نجم الرحمٰن ص۶

صاحبزادہ جمیل احمد صاحب شرقپوری کی مذہبی خودکشی

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ نقشبندی سلسلے کے مشہور بزرگ گزرے ہیں. آپ نے زندگی بھر مولانا احمد رضا خان کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی. ان کی بجائے علامہ ڈاکٹر اقبال حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحبؒ لاہوری حضرت میاں صاحب سے ملاقات رکھتے تھے. حضرت میاں صاحب مولانا احمد رضا خاں صاحب کے طریقے سے بالکل مختلف تھے. یہاں تک کہ بعض لوگ آپ کی مسجد کو وہابیوں کی مسجد کہتے تھے. حضرت میاں صاحب کے معتقد جناب صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری لکھتے ہیں:-

> جب آپ کا مشرب عالی ہو گیا. آپ کی مجلس شعر اشعار سے خالی ہو گئی اور آپ ہر وقت قال اللہ اور قال الرسول ہی فرمایا کرتے تھے. کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نظموں میں نہیں ہے بلکہ حال میں ہے. تم ایسے بن جاؤ تمہارا ہر فعل، ہر قول، ہر حرکت، ہر عمل صفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو بعض بے سمجھ کہہ دیتے ہیں کہ یہ مسجد وہابیوں کی ہے [1]

صاحبزادہ جمیل احمد صاحب اسی گدی کے گدی نشین ہیں. لیکن افسوس کہ آپ اپنے بزرگوں کے مسلک پر نہ رہے. یہاں تک کہ آپ نے حضرت میاں شیر محمد صاحب کا وہ بیان جو آپ کی سوانح حیات "خزینۂ معرفت،، میں دار العلوم دیوبند کے بارے میں لکھا تھا پورے کا پورا نکلوا دیا. خزینۂ معرفت کے پرانے ایڈیشن میں ص۲۸۴ پر مندرجہ ذیل عبارت موجود ہے جو نئے ایڈیشن میں نہیں ملتی اور نئے ایڈیشن کا وہی صفحہ جہاں سے اس عبارت کا چربہ اُڑایا گیا ہے. اب بھی میاں جمیل احمد صاحب کی اس مذہبی خودکشی پر شہادت دے رہا ہے.

پرانے ایڈیشن کی یہ عبارت پڑھیئے:-

---

[1] خزینۂ معرفت ص۲۵۹

دیوبند میں چار نوری وجود

مولانا مولوی انور علی شاہ صاحبؒ صدر مدرسہ دیوبند ہمراہ مولوی احمد علی صاحبؒ مہاجر لاہوری شرقپور شریف حاضر ہوئے اور حضرت میاں صاحب کو بڑی ارادت سے ملے۔ آپ ان سے کچھ باتیں کرتے رہے اور شاہ صاحبؒ خاموش رہے پھر آپ نے مولانا انور شاہ صاحبؒ کو بڑی عزت سے رخصت کیا۔ موٹر کے اڈے تک حضرت میاں صاحب خود سوار کرانے کے لیے تشریف لے گئے۔ شاہ صاحب نے میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے کہا آپ میری کمر پہ ہاتھ پھیر دیں آپ نے ایسا ہی کیا اور رخصت کر کے واپس مکان پر تشریف لے آئے۔ بعد ازاں آپ نے بندہ سے فرمایا۔ شاہ صاحب بڑے عالم ہیں اور پھر میرے جیسے خاکسار سے فرما رہے تھے کہ میری کمر پہ ہاتھ پھیر دیں۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں ان میں سے ایک شاہ صاحب ہیں[۱]

ملحوظ رہے کہ خزینۂ معرفت کا مواد صوفی محمد ابراہیم صاحب نے جمع کیا تھا لیکن اس کے مرتب حضرت مولانا محمد عمر صاحب بیربل ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ سو یہ کتاب کسی ایک شخص کی تالیف نہیں بلکہ یہ ان دو ذمہ دار حضرات کی نگرانی میں تالیف ہوئی۔ مولانا محمد عمر صاحب حضرت میاں صاحب کے خلیفہ ارشد تھے اور خزینۂ معرفت کے مرتب آپ ہی ہیں۔

کتاب ہذا کے دونوں ایڈیشنوں کے صـ ۲۸۴ کو دیکھیں اور اڑے ہوتے چربہ پر غور کریں یہ خالی جگہ خالی نصیب لوگوں کی مذہبی خودکشی کی المناک یاد ہے۔

۱؎ خزینۂ معرفت صـ ۲۸۴

اصُولِ عقائد پر مذہبی خود کشی

یہ نہ سمجھا جائے کہ بریلوی عمائد و اعیان عبارات بدلنے اور مٹانے کی مذہبی خودکشی میں پیش پیش ہیں۔ نہیں بسلام کے اصولِ عقائد میں بھی وہ بارہا خود کشی کے مرتکب ہوئے۔ خدا تعالیٰ اور اس کے رسولِ برحق کے بارے میں جو ان کے عقائد تھے ان سے بھی انہوں نے بارہا انحراف کیا۔ بریلوی مسلک کے کھلے عنوان آپ نے بارہا سُنے اور دیکھے ہوں گے۔ اب انہی کے بارے میں دیکھیں کہ یہ حضرات کس طرح گرگٹ کی چال چلتے رہے اور کس تیزی سے اپنے عقائد بدلتے رہے ہیں۔

شیفیلڈ کے مناظرہ عام میں بریلویوں کی شکست

۲۰ جولائی ۱۹۸۰ء اتوار کے دن شیفیلڈ میں علم غیب کے عنوان پر علماء اہلسنّت اور بریلویوں کے مابین مناظرہ ہوا۔ بریلویوں کے مناظر مولوی عنایت اللہ سانگلوی شاگرد خاص مولوی سردار احمد لائلپوری تھے۔ ان کے ساتھ سترہ بریلوی علماء اور تھے۔ ان بریلوی علماء کا متفقہ اصرار تھا کہ موضوعات مناظرہ وہی ہوں جو بولٹن کی ایک پُرانی تحریر میں ہیں۔ بریلوی علماء سمجھتے ہیں کہ بولٹن کی اس تحریر میں گویا انہوں نے ایک بڑا میدان مارا ہوا ہے اور اس پر علماء دیوبند مناظرہ نہ کر سکیں گے۔

ان موضوعات میں پہلا موضوع "علم غیب" تھا۔ اس میں علم غیب نبویؐ کی تصریح نہ تھی۔ مطلق علم غیب کا عنوان تھا۔ جب کہ آخری موضوع بشریت تھا اور اس کے ساتھ بشریت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح تھی۔ اہلسنّت کے مناظر راقم خالد محمود نے کہا کہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ اس لیے آج حسبِ تحریر مناظرہ علمِ غیب پر ہوگا۔ مولوی عنایت اللہ نے کہا نہیں مناظرہ علمِ نبوی پر ہوگا۔ راقم الحروف نے کہا کہ اگر آپ لکھ دیں کہ آپ علم غیب پر مناظرہ نہیں کر سکتے تو ہم علمِ نبوی کے موضوع پر بھی مناظرہ کے لیے حاضر ہیں لیکن بدوں اس کے ہم موضوع بدلنے نہ دیں گے۔ اس وقت بریلوی علماء کو احساس ہوا کہ بولٹن کی مذکورہ پُرانی تحریر میں موضوعات مناظرہ واقعی واضح طور پر

معین نہ تھے اور یہ کہ ان عنوانات پر انکار اصرار فضول اور غلط تھا۔

راقم الحروف نے کہا تھا کہ علم کا لفظ جب غیب کی طرف مضاف ہو تو یہ علم ذاتی کے لیے آتا ہے علم عطائی کے لیے نہیں۔ اور علم غیب کی کوئی قسم عطائی نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو کسی غیب کی خبر کردے تو اسے خبر غیب، اطلاع علی الغیب، اظہار غیب، علم وحی یا علم الہام کہتے ہیں علم غیب نہیں کہتے۔ سو آج بحث حسب موضوع صرف علم غیب پر ہوگی، علم نبوی پر نہ ہوگی۔ بریلوی علماء اگر علم مخلوق کے لیے قرآن و حدیث میں کہیں علم غیب کا لفظ دکھادیں تو بریلویوں کو ایک سو پونڈ نقد انعام دیا جائے گا۔ علم غیب ذاتی علم کو ہی کہتے ہیں۔ اور علم غیب اس طرح ذرہ بھر کسی مخلوق کو حاصل نہیں۔ وہ ہے ہی اس ذات کے لیے جس کا علم اپنا ہے کسی کی عطا نہیں۔

مولوی عنایت اللہ سانگلوی کی مذہبی خودکشی

مولوی عنایت اللہ کچھ ایسے مرعوب ہوئے کہ کہنے لگے ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذاتی علم نہیں مانتے (علم غیب نہیں مانتے) آپ کے لیے اظہار غیب اور غیب کی خبریں مانتے ہیں اور اس پر فلا یظھر علیٰ غیبہ والی آیت پڑھی۔ اس آیت میں اظہار غیب کے الفاظ تھے علم غیب کے نہ تھے۔ اس پر انگلینڈ کے ستّرہ بریلوی علماء نے مولوی عنایت اللہ سانگلوی کو بہت گھور کر دیکھا کہ اس نے اتنی جلدی ہتھیار کیوں ڈال دیئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذاتی علم[1] کا انکار کردیا

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کبھی علم غیب سے ایسا متصف نہ کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب ہر ہر جزئی غیب کے جاننے میں خدا کے خبر دینے کے محتاج یا منتظر نہ رہیں نہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوئی ایسا کلیہ عطا کر رکھا تھا کہ جب چاہیں اس سے غیب کی بات معلوم کرلیا کریں اور ہر جزئی کے جاننے میں خدا کے بتلانے کی ضرورت نہ ہے۔ یہ تبھی ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے علم غیب آپ کی ذات میں شامل کر دیا ہو۔ مولوی عنایت اللہ نے ذاتی علم غیب کا علی الاعلان انکار کیا اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا لیا جاسکتا ہے کہ آپ غیب کی ہر خبر میں خدا کے بتلانے کے محتاج تھے۔ خبر غیب اور اطلاع علی الغیب کا یہ عقیدہ تو علماء دیوبند کے ہاں بھی مسلم ہے۔

مولوی عنایت اللہ کی اس مذہبی خودکشی پر بریلویوں میں صف ماتم بچھ گئی کیونکہ اس بات کے تو علماء دیوبند بھی قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کروڑوں غیب کی خبریں دی ہیں. وہ صرف علم غیب کی نفی کرتے تھے اور وہ مولوی عنایت اللہ نے مان لی تھی.

مولوی عبدالقادر جیلانی کی دلچسپ مذہبی خودکشی

ان چار بریلویوں کے ساتھ پانچویں سوار مولوی عبدالقادر جیلانی تھے. آپ مدینہ یونیورسٹی داخل ہوئے لیکن علم سے رغبت نہ تھی. اس لیے یکم رجب ۱۳۹۵ھ یونیورسٹی سے اخراج کر دیا گیا. وائس چانسلر اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ کا ایک خط اس کی تصدیق میں چھپ چکا ہے. مولوی صاحب کا وہاں پر داخلہ لینا وہابی علماء سے تعلیم حاصل کرنا. ان کے وظیفے پر پلنا. ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھنی. ان کا وہاں کے طالب علموں سے سلام وکلام کا رویہ. یہ سب امور مولانا احمد رضاخاں بریلوی کے مذہب میں حرام تھے. مولوی عبدالقادر صاحب کی اس سے بڑھکر مذہبی خودکشی ہوگی کہ وہاں داخلہ لے لیا. مولانا حامد رضاخاں اور ان کے متبعین نے تو وہاں پر کافروں کا قبضہ بتلایا تھا اور حج فرض تک ملتوی کرنے کی اجازت دی تھی. مگر اس روحانی نواسے نے یکسر ساری عمارت منہدم کردی اور مذہبی خودکشی کی ایک عجیب مثال قائم کی.

دیوبندیوں کو مسلمان ماننے کا تحریری اقرار

ہمارے تعجب کی انتہا نہ رہی جب جناب عبدالرشید رضوی قادری کا ایک اشتہار ہماری نظر سے گزرا جس کی سرخی یہ تھی.

چودھری عبدالقادر صاحب جیلانی کے پیچھے ہم بریلویوں کی نماز نہیں ہوتی

اس بات سے ہمیں حیرت ہوئی کہ مولوی صاحب کو چودھری کیوں لکھا؟ لیکن اس بات سے بہت ہی تعجب ہوا کہ مولوی صاحب نے دیوبندیوں اور وہابیوں کو مسلمان تسلیم کرکے مولانا احمد رضاخاں

کے دن کے کاتے ہوئے سارے سُوت کو ایک شام میں کیسے تار تار کر دیا۔ کاش مولانا احمد رضا خاں ہوتے اور اپنے اس روحانی نواسے پر کفر کا فتوے جڑ سکتے۔ قارئین اشتہار مذکور مطالعہ فرمادیں۔

دُرودِ ابراہیمی کو مکروہ کہنے کا مکروہ فتوے

مولوی صاحب مذکور جب برطانیہ آئے تو سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے ایک نیا مسئلہ ترتیب دیا کہ نماز کے باہر درود ابراہیمی (جو نماز میں پڑھا جاتا ہے) پڑھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں سلام نہیں ہے۔ مولوی صاحب تقریباً ہر جگہ اس مسئلہ کو بیان کرتے رہے۔ مثل مشہور ہے کہ "بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی"۔ چنانچہ اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے جناب افتار احمد صاحب نے اولڈہم سے اشتہار شائع کیا جس میں صدر جمعیۃ المسلمین مانچسٹر سے مطالبہ کیا گیا کہ مولوی صاحب کو مانچسٹر کے دیگر علماء کرام اور ائمہ مساجد کے سامنے لایا جائے۔ تاکہ ایک جگہ بیٹھ کر مسئلہ کا تصفیہ کیا جا سکے مولوی صاحب سے گذارش کی گئی کہ وہ خود اشتہار کو پڑھیں تو اس دعوت کو قبول فرمالیں۔ مگر مولوی صاحب کی اس مسئلہ میں یہ حالت رہی گویا سانپ سُونگھ گیا ہو۔

یہی مولوی صاحب ایک مرتبہ ۴ مارچ ۱۹۸۰ء کو مولوی عنایت اللہ سانگلوی اور مولوی گل رحمٰن کو اپنے ہمراہ لے کر بولٹن کے کسی قصہ کو طے کرنے کے لیے گیارہ بجے شب حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ العالی کے پاس اسلامک اکیڈمی (مانچسٹر) پہنچے۔ گفتگو شروع کی تو مولوی صاحب نے خطبہ یُوں پڑھا۔ "نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم"، علامہ صاحب نے فوراً کہا کہ آپ نے دُرود بغیر سلام کے پڑھ کر خود ہی اپنے اس مسئلہ کو ختم کر دیا ہے۔ اس پر ان کے سب ساتھی دم بخود رہ گئے اور کہنے لگے کہ غلطی ہو ہی جاتی ہے۔

یہ ایک اتفاقی بات نہ تھی کہ انہیں اس وقت درود کے ساتھ سلام پڑھنا یاد نہ رہا ہو۔ بلکہ اس سے پہلے بھی وہ ایک تحریر میں یہی درود بغیر سلام کے لکھ چکے تھے۔ مولوی عبدالقادر صاحب کی یہ اپنے ہاتھوں مذہبی خودکشی انہیں آخری وقت تک یاد رہے گی۔

ان حضرات کے مختلف افراد کی مذہبی خودکشی کے یہ چند نظارے تھے۔ اب یہ بھی دیکھیں کہ یہ لوگ صفات باری تعالیٰ کے باب میں کیا روش اختیار کرتے ہیں۔

صفاتِ خداوندی سے کھلا استہزاء

رب تعالیٰ کے وزیرِ اعظم ہونے کا انکار

اللہ تعالیٰ ہر چیز کے خالق و مالک ہی نہیں ہر ایک کے رب بھی ہیں۔ ہر ایک کی ربوبیت خود فرماتے ہیں اور اس نے ربوبیت کا کام کسی اور کے سپرد نہیں کیا۔ نہ اس کا کوئی نائب ہے نہ وزیر نہ اُسے کارخانہ کائنات کو چلانے میں کسی مدد کی ضرورت ہے۔ جس طرح دنیا کا وزیرِ اعظم بادشاہ کا بوجھ اُٹھاتا ہے رب تعالیٰ کو کسی وزیر (اعظم ہو یا اصغر) کی حاجت نہیں۔ مفتی احمد یار گجراتی بھی لکھتے ہیں:۔

> کوئی نبی خدا تعالیٰ کا وزیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وزیر وہ (ہوتا ہے) جو بادشاہ کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کی مدد کرے اور سلطنت کا بوجھ اُٹھائے۔ رب تعالیٰ ضرورتوں سے پاک اور بے نیاز ہے۔[1]

مفتی صاحب کے ہاتھ میں جب قرآن کریم تھا تو آپ نے یہ سچ کہہ دیا کہ خدا کا کوئی وزیر نہیں لیکن جونہی مصحف کریم ہاتھ سے رکھا اور دوسری تصنیف کی طرف بڑھے یُوں گویا ہوتے:۔

رب تعالیٰ کے وزیر ہونے کا اقرار

> مگر اس کلمہ محمد کو اللہ کے ساتھ بہت ہی مناسبت ہے..... جس سے معلوم ہوا کہ رب سلطان اور محمد رسول اللہ وزیرِ اعظم۔[2]

اس سے بڑھ کر مذہبی خودکشی کی کیا مثال ہوگی کہ مصحف کریم پہ تو سچ کہے اور دوسری تصنیف

---

[1] نور العرفان ص۶۷۸ [2] شان حبیب الرحمٰن ص۱۴۱

میں. پھر اپنی اصل ادا پر آجائے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نائب ماننے کی غلطی صرف مفتی احمد یار صاحب سے ہوئی ہے، نہیں بڑے حضرت بھی ان کی اس غلطی میں برابر کے شریک ہیں۔

رب تعالیٰ کے لیے نائب اکبر کا اقرار

مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ تھا کہ خدا کے نائبین ہیں۔ وہ اس کی طرف سے کائنات کی ربوبیت کرتے ہیں۔ ان ہیں سے ایک نائب اکبر (وزیر اعظم) ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب اکبر کو کن فیکون کے سارے اختیار دے رکھے ہیں۔ ہر گھر میں خوشیاں اور غمیاں سب اُن کے نائب اکبر کی ہی طرف سے اُترتی ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :۔

اُن کا حکم جہاں میں نافذ — قبضہ کُل پہ رکھاتے یہ ہیں
قادرِ کل کے نائب اکبر — کُن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں
ماتم گھر میں ایک نظر میں — شادی شادی رچاتے یہ ہیں

بریلوی حضرات حیران و پریشان ہیں کہ اس بات کو مانیں جو مفتی احمد یار خاں صاحب نے مصحف کریم ہاتھ میں لے کر کہی تھی یا وہ مانیں جو انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی پیری میں کہی ہے[1]

حیران ہوں یہ بھی ہے خطا — یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضور کے جسمانی طور پر حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ

ویسے تو بریلوی ہر جگہ یہ کہتے ہوئے ملیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت، ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور یہ بھی کہیں گے کہ آپ اپنے جسد اطہر سے ہر جگہ موجود ہیں۔ ان کے مفتی احمد یار خاں گجراتی لکھتے ہیں :۔

اسی طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پر اپنے جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں[2]

---

[1] حدائق بخشش حصہ سوم صد ۵۲ [2] جاء الحق صد ۱۵۵

اس سے معلوم ہوا کہ جنازہ آنے سے پہلے آپ وہاں نہ تھے۔ ان چند جگہوں میں آپ کی حاضری کی نفی بھی انہی مفتی صاحب سے سن لیجئے۔

> حاضر و ناظر کے معنی نہ تو یہ ہیں کہ چند اجسام ہیں کہ جن سے آپ چند مقام پہ حاضر ہیں اور نہ یہ کہ جسم واحد تمام کو محیط ہے۔ بلکہ حضورؐ کی نظر ایسی ہے کہ جیسے آفتاب ایک جگہ آسمان پہ ہے مگر تمام متقابل زمین پر تجلی فرما رہا ہے۔[1]

اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ جس طرح آفتاب ہر جگہ بذاتِ خود نہیں آپ بھی بذاتِ خود نہیں ہیں۔

یہ مولانا احمد رضا خاں کے ایک خلیفہ کی مذہبی خودکشی کا المناک منظر ہے۔ پہلے کہا تھا کہ آپ جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اب فرما رہے ہیں کہ نہیں آپ ایک ہی جگہ ہیں۔ صرف آپ کی تجلی ہر جگہ پہنچتی ہے۔ دیکھئے کس صراحت سے آپ نے حضورؐ کے ہر جگہ حاضر ہونے کی نفی کر دی۔ صرف ناظر ہونے کا دعوے باقی رکھا۔ اب اس کی نفی آپ کے دوسرے خلیفہ سے سُنیئے۔

مولانا احمد سعید صاحب کاظمی آپ کے ناظر ہونے کو بھی آپ کی بشری آنکھوں سے لاتعلق کرتے ہیں۔ جس طرح سورج کا جسم ایک جگہ ہے اور وہ وہیں سے زمین پر اپنی تجلی ڈالتا ہے۔ اس طرح آپ اپنی جسمانیت سے ہر جگہ ناظر نہیں ہیں۔

حضورؐ کے جسمانی طور پر حاضر ناظر ہونے کی نفی

مولانا احمد سعید صاحب کاظمی لکھتے ہیں۔

> ہم جسمانیت اور بشریت کے ساتھ حضور کے حاضر ناظر ہونے کے قائل نہیں۔[2]

مولانا احمد رضا خاں کا دین و مذہب بھی عجیب ہے کہ ایک خلیفہ جسم پاک کے ساتھ آپ کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ پھر اس کی نفی کر کے جسم پاک سے صرف ناظر مانتے ہیں حاضر نہیں مانتے۔

---

[1] مواعظ نعیمیہ حصہ دوم ص۵۶ [2] تسکین الخواطر ص۱۳۵

اور دوسرے اس میں جسمانیت کی ہی نفی کرتے ہیں اور جسم اطہر کے ساتھ کہیں ناظر بھی نہیں مانتے۔ بریلویوں کے کسی مجمع میں مفتی احمدیار خاں کے ووٹ بڑھ جاتے ہیں اور کسی مجمع میں مولوی احمد سعید کاظمی کے فسوف ینبئهم الله بما کانوا یصنعون۔ یہ مسئلہ ان حضرات کے ہاں ایسا پیچیدہ ہے کہ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ ان لوگوں نے دین کو عجیب گورکھ دھندہ بنا رکھا ہے اور عقیدوں کو عجب انداز میں الجھا رکھا ہے۔

خدا تعالیٰ کے حاضر ناظر ہونے کا اقرار

بریلویوں کے مولانا دیدار علی شاہ صاحب الوری اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اور ہر لحظہ حاضر مانتے تھے۔ آپ حضورؐ کے حاضر و ناظر ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں :-

لفظ حاضر ناظر سے اگر حضور و نظور بالذات مثل حضور و نظور باری تعالیٰ ہر وقت و لحظہ مراد ہے تو یہ عقیدہ محض غلط اور مفضی الی الشرک ہے۔[1]

اس میں صریح طور پر اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا اقرار ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے بھی اللہ تعالیٰ کے لیے حاضر و ناظر کے الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں :-

حق تعالیٰ بر احوال جزوی و کلی او مطلع است از حاضر ناظر شرم باید کرد۔[2]

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ بندے کے جزوی اور کلی حالات پہ پوری طرح اطلاع رکھتا ہے۔ ایسے حاضر و ناظر سے شرم کرنی چاہیئے۔

خدا تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا انکار

مگر بریلویوں کے مفتی احمد یار گجراتی خدا تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں :-

ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں ہے[3]

چونکہ یہ لوگ انبیاء اور اولیاء کو اور اپنے پیروں کو ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر سمجھتے ہیں تو

---

[1] رسول الکلام ص۱۰۵ [2] مکتوبات شریف دفتر اول ص۱۰۱ [3] جاء الحق ص۱۲۱ مواعظ نعیمیہ جلد ۲ ص۵۸

محض اس لیے کہ کہیں شرک نہ ہو جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا انکار کر دیتے ہیں اور انکار بھی اس درجے کا کہ خدا کو حاضر و ناظر مان کر دین ہی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ ان کے مفتی احمد یار خاں گجراتی لکھتے ہیں:-

خدا کو ہر جگہ ماننا بے دینی ہے۔[1]

یہاں تک کہ مولانا احمد سعید کاظمی نے مولانا احمد رضا خاں کی بوسیدہ کفر کی مشین گن کو از سر نو ترتیب دیتے ہوئے کہا:-

اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا کفر ہے۔[2]

معلوم نہیں کہ ان دونوں حضرات نے مولانا دیدار علی شاہ صاحب پر کفر کا یہ فتوےٰ کیوں جڑ دیا انہوں نے ہی تو خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہا تھا۔ مولانا دیدار علی نے علامہ اقبال کو کافر کہا تھا۔ اب مولانا کے شاگرد ایسے نکلے کہ انہوں نے خود مولانا دیدار علی پر بھی فتوےٰ کفر پیوست کر دیا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بدلہ لینے کی اس سے واضح مثال کیا ہو سکتی ہے۔ ان اللہ عزیز ذو انتقام۔

حضورؐ کے ہر وقت حاضر و ناظر ہونے کی نفی

اس میں شک نہیں کہ مولانا دیدار علی شاہ صاحب حضورؐ کو ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ تو اُسے شرکیہ عقیدہ سمجھتے تھے۔ ہاں کہتے تھے کہ درود و سلام کی مجلس میں حضورؐ حاضر و ناظر ہو جاتے ہیں نہ کہ ہر وقت ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

اس وقت خاص میں ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو بسبب کثرتِ درود و سلام حاضر و ناظر سمجھتے ہیں نہ کہ دیگر اوقات میں۔[3]

---

[1] جاء الحق صـ ۱۶۲ [2] تسکین الخواطر صـ ۷ [3] رسول الکلام صـ ۱۰۱

حضور کے ہر وقت حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ

بریلویوں کے مفتی احمد یار گجراتی اور مولانا محمد عمر اچھروی کے عقیدے بھی ملاحظہ کیجئے اور ان لوگوں کی اپنے ہاتھوں اپنی مذہبی خودکشی کا نقشہ دیکھئے۔ مفتی صاحب کہتے ہیں کہ:۔

جس طرح سورج صرف ایک جگہ ہے باقی جگہوں پر صرف اس کی روشنی پہنچتی ہے صرف اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک ہی جگہ جلوہ افروز ہیں۔ ہاں آپ کی تجلی ہر جگہ جلوہ ریز ہے۔ یہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ حاظر و ناظر کے معنی نہ تو یہ ہیں کہ چند اجسام ہیں کہ جن سے آپ چند مقامات پر حاضر ہیں نہ یہ کہ جسم واحد تمام کو محیط ہے۔ بلکہ حضور کی نظر ایسی ہے جیسے آفتاب ایک جگہ آسمان پہ ہے مگر تمام مقابل زمین پہ تجلی فرما رہا ہے[1]

دیکھئے مفتی صاحب صاحب نے کس صفائی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ موجود ہونے کا انکار کر دیا اور خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے مذہب کا خون کر لیا۔ مذہبی خودکشی کا المناک منظر اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے۔

اپنے منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں دام کا
طائروں پہ سحر ہے صیاد کے اقبال کا

اب بریلویوں کے مولوی محمد عمر صاحب اچھروی کے اس دعویٰ میں کیا جان رہی:۔

اگر تم مومن ہو تو آپ کا حاضر و ناظر سمجھنا تمہارے لیے ضروری ہے۔[2]

ہر اہل ایمان کے واسطے آپ کو حاضر و ناظر سمجھنا کسوٹی ایمان ہے[3]

ابلیس کے زیادہ جگہوں میں حاضر ہونے کا عقیدہ

افسوس کہ ان لوگوں نے یہیں تک اکتفا نہیں کی۔ حضور کو حاضر و ناظر مان کر ابلیس لعین کو

---

[1] مواعظ نعیمیہ حصہ دوم ص۵۶ [2] مقیاس الحنفیہ ص۲۷۵ [3] ایضاً ص۲۷۷

اس سے بھی زیادہ جگہوں میں حاضر و ناظر مان لیا۔ اس سے آپ اندازہ کریں کہ ان کے ہاں زیادہ جگہوں پر بیک وقت موجود ہونا کوئی کمال نہیں ہے۔ نہ صرف یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شان ہے، مولانا احمد رضا خان کے ممدوح مولوی عبدالسمیع رامپوری لکھتے ہیں :۔

اصحاب میلاد (بریلوی) تو زمین کی تمام جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوےٰ کرتے۔ ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک کفر اور غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔[1]

انوارِ ساطعہ پر مولانا احمد رضا خاں کے بھی تصدیقی دستخط ہیں۔

ابلیس کو ہر پاک جگہ پر بھی حاضر و ناظر ماننا اور ہر اسلامی تقدس میں اسے موجود قرار دینا اور پھر اس کی اس وسعت کو حضورؐ سے بھی زیادہ بڑھا دینا حضور کی شان میں کھلی گستاخی ہے کیا بریلویں کے ہاں یہی حضورؐ کا ادب و احترام ہے؟

کرشن کنہیا کے صد ہا جگہ حاضر ہونے کا عقیدہ

ان لوگوں نے پھر یہاں تک بس نہیں کی بلکہ کرشن کنہیا کو بھی صد ہا جگہ حاضر و ناظر مان لیا مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :۔

کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا۔[2]

مولانا احمد رضا خاں نے پھر الجزاء المهيا لغلمة الكنهيا کتاب بھی لکھی جس میں بڑی بحث سے ثابت کیا کہ حضرت کنہیا کے غلام آخرت میں پوری پوری جزاء پائیں گے۔

تعجب ہے کہ ان حضرات نے ابلیس اور کنہیا کو صد ہا جگہ پر حاضر و ناظر ماننے کے باوجود ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت خاص کیسے قرار دے لیا ہے؟

---

[1] انوارِ ساطعہ ص۵۳ [2] ملفوظات حصہ اول ص۱۲۱

حاضر و ناظر ہونا حضور کی صفتِ خاصہ ہے

بریلوی حضرات کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ خاص ہے آپ روحانی طور پر ہر جگہ حاضر ہیں. اس صفت میں آپ کا کوئی شریک نہیں.[1]

اب چاہیئے تھا کہ بریلوی حضرات کسی اور بندۂ خدا کو گو وہ کتنا ہی مقرب بارگاہِ الٰہی کیوں نہ ہو حاضر و ناظر نہ سمجھتے. مگر کیا کیا جائے. ان کے مفتی احمد یار خاں صاحب فتویٰ دیتے ہیں :-

حاضر و ناظر ہونا حضور کی صفتِ خاصہ نہیں

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں کہ یہ صرف حضورؐ کی ہی صفتِ خاصہ نہیں بلکہ اور بھی کئی بندے حاضر و ناظر ہوتے ہیں. آپ لکھتے ہیں :-

حاضر و ناظر ہونا بعض بندوں کی صفت ہے[2]

وہ بندے کون کون سے ہیں جو کئی جگہ حاضر ہیں. مفتی صاحب نے اس کی تصریح نہیں کی. مگر مولانا احمد رضا خاں اور مولوی عبدالسمیع صاحب اس کی تصریح کر چکے ہیں کہ کرشن کنہیا اور ابلیس کئی جگہ حاضر و ناظر ہیں.

یہ اپنے ہاتھوں اپنی مذہبی خودکشی کا عجیب و غریب نمونہ ہے. بریلوی حضرات کا یہ اپنے آپ سے تصادم بہت قابلِ رحم ہے. حاضر و ناظر پر بریلوی حضرات کے اتنے تضادات ہیں کہ ہر پہلو میں بھاگ اٹھتا نظر آتا ہے. مگر غور کریں تو وہ وہیں بیٹھتا ہوا دکھائی دیتا ہے جہاں سے اٹھا تھا. فاما الزبد فیذھب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذلک یضرب اللہ الامثال.

چونکہ بریلویوں کا تعظیمی قیام بھی ان کے عقیدہ حاضر و ناظر کی ہی ایک فرع ہے. اس لیے

---

[1]
[2] نور العرفان ص ۲۴۵

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حاضر و ناظر کے موضوع پر ان حضرات کی مذہبی خودکشی کی داستان کہتے ہوئے ان کے تعظیمی قیام پر بھی تبصرہ ہو جائے اور بتایا جائے کہ تعظیمی قیام میں بھی یہ لوگ بُری طرح مذہبی خودکشی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

تعظیمی قیام میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا

بریلوی حضرات جب صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں تو آواز اس قدر اُونچی کرتے ہیں کہ اس میں تعظیم و ادب کا شائبہ تک باقی نہیں رہتا۔ کربلا کا ذکر ہو تو کھڑے ہو کر زور سے سلام ۔ جمعہ کی نماز ہو تو کھڑے ہو کر زور سے سلام ۔ چچا کے قل ہوں تو کھڑے ہو کر زور سے سلام ۔ وضو نہ کر سکیں تو کھڑے ہو کر زور سے سلام ۔ الغرض اس رسم قیام کو ان لوگوں نے اتنا عام کر دیا ہے کہ نہ اس میں تعظیم رہ جاتی ہے۔ نہ مسجد کا ادب رہتا ہے۔ نہ ذکر پیدائش کی تخصیص۔ نہ آواز کی تخفیض۔ نہ مسجد کی تطہیر۔ اگر غور کریں تو اس دور کا قیام اور اس طرز کا صلوٰۃ وسلام سوائے امت میں تفریق پیدا کرنے اور کسی احترام کا حامل نہیں رہا۔ حالانکہ بریلوی حضرات کا عقیدہ اور قیام وسلام ان کے اپنے دعوے میں احترام کے لیے ہی تھا اس طرز کا نہ تھا۔

تعظیمی قیام میں مکمل خاموشی رہے

مولوی عبدالسمیع رامپوری اور مولانا دیدار علی الوری کے عہد تک بریلویوں کا طریقہ تھا کہ وہ بیان میلاد میں جب عین ذکر پیدائش ہو تو تعظیم سے کھڑے ہو جاتے اور اس تعظیمی قیام میں مکمل خاموشی ہوتی تھی۔ یہ خاموشی بھی تعظیم کا پہلو لیے ہوتی۔ پھر یہ لوگ بیٹھ جاتے اور حضور پر درود وسلام پڑھتے ان دنوں قیام کی حالت میں سلام پڑھنے کا رواج نہ تھا۔

حافظ خلیل الدین کی شہادت

مولانا احمد رضا خاں کے نعت خواں خاص حافظ خلیل الدین حسن اس وقت سلام پڑھنے کی یہ حقیقت بیان کرتے ہیں :۔

بجالا کے تعظیم و رسم قیام ‏ ‏ ‏ پڑھو بیٹھے بیٹھے درود سلام[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان دنوں تعظیمی قیام میں مکمل خاموشی ہوتی تھی اور سلام اس کے بعد بیٹھ کر پڑھا جاتا تھا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بریلوی حضرات قیام تعظیمی میں ایک بندر کے عمل بھی سند بناتے ہیں اور ظاہر ہے کہ بندر قیام میں تو ان کے ساتھ مل جاتا ہے لیکن کلام میں نہیں حیوان ناطق ہونا ان کی شان نہیں۔ بندر کے اس بلا آواز قیام کی تصدیق مولانا احمد رضا خاں نے کی ہے۔ مولانا کے بھائی حسن میاں بھی خاموش قیام کے قائل تھے اور سلام بیٹھ کر پڑھنے کی تلقین کرتے تھے

جناب حسن میاں کی شہادت

مولانا احمد رضا خاں کے بھائی جناب حسن میاں لکھتے ہیں :۔

بس تولد ہو گئے خیر الانام ‏ ‏ ‏ بیٹھ کر بھیجو تحیۃ اور سلام[2]

اس میں آپ بھی بیٹھ کر سلام بھیجنے کی تلقین کر رہے ہیں۔ مگر بریلویوں کی مذہبی خودکشی کا نمونہ دیکھئے کہ کس طرح کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں۔

تعظیمی قیام کی اصل

تعظیمی قیام کہاں سے چلا؟ کہتے ہیں کہ اربل کے ایک شیعہ حکمران نے اسے ایک بندر سے لیا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی تصدیق کی ہے کہ بندر تعظیمی قیام کرتے ہیں۔

---

[1] نغمۃ الروح ص ۹۵ [2] سوانح اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۱۳۶ مطبوعہ کراچی

میں اپنے پرانے مکان میں جس میں میرے منجھلے بھائی رہا کرتے تھے مجلس میلاد پڑھ رہا تھا. ایک بندر سامنے دیوار پر چپکا مؤدب بیٹھا سُن رہا تھا جب قیام کا وقت آیا مؤدب کھڑا ہو گیا. پھر جب بیٹھے وہ بھی بیٹھ گیا. وہ بندر تھا وہابی نہ تھا.[1]

اس عبارت سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ بندر مذہبًا بریلوی ہیں. بندر جب کھڑا ہو تو بے حیائی کا پورا نمونہ ہوتا ہے.

ہمیں بہت افسوس کہ اپنے مسائل ثابت کرنے کے لیے بریلوی بندر کو بھی اپنے لیے نمونہ بنا لیتے ہیں. اب آیئے علم غیب کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ دیکھیے :۔

مسئلہ علم غیب میں مذہبی خودکشی

مولانا احمد رضا خاں نے الدولۃ المکیۃ میں پہلے یہ عقیدہ لکھا تھا :۔

فاحاط بعلوم الاولین والاٰخرین وبعلوم لا تنحصر بحد وینحس دونہا العد ولا یعلمہا احد من العٰلمین فعلوم اٰدم وعلوم العالم وعلوم اللوح وعلوم القلم کلہا قطرۃ من بحار علوم حبیبنا صلی اللہ علیہ وسلم.[2]

ترجمہ. سو آپ اولین و آخرین کے سب علوم پر محیط ہیں اور آپ کے علوم کسی ایک حد پر منحصر نہیں اور ان کے وراء سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور انہیں دنیا والوں میں سے کوئی نہیں جانتا. سو انسان کے علوم پوری دنیا کے علوم اور لوح و قلم کے علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمندروں کا محض ایک قطرہ ہیں.

مولانا احمد رضا خاں نے پھر یہاں تک اسے وسعت دی ہے کہ مغیبات خمسہ جنہیں احادیث میں مفاتیح الغیب (غیب کی کنجیاں) کہا گیا ہے. یہ سب علوم آنحضرتؐ کے لیے ثابت کر ڈالے. کتاب چونکہ میں تھی علمائے عرب اس پر سخت برہم ہوئے بلکہ حضرت مولانا سید احمد برزنجی نے خانصاحب

---

[1] ملفوظات حصہ چہارم ص۳۶ [2] الدولۃ المکیۃ ص۱ مطبوعہ کراچی

کے اس عقیدے کے خلاف ایک مستقل کتاب غایۃ المامول فی تتمۃ منہج الاصول فی تحقیق علم الوسول تالیف فرمائی۔ حضرت مولانا سید احمد برزنجی کے علم و فضل کے بارے میں معلوم کرنا ہو تو پھر مولانا احمد رضا خاں کی کتاب حسام الحرمین میں یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں :۔

حضرت مولانا سیّد احمد برزنجی کی شخصیت

مولانا احمد رضا خاں آپ کی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں :۔

حائز العلوم النقلیہ فائز الفنون العقلیۃ جامع بین شرف النسب والحسب وارث العلم والمجد اباعن اب المحقق الالمعی والمدقق اللوذعی مولانا السیّد احمد البرزنجی عمت فیوضہ کل رومی و برزنجی۔[1]

ترجمہ: تمام علوم نقلیہ کو گھیرنے والے۔ تمام علوم عقلیہ پر فائز۔ نسب وحسب کا شرف رکھنے والے باپ دادا سے علم و بزرگی کے وارث، محقق المعی اور بلند پایہ باریک بین عالم مولانا سید احمد البرزنجی۔ ان کا فیض سہروردی اور برزنجی کے شامل حال رہے۔

حضرت برزنجی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :۔

ورد المدینۃ المنورۃ رجل من علماء الھند یدعی احمد رضا خاں فلما اجتمع بی اخبرنی اولا بان فی الھند اناسا من اھل الکفر والضلال منھم غلام احمد القادیانی۔[2]

ترجمہ: علماء ہند میں سے ایک شخص جسے احمد رضا خاں کہا جاتا ہے مدینہ منورہ آیا۔ جب وہ مجھے ملا اس نے بتایا کہ ہندوستان میں کچھ کافر اور گمراہ لوگ اٹھے ہیں اُن میں سے مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہے۔

اس عبارت میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ذکر دیکھئے۔ انہیں ایک عام آدمی کے طور پر

---

[1] حسام الحرمین ص۲۱۲ [2] غایۃ المامول ص۲۹۷ یہ کتاب اب لاہور میں دوسری مرتبہ چھپی ہے اور الشہاب الثاقب کے ساتھ ملحق ہے ملنے کا پتہ۔ ۲/بی شاداب کالونی لاہور

بغیر کسی لقب اعزاز کے ذکر کیا گیا ہے. یہ وہی بزرگ ہیں جو پہلے خان صاحب کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کے نام کو بہت اعزاز سے ذکر کر چکے تھے. مگر جب ان پر حقیقت کھلی تو نہ کوئی لقب رہا نہ اعزاز. صرف رجل من علماء الہند سے انہیں ذکر کیا ہے. حضرت شیخ برزنجیؒ نے مولانا احمد رضا خاں کی جو مخالفت کی اس کا اتنا اثر تھا کہ مولوی صاحب کی کھڑی کی ہوئی ساری عمارت منہدم ہو گئی اور خان صاحب کو پھر اپنے آپ کو سنبھالنے کے لیے خالص الاعتقاد نامی کتاب لکھنی پڑی.

عطائے الٰہی سے بھی بعض علم

مولانا احمد رضا خاں خالص الاعتقاد میں لکھتے ہیں :-

علم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لیے علم بالذات جانیں اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع [1]

اب چاہیئے تو یہ تھا کہ بریلوی علماء کلی جزئی کی بحثیں ترک کر دیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو کہیں موضوع بحث نہ بناتے لیکن افسوس کہ حضورؐ کی ذات پر بحث کرنا ان کا ایک پیشہ بن چکا ہے یہ لوگ ان مباحث کو اپنے لیے ایک فخریہ بات سمجھتے ہیں. ان کے ایک مولوی عنایت اللہ سانگلوی تھے وہ جلسوں اور مناظروں میں علماء دیوبند سے برملا پوچھا کرتے تھے کہ تم بتاؤ حضورؐ کا علم کتنا ہے؟ سوال کی بے ادبی اپنی جگہ واضح ہے. امتی اپنے نبی کے علم کو کیا جانے. علماء دیوبند لاکھ کہیں کہ ایک پرائمری پاس شخص ایم. اے والے کی علم کی حد کیا بتا سکتا ہے. مگر سانگلوی صاحب علم رسالت کے باب میں کچھ ایسے گستاخ واقع ہوئے کہ برملا پوچھتے کہ بتاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کتنا تھا اور انہیں اس قسم کے سوال پر کبھی کوئی جھجک یا شرم محسوس نہ ہوتی.

ایک دفعہ کسی نے انہیں کہا کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تو حضورؐ کو جمیع کمالات علمیہ وعملیہ میں بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر[2] کہا ہے. تو مولوی صاحب کہنے لگے کہ یہ بات گول ہے علماء دیوبند

---

[1] خالص الاعتقاد ص ۲۳ [2] فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد ص ۴۸

کو کوئی حد مقرر کرنی پڑے گی۔ ورنہ میں یہ سوال ہر جگہ اور ہر تقریر میں دُہراتا رہوں گا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ پھر ان کو بتانا پڑے گا کہ حضورؐ کا علم کتنا تھا؛

جن لوگوں کو مولوی صاحب کی تقریر سُننے کا اتفاق ہوا وہ بتاتے ہیں کہ مولوی صاحب بَر ملا کہتے تھے کہ بتاؤ "حضورؐ کا علم کتنا ہے" اور اس گستاخِ رسول کے گستاخانہ سوال پر بریلوی مذہب کے دوسرے علما بھی انہیں نہ روکتے تھے۔ ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔

علم غیب میں پہلوئے تکریم۔

یوں تو بریلوی ہر جگہ یہی کہتے سُنے جاتے ہیں کہ حضورؐ کے لیے علم غیب نہ ماننا بے ادبی اور گستاخی ہے۔ مگر ہم حیران ہوئے جب دیکھا کہ ان کے عقیدہ میں غیب کی کسی بات کو جان لینا کوئی کمال نہیں ہے۔ بلکہ ان کے عقیدہ میں گدھا بھی غیب جان سکتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں۔

گدھے کے غیب جاننے کا عقیدہ

ایک ولی اللہ کی مجلس میں ایک بادشاہ حاضر ہوا اس نے وہاں رکھے ایک سیب پر نظر رکھی کہ مجھے یہ دے دیں تو سمجھوں گا کہ ولی ہیں۔ اس پر اس ولی اللہ نے ان کے سامنے مصر کے ایک گدھے کا واقعہ ذکر کیا مولانا احمد رضا خاں اسے ملفوظات میں نقل کرتے ہیں اور اس پر اس ولی اللہ کے مندرجہ ذیل الفاظ نقل کرتے ہیں۔

ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے .... اگر یہ سیب ہم نہ دیں تو ولی ہی نہیں اور اگر دے دیں تو اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال کیا۔

اس پر مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں

بس یہ سمجھ لیجیے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لیے ہو سکتی ہے انسان کے لیے کمال نہیں اور وہ جو غیر مسلم کے لیے ہو سکتی ہے مسلم کے لیے کمال نہیں۔[1]

---

[1] ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ۱

غور کیجیے مولانا احمد رضا خاں جو انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے لیے غیب کی باتوں کا جاننا بڑا کمال سمجھتے تھے اور بریلویوں نے اب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کمالِ شان کے بیان میں حضور کے علم غیب کا عقیدہ سرفہرست کھڑا کر رکھا ہے مولانا احمد رضا خاں کی اس بات نے کہ گدھا بھی علم غیب جانتا ہے اور غیب جاننا تو کوئی کمال کی بات نہیں ہے اپنے ہاتھوں اپنے مذہب کا خون کر دیا ہے۔ کیا مذہبی خودکشی کی اس سے زیادہ واضح مثال کیا ہوگی۔

کتے کا علم غیب اور کتے کا خط پڑھنا

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلیفہ شیخ صدر الدین احمد طبیب کے ذکر میں لکھا ہے:۔

آپ دُنیا سے بے نیاز تھے۔ ایک مرتبہ پریاں ایک پری زاد کے علاج کے واسطے آپ کو لے گئیں۔ وہ پری زاد آپ کے علاج سے اچھا ہوا۔ پریوں نے ایک خط آپ کو دیا اور کہا شہر سے باہر فلاں کوچہ میں اس قسم کا ایک کتا ہے وہ خط اس کتے کو دکھا دینا۔ آپ نے وہ خط لیا۔ کتا تلاش کیا جب وہ خط اس کتے کو دکھایا تو وہ کتا اٹھا اور شہر سے باہر جا کر ایک جگہ پہ کھڑا ہو گیا۔ اس مقام پر وہ کتا زمین کھودنے لگا۔ آپ اشارہ سمجھ گئے۔ آپ نے اس مقام سے خزانہ نکالا اور راہِ خدا میں لُٹا دیا۔[1]

اس میں جہاں بریلویوں کے اس عقیدے کا بیان ہے کہ کتا علم غیب رکھتا ہے وہاں یہ بات بھی مذکور ہے کہ وہ خط بھی پڑھ لیتا ہے اور ان لوگوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ دُنیا کے خزانے کتے کے قدموں کے نیچے ہیں۔ (معاذ اللہ)

گدھے اور کتے کو علم غیب دیئے جانے سے معلوم نہیں انہیں کون سا خزانۂ غیب ملتا ہے جو ان کے علم غیب کی یہ اس قدر شہرت کرتے ہیں۔

---

[1] خم خانۂ تصوف صـ۱۷۸، سالک السالکین جلد ۲ صـ۲۴۳

گدھے اور کتے کے بارے میں تو یہ عقیدہ کہ وہ غیب جانتے تھے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ کہ آپ ایک کتے کی تلاش میں پورے گھر میں پھرتے رہے۔

حضور کو کتے کا پتہ نہ چلا بہت تلاش کیا

ایک طرف تو یہ لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کتا بھی علم غیب جانتا ہے۔ دوسری طرف مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ تھا کہ حضور کے پلنگ کے نیچے کتا چھپا بیٹھا تھا آپ کو اس کا علم نہ تھا۔ بہت تلاش کے بعد اس کا پتہ چلا۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں۔

> حدیث صحیح ہے کہ جبریل کل کسی وقت حاضری کا وعدہ کر کے چلے گئے۔ دوسرے دن انتظار رہا، مگر وعدہ میں دیر ہوئی اور جبریل حاضر نہ ہوئے۔ سرکار باہر تشریف لائے۔ ملاحظہ فرمایا کہ جبریل علیہ السلام دردولت پر حاضر ہیں۔ فرمایا کیوں؟ عرض کیا انا لا ندخل بیتاً فیہ کلب و تصاویر۔ رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا ہو یا تصویریں ہوں۔ اندر تشریف لائے۔ سب طرف تلاش کیا کچھ نہ تھا پلنگ کے نیچے کتے کا ایک پلا نکلا تو جبریل حاضر ہوئے۔[۱]

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ حضور پاک ہر جگہ حاضر و ناظر نہ ہوتے تھے۔ ورنہ کتے کو ہر طرف تلاش کرنے کی کیا ضرورت تھی اور یہ بھی پتہ چلا کہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ ورنہ جبریل علیہ السلام کے بتانے سے پہلے آپ کو کیوں معلوم نہ ہوا کہ جبریل آج اسی وجہ سے نہیں آرہے۔ حضورؐ کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں کا یہ عقیدہ ہو کہ حضورؐ کو گھر میں کتے کا پتہ نہ چلا اور گدھے اور کتے کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ وہ علم غیب رکھتے تھے مولانا کی یہ تضاد بیانی ہمیں سمجھ نہیں آتی۔

پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی بلی کے بارے میں بھی بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ وہ علم غیب رکھتی تھی۔ مولانا حشمت علی خاں نے رنگون میں اس پر وعظ کیا تو وہاں

---

[۱] ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ سوم ص۲۶

کے مشہور شاعر عالی جناب منشی عبد الرحیم صاحب بانکپوری نے کہا ؎

غوث اعظم کی جو بنی ہوئی عالم غیب — غیب داں خاص نبی ہی کو بتاتے کیوں ہو
تم نے بلی کو بنا دیا ہے نبی کا ہمسر — اپنی کرتوت کو باتوں میں اڑاتے کیوں ہو [1]

مولانا حشمت علی اور منشی عبد الرحیم کا مقابلہ

مولانا حشمت علی نے رنگون کے مسلمانوں میں افتراق و انتشار کا جو بیج بونے کی سازش کی وہ ناکام ہوگئی. کیونکہ اس سازش کو ناکام کرنے میں صرف رنگون کے علماء ہی نہ تھے بلکہ شہر کے شعراء اور ادیب بھی بریلویت کو اس کی تہ سے سمجھ پائے تھے.

ہو کے عالم دلِ مسلم کو ستاتے کیوں ہو — گھر میں اللہ کے تم آگ لگاتے کیوں ہو
مرغِ بسمل کی طرح وجد میں آتے کیوں ہو — عرس میں قبر پہ رنڈی کو نچاتے کیوں ہو
یہ معما نہیں کھلتا ہے تمہارا ہم پر — چھیڑ کے لیتے ہو کیوں منہ کو چھپاتے کیوں ہو
لے کے تکفیر چلے چھوڑ کے کارِ تبلیغ — خاک میں عزتِ مسلم کو ملاتے کیوں ہو [2]

مولانا حشمت علی پھر بھی اپنی اشتعال انگیز تقاریر اور تکفیری فتووں سے باز نہ آئے نتیجہ یہ نکلا کہ رنگون کے نوجوانوں نے انہیں مسجد میں ہی گھیر لیا. آپ نے اپنے حامیوں سے کہا کہ یہ گستاخ ہیں ان پر حملہ کر دو. پھر کیا تھا مسجد میں ایک کھلبلی مچ گئی اور موصوف پر زیر دفعہ ۱۵۳ تعزیرات ہند مقدمہ درج ہو گیا جو ایک سال تک چلتا رہا.

عدالت عالیہ رنگون کے جج مسٹر داس نے ملزم حشمت علی کو زیر دفعہ ۱۵۳ تعزیرات ہند اور زیر دفعہ (۵۶۲ لا) قانون ضابطہ فوجداری اس جرم کا قصور وار قرار دیا. کہ انہوں نے دیدہ و دانستہ بلوہ فساد بپا کرنے کی نیت سے اشتعال انگیزی کی مناسب ہوگا کہ یہاں علم غیب پر کچھ اصولی تبصرہ کر دیا جائے. تاکہ اس قسم کے امور میں کسی قسم کی پیچیدگی راہ نہ پائے.

---

[1] براءۃ الابرار ص۹۶ [2] براءۃ الابرار ص۹۴

علم غیب کی اصولی تعریف

علمائے دیوبند عطائی علم پر علم غیب کا اطلاق نہیں کرتے۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:۔

بعض بندوں کو بعض غیوب پر باختیار خود مطلع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا۔ غیب کی خبر دے دی لیکن اتنی بات کی وجہ سے قرآن و سنت نے کسی جگہ ایسے شخص پر عالم الغیب یا فلاں یعلم الغیب کا اطلاق نہیں کیا بلکہ احادیث میں اس پر انکار کیا گیا۔ کیونکہ بظاہر یہ الفاظ اختصاص علم الغیب بذات الباری کے خلاف موہم ہوتے ہیں۔ اس لیے علماء محققین اجازت نہیں دیتے کہ اس طرح کے الفاظ کسی بندہ پر اطلاق کیے جائیں گو لغۃً صحیح ہوں۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ علم جب مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے بھی آخر میں یہی عقیدہ اپنا لیا تھا چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے۔[2]

جناب مفتی احمد یار گجراتی بھی تسلیم کرتے ہیں:۔

جو علم عطائی ہو وہ غیب ہی نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں۔[3]

علم غیب سے وہ علم مراد ہے جو قدرت حقیقی کے ساتھ ہو یعنی علم ذاتی جو لازم الوہیت ہے جس کے ساتھ قدرت حقیقی لازم ہے۔[4]

جناب پیر آف دیول شریف صاحب بھی لکھتے ہیں:۔

---

[1] تفسیر عثمانی صد ۵۱۰ [2] ملفوظات حصہ سوم صد ۳۴ [3] جاء الحق صد ۹۷ [4] ایضاً صد ۹۴

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنے احوال و افعال مرتب ہوئے وہ سارے کے سارے بالوحی مرتب ہوئے۔[1]

اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے غیب کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں نہ دے رکھی تھیں کہ جب چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں. بلکہ ضرورت کے وقت وحی خداوندی سے آپ کو غیب کی باتوں پر اطلاع ہوتی تھی. پیر صاحب نے اس اقرار سے بریلویوں کے مشہور عام عقیدے سے تصادم کیا ہے.

بریلوی اپنے دن کے کاتے ہوئے سُوت کو شام کے وقت خود تار تار کرنے کے عادی ہو چکے ہیں اور جوں جوں وقت گزر جاتا ہے بریلویت کی عمارت اپنی بنیادیں چھوڑتی جا رہی ہے جو بات اللہ کی طرف سے نہ ہو اس میں تضاد اور اپنے آپ سے ٹکراؤ ایک فطری بات ہے.

قرآن کریم میں ہے:۔

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ (پ۵ النساء ۸۲)

ترجمہ. اور یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت سے اختلاف پاتے۔

بریلوی عقیدہ حضورؐ نوع بشر میں سے نہ تھے

بریلویوں نے بڑی شد و مد کے ساتھ یہ بات اُٹھائی کہ انبیاء کرام کو بشر کہنا سخت بے ادبی ہے. جو کہے وہ گستاخ اور کافر ہے. ان کے مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:۔

قرآن کریم نے کفار مکہ کا طریقہ بتلایا ہے کہ وہ انبیاء کو بشر کہتے تھے۔[2]

آپ حیران ہوں گے کہ قرآن کریم کے اتنے صریح فیصلے کے بعد انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے انکار کر دیا. بات یہ ہے کہ یہ لوگ آیت شریفہ قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی کو متشابہات

---

[1] عقائد و لطیف حقائق ص۱۰ ناشر مجلس غوثیہ اہل سنت والجماعت لائلپور [2] جاء الحق ص۱۷۵

میں سے سمجھتے ہیں مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں :۔

انما انا بشر وغیرہ آیات جو بظاہر شانِ مصطفوی کے خلاف ہیں متشابہات ہیں لہٰذا ان کے ظاہر سے دلیل پکڑنا غلط ہے [۱]

جب یہ لوگ اہل سنت کے دلائل سے عاجز آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہہ کر پکارنا غلط سمجھتے ہیں۔ بشریت کا انکار نہیں کرتے۔

مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں :۔

احناف کے نزدیک نبی کو بشر کہہ کر پکارنا کفر ہے۔ [۲]

بریلویوں کا عقیدہ یہ نہیں کہ وہ حضورؐ کو بشر کہتے ہیں اور انہیں صرف اس پر اعتراض ہے کہ آپ کو کوئی بشر کہہ کر پکارے ۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص اگر آپ کو صیغۂ غائب سے بھی بشر بتلائے تو یہ لوگ اسے درست نہیں سمجھتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آپ کو صیغہ غائب سے کہا تھا کان بشرًا من البشر [۳] (آپ انسانوں میں سے ایک انسان تھے) بشر کہہ کر پکارا نہ تھا۔ اس پر بھی مولوی محمد عمر اچھروی اعتراض کرتے ہیں :۔

یہ حدیث جز احاد ہے۔ قرآن شریف کے مقابلہ میں حجت نہیں ہوسکتی۔ [۴]

اس اعتراض کا مطلب اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ بشر کہہ کر پکارنا تو درکنار آپ کو بشر بتلانا بھی جائز نہیں۔ یہ بشریت کا کھلا انکار نہیں تو اور کیا ہے ؟ یہی مولوی محمد عمر صاحب ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :۔

اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ بشر کلام نہیں کرسکتا سوائے ان تین [۵] مذکورہ طریقوں کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ بالمشافہ ہم کلام ہوئے بغیر پردے کے۔ [۶]

کیا اس میں کھلے طور پر آپ کی بشریت کا انکار نہیں ؟

---

[۱] جاء الحق ص۱۷۸ [۲] مقیاس حنفیت ص۲۲۴ [۳] مشکوۃ شریف ص۵۲۰ [۴] مقیاس حنفیت ص۲۴۷
[۵] پ۲۵ شوریٰ ع ۵ [۶] مقیاس حنفیت ص۲۴۹

اس میں صریح انکارِ بشریت ہے۔ کیا یہ بشر کہہ کر پکارنے کا انکار ہے یا مطلق بشریت کا انکار ہے؟ غور کیجئے۔ آپ کو خدا کے نُور کا ٹکڑا سمجھنے والے اور خدا کا جزو کہنے والے آپ کو کیسے بشر مان سکتے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ صرف ظاہری صورت میں بشر تھے۔

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مفتی احمد یار صاحب گجراتی لکھتے ہیں:۔

عصائے موسوی سانپ کی شکل میں ہو کر سب کچھ نگل گیا۔ ایسے ہی ہمارے حضورؐ نُوری بشر تھے۔[1]

نوٹ ۱: اس وقت یہ بحث نہیں کہ بریلویوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بشری ظہور کو سانپ سے تشبیہ کیوں دی ہے۔ کیونکہ ان کی گستاخیاں پہلے سے ہی معلوم ہیں۔

۲: یہ عقیدہ صرف مفتی صاحب کا ہی نہیں خود احمد رضا خاں کا عقیدہ بھی سنیئے:۔

آ رہا ہے آدمی بن کر فرشتہ نُور کا ۔۔۔ پڑ گیا ہے طائر سدرہ کو چسکا نُور کا[2]

اس میں صریح اقرار ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃً فرشتہ تھے مگر ظاہری طور پر انسان بن کر آئے تھے۔ فرشتوں سے انسان کا درجہ اونچا ہے۔ فرشتے بشر اول حضرت آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ ریز ہوتے تھے۔ مگر دیکھئے مولانا احمد رضا خاں نے کس بے شعوری میں حضورؐ کو اعلیٰ درجے سے نکال کر ایک چھوٹے مقام پر کھڑا کیا اور اپنے پہلے عقیدہ سے خودکشی کر لی۔

حضورؐ نوعِ بشر میں سے تھے

اب بریلویوں کا اقرارِ بشریت دیکھئے۔ جو انبیاء کو بشر کہنا کفر سمجھتے تھے۔ بشر کہہ کر خود اس دلدل میں جا گرے۔ اپنے آپ سے تصادم کا یہ ایک خوفناک منظر ہے۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:۔

وہ بشر ہیں مگر عالمِ علوی سے لاکھ درجہ اشرف اور جسمِ انسانی رکھتے ہیں۔ مگر ارواح و ملائکہ سے ہزار جگہ الطف۔[3]

---

[1] مرآۃ المناجیح جلد ۱ صفحہ ۲۴ [2] حدائق حصہ سوم صفحہ ۱۸ [3] نفی الفئ صفحہ ۹

ان محمداً بشر لا کالبشر بل ھو کالیاقوت بین الحجر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم۔[1]

اس میں اقرار ہے کہ جس طرح عام پتھر اور ہیرے کی جنس ایک ہے، صفات مختلف ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ بنی آدم نوع بشری میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہیں۔ اور صفات میں ایک دوسرے سے متغائر اور متمائز۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا کھلا اقرار اور ساتھ آپ کی شانِ نبوت کا اعتراف ہے۔

اس اقرارِ بشریت سے بریلویت کی وہ پوری عمارت منہدم ہو جاتی ہے جسے اُن کے واعظ ہر روز کھڑا کرتے ہیں اور اپنے ایسے عقیدے کو ہر روز دُہراتے ہیں کہ آپ بشر نہیں تھے۔ خدا کے نُور کا ایک حصہ تھے۔ آپ کو بشر ماننے والے بے ادب، گستاخ اور کافر ہیں (معاذ اللہ)

مگر مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ دیکھئے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

اجماعِ اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں۔[2]

اس سے زیادہ تصریح کیا ہوگی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب بشر تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر گناہ سے محفوظ رکھا تھا۔

بریلویوں کے مولوی جناب امجد علی صاحب لکھتے ہیں:۔

(عقیدہ ۵) انبیاء سب بشر تھے اور مرد نہ کوئی جن نبی ہُوا نہ عورت۔[3]

ملحوظ رہے کہ اسے عقیدہ کہہ کر بیان کیا جا رہا ہے۔ مولانا امجد علی نے جب سب انبیاء کو بشر کہہ دیا تو کیا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ آتے؟ کیا یہ صحیح ہے کہ انبیاء کرام کو صرف کفار ہی بشر کہتے تھے؟ کیا مولانا احمد رضا خاں اور مولانا امجد علی نے بشر نہ کہا؟ یہ دونوں حضرات کافر تھے؟ مذہبی خودکشی کا اس سے زیادہ المناک منظر اور کیا ہوگا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

---

[1] نفی الفئ صفحہ ۱ [2] دوام العیش صفحہ ۲۷ [3] بہارِ شریعت حصہ اوّل صفحہ ۹

ماہنامہ المیزان کے احمد رضا نمبر میں ہے :۔

بہت بُرے ہیں وہ لوگ جو حضور کی بشریت کے منکر ہیں خارج از اسلام ہیں وہ ہمارے گروہ میں سے نہیں ۔ ہم اہل سنّت نہ بشریت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر اور نہ انہیں ایسا بشر کہنے کے قائل جو عجز و نادانی میں دوسروں کے برابر ہو، ہمارے نزدیک دونوں مردود جو ان کی بشریت کا منکر ہو وہ بھی اور جو انہیں اپنے جیسا کہے وہ بھی۔[۱]

ناظرین غور کریں کیا یہاں بریلویوں نے حضور کی بشریت کا صحیح اقرار نہیں کیا؟ جناب مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی بھی لکھتے ہیں :۔

اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت کے لیے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے واسطے بھیجا ان کو نبی کہتے ہیں ۔ انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے۔[۲]

آپ آیت وما ارسلنا من قبلک الا رجالاً نوحی الیھم کے تحت لکھتے ہیں :۔

شانِ نزول : یہ آیت مشرکین مکہ کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اس طرح انکار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے ۔ انہیں بتایا گیا کہ سنتِ الٰہی اسی طرح جاری ہے ہمیشہ اس نے انسانوں میں سے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا۔[۳]

مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی چند اور عبارتیں بھی ملاحظہ ہوں :۔

یہ ان کی کمال حماقت تھی کہ بشر کا رسول ہونا تو تسلیم نہ کیا اور پتھروں کو خدا مان لیا۔[۴]

---

[۱] المیزان احمد رضا نمبر ص۱۴۳ [۲] کتاب العقائد ص۴ نوری کتب خانے والے نے مولانا نعیم الدین کی اصلاح کرتے ہوئے اس عبارت میں لفظ بشر کو نور سے بدل دیا ہے۔ یہ بڑوں کی اصلاح کی کوشش نہیں بلکہ کھلی تحریف ہے۔ [۳] تفسیر نعیمی ص۲۹۳ (آیت ۴۳ پ۱۴ سورۃ النحل ع) [۴] حاشیہ قرآن پ۱۸ سورۃ المومن ص۴۹۷

انہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی و نافہمی ہے۔[1]

یہ آیت ان کفار کے رد میں نازل ہوئی جنہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا تھا
اور کہا تھا کہ بشر کیسے رسول ہو سکتا ہے۔[2]

بہت برے ہیں وہ لوگ جو حضورؐ کی بشریت سے منکر ہیں. خارج از اسلام ہیں
وہ ہمارے گروہ سے نہیں.[3]

ہم سمجھتے ہیں کہ حضورؐ کی بشریت کے اس واضح اقرار کے بعد بریلویوں میں اور اہل سنت میں اس مسئلے میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا.

بشریت النبی کے اس واضح اقرار سے بریلویوں کا اس مسئلے پر اہلسنت سے کھلا محاذ یکسر ٹوٹ جاتا ہے لیکن اس کا علم ان کے چند خواص کے سوا اور کسی کو نہیں ہوتا عوام میں یہ آنحضرتؐ کی بشریت کا کھلے بندوں انکار کرتے ہیں اور اپنے عوام کو قرآن کے اس کھلے انکار پر یہ اسلام سے باہر لا کھڑا کرتے ہیں.

اپنے عوام کو محروم الایمان کرنے میں یہ اس قدر دلیر کیوں ہیں؟ انہیں ان پر رحم کیوں نہیں آتا؟ اس کی وجہ جہاں تک ہم سمجھ پائے ہیں یہ ہے کہ تیجے دسویں اور چالیسوں کے کھانے کھا کھا کر ان کے دل سخت ہو چکے ہیں اور انہیں اپنے عوام کو محروم الایمان کرنے میں ان پر ذرا رحم بھی نہیں آتا. اگر کوئی کہہ دے کہ یہ ایصال ثواب کا کھانا غریبوں کا حق ہے تو یہ فوراً اس پر وہابی ہونے کا لیبل لگا دیتے ہیں اور خود غریبوں کا حق کھاتے ڈکارتے بھی نہیں

مردہ کا کھانا صرف فقراء کے لیے ہے عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے
غنی نہ کھائے — احکام شریعت جلد ۲ صہ ۱۵۳

فقہاء لکھتے ہیں کہ مردہ کا کھانا دل کو سخت کر دیتا ہے۔ (اربعین شاہ محمد اسحق صہ ۳۶)

---

[1] پ ۲۸ سورۃ التغابن صہ ۸۰۷ [2] پ ۱۷ سورۃ الحج صہ ۴۹۳ [3] ماہنامہ المیزان بمبئی احمد رضا خاں نمبر صہ ۱۴۳

حضورؐ کو یا محمد کہہ کر پکارنا حرام ہے

مفتی احمد یار صاحب گجراتی مرآۃ المناجیح میں لکھتے ہیں:۔

خیال رہے کہ اب حضور کو صرف یا محمد کہہ کر پکارنا حرام ہے۔ رب اب فرماتا ہے۔ لا تجعلوا دعاء الرسول..... الخ یہ واقعہ[1] غالباً اس آیت کے نزول سے پہلے ہوا یا فرشتے اس آیت سے علیحدہ ہیں۔ (مرقات)[2]

اس عبارت میں مفتی صاحب نے دعاء الرسول میں اضافت الی المفعول کو ترجیح دی ہے کہ یہاں رسول کو بُلانا مراد ہے۔ رسول کا بُلانا مراد نہیں۔ یعنی پیغمبر کو اس طرح نہ بُلاؤ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو بُلاتے ہو۔ اضافت الی الفاعل مراد نہیں کہ رسول کا دوسروں کو بُلانا مراد لیا جائے۔
ہاں مفتی صاحب کا یہ عقیدہ صحیح نہیں کہ فرشتے اس آیت سے علیحدہ ہیں۔ کیا یہ آیت بھی حضرت جبریل ہی نہ لائے تھے؟ کیا حضرت جبریل اس آیت سے بالکل بے تعلق رہے؟ کیا خدا کے تمام فرشتے اس آیت کریمہ سے علیحدہ رہے؟ مفتی صاحب یہ کہتے کہ فرشتے اس حکم سے علیحدہ ہیں تو بات بن جاتی ہے لیکن ان کا تمام فرشتوں کو اس آیت سے بے تعلق کرنا ایک عجیب فتوے ہے جواب تک امت میں سے کسی نے نہیں دیا۔ اب آپ ہی سوچیں یہ حکیم الامت کیسے بنے بیٹھے ہیں؟

تاہم مفتی صاحب کا یہ فتوے صحیح ہے کہ حضورؐ کو یا محمد کہہ کر پکارنا حرام ہے۔ یہ تو اس طرح ہے جیسے عام لوگ ایک دوسرے کو اس کا نام لے کر پکارتے ہیں۔ بریلویوں کا اب تک یہی عقیدہ تھا۔ لیکن ان کے ایک مفتی غلام سرور قادری نے مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ خاص مفتی احمد یار صاحب بدایونی کی ترکیب نحوی کو بالکل غلط کہہ دیا اور لکھا۔

(دعاء الرسول) لفظ دعا مصدر مضاف الی الفاعل ہے[3]

---

[1] واقعہ۔ سے مراد حضرت جبریل کی حضورؐ کی خدمت میں حاضری ہے جب وہ مختلف سوالات لے کر آئے تھے۔ اور حضور کو آپ کا نام لے کر پکارا تھا۔ [2] مرآۃ المناجیح حصہ اول ص۲۵ [3] ندائے یا محمد یا رسول اللہ ص۲۴

نحوی ترکیب کے اعتبار سے آیت کا صحیح ترجمہ یُوں ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہیں کسی بات کی طرف بُلائیں اسے ..... [1]

مفتی احمد یار صاحب کو نحو آتی تھی یا نہ اور انہوں نے بقول مفتی غلام سرور صاحب کیا اس آیت کی ترکیب غلط سمجھی؟ اس وقت یہ بحث نہیں ہم صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مفتی غلام سرور صاحب نے اپنے مذہب کا کس بے دردی سے خون کیا ہے اور کس طرح مفتی احمد یار صاحب کی تردید فرمائی ہے۔

حضورؐ کو یا محمد کہہ کر پکارنا جائز ہے

مفتی غلام سرور صاحب کی مذہبی خودکشی کا نظارہ کیجئے اور دیکھئے آپ کس طرح بریلوی مذہب کا خون کرتے ہیں:۔

یا محمد کہنے کی ممانعت والا معنی سیاق و سباق سے بہت بعید ہے۔[2]

نحوی ترکیب کے اعتبار سے بھی یا محمد کی بحث کو اس آیت سے کوئی مناسبت نہیں ہے بلکہ سیاق و سباق اور نحوی ترکیب اسی پہلے معنی کی تائید کرتی ہے۔[3]

نحو کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ نحوی ترکیب میں دونوں صورتوں کی گنجائش ہے مصدر دعا کی اضافت الی المفعول ہو یا اضافت الی الفاعل۔ قانونِ نحو کسی ترکیب کو رد کرتا نہیں۔ مگر غلام سرور صاحب ہیں کہ بچوں کی طرح ایک صورت کو ہی نحوی ترکیب سمجھے بیٹھے ہیں۔ بچے نئے نئے کوئی بات سیکھیں تو ان کی زبان اسی طرح چلتی ہے تحقیق دنیا میں مفتی غلام سرور صاحب نے اس آیت میں اضافت الی المفعول مراد لے کر نحوی غلطی نہیں کی ہے۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں:۔

(ومنها انه حرم الامة نداءه باسمه) فی کتابه العزیز قال تعالیٰ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضًا۔ ای لا تجعلوا دعاءه وتسمیتهٗ) فهو من اضافة المصدر لمفعوله۔ ای لا تجعلوا دعاکم ایاه (کدعاء) تفسیر لدعاء (بعضکم بعضًا) بخطابه

---

[1] ندائے یا محمد یا رسول اللہ ص ۲۴ (نیازی پرنٹنگ پریس لاہور) [2] ایضاً ص ۲۶ [3] ایضاً ص ۳۱

باسمه ورفع الصوت به والنداء وراء الحجرات [1]

ترجمہ۔ اور اس میں سے یہ بھی ہے کہ امت پر آپ کے نام سے آپ کو بلانا حرام ٹھہرایا گیا۔ قرآن کریم میں ہے تم رسول کے بلانے کو اپنے ہاں اس طرح نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو یعنی آپ کو بلانا اور آپ کا نام لینا اس انداز کا نہ ہونا چاہیئے۔ یہ اضافت مصدر کی مفعول کی طرف ہے یعنی تم آپ کو بلانا اس طرح نہ کرو جیسے ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ آپ کو آپ کے نام سے بلانا بلند آواز سے بلانا اور دور سے بلانا (حجرات کی دوری سے) نہ ہونا چاہیئے۔

اب تو مولوی غلام سرور صاحب کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مفتی احمد یار صاحب نے نحوی غلطی نہیں کی اور اضافت الی المفعول مراد لینے میں کوئی نحوی قانون نہیں ٹوٹ رہا۔ ہاں مفتی صاحب نے جو غلطی کی ہے وہ صرف یہ ہے کہ فرشتوں کو اس آیت سے بالکل علیحدہ کر دیا ہے۔

استاد اور شاگرد میں سے کون نحو جانتا ہے اور کون نہیں اس سے ہمیں بحث نہیں۔ یہ بات اپنی جگہ واضح ہے کہ مفتی غلام سرور صاحب نے یہاں بیدردی سے اپنے حکیم الامت کی تردید کی ہے۔

خلفائے راشدینؓ کی خلافت باطنی نہیں

جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ خلفائے راشدینؓ نہ صرف ظاہری طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب تھے بلکہ روحانی طور پر بھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین تھے۔ حضرت عمرؓ کا یا ساریۃ الجبل کہنا اور دریائے نیل تک کو حکم دینا کیا ان کی باطنی خلافت کی خبر نہیں دیتا؟ مگر کیا کریں بریلوی حضرات بعد کے آنے والے اولیاء اللہ کو صحابہؓ بلکہ خلفائے راشدینؓ سے بھی فائق سمجھتے ہیں۔ لیکن جب اولیائے کرام پر بحث کریں تو پھر ان کی صفات کو جانوروں تک میں ثابت مانتے ہیں۔ فیا للعجب۔

---

[1] شرح مواہب اللدنیہ جلد ۵ ص ۲۷۷ مطبوعہ مصر

اُن کے مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:۔

رب ظاہری نیابت ظاہری خلفائے راشدینؓ کو مرحمت فرمائے گا اور خلافت باطنی تمام اولیاء اللہ کو۔[1]

ظاہری خلافت اور باطنی خلافت کا یہ تقابل بتا رہا ہے کہ یہ لوگ حضرات خلفائے راشدینؓ کی روحانی خلافت کے قائل نہیں ہیں۔ یہ صحابہؓ کے خلاف ہی عقیدہ ہے جس نے انہیں سنت کی ایسی تعریف پر مجبور کیا جس میں خلفائے راشدینؓ کا طریقہ سنّت نہ ٹھہرے۔

سُنّت کی تعریف سے راشدینؓ خارج

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ارشاد سے راشدینؓ کی سنّت بھی سنّت شمار ہوتی ہے۔[2] مگر مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مولانا امجد علی سنّت کی تعریف حسب ذیل کرتے ہیں:۔

سنّت مؤکدہ وہ جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو البتہ بیان جواز کے واسطے کبھی ترک بھی فرمایا ہو یا یہ کہ اس کے کرنے کی تاکید فرمائی مگر جانب ترک بالکل مسدود نہ فرمائی ہو۔ اس کا ترک اسآت اور کرنا ثواب اور نادراً ترک پر عتاب اور اس کی عادت پر استحقاق عذاب۔ سنّت غیر مؤکدہ وہ کہ نظر شرع میں ایسی مطلوب ہو کہ اس کے ترک کو ناپسند رکھے مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائے۔[3]

پوری عبارت میں دیکھیے خلفائے راشدینؓ کا لفظ آپ کو کہیں نہ ملے گا۔

صحابہؓ کی برابری کا دعوے

قرآن شریف میں سابقین اولین صحابہ کرامؓ کی منزلت عظیمہ ہے۔ بریلیوں نے اسے حاصل کرنے

---

[1] نور العرفان ص۵۵۸ [2] مشکوٰۃ ص۳۰ [3] بہار شریعت حصہ ۲ ص۷

کے لیے یہ مسئلہ گھڑ لیا کہ گیارہویں شریف ایجاد کرنے والے (یعنی بریلوی) بھی ایک پہلو سے اس شان کو پا گئے ہیں :-

جن بزرگوں نے محفلِ میلاد شریف، عرس، فاتحہ اور گیارہویں شریف ایجاد کیں وہ بھی سابقین میں داخل ہیں۔[1] (استغفر اللہ)

یہ صحابہؓ کے برابر اترنے کی ایک کوشش ہے۔ اب صحابہؓ سے برتری کا دعویٰ بھی دیکھیے :

صحابہؓ سے برتری کا دعویٰ

(مولانا احمد رضا خاں) کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا ہے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔[2]

اندازہ کیجئے جس شخص کو دیکھ کر صحابہؓ کی زیارت کا شوق کم ہو جائے اس سے اہل سنت مسلمانوں کو کیا ملے گا۔ بریلویوں نے اس عبارت سے تنگ آکر اسے بدلنے کی کوشش کی مگر وہ خیر آبادی حضرات کے اس فیصلے کو نہ مٹا سکے جو انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف دیا تھا۔

صحابہؓ اور ائمہ کی برابری کا نشہ

حضرت مولانا معین الدین اجمیری صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ اجمیر شریف مولانا احمد رضا خاں کی خصوصیات ذکر کرتے ہوئے خصوصیت ۱۲ کے تحت لکھتے ہیں :

اعلیٰ حضرت اپنی شان و مرتبہ کو فراموش کر کے صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اپنی ذات کو قیاس کر بیٹھنے کے عادی ہیں۔[3]

---

[1] نئی تقریریں صہ ۹۸ [2] وصایا شریف صہ ۲۴ سطر ۱۴، ۱۵، مرتبہ حسنین رضا خاں مطبوعہ الیکٹرک ابو العلائی پریس آگرہ

[3] تجلیات انوار المعین صہ ۱۸ مطبوعہ صدیقی اجمیر شریف طبع

یہ تحریر مولانا احمد رضا خاں کی اپنی زندگی کی ہے۔ اب ان کے بعد ان کے مریدین وصایا شریف کی عبارت مطبوعہ الیکٹرک ابو العلائی پریس آگرہ کو بعد کے ایڈیشنوں میں بدل بھی دیں تو خیرآبادی حضرات کی اس غیر جانبدارانہ شہادت کو تو وہ کبھی نہ مٹا سکیں گے

مولانا احمد رضا خاں صاحب کو صحابہ اور ائمہ کی برابری کا یہ نشہ کیوں ہو گیا تھا؛ اس کا جواب بھی سلسلہ خیرآبادیہ کے ایک جلیل القدر بزرگ مولانا معین الدین اجمیری سے سُنیئے :۔

> اعلیٰ حضرت نے سمجھ لیا تھا کہ اس چودھویں صدی کے لوگ جب کہ ایک پنجابی (مرزا غلام احمد) کے دعوت نبوت کو ٹھنڈے دل سے سُن کر اس کو تسلیم کرنے میں عذر نہیں کرتے اور دوسرے پنجابی (عبداللہ چکڑالوی) کی صدا سُن کر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خیرآباد کہہ دیتے ہیں تو چلو اس آپا دھاپی[1] کے زمانہ میں خود بھی بہ نسبت ان کے سہل دعوئے (مجددیت) کر کے ایک ممتاز جماعت کھڑی کر لو ...... ایک جاہل جماعت کے جہل کو خدا سلامت رکھے تو اپنے لیے بھی سب کچھ ہو جائے گا۔[2]

قارئین کرام : یہ بات ملحوظ رہے کہ مولانا معین الدین اجمیری کوئی دیوبندی بزرگ نہیں ہیں نہ لکھنؤ کے فرنگی محلی یا ندوی ہیں۔ وہ خیرآبادی سلسلہ کے بزرگ ہیں ـــــ بریلوی علماء حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی، علامہ عبدالحق خیرآبادی اور مولانا معین الدین اجمیری کو اپنے بزرگوں اور اکابر میں شمار کرتے ہیں۔ کچھوچھوی برادران ہاشمی میاں اور مدنی میاں نے اپنے ماہنامہ المیزان کے احمد رضا نمبر میں حضرت مولانا معین الدین اجمیری کو اپنے بزرگوں میں ذکر کرتے ہوئے انہیں زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

یہ مندرجہ بالا عبارت مولانا معین الدین اجمیری کی ہے جو آپ نے مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں لکھی ہے اور انہیں مرزا غلام احمد قادیانی اور عبداللہ چکڑالوی کی صف میں لا بٹھایا ہے۔

---

[1] صرف اپنی فکر اور خود غرضی کو کہتے ہیں۔ [2] تجلیات انوار المعین صـ۳ مطبوعہ اجمیر شریف

اہل سنت بزرگوں کے ہاں مولانا احمد رضا خاں کو اس صف میں کیوں جگہ دی گئی ہے۔ یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہم یہاں صرف یہ شہادت پیش کرنا چاہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں وصایا شریف میں صحابہ کے متعلق اصل عبارت واقعی یہ تھی۔ اس عصری شہادت کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

> ان کو (مولانا احمد رضا خاں) دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی زیارت کا شوق کم ہو گیا[1]

مولانا اجمیری نے بیان کیا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا خود اپنا ذہن بھی یہی تھا کہ وہ اپنے آپ کو صحابہ کرامؓ پر قیاس کرتے تھے اس سے کم کسی منصب پر نہ ٹھہرتے تھے۔ حضرت اجمیری کے ان الفاظ پر آپ پھر غور کریں:۔

> اعلیٰ حضرت اپنی شان و مرتبہ کو فراموش کر کے صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اپنی ذات کو قیاس کر بیٹھنے کے عادی ہیں۔[2]

اس سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ بریلوی حلقوں میں مولانا احمد رضا خاں کو دیکھنے سے صحابہ کرامؓ کی زیارت کا شوق واقعی کم ہو جاتا تھا۔

مذہبی خودکشی میں آخری ہچکی

بریلویوں نے وصایا شریف میں اب عبارت کو یوں بدلا:۔

> ان کو دیکھ کر صحابہ کرام کی زیارت کا شوق زیادہ ہو گیا

بریلویوں نے وصایا شریف کی عبارت تو بدل دی لیکن وہ مولانا معین الدین اجمیری کی اس عبارت کو نہ بدل سکے۔ وہ عبارت مولانا احمد رضا خاں کی اپنی زندگی کی تھی اور یہ (وصایا شریف کی عبارت) ان کی وفات کے بعد ان کے پیروؤں کی ہے اسے جواب بدلا گیا یہ واقعی تحریف ہے اور مولانا اجمیری کی عبارت وصایا شریف کی پہلی عبارت کی عصری تائید ہے۔

---

[1] وصایا شریف صفحہ ۲۴ [2] تجلیات انوار المعین۔

امت میں صحابہ کرامؓ کے اوپر اور کوئی مرتبہ نہیں، اس لیے مبالغہ کے طور پر کسی دوسرے کو ان کے قریب کیا جاسکتا تھا یہ بات سمجھ میں آتی ہے، لیکن اس دور کے علماء اور صحابہؓ کے درمیان بیسیوں مراتب ہیں۔ ان میں سے کسی کی مدح کی جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہیں دیکھ کر امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی زیارت کا شوق پیدا ہو گیا تھا یا تابعین کی زیارت کا شوق بھڑک اٹھا تھا ـــــ اب ان فاصلوں کو عبور کیے بغیر سیدھے صحابہ کرامؓ کی زیارت کا شوق زیادہ ہو جانا کوئی تدریجی کارروائی نہیں ہے ـــــ سو معلوم ہوتا ہے کہ اصل عبارت وہی ہے جو وصایا شریف کے پہلے ایڈیشنوں میں تھی اور اب جو بریلویوں نے اسے لفظ زیادہ سے بدلا ہے یہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں اور ان کے پہلے معتقدین کے مسلک سے بغاوت کی ہے اور اب بریلوی صحابہ کرامؓ کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں، مولانا حامد رضا خاں اور مولانا مصطفٰے رضا خاں کے مسلک پر نہیں رہے۔

قرآن کریم کے بارے میں بریلویوں کے دو متضاد مسلک

> حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم نزول قرآن پر موقوف، نہ تھا وہ قرآن سیکھے ہوئے ہی پیدا ہوئے تھے۔[1]

قریب تھا کہ سارے بریلوی اس عقیدہ پر آجاتے کہ آپ پر وحی کبھی آئی نہ تھی کہ یہ سب تحصیل حاصل تھا، مگر پیر صاحب دیول شریف نے مفتی احمد یار گجراتی کے اس عقیدے سے کھلی بغاوت کر دی:۔

> حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنے احوال و افعال مرتب ہوئے وہ سارے کے سارے بالوحی مرتب ہوئے۔[2]

بریلویوں کی مذہبی خودکشی کو کہاں تک بیان کیا جائے یہ تضاد بیانیاں اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ ان کے اندر کچھ بھی حقیقت نہیں ہے۔

بریلوی حضرات کا یہ کہنا کہ عشقِ رسول کا صدقہ ایسے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ ہرگز صحیح نہیں

---

[1] نئی تقریریں از مفتی احمد یار صہ ۹۹ [2] عقائد و لطیف حقائق صہ ۱۷ مجلس غوثیہ لائلپور

کاش کہ وہ سوچتے کہ ایسے کبائر اور کھلے ننگے گناہوں کے ساتھ عشق رسول کیا کبھی جمع ہو سکتا ہے ؟ —— یہ نہیں ہو سکتا کہ عشقِ رسول رکھنے والا ان گناہوں میں اس طرح ملوث ہو —— بات دراصل یہ ہے کہ ان کے اس کردار کے مولویوں اور پیروں نے علمائے حق کی تنقید سے بچنے کے لیے ، اپنے علیحدہ مسلک کی ایک دیوار کھڑی کر رکھی ہے اور عشقِ رسول کو ایک حدِ فاصل بنا رکھا ہے ورنہ تحقیق سے کام لیا جائے تو شانِ رسالت ہرگز کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے —— لیکن افسوس کہ یہ لوگ اپنے عوام کو یہ باور کرائے ہوئے ہیں کہ گو ہمارا کردار ایسا ہے لیکن ہم ہی تو تمہارے ایمان کو بچائے ہوئے ہیں —— اور عوام بے چارے اس قدر سادہ ہیں کہ ان جذباتی نعروں کی زد میں اپنی خواتین تک کو اپنے ان پیروں کے پاس بھیج دیتے ہیں۔

کاش کہ ہمارے بریلوی دوست اپنے پیروں کی ان چالوں سے حقیقتِ حال پا جاتے۔ اور وہ سوچتے کہ بھلا اللہ والوں نے کبھی اپنے گرد اس قسم کے شرعی غنڈے بٹھائے ہیں اور کبھی اپنے مخالفین پر اس طرح پکڑ دھکڑ کی واردات کی تھیں ؟ اللہ والوں کی مجلسیں تو سکونِ قلب کا مرکز ہوتی ہیں چہ جائیکہ ان سے سکونِ مساجد بھی اٹھ جائے —— افسوس ان نادانوں پر ہے جو اب بھی لوگوں میں یہ جھوٹ بولنا نیکی سمجھتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب یہیں ہیں ہمیں وہ ملتے ہیں اور یہاں مسجد میں بھی آتے ہیں لیکن وہ تمہیں دکھائی نہیں دیتے نہ پولیس انہیں پکڑ سکتی ہے۔ جس قوم کا شعور اتنا ماؤف ہو چکا ہو اس پر ہم صبر کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

جب تک عوام میں شریعت کا احترام پیدا نہ ہو وہ کبھی ان پیروں کے چنگل سے نہیں نکل سکتے یہ ان غلط قسم کے پیروں کی معاشرتی چال ہے کہ وہ اپنے مریدوں کی بیویوں اور بیٹیوں سے آزادانہ ملنے کی کوئی نہ کوئی راہ نکال ہی لیتے ہیں۔ کبھی ختم کی مجالس میں وہ مریدوں کے گھروں میں جائیں گے۔ کبھی مرحومین کے سوم اور دسویں اور چالیسویں کے نام پر انہیں گھروں کی ایسی مجالس میں جانے کا موقع ملے گا اور تعویذ دینے کے لیے تو وہ عورتوں کو تخلیہ میں ہی ملیں گے —— یہ مجالس وہ تجربہ گاہیں ہیں جن سے یہ پیر کچھ لے کر ہی نکلتے ہیں اور اہلِ شریعت مسلمانوں کو وہ یہ کہہ کر خاموش کر دیتے

ہیں کہ یہ طریقت کی راہیں ہیں تم اہل ظاہر باطن کی ان واردات کو کیا جانو — پھر بھی اگر کوئی اور سوال کرے تو پیر صاحب کا یہ کہہ دینا کافی ہے کہ یہ صابی کہاں سے آ گئے. اگر ہم سے کچھ فیض حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان وہابیوں سے بچو — ہمارے اس ملک میں داخلے پر پابندیاں بھی لگیں، پھر بھی ہم کسی نہ کسی راہ سے تمہارے پاس پہنچ جایا ہی کریں گے.

روزنامہ جنگ لندن کے معروف کالم نگار جناب حبیب الرحمان صاحب نے بریلوی پیروں کے ان آستانوں مستانوں اور عقوبت خانوں کا بہت فکری انداز میں جائزہ لیا ہے اور ان پردہ نشینوں کو عوام کی کچہری میں لانے کا قصد کیا ہے. ان کی اس کوشش کو انگلستان میں رہنے والے تمام اہلسنت بہ نظر تحسین دیکھتے ہیں لیکن جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ اہل سنت بھی تو اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے عوام کے دلوں میں سنت کی عظمت اور شناخت کا کوئی احساس باقی نہیں رہا. ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دین کے نام پر کیے جانے والے جو کام عہدِ صحابہؓ میں ہوئے نہ عہد تابعین میں — نہ تبع تابعین میں انہیں یہ لوگ سنت سمجھیں اور جو ایسے کام کرنے والے ہوں وہ اہلسنت کہلائیں.

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

جہاں ایک حبشی ملک کافور کہلائے اور اہل بدعت اہل سنت سے موسوم ہوں تو وہاں اہل بدعت کی بدعات کی نشاندہی کی بجائے علم دین کو مثبت پیرائے میں پھیلانا ہی وہ راہ ہے جس سے ہم بریلوی نسما مولویوں اور پیروں کی اس قسم کی کارستانیوں سے نجات پا سکیں گے. ہم جناب حبیب الرحمٰن کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اپنے اس دلگداز تبصرے سے اس طبقے کے بارے میں بہت سے لوگوں کو مفید معلومات فراہم کی ہیں.

تمّ الجلد الرابع ویتلوہ الجلد الخامس ان شآء اللہ العزیز

مطالعہ بریلویت جلد پنجم

۱۔ بریلویت علماء دیوبند کی نظر میں ۲۔ علماء دیوبند حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی نظر میں

عقائد خمسہ

۱۔ پکار فوق الاسباب ۲۔ مسئلہ نور ۳۔ الحضور والنظور

۴۔ مسئلہ علمِ غیب ۵۔ مسئلہ مختار کل

ایمان والوں سے اللہ کا خطاب

تالیف: علامہ شیخ ابوبکر جابر الجزائری، استاذ مسجد نبوی (مدینہ منورہ)

ترجمہ: مولانا مفتی عبدالقدوس رومی ☆ مقدمہ: حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار اور نافرمان دونوں طرح کے بندوں کو مختلف مواقع پر خطاب فرمایا ہے، اہل ایمان کو یا ایھا اللہ الذین آمنوا اور اہل کفر کو یاایھا اللہ الذین کفروا کے ذریعے مخاطب کیا گیا ہے، قرآن کریم میں ایسی ۹۰؍آیات ہیں جن کا آغاز یا ایھا اللہ الذین آمنوا کے ذریعے کیا گیا ہے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے زندگی کے مختلف پہلوؤں سے تعلق رکھنے والے مختلف احکامات بیان فرمائے ہیں۔ مسجد نبویؐ کے استاذ علامہ شیخ ابوبکر جابر الجزائری نے یہ تمام آیات ایک مجموعہ میں جمع کردی ہیں اور اس مجموعے کو نداءات الرحمٰن لاھل الایمان کے خوبصورت نام سے پیش کیا ہے، مشہور صاحب قلم عالم دین حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی نے اس کتاب کو اردو لباس پہنایا ہے، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے قیمتی مقدمے نے اس کتاب کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اہل ایمان کے خوبصورت اور دلکش انداز میں جن آیات کے ذریعے مخاطب بنایا ہے اور جن کے ذریعے ان کو مختلف تعلیمات وہدایات دی گئی ہیں ان سب کو یکجا کردیا جائے تاکہ کم سے کم وقت میں کم پڑھے لکھے مسلمان بھی بھاری بھرکم تفسیروں کی ورق گردانی کے بجائے ان قرآنی اور ایمانی تعلیمات کو سمجھ سکیں اور ان پر عمل کرسکیں۔

کتاب ہٰذا کے مقدمہ میں مولانا علی میاں ندویؒ لکھتے ہیں ''قرآن کریم سے امت مسلمہ کا رشتہ جس قدر استوار اور مضبوط ہوگا اسی قدر یہ امت فلاح وکامرانی کی راہ پر گامزن ہوگی، عزت واقبال مندی اس کے قدم چومے گی، امت مسلمہ کے زوال کا ایک بنیادی سبب کتاب وسنت کی تعلیمات سے بیگانگی، قرآن کریم سے اس کے رشتہ کی کمزوری ہوگی۔''

حضرت مولانا عبدالقدوس رومی پختہ کار اور پختہ علم عالم دین ہیں، قلم پر بھی ان کی مضبوط گرفت ہے حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے بہت ہی صاف، شستہ اور سلیس وشگفتہ ترجمہ کر کے عام مسلمانوں کے لئے استفادہ کی راہ آسان کردی ہے۔

پوری کتاب ۴۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ حافظی بک ڈپو نے اسے نہایت عمدہ کاغذ پر، اعلیٰ طباعت کے ساتھ مجلد پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

حافظی بک ڈپو، دیوبند۔۲۴۷۵۵۴ (یوپی)

اسلام کی تین ابتدائی صدیوں کی مکمل اور پہلی تاریخ

تاریخِ طبری

تاریخ طبری علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری کی مشہور ومعروف تاریخ، تاریخ الامم والملوک کا مکمل اور صحیح ترین ترجمہ ہے۔ تاریخ طبری کو اسلامی تاریخ کے سلسلہ میں امہات الکتب کا درجہ حاصل ہے۔ تاریخ طبری ہی صرف ایسی تاریخ ہے جو واقعات کی زیادہ سے زیادہ تفصیل مہیا کرتی ہے اور مطالعہ کرنے والوں کے لئے ابتدائی اسلامی دور کے واقعات وحالات کی صحیح تفصیلات معلوم کرنے کے لئے کافی مواد فراہم کرتی ہے۔

علامہ طبری کی عمر کا بڑا حصہ مرکز علم وفن اور معدن علوم شہر بغداد میں بسر ہوا۔ اس وقت کے تمام چوٹی کے اساتذہ اور علماء کی صحبتوں سے انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ مصر اور حجاز کا سفر کیا اور وہاں کے اہل علم سے استفادہ کیا۔

تاریخ طبری کی یہ فضیلت وخصوصیت نا قابل انکار ہے کہ تاریخ طبری کے بعد جتنی بھی تاریخیں لکھی گئی ہیں ان سب کا ماخذ یہی تاریخ ہے اور بغداد کا سب سے بہتر زمانہ خود مؤرخ کی زندگی کا زمانہ ہے جسے اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

علامہ طبری نے تاریخ طبری میں ہر روایت اول تا آخر جوں کی توں اسی شکل میں پیش کردی ہے جس طرح انہیں اپنے ذریعے اور طریقے سے ملی تھی اور اس واقعہ کی دوسری روایت کو بھی من وعن پیش کردیا اور اسی طرح اگر تیسری اور چوتھی روایت بھی ملی تو اسے بھی جس صورت میں ملی اسی طرح بغیر کسی ترمیم واضافے کے اپنی اصل شکل میں شامل کردیا۔ یہ طریقہ کار یقیناً قابل تعریف ہے کیونکہ اس طرز عمل نے قاری کیلئے پرکھنے، سوچنے اور فیصلہ کرنے کیلئے ایک وسیع میدان فراہم کیا ہے۔

علامہ طبری کی تاریخ الامم والملوک بعض حیثیتوں سے نہ صرف دوسری کتب تاریخ سے ممتاز ہے بلکہ اسلامی عہد کی نادر ونایاب کتابوں کے اقتباسات بھی اس کتاب کی بدولت محفوظ ہو گئے۔ جبکہ اصل کتب زمانے کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ ان حالات کے بعد ہم بہ آسانی یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ تاریخ طبری عہد اسلامی کے ابتدائی دور کی تحریروں اور اہم تاریخی مصادر کا نادر مجموعہ ہے۔